علامہ السید الشریف الرضی (طاب ثراہ)

○ ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم ○

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882

E-mail: anisco@cyber.net.pk

نہج البلاغہ

علامہ السید الشریف الرضی (طاب ثراہ)

○ ترجمہ، تشریح، تفسیر، تقدیم ○

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

محفوظ بک ایجنسی ❁ مارٹن روڈ کراچی

Tel: 424286 - 4917823 Fax: 4917823

نام کتاب: نہج البلاغہ
مترجم: علامہ السید ذیشان حیدر جوادی
پہلا ایڈیشن (ہندوستان): مارچ ۱۹۹۸ء
پہلا ایڈیشن (پاکستان): مارچ ۱۹۹۹ء
تعداد: ۱۰۰۰
ناشر (ہندوستان): تنظیم المکاتب، لکھنؤ
ناشر (پاکستان): محفوظ بک ایجنسی۔ کراچی
قیمت: ڈیلکس ایڈیشن -/250
سادہ ایڈیشن -/225

ضروری گذارش

پہلے ایڈیشن میں عربی حوالہ جات کے نشانات واضح نہیں ہیں۔ قارئین کی آسانی کے لیے اس ایڈیشن میں نشانات کو ○ دائرے اور اعداد کے ذریعے نمایاں کیا گیا ہے۔

رسمِ ناشرانہ

نہج البلاغہ ـــــ بابِ مدینۃ العلم اور خطیبِ منبر سلونی کے خطبات و مکتوبات پر مشتمل محض ایک جامع کتاب ہی نہیں بلکہ اپنے اسلوبی و فکری ابعادِ ثلاثہ کے اعتبار سے ایک مکمل جامعہ کا درجہ بھی رکھتی ہے۔

یہ منزلت، اِس کتابِ ادب نصاب اور حکمت مآب کو وحیِّ ربّانی اور حدیثِ رسولِ آخر زمانی سے بلاغتاً و فصاحتاً متصل ہونے کے سبب ظہور میں آئی ہے۔

لاریب، اِس کتابِ مظہر العجائب کو تحتِ کلام الخالق و فوق کلام المخلوق سمجھنا ایک علمی دیانت و طہارت کا انسب اظہار ہے۔

علوم و معارفِ امامیہ کی نشر و اشاعت کے ضمن میں محفوظ بک ایجنسی اب بین اللاقوامی سطح پر ایک قابلِ اعتماد روایت کی حامل ہو چکی ہے۔ اسی روایت کی استواری و پاسداری میں ادارہ، بعد از قرآن افضل ترین کتاب، نہج البلاغہ کے ایک جدید، عام فہم اور منفرد ترجمے کی اشاعتی سعادت سے مشرّف ہو رہا ہے۔

عہدِ حاضر میں یہ ترجمہ اہلِ خبر و نظر کے لئے ایک نعمت ہے اور یہ نعمت علامہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلہ نے مرحمت فرمائی ہے۔

اِس بے مثال کاوش کے توسّط سے علاّمہ سیّد ذیشان حیدر جوّادی مدظلہٗ ایک لائق و فائق مترجم اور شارح کی حیثیت سے حرف و ظفر کی بزم میں جلوہ افروز ہوئے ہیں۔

رئیس احمد جعفری، مولانا مفتی جعفر حسین اور مرزا یوسف حسین کے تراجم کی اہمیت اپنی جگہ مُسلّم لیکن پیش نظر ترجمہ عصری ملحوظات اور محقّقانہ رسائیوں کے باعث اُردو تراجم کی صَف میں ایک اِمتیازی نوعیت سے بَاریَاب ہوا ہے۔ اِس امتیازی نوعیت میں ترجمے کی زبان نہایت سلیس رکھی گئی ہے۔ الفاظ کی تراکیب اور محاورات سَازی سے یکسَر گریز کیا گیا ہے۔ خطبات وکلمات کے حوالہ جَات کی تحقیقی توسیع کے بَاوجود احتیاط کو مقدّم رکھا گیا ہے۔

مزید برآں، تاریخی واقعات کو تفہیم و تشریح کی حدوں سے متجاوز ہونے نہیں دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں، اِس ترجمے کی سَب سے نمایاں فضیلت یہ بھی ہے کہ الفاظ کی ایک مختصر فرہنگ اور خطبات وکلمات کے جواز اور مقاصد پر بڑی جَانگسل محنت کی گئی ہے۔

آخر میں، صاحب نہج البلاغہ کی بارگاہِ برکت پناہ میں، دست بہ دُعا ہوں کہ وہ اپنی توجہ خاص سے علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی مدظلہ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے (آمین)

مَیں ادارے کے محترم کرم فرما جناب نصیر ترابی کا بھی انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے اس ترجمے کے اشاعتی مراحل میں اپنے بے لوث مشوروں سے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

نیاز کیش

سیّد عنایت حُسین

فہرست مضامین

نہج البلاغۃ : حصہ اوّل

نہج البلاغۃ: حصہ دوم مکاتیب و رسائل. فرامین و عہود وصایا و نصائح

نہج البلاغۃ: حصّہ سوم جوامع الکلم کلمات و حکمات

علامہ السید شریف الرضیؒ (طالب نژاہ)

جامعہ نہج البلاغہ

از مرحوم مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی

ابو الحسن محمد بن حسین ملقب بہ شریفؒ ۔ ولات ۳۵۹ھ ۔ وفات ۴۰۶ھ ۔ برادر سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ سابق الذکر۔ یہ دونوں بھائی آسمانِ شیعیت کے آفتاب و ماہتاب ہو کر چمکے۔ جیسا ان دونوں بھائیوں نے دنیاوی اور آخروی عروج پایا ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوا۔ چشم فلک نے نبیؐ کے بعد کوئی ایسی عظیم شخصیت نہیں دیکھی۔ جس کے احوال، سیرت، تاریخ اور علم و ادب پر اتنا لکھا گیا ہو کہ دفتر بن گئے۔ مگر ابھی تک نہ قلم رکے ہیں نہ زبانیں۔ جس کی اولاد کرام، اور آثار عظام اپنی مثال۔ ہر ایک پر لکھا جارہا ہے، ہر ایک پر لکھا جاتا رہے گا۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے' سینکڑوں خطبوں اور پچاسوں مؤلفوں کی محنت کا گلدستہ سدا بہار۔ عہد امیر المومنینؑ سے اب تک امام علیہ السلام کے دوستوں، آپ کے افادات و ارشادات کے عاشقوں نے نہ معلوم کتنے مجموعے جمع کیے۔ خطب مکاتیب، فرامین کلمات قصائد، قضایا، حکم، اشعار، اور دعاؤں کے یہ مجموعے آج بھی محفوظ و مطبوع شکل میں موجود ہیں۔ کون ہے جس نے غرار الحکم، دیوان جناب امیر صحیفہ علویہ، کلمات قصار نہیں پڑھے۔

ہاں، یہ شرف سید رضی، رضی اللہ عنہ کے خلوص کو نصیب ہوا۔ کہ ان کے جمع کردہ اس مجموعے "خطب و مکاتیب و کلمات" کی کم و بیش دو سو شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ دنیا کے ہر اسلام دوست نے پڑھا، اور قیامت تک آنکھوں سے لگاتے رہیں گے۔

علمی مرتبہ عربی ادب میں مسلم ہے کہ الشریف الرضی "اشعر ہاشمین" ہیں۔ حقیقت میں سید رضی و سید مرتضیٰ سے پہلے کسی ہاشمی کا اتنا بڑا دیوان ہاشمی شعراء کی یادگار نہیں ہے۔ سید رضی کا جوش بیان اسلوب زبان اور مہارت ابو تمام و متنبی، ابو العلا، و فرزدق جیسی ہے۔ آج تک ادباء عرب اصل دیوان کی وہی قدر کرتے ہیں۔ جوان کے عہد میں تھی۔

لغت و معنی و بیان میں دست رسی و مہارت کے انداز معلوم کرتا ہوں۔ تو مجازات تبویہ اور تفاسیر دیکھیے۔ اشعار و روایات بحث معنی و استعمالات میں بالکل جاحظ کا رنگ اور ابن جنی و ابن فارس سے بڑھا ہوا آہنگ ہے۔

ذوق کا یہ عالم کہ "خصائص الائمہ" کی ایک فصل بڑھتے بڑھتے "نہج البلاغہ" کی صورت میں مکمل ہو گئی اور یہ آغاز عُمر و عنفوان شباب کا کارنامہ ہے۔

آپ کا لقب اشعر الطالبین بھی ہے۔ حافظ قرآن بھی تھے۔ مقام علمی اسی سے ظاہر و باہر ہے۔ کہ آپ کی جمع کردہ کتاب "نہج البلاغہ" کے متعلق آج تک بعض علمائے اہلسنّت کو شُبہ ہے کہ یہ آپ کی تصنیف ہے۔ حالانکہ یہ شُبہ بے بنیاد ہے کیوں کہ آپ نے جو کچھ اس میں جمع کیا ہے۔ وہ سیّد رضیؒ کی ولادت سے قبل خود اہلسنّت کی کتب میں متفرقاً موجود تھا۔

اپنے عہد کے اکابر ادباء و علماء سے تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن، کمال تفسیر، مہارت حدیث، اقتدار ادب کا یہ عالم، کہ فقط قرآن مجید پر تین بے مثال کتابیں لکھیں ہیں۔

۱۔ "تلخیص البیان عن مجاز القرآن"، جس کا قدیم مخطوطہ حجۃ الاسلام آقائے سید محمد شکوۃ مدظلہم نے اصل عکس اور مفید ترین فہرستوں کے ساتھ شائع فرماکر حقیر کو مرحمت فرمائی ہے۔ فاشکر لھم شکرا جزیلا۔

۲۔ "حقائق التاویل فی متشابہ بہ التنزیل" ایک حصہ شائع ہوچکا ہے۔ ۳۔ "معانی القرآن شائع" ضائع ہو چکی ہے۔

حدیث ۴۔ مجازات الاثار النبویہ، مطبوعہ عراق، و بیروت و مصر

ادب پر ۵۔ تعلیقہ علی ایضاح ابی علی الفارسی ۶۔ الحسن من شعر ابن الحجاج ۷۔ الزیادات فی شعر ابی الحاج

۸۔ الزیادات فی شعر ابی تمام ۹۔ مختار شعر ابی اسحاق الصابی ۱۰۔ مادار بینہ و بین ابی اسحاق من الرسائل شعراء

۱۱۔ کتاب مراسلات ۱۲۔ انشراح الصدر فی مختارات من الشعرا

۱۳۔ دیوان، چار ضخیم جلدیں جو مختلف حواشی و شروح کے ساتھ متعدّد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

۱۴۔ نہج البلاغہ "اختیار محاسن الخطب ثم محاسن الکتب ثم محاسن الحکم" من کلام امیر المومنین علیہ السلام۔

فقہ پر ۱۵۔ تعلیق خلاق الفھقا تاریخ پر ۱۶۔ خصائص الائمہ، طبع عراق ۱۷۔ اخبار قضۃ بغداد

۱۸۔ سیرت الطاہر (یہ کتاب اپنے والد کی سوانح عمری کے طور پر ۳۷۹ھ میں خود ان کی حیات میں لکھی تھی) اب ناپید ہے۔

القاب و مناصب ۳۸۸ھ میں بہاء الدولہ بویہی نے۔ "الشریف الاجل" ۳۹۲ھ میں "ذی المنقبتین" ۳۹۸ھ میں "المرضی ذی الحسبین" کا لقب دیا۔ (کیونکہ خاندانی شرف کے لحاظ سے پدری و مادری رشتوں سے حسینی و کاظمی تھے)۔ ۴۰۱ھ میں دربار خلافت سے "الشریف الاجل"، کے لقب سے ملقب کیے گئے۔

۳۸۰ھ میں سیّد اکیس سال کے تھے جب "نقابت طالبین، امارۃ حاج، اور سربراہی مظالم" کے نگراں تھے، تینوں عہدے اپنے فرائض کے لحاظ سے الگ الگ وقت، قوت، علم اور وجاہت چاہتے تھے۔ (جس کی تفصیل کے لیے دیکھیے الغدیر جلد ۴ ص ۲۰۰۔ ومابعد سیّد آخر عمر تک ان معاملات داخلی اور انتظامی کے سربراہ رہے۔

اِن دونوں بھائیوں کی جلالت قدر پر یہ واقعہ کافی ہے۔ کہ جو ابن ابو الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ نے تحریر کیا ہے کہ ایک رات کو شیخ مفیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ محلّہ کرخ کی مسجد میں بیٹھے ہیں ناگاہ حضرت فاطمہ بنت رسولؐ اللہ، حسن و حسین علیہما السّلام کی انگلیاں پکڑے اندر داخل ہوئیں اور ان دونوں شہزادوں کو شیخ مفیدؒ کے سپرد فرمایا کہ ان کو فقہ کی تعلیم دو۔ یہ خواب دیکھ کر شیخ مفیدؒ چونک پڑے اور صبح تک بڑے حیران رہے۔ جس وقت صبح طالع ہوئی اور شیخ مفیدؒ مسجد درس دینے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک معظمہ کنیزوں کے جھرمٹ میں داخل مسجد ہوئیں۔ دو صاحبزادے ان کی انگلیاں تھامے ہوئے تھے۔ شیخ مفیدؒ ان کو دیکھتے ہی سر وقد تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے۔ اس خاتون نے فرمایا کہ شیخ! میں بچوں کو تمہارے پاس اس لیے لائی ہوں کہ تم ان کو فقہ کی تعلیم دو۔ یہ خاتون سیّد مرتضیٰ و سیّد رضی کی والدہ فاطمہ بنت حسین تھیں۔ یہ سُن کر شیخ مفید رونے لگے اور اپنا خواب بیان کیا۔

سیّدؒ کی ذاتی اور اخلاقی عظمتوں پر اُن کا دیوان اور معاصر تاریخیں گواہ ہیں، وہ بلند خیالی، عالی ہمت، باوقار، سیر چشم، اولوالعظم، مدبر و عالم تھے۔ سلاطین بنی عباس سے اُن کے تعلقات مساویانہ بلکہ اس سے بڑھ کر تھے۔ وہ امراء و سلاطین کے تحفے رد کردیتے تھے کہ میں کسی کا محتاج نہیں۔ اِن کے یہاں علماء و اطباء و شعراء کا مجمع رہتا تھا۔ ابوالاسحاق صابی اِن کے پرستاروں، مہیار دیلمی، ان کے مداحوں میں تھا۔ میل جول کا یہ عالم تھا کہ مملکتِ سلاطین و امرا سے لے کر عوام تک اس قدر محبت کرتے تھے کہ جب انھوں نے رحلت فرمائی تو کرخ کا محلّہ انبا، وزراء، ججوں اور سپہ سالاروں سے بھر گیا۔ علامہ نجاشی اور اکابر علماء نے غسل دیا، وزیر فخر الملک ابو غالب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور محل سرا میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔

روضۂ کاظمین کے پاس ایک خوبصورت مسجد میں آپ کا مزار زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ آپ کے جنازے پر سیّد مرتضیٰ شدتِ غم کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکے۔ بلکہ ان کی وفات ہونے میں اپنے جدّ امام موسیٰ کاظمؑ کے روضہ پر چلے گئے اور وہاں رُوتے رہے۔ بھائی کے غم میں سیّد رضیؒ نے جو مرثیہ کہا ہے اس کے دو شعر یہاں پر نقل کیے جاتے ہیں۔

یا للرجال بفجعة جذمت یدی   وو ددت لوذهبت علیٰ براسی

لله عمرك من قصير طاهر   ولرب عمر طال بادناس

یعنی مجھ پر ایسی مصیبت پڑی جس نے میرے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے، کاش کہ اس کے بدلے میرا سر کٹ جاتا۔ ہائے کس کمسنی میں تجھ کو موت آگئی۔ در آنحالیکہ تم پاک و پاکیزہ رہے اور کتنے لوگ اپنی طویل عمر برائیوں سے وابستہ کر دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باسمہ سبحانہ

عرضِ تنظیم

دنیا میں اگر کسی کلام کو کلام خالق سے کمتر اور کلام مخلوق سے بالاتر کہا جاسکتا ہے اور اس کے مفاہیم و مطالب کی بلندی اور برتری کی ضمانت دی جاسکتی ہے تو وہ مولائے کائنات امیر المومنینؑ کا کلام ہے۔ جنھیں سرکار دو عالمؐ نے مفاہیم قرآن کی ترجمانی کے اعتبار سے "لسان اللہ" اور احکام و حقائق اسلام کی توضیح کے اعتبار سے "باب مدینۃ العلم" قرار دیا تھا۔

امیر المومنینؑ ہی کے کلمات و ارشادات کے ایک مجموعہ کا نام "نہج البلاغہ" ہے جو بجا طور پر فصاحت کا ایک اسلوب اور بلاغت کا ایک مخصوص نہج ہے۔

فصاحت بہترین الفاظ و کلمات کے انتخاب کا نام ہے اور بلاغت ان الفاظ و کلمات کے برمحل استعمال کو کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے نہج البلاغہ کی بلاغتی حیثیت کا اندازہ کرنے کے لئے اور اس کے ہر خطبہ، خط، وصیت یا کلمہ حکمت کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے اس موقع و محل کا بہر حال جائزہ لینا ہوگا جس موقع اور محل پر اس کلام کا استعمال ہوا ہے یا اس خطبہ کو ارشاد فرمایا گیا ہے۔

جنگ صفین کے موقع پر اگر اہل کوفہ کو سرزنش کی گئی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تمام اہل کوفہ ہر دور میں ایسے ہی رہے ہیں اور جنگ جمل کے موقع پر اگر اہل بصرہ کی مذمت یا عورت کی کمزوری کا اعلان کیا گیا ہے تو اس کا یہ نتیجہ نہیں ہوسکتا ہے کہ تمام اہل بصرہ ہر دور میں نالائق ہی قرار دیدئے جائیں یا ہر عورت کو انھیں اوصاف کا حامل سمجھ لیا جائے جو اس موقع پر بعض خواتین کا تھا۔

سید شریف رضی علیہ الرحمہ نے مولائے کائناتؑ کے ارشادات کا بڑا دقیق مطالعہ کیا تھا جب اس کے مجموعہ کا نام "نہج البلاغہ" رکھا تھا اور قاری کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کر دیا تھا کہ جس طرح قرآن مجید کے حقائق کا اندازہ کرنے کے لئے شان نزول کا معلوم کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر بلیغ کلام کے نہج بلاغت کو سمجھنے کے لئے اس کے کلمات کے محل استعمال کا جائزہ ضروری ہوگا۔

شارحین نہج البلاغہ نے بھی عام طور سے یہی کام کیا ہے کہ الفاظ و کلمات کی وضاحت کرنے کے بجائے پس منظر کی وضاحت کی ہے اور ہر مختصر سے مختصر خطبہ کی توضیح و تشریح میں پوری پوری جنگ اور پورے پورے سماجی پس منظر کا ذکر کر دیا ہے اور اس طرح نہج البلاغہ کے نہج بلاغت کے سمجھنے کا انتظام کیا ہے۔

عربی زبان میں ابن ابی الحدید سے لے کر منہاج البراعۃ تک نہایت مفصّل شرحیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن اردو زبان میں اسقدر تفصیلی کام منظر عام پر نہیں آیا ہے اور شائد اس کا راز یہ رہا ہو کہ اس زبان کے استعمال کرنے والوں میں نہج البلاغہ شناسی کا ذوق کمزور تھا یا ان کی قوت خرید اس قدر کمزور تھی کہ کسی مصنف و مولف نے تفصیلی شرح کے لکھنے یا اس کے منظر عام پر لانے کا ارادہ

بھی نہیں کیا۔ مگر اس کے باوجود خدا کے فضل سے ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے اور شارحین کرام نے اس راہ میں قابل ستائش خدمات انجام دئے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس آخری دور میں بعض واقعاً قابل قدر شرحیں لکھی گئی ہیں لیکن یہ طے شدہ بات ہے کہ کسی انسان کے خدمات نہ اس کے دور کے تمام تقاضوں کو پورا کر سکتے ہیں اور نہ مستقبل کے لئے کافی ہونے کی ضمانت دے سکتے ہیں لہٰذا نئے کام کی ضرورت کا احساس بہرحال باقی ہے اور باقی رہے گا۔

اردو زبان میں منظر عام پر آنے والے تراجم اور شرحوں کی عمومی کمزوری یہ ہے کہ اس خدمت کے انجام دینے والوں نے مولائے کائناتؑ کی فصاحت و بلاغت کو مرکز نظر بنایا ہے اور ان افراد کو تقریباً نظر انداز کر دیا ہے جن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے اور جن کی تفہیم کے لئے یہ خدمت انجام دی گئی ہے۔ بعض حضرات نے تو ترجمہ کو اسقدر ادبی بنا دیا ہے کہ عربی کے مبتدی طالب علم کے لئے خود نہج البلاغہ کے الفاظ کا سمجھنا اسقدر دشوار نہیں ہے جسقدر ترجمہ کا سمجھنا دشوار ہے۔

ظاہر ہے کہ مولائے کائنات کے کلمات کا حق تھا کہ ان کی ترجمانی میں اسقدر فصاحت و بلاغت سے کام لیا جاتا۔ لیکن مسئلہ کلام کی بلاغت کا نہیں ہے مسئلہ کلام کی تفہیم کا ہے اور ایسے مواقع پر انسان کو سادہ زبان استعمال کرنا ہی پڑتی ہے جس طرح مولائے کائناتؑ کے ان خطبات میں کیا گیا ہے جن کا تعلق تخلیق کائنات کے فلسفہ کے بجائے عوام الناس اور امت اسلامیہ کی زندگی سے تھا۔

بہرحال "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" جس طرح قرآن کریم کے بیشمار تراجم کے بعد اس صدی کے آخری عشرہ میں ایک جدید زبان و آہنگ کے ترجمہ کی ضرورت تھی جس کا اعتراف، صاحبان ذوق سلیم نے "انوار القرآن" کی اشاعت کے بعد کیا ہے۔ اسی طرح اس صدی کے اختتام پر نہج البلاغہ کی ایک جدید ترین شرح کی بھی ضرورت تھی جسے ادارۂ تنظیم المکاتب عالم اسلام کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

اس شرح میں بھی اسی انداز کو برقرار رکھا گیا ہے جو "انوار القرآن" کا تھا کہ طلاب علوم کے لئے الفاظ کی وضاحت بھی ہو اور عوام الناس کے لئے مفاہیم کی تشریح بھی۔ اور اس کے بعد بقدر ضرورت کلمات کے پس منظر کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔

ترجمہ و تشریح کا کام صدر ادارہ علامہ السید ذیشان حیدر جوادی دام ظلہ نے انجام دیا ہے اور ادارہ کو ان کے قلمی خدمات پر فخر کرنے کا حق ہے۔

حقیر کے خیال میں ادارہ کی طرف سے بیسویں صدی کے لئے یہ ایک عظیم ترین تحفہ ہے اور اس کے بعد انشاء اللہ اکیسویں صدی کا تحفہ اصول کافی کے ترجمہ و تشریح کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ ضرورت آپ حضرات کی دعاؤں اور سرکار علامہ جوادی کے توجہات کی ہے۔ اور التماس یہ ہے کہ آپ حضرات مسلسل اپنی دعاؤں میں ادارہ اور صدر ادارہ دام ظلہ کے توفیقات میں اضافہ کی دعا کو شامل رکھیں۔ اس کے بعد مالک کے کرم اور حضرت ولی عصرؑ کے توجہات سے دنیا کا ہر کام انجام پا سکتا ہے۔

طالب دعا

سید صفی حیدر

سکریٹری تنظیم المکاتب۔ لکھنؤ

گفتارِ مترجم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی مُحَمَّدٍ وَاَھْلَبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الَّذِیْنَ اَذْھَبَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھَّرَھُمْ تَطْھِیْرًا۔

نہج البلاغہ : وہ مقدس کتاب جس کے مطالب الہام ربّانی کا عطیہ ہیں تو اس کے الفاظ لسان اللہ کے تکلّم کا اثر۔

نہج البلاغہ : وہ الہامی کتاب جس کے حقائق و معارف بہ بانگِ دہل آواز دے رہے ہیں کہ اس کا متکلم علم لدنی کا مالک اور علّمہ البیان کا مصداق ہے۔

نہج البلاغہ : امیر المومنینؑ کے ارشادات کا وہ مجموعہ جس سے زیادہ بلند تر صحیفہ نہ اس سے پہلے مرتب ہوا ہے نہ اس کے بعد ہونے والا ہے۔

نہج البلاغہ : صاحب فصل الخطاب کے ارشادات کا وہ ذخیرہ جس نے بلاغت کی دنیا میں ایک نئے نہج کی ایجاد کی ہے اور خطابت کو ایک نیا موڑ دیا ہے۔

نہج البلاغہ : ایک ترجمان مشیت پروردگار کا وہ کلام جسے بجا طور پر "تحت" کلام الخالق و فوق کلام المخلوق" کا درجہ دیا جاتا ہے۔!

مولّف:

اس کتاب کے مرتب کرنے کا کام حضرت علاّمہ محمد بن الحسین الموسوی الشریف المعروف بہ "رضی" نے انجام دیا ہے۔ جو عَلَم الہدیٰ السید الشریف المرتضیٰ کے برادر حقیقی تھے اور جن کی تعلیم کے لئے معصومۂ عالمؑ نے شیخ مفیدؒ کو ایک خواب کے ذریعہ متوجہ کیا تھا اور اس میں انھیں اپنے فرزند کے لفظ سے تعبیر کیا تھا۔

علاّمہ سید شریف رضیؒ کی عظمت ایک زمانہ تک ایک حقیقتِ مجہولہ بنی رہی اور اہل علم نے انھیں صرف مرتب نہج البلاغہ اور مصنف خصائص الائمہ کے نام سے پہچانا تھا لیکن ان کی کتاب تفسیر حقائق التنزیل و دقائق التاویل کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ان کی صحیح علمی عظمت کا اندازہ ہونے لگا اور دنیائے علم و ادب اس اقرار پر مجبور ہو گئی کہ اس دور تک اس سے

بہتر کوئی کتاب تفسیر اس موضوع کے اعتبار سے نہیں لکھی گئی تھی۔ یہاں کہ علامہ ابوالحسن العمری نے اسے شیخ طوسی کی تفسیر "تبیان" سے بھی بہتر اور وسیع تر قرار دیا ہے اور علامہ محدث نوری نے اس کی تصدیق اور توثیق بھی کی ہے۔ اور اس نکتہ کا انکشاف کیا ہے کہ شریف رضیؒ نے اپنی تفسیر میں تمام مفسرین کے اس مزعومہ کو غلط ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں بھی حروف زوائد پائے جاتے ہیں اور ان حروف کی عظمت و اہمیت کا اثبات کیا ہے اور یہ سید شریف رضیؒ کا وہ کارنامہ ہے جسے دنیائے تفسیر تا قیامت نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

سید شریف رضیؒ کی ولادت ۳۵۹ھ میں ہوئی ہے اور ان کی وفات صبح روز یکشنبہ ۶ محرم ۴۰۶ھ میں واقع ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس دارِ دنیا میں ان کی زندگی تقریباً کُل ۴۷ سال رہی ہے اور اس مختصر سی عمر میں انھوں نے اتنے عظیم کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن کی مثال نہیں تلاش کی جا سکتی ہے۔

یاد رہے کہ آج کے کمپیوٹر کے دور میں مختلف کلمات کا ایک مقام پر جمع کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ کمپیوٹر میں فیڈنگ کا کام ایک پوری جماعت مل کر انجام دیتی ہے اور اس کے بعد دیگر افراد اس سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں جن کی تحقیق دیگر افراد کی محنت اور جستجو کی ممنون کرم ہوتی ہے۔ لیکن شریف رضیؒ کے دور کی صورت حال ایسی نہیں تھی۔ اس دور میں ایک ایک جملہ کو تلاش کرنے کے لئے پوری پوری کتاب کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا تب کہیں ایک فقرۂ امیرالمومنینؑ کی تحصیل کا کام انجام پاتا تھا۔

سید شریف رضیؒ نے بظاہر ایک مختصر کتاب ہی مرتب کی ہے اور اسکے بعد مستدرک نہج البلاغہ کا کام انجام دینے والوں نے امیرالمومنینؑ کے ارشادات کا ایک عظیم ذخیرہ مہیا کر دیا ہے۔ لیکن آج کے دور کا یہ کام کل کے حالات کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور آج یہ کام اگر ایک سال کا ہے تو کل یقیناً دس سال کا تھا لیکن کس قدر بابرکت تھی سید رضیؒ کی زندگانی کہ ۴۷ سال کے اندر سیکڑوں کتابوں کا مطالعہ کر کے امیرالمومنینؑ کے ارشادات کا اتنا بڑا ذخیرہ مرتب کر دیا کہ آج ساری دنیا اسے حیرت و استعجاب کی نظر سے دیکھ رہی ہے۔

علامہ یافعی نے سید شریف رضیؒ کی عظمت کو گھٹانے کے لئے ایک شوشہ یہ نکالا تھا کہ نہج البلاغہ دراصل ان کی یا ان کے بھائی سید مرتضیٰؒ کی تصنیف ہے اور اس کا امیرالمومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ آئندہ کی سطروں سے اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ اس سفسطہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس سے شریف رضیؒ کی جلالت قدر ہی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا کلام امیرالمومنینؑ کے کلام کے مانند بے مثل تصور کیا جا رہا ہے اور اس کا جواب لانا فصحاء و بلغائے روزگار کے امکان میں نہیں ہے۔

یہاں ذیل میں ان کتابوں کا حوالہ بھی نقل کیا جا رہا ہے جن میں نہج البلاغہ میں پائے جانے والے ارشاداتِ امیرالمومنینؑ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ان کا زمانۂ تالیف نہج البلاغہ سے یقیناً مقدم ہے بلکہ اکثر مولفین کی وفات بھی سید شریف رضیؒ کی ولادت سے پہلے واقع ہو گئی تھی۔ جس کے بعد یہ تصور انتہائی جاہلانہ بلکہ احمقانہ ہے کہ ان کلمات و ارشادات کو سید رضیؒ نے انشاء و اختراع کیا ہے اور ان کا امیرالمومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

کیا اس کا بھی کوئی امکان ہے کہ انسان دنیا میں آنے سے پہلے اپنے کلمات و بیانات مولفین کے اذہان تک منتقل کر دے اور ان کی کتابوں میں درج کرا دے؟۔ ایسا ہو سکتا ہے تو یہ بھی سید رضیؒ کے معجزات میں شمار ہوگا۔ جس کا اسلامی دنیا میں

کوئی امکان نہیں پایا جاتا ہے۔

نمبر شمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۱	کتاب اثبات الوصیہ	مسعودی	۳۰۳ھ	۵۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲	الاخبار الطوال	ابوحنیفہ دینوری	۲۹۰ھ	۶۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳	الاشتقاق	ابن درید	۳۲۱ھ	۳۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴	اعجاز القرآن	باقلانی	۳۷۲ھ	۲۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵	کمال الدین	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۶	اغانی	ابوالفرج اصفہانی	۳۵۶ھ	۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۷	امالی	زجاجی	۳۲۹ھ	۳۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۸	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ	۲۷۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۹	الامتاع والموانسہ	ابوحیان توحیدی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۰	انساب الاشراف	بلاذری	۲۷۹ھ	۸۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۱	الاوائل	ابوہلال العسکری	۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۲	البخلاء	ابوعثمان الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۳	البدیع	ابن المعتز	۲۹۶ھ	۶۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۴	بصائر الدرجات	الصفار	۲۹۰ھ	۶۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۵	البلدان	ابن الفقیہ	۳۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۶	البیان والتبیین	الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۷	التاریخ	یعقوبی	۲۸۴ھ	۷۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۱۸	تحف العقول	ابن شعبہ حرانی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۱۹	البصائر والذخائر	ابوحیان توحیدی	۳۸۰ھ	۲۰ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۰	تفسیر	العیاشیؒ	۳۰۰ھ	۵۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۱	توحید	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۲	ثواب الاعمال	صدوقؒ	۳۸۱ھ	۱۹ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۳	الجمل	مدائنی	۲۲۵ھ	۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۴	الجمل	واقدی	۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ

نمبر شمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۲۵	جمہرۃ الانساب	الکلبی	سنہ ۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ	۱۵۵ یا ۱۵۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۶	جمہرۃ الامثال	ابو ہلال عسکری	سنہ ۳۹۵ھ	۵ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۲۷	خصائص	نسائی	سنہ ۳۰۳ھ	۵۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۸	الخطب المعربات	ابراہیم بن ہلال ثقفی	سنہ ۲۸۳ھ	۷۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۲۹	خطب امیر المومنینؑ	زید بن وہب جہنی	سنہ ۹۶ھ	۲۶۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۰	خطبۃ الزہرا والامیر المومنینؑ	ابی مخنف بن سلیم ازدی	سنہ ۱۵۷ھ	۲۰۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۱	خطب امیر المومنینؑ	واقدی	سنہ ۲۰۷ھ	۱۵۲ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۲	خطب علیؑ	نصر بن مزاحم	سنہ ۲۰۲ھ	۱۵۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۳	خطب علی کرم اللہ وجہہ	ابو منذر بن الکلبی	سنہ ۲۰۵ھ	۱۵۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۴	خطب علی وکتبہ الی عمالہ	المدائنی	سنہ ۲۲۵ھ	۱۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۵	خطب امیر المومنینؑ	ابن الخالد الخزاز الکوفی	سنہ ۳۱۰ھ	۴۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۶	خطب امیر المومنینؑ	القاضی نعمان المصری	سنہ ۳۶۳ھ	۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۳۷	دعائم الاسلام	القاضی نعمان المصری	سنہ ۳۶۳ھ	۳۷ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۳۸	دلائل الامامۃ	الطبری	سنہ ۳۱۰ھ	۴۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۳۹	روضۃ الکافی	الکلینی	سنہ ۳۲۵ھ	۳۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۰	الزواجر والمواعظ	ابن سعید العسکری	سنہ ۳۸۲ھ	۱۸ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۴۱	کتاب صفین	الجلودی	سنہ ۳۳۲ھ	۲۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۲	کتاب صفین	ابراہیم بن الحسین المحدث	سنہ ۲۸۱ھ	۷۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۳	کتاب صفین	نصر بن مزاحم	سنہ ۲۰۲ھ	۱۵۷ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۴	الطبقات الکبریٰ	ابن سعد	سنہ ۲۳۰ھ	۱۲۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۵	العقد الفرید	ابن عبدربہ	سنہ ۳۲۸ھ	۳۱ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۶	غریب الحدیث	ابن سلام	سنہ ۲۲۳ھ	۱۳۶ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۷	غریب الحدیث	ابن قتیبہ	سنہ ۲۷۶ھ	۸۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۴۸	الفاضل	المبرد	سنہ ۲۵۸ھ	۱۰۱ سال قبل ولادت سید رضی
۴۹	الفتوح	ابن اعثم	سنہ ۳۱۴ھ	۴۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ

نمبر شمار	کتاب	مولف	وفات مولف	کیفیت
۵۰	فتوح البلدان	بلاذری	۲۷۹ھ	۸۰ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۱	الفرج بعد الشدۃ	التنوخی	۳۸۴ھ	۱۶ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۲	قوۃ القلوب	ابو طالب المکی	۳۸۶ھ	۱۴ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۳	الکامل	الازدی البصری	۲۸۵ھ	۷۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۴	المجالس	الثعلب	۲۹۱ھ	۶۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۵	المحاسن	البرقی	۲۷۴ھ	۸۵ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۶	المحاسن والاضداد	الجاحظ	۲۵۵ھ	۱۰۴ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۷	الموفقیات	الزبیر بن بکار	۲۵۶ھ	۱۰۳ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۵۸	الموفق	المرزبانی	۳۷۷ھ	۲۳ سال قبل تالیف نہج البلاغہ
۵۹	نقض العثمانیہ	ابو جعفر محمد بن عبداللہ المعتزلی	۲۴۰ھ	۱۱۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۶۰	الوزراء والکتاب	الجہشیاری	۳۳۱ھ	۲۸ سال قبل ولادت سید رضیؒ
۶۱	الولاۃ والقضاۃ	الکندی	۳۵۰ھ	۹ سال قبل ولادت سید رضیؒ

اس کے علاوہ بے شمار مولفین و مصنفین ہیں جنھوں نے اپنی کتاب میں نہج البلاغہ میں نقل ہونے والے کلمات کا حوالہ دیا ہے لیکن چونکہ ان کا زمانہ سید رضیؒ کا ہم زمان یا ان کے بعد کا ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

علامہ عبدالعزیز الخطیب نے اس ذیل میں ۱۸۰ کتابوں کا حوالہ دیا ہے اور انھیں کو نہج البلاغہ کے مصادر میں شمار کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سیکڑوں علماء اعلام اور محققین کے اس بیان کے بعد کہ یہ فقرات و ارشادات امیرالمومنینؑ کے ہیں یا فعی یا ان کے جیسے بے خبر یا متعصب افراد کے اس پروپیگنڈہ کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی ہے کہ یہ کلام سید رضیؒ کی ایجاد طبع ہے اور اس کا امیرالمومنینؑ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حقیقت امر یہ ہے کہ اس پروپیگنڈہ کا سبب وہ بعض خطبات ہیں جن میں اسلام کی معروف و مشہور شخصیتوں پر کھلی ہوئی تنقید کی گئی ہے اور ان کے کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے اب چونکہ خلیفہ چہارم ہونے کے اعتبار سے امیرالمومنینؑ کے بیان کی تردید نہیں کی جا سکتی ہے لہٰذا اس کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ کلام کے کلام امام ہونے سے انکار کر دیا جائے تاکہ اسلامی شخصیتوں کی عظمت کا تحفظ کیا جا سکے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس طرح کسی حقیقت کا انکار ممکن نہیں ہوتا ہے۔

مندرجات نہج البلاغہ:

اس مقدس کتاب میں امیرالمومنینؑ کے تین طرح کے ارشادات درج کئے گئے ہیں۔ ایک انداز کا نام خطبہ ہے اور دوسرے

اسلوب کا نام کتب و رسائل ہے ۔ اور تیسرے کو حِکَم اور کلمات قصارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

اس کے بعد خطبوں کی بھی چار قسمیں ہیں ۔ ۲۲۳ خطبے کو سید رضیؒ نے بعنوان خطبہ نقل کیا ہے ۔ اور ۱۱۰ خطبوں کو کلام کے انداز سے نقل کیا ہے ۔ چار خطبے قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے عنوان سے ہیں اور چار خطبے دعا کے انداز سے نقل کئے گئے ہیں ۔

لیکن جو بات قابل توجہ ہے ۔ وہ یہ ہے کہ کسی خطبہ کو بھی مکمل خطبہ یا کلام کا نام نہیں دیا گیا ہے جب کہ اس میں پہلا خطبہ تخلیق کائنات کے سلسلہ سے کافی مفصل ہے ۔

اور خطبہ ۸۳ خطبۂ غرّار کے عنوان سے کافی طویل ہے ۔

خطبۂ اشباح ۹۱ بارہ تیرہ صفحات پر مشتمل ہے ۔

خطبہ ۱۰۹ بیانِ قدرتِ پروردگار کے بارے میں مفصل ہے ۔

خطبہ ۱۶۵ خلقتِ طاؤس کے سلسلہ میں طویل ہے ۔

توحید کے سلسلہ سے خطبہ ۱۸۶ مختصر نہیں ہے ۔

قاصعہ کے عنوان سے خطبہ ۱۹۲ تقریبًا ۷ صفحات پر مشتمل ہے جو اس کتاب کا طویل ترین خطبہ ہے ۔

سورۂ تکاثر کی تفسیر میں خطبہ ۲۲۱ اور وما غرّک بربک الکریم کے ذیل میں تنبیہ بشر کے لئے خطبہ ۲۲۳ بھی خاصہ طویل ہے ۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود سید رضیؒ نے ہر خطبہ کا عنوان " مِنْ خطبة " قرار دیا ہے ۔ جیسے کہ یہ امام علیہ السّلام کے خطبہ کا ایک حصّہ ہے ۔ اور مکمل خطبہ مولف محترم کو حاصل نہیں ہو سکا ہے ۔ اور یہی حال " کلام " کا بھی ہے کہ اس کا عنوان بھی " مِنْ کلامٍ لَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ " ہے اور کسی کلام کو مکمل کلام قرار نہیں دیا ہے ۔

سید رضیؒ کا یہ سلیقہ قابلِ تحسین ہے کہ انھوں نے امام عالیمقام کے ارشادات کو دو حصّوں پر تقسیم کر دیا ہے اور ایک کا نام خطبہ رکھا ہے اور دوسرے کا کلام ۔ سید شریف رضیؒ انتہائی بلند پایہ کے ادیب ہیں لہٰذا اس مسئلہ پر غور کرنا پڑے گا کہ انھوں نے ارشادات کا عنوان کیوں تبدیل کیا ہے اور بعض کو خطبہ اور بعض کو کلام سے کیوں تعبیر کیا ہے ۔ اس کا راز صرف جدّت بیان اور تنوع عبارت نہیں ہے ۔ بلکہ اس کے پیچھے صورت حال کی ترجمانی بھی ہے کہ کون سا کلام کن حالات میں اور کس انداز سے صادر ہوا ہے ۔ جیسا کہ عام انسانوں کی زندگی میں بھی ہوتا ہے کہ کلام اسے بھی کہا جاتا ہے کہ جس کا مخاطب کوئی ایک شخص ہوتا ہے لیکن خطبہ اسے نہیں کہا جاتا ہے جو کسی ایک یا دو افراد کے سامنے پیش کیا جاتا ہے ۔ خطبہ کا ماحول الگ ہوتا ہے اور کلام کا ماحول الگ ۔

یہ سید رضیؒ کی جستجو یا ان کا سلیقۂ ادب ہے کہ انھوں نے کلمات کے موارد کو تلاش کر لیا ہے یا محسوس کر لیا ہے اور ہر بات کو اس کے لئے مناسب عنوان سے تعبیر کیا ہے ۔

تفصیل خطبات :

نہج البلاغہ کے خطبات کی مجموعی تعداد ۲۴۱ ہے جس کو حسب ذیل موضوعات پر تقسیم کیا جاسکتا ہے :

۶۸۔خطبات تعلیم وارشاد کے موضوع سے تعلق رکھتے ہیں جن میں اس موضوع پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہے۔
۲۶۔خطبات میں حالات پر تنقید اور اشخاص پر تعریض ہے تاکہ لوگ کسی شخصیت کی طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں اور اسلام میں کوئی گمراہی نہ پھیلنے پائے۔
۱۵۔خطبات میں عوام کو تنبیہ کی گئی ہے اور انھیں ان کی مختلف کمزوریوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔
۱۶۔خطبات میں زہد پر زور دیا گیا ہے اور انسان کو حقیقتِ دنیا سے آشنا بنا کر اس سے کنارہ کشی کی دعوت دی گئی ہے۔
۱۰۔خطبات میں الٰہیات کا تذکرہ ہے جس میں ان فلسفیانہ اصطلاحات اور مناظرانہ ترکیبات کا بھی ذکر ہے جن سے اس دور کے انسان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔
۹۔خطبات میں سرکار دوعالمؐ کی بعثت، اس کے اغراض و مقاصد اور اس کے حالات و ماحول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
۱۰۔خطبات میں قوم کو قتال وجہاد پر آمادہ کیا گیا ہے اور جہاد درراہِ خدا کے فضائل و مناقب و محاسن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
۸۔خطبات تہدید وانذار کے سلسلہ سے ہیں جہاں قوموں کو ان کے اعمال کے بدترین نتائج سے باخبر کیا گیا ہے اور اپنے حالات کی اصلاح کی دعوت دی گئی ہے۔
۹۔خطبات میں فتنوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور اس سے بچنے کے طریقوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔
۸۔خطبات فخر و مباہات پر مشتمل ہیں جن کی اس دور میں بیحد ضرورت تھی۔جب لوگ حقائق کے انکار پر تُلے ہوئے تھے اور امیرالمومنینؑ کی ہر عظمت کا برملا انکار ہو رہا تھا۔اور اسی ضرورت نے اس انداز کلام کو خودستائی کے حدود سے باہر نکال دیا ہے۔
۶۔خطبات میں مختلف موضوعات پر مناظرہ کا انداز ہے اور باطل کے مقابلہ میں حق کی تائید کے دلائل فراہم کئے گئے ہیں۔
۵۔خطبات میں صورت حال کی کھلی ہوئی فریاد ہے اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حالات اس قدر بدتر ہو گئے ہیں کہ علیؑ جیسا صابر و شاکر انسان بھی تظلم و فریاد پر آمادہ ہو گیا ہے۔
۶۔خطبات میں دعاؤں کا سلیقہ تعلیم کیا گیا ہے اور عبد و معبود کے درمیان مناجات کی بہترین منظرکشی کی گئی ہے۔
۵۔خطبات کا موضوع سیاست ہے جس سے مولائے کائنات کے حکیمانہ اندازِ حکومت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر سیاست سے ناواقفیت کا الزام ایک جہالت اور حماقت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔علیؑ کی سیاست، سیاستِ الٰہیہ ہے مکرِ شیطانی اور فکرِ ابلیسی نہیں ہے۔
۴۔خطبات میں اوصاف الٰہیہ کا مفصّل تذکرہ ہے اور انسان کو مکمل طور پر معرفتِ الٰہی سے آشنا بنایا گیا ہے۔
۴۔خطبات میں بعض افراد کی کھلی ہوئی مذمت کی گئی ہے اور ان کی مذمت کو اسلامی کردار کی ایک ضرورت قرار دیا گیا ہے۔
۵۔خطبات میں احکام شریعت کی تفصیل اور ان کے فلسفہ کا ذکر کیا گیا ہے۔تاکہ تعبد کی عظمت سے بے خبر اور مفاد پرست افراد عبادت الٰہی سے غافل نہ ہونے پائیں اور احکام الٰہیہ کو یکسر بے معنی اور بے فائدہ نہ تصور کرلیں۔

۳۔ خطبات میں نیک کردار اور مخلص افراد کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے تاکہ دیگر افراد میں خدمتِ دین کا جذبہ پیدا ہو اور معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ افراد اخلاص کے راستہ پر چل سکیں۔

۲۔ خطبات میں ابتدائے تخلیق کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ان حقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا تصور بھی فلاسفۂ یونان و ہند کے لئے ناممکن تھا۔

۱۔ خطبہ مرثیہ پر مشتمل ہے اور یہ بھی انسانی زندگی کی عظیم ترین ضرورت ہے جس سے انسان کی انسانیت کا اثبات ہوتا ہے اور قلبِ بشر پتھر کے حدود سے باہر نکل آتا ہے۔

ایک خطبہ میں مختلف زمینوں کے اثرات کا تذکرہ کیا گیا ہے کیونکہ مقامی فضا انسانی حالات پر بہرحال اثرانداز ہوتی ہے اور انسان کو اس نکتہ کی طرف بھی متوجہ رہنا چاہئے۔

مشتملاتِ خطبات:

مذکورہ بالا خطبات کی اکیس ۲۱ قسموں میں جن حقائق و معارف کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی مختصر فہرست درج ذیل ہے:

● عقائد کے ذیل میں: اللہ۔ ملائکہ۔ آدمؑ۔ ابلیس۔ وحی۔ رسالت۔ نبوت۔ قرآن۔ سنت۔ امامت۔ وصایت۔ قضا و قدر۔ علم غیب۔ روح۔ ازل و ابد۔ اجل و موت۔ عذاب قبر۔ برزخ۔ قیامت۔ بعث و نشور۔ صور۔ صراط۔ حساب۔ جنّت۔ جہنم جیسے امور شامل ہیں۔

● احکام کے ذیل میں ارکان اسلام: نماز۔ روزہ۔ حج۔ صدقہ۔ قربانی۔ استسقاء۔ حرام۔ حلال۔ ربا۔ احتکار۔ عقد۔ سُحت۔ مال۔ اقطاع۔ حدود۔ سرقہ۔ خمر۔ قتل۔ حرب۔ فرار۔ شہادت۔ فئ۔ میراث۔ شہادت (گواہی)۔ حیض۔ تحریر رقبہ۔ ہجرت۔ سحر۔ تنجیم جیسے امور شامل ہیں۔

● افراد کے ذیل میں ۱۶۷۔ اسماء کا ذکر کیا گیا ہے: آدمؑ۔ ابراہیمؑ۔ آل نبیؐ۔ احمد بن قتیبہ۔ اسحاقؑ۔ اسد اللہؑ۔ اسد الاحلافؑ۔ قبیلۂ اسد۔ بنی اسرائیل۔ اسود بن قطبہ۔ اسماعیلؑ۔ اشترؓ۔ اشعث۔ اصحاب جمل۔ امرالقیس۔ ابوایوبؓ۔ تبع۔ حارث ہمدانیؓ۔ حجاج۔ حرب۔ حمالۃ الحطب۔ داؤدؑ۔ ابوذرؓ۔ ذعلبؓ۔ ذوالشہادتینؓ۔ سلمانؓ۔ زبیر وغیرہ۔

● حیوانات کے ذیل میں ۵۶ قسم کے حیوانات کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے وجود کے دقائق کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ابل۔ اسد۔ بعوض۔ ثور۔ جرادہ۔ حیۃ۔ دیک۔ خفاش۔ ضبع۔ طاؤس۔ عقاب۔ غراب۔ فیل۔ کلب۔ میمون۔ نحل۔ نمل۔ ہیم۔ یعسوب وغیرہ۔

● نباتات کے ذیل میں بیس ۲۰ قسم کے نباتات کا تذکرہ کیا گیا ہے: ازاہیر۔ اقحوان۔ بذر۔ تمر۔ حسک۔ خوص۔ ریحان۔ شعیر۔ عشب۔ علقم۔ لیف۔ نخل وغیرہ۔

● کواکب و افلاک کے ذیل میں بارہ ۱۲ قسم کے ستاروں اور آسمانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے: شمس۔ عیوق۔ کوکب۔ نجم۔ فلک۔ فضا۔ دراری وغیرہ۔

● معدنیات کے ذیل میں پندرہ[۱۵] قسم کے معدنیات ہیں : دُرّ ۔ ذھب ۔ زبرجد ۔ زمرد ۔ عقیان ۔ فضّہ ۔ کحل ۔ لؤلؤ ۔ مرجان ۔ ورق فضّہ ۔ یاقوت وغیرہ ۔

● اماکن و بلدان کے ذیل میں ۳۴ مقامات کا تذکرہ کیا گیا ہے : اقالیم سبعہ ۔ انبار ۔ اھواز ۔ بحرین ۔ بصرہ ۔ حجاز ۔ ربذہ ۔ سقیفہ ۔ شام ۔ عراق وغیرہ ۔

● وقائع تاریخیہ میں ۱۴ واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے : احد ۔ احزاب ۔ جمل ۔ حنین ۔ سقیفہ ۔ صفین ۔ قلیب بدر ۔ نہروان ۔ ہجرت ۔ ہریر ۔ موتہ وغیرہ ۔

● ادعیہ کے ذیل میں بارہ[۱۲] قسم کی دعاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔

اقتباسات :

مولائے کائنات نے اپنے ارشادات میں جن کلماتِ طیبہ اور حکایاتِ ادبیہ کا حوالہ دیا ہے ان کا مختصر خاکہ یہ ہے :

ـــ آیاتِ قرآنیہ ۱۱۱

ـــ احادیثِ نبوی ۳۸

ـــ اشعارِ عرب ۱۴

سوال ؟

اس مقام پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مولائے کائنات کے خطبوں میں اتنے قسم کے مسائل کو کیوں عنوان کیا گیا ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان خطبوں میں تفہیم عقائد اور تعلیم احکام کے ساتھ زجر، توبیخ، تہدید، عتاب، توبیخ اور ہجو و مذمت جیسے امور کو کیوں جگہ دی گئی ہے ۔ ؟

لیکن اس کا جواب ان حالات سے بآسانی حاصل کیا جا سکتا ہے جن حالات میں ان خطبات کو پیش کیا گیا ہے ۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ مولائے کائنات کی خطابت نہ کوئی اظہار کمال کا ذریعہ ہے جہاں حسین ترین عبارات اور لطیف ترین نکات کا سہارا لیا جائے اور نہ کوئی پیشہ وارانہ عمل ہے جو حالات کے تقاضوں سے یکسر بے نیاز ہو جائے ۔ آپ کے ہر کلام کا ایک محرک اور پس منظر ہے اور جس وقت جیسا پس منظر ہوتا ہے ویسا ہی منظر نظر کے سامنے آتا ہے ۔

آپ ذرا اس انسان کی زندگی کے بارے میں تصور کریں جس کے یہاں حالاتِ زمانہ کا اُتار، چڑھاؤ ناقابلِ تصور حد تک رہا ہو اور جس کے زمانہ میں اس کی شخصیت کے سمجھنے اور برداشت کرنے کی ادنیٰ صلاحیت بھی نہ رہی ہو ۔ جو خود اپنے دور کی فریاد اس انداز سے کرتا ہو کہ "حق اور حق گوئی نے علیؑ کے پاس کوئی دوست نہیں چھوڑا ہے" اور تمام ابنائے زمانہ جو بہترین امیدیں لے کر ساتھ آئے تھے سب ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے ہیں ۔

ایک ایسا شخص جس نے خانۂ خدا میں پہلا قدم رکھا ہو اور آنکھ کھول کر پہلے پہل جمالِ سرکارِ دو عالمؐ کو دیکھا ہو ۔ اور اس کے

بعد یکبارگی بتوں کے ایک ہنگامے سے دوچار ہو جائے کہ جہاں خانۂ خدا میں بھی اصنام کو برداشت کرنا پڑے۔

اس کے اپنے گھر کی زندگی میں اللہ۔ دین۔ مذہب۔ عبادت۔ تقویٰ، اخلاص کے علاوہ کچھ نہ ہو اور باہر نکلتے ہی بے ایمانی، بدکرداری کے علاوہ کچھ نہ دیکھتا ہو۔ وہ بہترین آغوش میں پرورش پائے اور بدترین ماحول میں زندگی گزارے۔

زندگی کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد پہلی مرتبہ یہ منظر دیکھے کہ ایک شخص کھانا کھلا کر خیر دنیا و آخرت کا پیغام دے رہا ہے اور سارا مجمع اسے جادوگر اور مجنون قرار دے رہا ہے۔ مکہ کی گلیوں میں ایک شخص فلاح و نجات کا پیغام سنا رہا ہے اور لوگ اسے پتھر مار رہے ہیں۔

وہ لوگوں کی زندگی کے لئے پریشان ہے اور لوگ اس کے قتل کی سازشیں کر رہے ہیں۔

وہ وطن چھوڑ کر ہجرت کر جاتا ہے اور لوگ ہر سال دارالہجرت پر ایک نیا حملہ کر رہے ہیں اور اسے چین کا سانس نہیں لینے دے رہے ہیں۔

اس کے بعد جب وہ خود اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ سنبھالتا ہے تو اس کا نقشہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن ایک لاکھ بیس ہزار اصحاب کا مجمع اس کے قدموں تلے ہوتا ہے اور سب اسے مولائیت کی مبارکباد دیتے ہیں ۔ اور دوسرے دن اس کے گلے میں رسّی ہوتی ہے اور لوگ اس کا تماشہ دیکھتے ہیں۔

ایک دن اسے عورت کے مقابلہ میں اٹھنا پڑتا ہے تو دوسرے دن مُردوں کے مقابلہ میں قیام کرنا پڑتا ہے۔

ایک دن اس سے بیعت کا مطالبہ ہوتا ہے تو دوسرے دن اس کے قتل کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔

ایسے انسان کے کلام میں اس طرح کا تنوع نہ ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اور وہ زجر و توبیخ اور تہدید و ترہیب سے کام نہ لے گا تو کون لے گا؟

معجزہ تو یہ ہے کہ اس کے کسی کلام پر حالات کا اثر نہیں ہوا ہے اور وہ ہر طرح کے ماحول میں اور بدترین حالات میں بھی جب کلام کرتا ہے تو اس کا کلام فوق کلام المخلوق ہی ہوتا ہے اور وہ سب کچھ لُٹ جانے کے بعد بھی سرِ منبر یہی اعلان کرتا ہے کہ تمھارے طائرِ فکر میری بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتے ہیں اور سرِ اقدس کے شگافتہ ہو جانے کے بعد بھی بسترِ شہادت سے یہی آواز دیتا ہے کہ "سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ" (جو دریافت کرنا ہے دریافت کر لو قبل اس کے کہ میں تمھارے درمیان نہ رہ جاؤں)۔

کتب و رسائل:

خطبات کے علاوہ نہج البلاغہ میں مولائے کائنات کے ۷۹ خطوط و رسائل ہیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۸۔ خطوط وصیت اور تعلیم و تربیت کے موضوع سے متعلق ہیں۔

۱۶۔ خطوط میں تنقید و تعریض کا لہجہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ ہر قسم کے افراد کی شناخت کی جا سکے۔

۱۸۔ رسائل میں توبیخ اور زجر کا انداز ہے کہ جس طرح کے انسان سامنے ہوتے ہیں ان سے اسی لہجہ میں خطاب کیا جاتا ہے۔

۸۔ خطوط سیاسی امور سے متعلق ہیں جن میں ایک خط ہی تمام عالم کے سیاسی خطوط متعین کرنے کے لئے کافی ہے اور جو اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے کہ جس قوم کے پاس مولائے کائناتؑ کے بتائے ہوئے خطوط ہیں اسے قتل کیا جا سکتا ہے لیکن سیاسی میدان میں شکست نہیں دی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس کی سیاستِ مُدُن کو چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ انسان جیسے جیسے خواب غفلت سے بیدار ہوتا جائے گا ان سیاسی خطوط کی اہمیت کا احساس بڑھتا جائے گا۔

۷۔ خطوط میں عسکری مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۳۔ رسائل عہد و معاہدہ سے متعلق ہیں اور تین رسائل میں انذار اور تہدید کا رُخ اختیار کیا گیا ہے اور اس طرح زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جسے ان رسائل کے اندر گھیر نہ لیا گیا ہو اور جس کا حل ان خطوط کے اندر تحریر نہ کر دیا گیا ہو۔

کلمات قصار:

خطبات اور رسائل و مکاتیب کے علاوہ اس مقدس کتاب میں ۴۸۰ حکیمانہ کلمات بھی پائے جاتے ہیں جن کے ایک ایک لفظ میں حقائق کا ایک ذخیرہ ہے اور ایک ایک نقطہ میں حکمت کا ایک سمندر ہے۔ انسان صاحب توفیق ہو اور ان کلمات کی فصاحت و بلاغت پر غور کرنے کا موقع حاصل کرے تو اسے اندازہ ہوگا کہ علی علیہ السلام کے کلام میں خطبات کے پہلو میں کلمات قصار کی بھی وہی کیفیت ہے جو کلام الٰہی میں آیات و سطور کے مقابلہ میں نقطۂ بار کی ہے اور یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ مشہور روایات میں علیؑ ہی کو نقطۂ بار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو جس کی ہستی کلام الٰہی کے لئے نقطۂ بار کی حیثیت رکھتی ہو اس کے اجمال میں تفصیل کا سمندر موجزن ہونا ہی چاہیئے۔

خلاصۂ کلام:

مولائے کائنات کے ارشادات کے اس تنوع کو اس تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ مالک کائنات نے انھیں ہدایت عالم کا ذمّہ دار قرار دیا تھا۔ اور ہدایت کے بنیادی وسائل دو طرح کے ہوتے ہیں زبان اور قلم۔ مولائے کائناتؑ نے اس راہ میں دونوں وسائل کو اختیار کیا اور زبان کے ذریعہ خطبات کی دنیا کو آباد کیا تو قلم کے ذریعہ خطوط و رسائل کا ذخیرہ جمع کر دیا۔ مالک کائنات نے بھی انسان کو انھیں دو عظیم صلاحیتوں سے نوازا تھا اور انھیں اپنی رحمت کا عظیم ترین مرقع قرار دیا تھا۔ ایک کی طرف علّمہ البیان سے اشارہ کیا تھا اور دوسرے کی طرف علّم بالقلم سے ذہن کا رخ موڑ دیا تھا۔

مولائے کائنات نے امامت کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے ہر خداداد صلاحیت کو استعمال کیا اور اس طرح استعمال کیا کہ نہ خطبات کی دنیا میں علیؑ کے جیسے خطبات پائے جاتے ہیں اور نہ مکاتیب و رسائل کی دنیا میں علیؑ جیسے خطوط و رسائل ہیں۔

کلمات قصار اور خطبات میں اجمال و تفصیل کا فرق ضرور پایا جاتا ہے کہ عوام الناس کے لئے طولانی تقریر درکار ہوتی ہے اور خواص کے لئے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

مولائے کائنات نے دونوں انداز اختیار فرمائے ہیں اور اس کمالِ فصاحت و بلاغت کے ساتھ کہ نہ خطبات کی

تفصیل میں اہل علم وفضل وکمال کو کسی طوالت اور تھکاوٹ کا احساس ہوتا ہے اور نہ کلمات حکمت کے اجمال سے عوام الناس یکسر محروم رہ جاتے ہیں بلکہ علیؑ کا ہر اجمال ایک تفصیل ہے اور ہر تفصیل ایک اجمال۔ اور کیوں نہ ہو علیؑ خود بیک وقت قرآن ناطق بھی ہیں اور نقطۂ بار بھی۔ ان کے کمالات کی تفصیل کا جنّ وانس مل کر بھی احصار نہیں کر سکتے ہیں اور ان کا اجمال خلاصۂ ایمان بن کر قلب مومن میں سما جاتا ہے۔

چند شبہات :

نہج البلاغہ کی حیثیت وعظمت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بعض ان شبہات کا جائزہ بھی لے لیا جائے جو دور قدیم میں پیدا کئے گئے ہیں اور دشمنان اہلبیتؑ آج تک وقتاً فوقتاً انھیں چبائے ہوئے لقموں پر گذارا کرتے رہتے ہیں۔

سب سے پہلا شبہ یا فتنہ جرجی زیدان نے پیدا کیا ہے جب "تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ" میں نہج البلاغہ کو شریف رضیؒ کے بجائے ان کے برادر محترم سید مرتضیٰؒ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور اس طرح کتاب کی حیثیت کو مشکوک بنانا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں اپنے استاد بروکلمن کا اتباع کیا ہے کہ اس نے بلا دلیل "تاریخ ادب عربی" میں یہ ادعا کر دیا ہے کہ یہ کتاب اصل میں سید مرتضیٰؒ کی ترتیب دی ہوئی ہے۔

ظاہر ہے کہ استعمار کی زبان سے ایسی بات عجیب نہیں لگتی ہے لیکن ایک مسلمان کی زبان سے یقیناً عجیب لگتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نام نہاد استاد محمود محمد شاکر نے بھی مجلہ "الکاتب" کے عدد نمبر ۱۷ میں اس کتاب کی تالیف کو دو بھائیوں کے درمیان مشکوک بنانے کی ناشکور کوشش کی ہے۔ جب کہ محققین اہلسنت بھی اس دیدہ و دانستہ فتنہ انگیزی کی شدید ترین مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسا کہ ڈاکٹر ذکی نجیب محمود کے بیانات سے واضح ہوتا ہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مئی ۱۹۷۵ء میں مجلہ "الکاتب" میں محمود محمد شاکر کے فتنہ کے بعد نہج البلاغہ کے خلاف ہنگاموں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

دسمبر میں مجلہ "الہلال" نے ڈاکٹر شفیع سید کا مقالہ شائع کیا۔

شباط میں مجلہ "العربی" نے محمد الدسوقی کا مقالہ شائع کیا۔

اور اس طرح مقالات کا ایک تانتا بندھ گیا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ دشمنان اہلبیتؑ کی ایک سازش تھی کہ مسلسل مختلف علاقوں سے ایک ہی آواز اٹھائی جائے تاکہ عوام الناس دھوکہ کھا جائیں اور نیم ملا قسم کے لوگوں کو بات کو آگے بڑھانے کا موقع مل جائے اور جن لوگوں کو نئی بات کہنے کی بیماری ہوتی ہے وہ اسے تحقیق مزید کے نام سے آگے بڑھا سکیں۔

ان بیچاروں کو یہ کہاں احساس ہوتا ہے کہ دنیا میں سمجھ دار لوگ بھی پائے جاتے ہیں اور پروردگار حرف باطل کو دائمی اور ابدی بننے کی اجازت نہیں دے سکتا ہے۔

"وَاِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ"

بہرحال ذیل میں چند اور شبہات کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کی بنا پر نہج البلاغہ کے کلام امیرالمومنینؑ ہونے کو مشکوک بنانے کی

ناکام کوشش کی گئی ہے:

۱۔ نہج البلاغہ میں بار بار اصحاب رسولؐ پر تنقید کی گئی ہے اور یہ بات امیرالمومنینؑ کے شایان شان نہیں ہے۔!

اس شبہ کا واضح سا جواب یہ ہے کہ اگر اصحاب رسولؐ سے مراد صاحبانِ اخلاص و شرافت ہیں تو ان کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں ہے اور اگر صرف بزم رسالت تک آجانے والے اور منافقین مراد ہیں تو ان کے خلاف پروردگار نے پورا سورہ نازل کر دیا ہے تو لسان اللہ کی زبان پر یہ تنقید کیوں نہیں آسکتی ہے۔

خود رسول اکرمؐ کی زبان سے بھی حوض کوثر کی حدیث میں اصحاب کی مذمت وارد ہوئی ہے جسے بخاری جیسی صحیح کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض لوگوں کو اہلبیت پیغمبرؐ کی دشمنی ہی اندھا بنا دیتی ہے۔

۲۔ اس کتاب میں بار بار وصیت اور وصایت کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یہ لفظ اس دور میں رائج نہیں تھا؟

اس جہالت کا کیا جواب ہے کہ جب قرآن مجید میں ۳۲ مرتبہ اس مادہ کا ذکر کیا گیا ہے تو بھی ان مدعیان علم و فن کو اس دور میں اس لفظ کا وجود نظر نہیں آرہا ہے۔

خود رسول اکرمؐ نے بھی دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت علیؑ کے لئے اسی لفظ کو استعمال فرمایا ہے جیسا کہ تاریخ طبری اور تاریخ الکامل وغیرہ میں بصراحت پایا جاتا ہے۔

۳۔ اس کتاب میں بعض خطبے بیحد طولانی ہیں اور یہ اس دور کے رواج کے خلاف ہے؟

اس غریب کو کون سمجھائے کہ بیان کا طول و اختصار حالات کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس کا فنکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اوقات دو کلمے بھی کافی ہوتے ہیں اور بعض اوقات مفصل تقریر کرنا پڑتی ہے جیسا کہ "سرح العیون" میں سحبان بن وائل (خطیب عرب) کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ دربار معاویہ میں ظہر کے بعد خطبہ شروع کیا اور اس کا سلسلہ عصر تک جاری رہا اور یہ اُسی دور کا ذکر ہے۔ بیسویں صدی کا تذکرہ نہیں ہے۔

خود سرکار دو عالمؐ کے خطبۂ غدیر کو دیکھا جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ حالات کے اقتضاء کے بعد دوپہر اور دھوپ میں بھی مفصّل خطبہ بیان کیا جاسکتا ہے۔ مسجد اور پُرسکون ماحول میں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

۴۔ اس کتاب میں سجع۔ قافیہ بندی اور صنائع و بدائع کا انداز پایا جاتا ہے اور یہ اس دَور کے رواج کے خلاف ہے؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نام نہاد استاد نے قرآن مجید کی تلاوت کا شرف بھی حاصل نہیں کیا ہے ورنہ سورۂ رحمٰن۔ سورۂ دہر۔ سورۂ واقعہ اور مختصر سوروں کو دیکھنے کے بعد ایسی جاہلانہ بات کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔

۵۔ اس کتاب میں ایک ایک موضوع پر جس دقّتِ نظر کا اظہار کیا گیا ہے اور طاؤس۔ چیونٹی۔ ٹڈی اور چمگادڑ کی خلقت کے بارے میں جس باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ وہ اس دور میں ایک ناممکن عمل تھا اور اس کا رواج یونان اور فارس کے فلسفہ کے منتقل ہونے کے بعد شروع ہوا ہے۔ امام علیؑ کے دَور میں اس کا کوئی تصور نہیں تھا؟

افسوس اس استاد نے حضرت علیؑ کی عظمت کا بھی احساس نہیں کیا اور یونان و ایران میں مفکرّین کے وجود پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ سارا تبصرہ حضرت علیؑ کے علم پر کر دیا کہ انھیں یہ باریک بینی یونان و ایران کے فلاسفہ کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔

باب مدینۃ العلم کے بارے میں یہ کوتاہ بینی حق وانصاف کی بارگاہ میں ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔

۶۔ اس کتاب میں اعداد ۶۔۴۔۳ وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے جو اس دور میں رائج نہیں تھا؟

خدا جانے سرکار دو عالمؐ کی ان حدیثوں کے بارے میں کیا کہا جائے گا جن میں انھیں اعداد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو العقد الفرید ۲/۲۰۲، ۲/۱۷/۲۱۴، ۶/۲۷۲ وغیرہ۔

اور پھر یہی انداز طبری نے ۳/۳۰ ھ میں حضرت ابوبکرؓ کے کلام کا نقل کیا ہے اور شرح نہج البلاغہ میں ابن ابی الحدید نے حضرت عمرؓ کا نقل کیا ہے۔ (۱۲/۷۱)

۷۔ اس کتاب کے بعض خطبوں میں علم غیب کی جھلک پائی جاتی ہے اور یہ علم پروردگار کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے؟

اس شبہ کا جواب خود امیرالمومنینؑ نے اس وقت دے دیا تھا جب آپ کے خطبہ کو سُن کر ایک شخص نے علم غیب کا حوالہ دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ یہ علم غیب نہیں ہے۔ صاحب علم غیب سے استفادہ ہے۔ یعنی پروردگار نے یہ علم اپنے حبیبؐ کو دیا تھا اور ان کے ذریعہ میری طرف منتقل ہوا ہے۔ علم غیب ذاتی طور پر پروردگار کا کمال ہے۔ اس کے بعد وہ کسی کو عطا کرنا چاہے تو کسی کو روکنے کا حق بھی نہیں ہے۔

۸۔ اس کتاب میں زہد۔ ترک دنیا۔ ذکر موت وغیرہ کی بہتات ہے اور یہ مسیحی یا صوفی فکر ہے جس کا اس وقت کے عالم اسلام میں کوئی وجود نہیں تھا؟

یعنی قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں موت کا ذکر کیا گیا ہے اور حیات دنیا۔ لذّات دنیا کی مذمّت کی گئی ہے یہاں تک کہ ازواج پیغمبرؐ کو زینتِ حیاتِ دنیا کے مطالبہ پر طلاق کی تہدید کی گئی ہے۔ یہ سب عالم عیسائیت سے عاریت لی گئی ہیں یا انھیں بعد کے صوفیوں نے قرآن مجید میں شامل کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۹۔ اس کتاب کے بعض کلمات اور جملے دوسرے افراد کے نام سے بھی نقل کئے گئے ہیں لہٰذا یہ امیرالمومنینؑ کا کلام نہیں ہے؟

یعنی اُس نسبت کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ صرف اس کتاب کو غلط کہا جا سکتا ہے۔ کاش اس مرد فاضل نے ذرہ برابر انصاف کیا ہوتا تو اسے اندازہ ہوتا کہ بعض کلمات فکر کی ہم آہنگی کی بنا پر مشترک ہوجاتے ہیں بعض کلمات دوسروں کے نام سے اس لئے بھی نقل ہو سکتے ہیں کہ دور معاویہ میں علیؑ کا نام لینا اور ان کے حوالہ سے بات کرنا ملک الموت کو دعوت دینے کے مُرادف تھا تو عین ممکن ہے کہ دشمنوں نے موقع سے فائدہ اٹھایا ہو یا دوستوں نے یہ چاہا ہو کہ یہ ارشاد گرامی قوم میں زندہ رہ جائے کہ اہلبیت طاہرینؑ نام کے خواہاں نہیں ہیں وہ پیغام کی بقا کے خواہاں ہیں۔

۱۰۔ اکثر کتب لغت وادب میں نہج البلاغہ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے لہٰذا یہ کلام لوگوں کی نظر میں معتبر نہیں تھا ورنہ مختلف مسائل میں بطور حوالہ ضرور ذکر کیا جاتا۔

اس کا جواب میرے مقدمہ کے اس حصہ سے واضح ہو چکا ہے جس میں سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے متعدد علماء و مورخین کے کلمات وخطب میں امیرالمومنینؑ کے حوالہ کا ذکر کیا گیا ہے اور بعد میں انھیں کلمات وخطب کو نہج البلاغہ میں جگہ دی گئی ہے۔

اور اسی فہرست سے اس شبہ کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ سید رضیؒ نے تمام کلمات وخطب کو بلا سند ذکر کیا ہے اور

روایت مرسلہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے جب کہ ان کے اور حضرت علیؑ کے دور میں تقریباً چار صدیوں کا فاصلہ ہے۔
جواب کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ یہ کلمات سید رضیؒ کی ولادت کے پہلے سے نقل ہو رہے ہیں اور انھوں نے صرف جمع آوری کا کام کیا ہے لہٰذا اسے غیر مسند یا غیر مستند نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔
ان کلمات کا سلسلۂ نقل امیر المومنینؑ کے بعد ہی سے شروع ہو گیا ہے جس کے بعد کسی مزید سند کی ضرورت نہیں ہے اور اسقدر مولفین کا نقل کرنا ہی اس کے استناد کے لئے کافی ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

—— استفادہ از نہج البلاغہ ... لمن ؟ علامہ الشیخ محمد حسن آل یٰسین

کچھ اس کتاب سے متعلق:

زیر نظر ترجمہ اور شرح اس بنیاد پر نہیں ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر کوئی کام نہیں ہوا ہے یا اس کی کوئی افادیت نہیں ہے۔
کام بہت ہوا ہے اور بہت خوب ہوا ہے۔ متعدد تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں اور مختلف شرحیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں اور مجھے خود بھی ان خدمات سے بڑی حد تک استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے۔
لیکن ترجمہ و تفسیر قرآن مجید کے منظر عام پر آنے کے بعد اور مومنین کرام کی حوصلہ افزائی کے نتیجہ میں یہ احساس پیدا ہوا کہ ہر کام ناظرین کرام کی نگاہ میں قابل قدر ہوتا ہے اگر اس میں کوئی بھی ندرت یا خوبی پیدا ہو جائے۔
میں نے اس ترجمہ اور تشریح میں تین باتوں کا خیال رکھا ہے جو نادر و نایاب تو نہیں ہیں لیکن اردو داں طبقہ کے لئے قابل استفادہ ضرور ہیں۔
پہلی کوشش یہ کی گئی ہے کہ زبان بالکل سادہ اور سلیس ہو جب کہ یہ کام انتہائی مشکل اور دشوار تھا کہ نہج البلاغہ کی زبان خود بھی اتنی سہل و سادہ نہیں ہے جتنی آسان زبان قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔
ایسی صورت میں مترادف الفاظ کا تلاش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا اور اسی بنیاد پر اکثر مقامات پر مجھے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن اس کے باوجود میں نے سادگی کو فصاحت و بلاغت پر مقدم رکھا ہے اور بعض دیگر مترجمین کرام کی طرح الفاظ تراشی یا محاورہ سازی کی زحمت نہیں کی ہے۔
۲۔ عام طور سے اردو زبان میں جو تراجم پائے جاتے ہیں۔ ان میں خطبات و کلمات کی تشریح تو ہے لیکن ان کا حوالہ درج نہیں ہے کہ یہ کلام نہج البلاغہ کے علاوہ اور کہاں کہاں پایا جاتا ہے۔
یہ کام انتہائی دشوار گذار تھا اور میں نے اس سلسلہ میں محنت بھی شروع کر دی تھی لیکن بعد میں عربی زبان کی ایسی کتابیں

دستیاب ہوگئیں جن میں یہ سارا کام مکمل طور سے ہو چکا تھا اور مجھے اس سلسلہ میں کوئی زحمت نہیں کرنا پڑی اور برسوں کا کام مہینوں کے اندر مکمل ہوگیا۔

بہت ممکن ہے کہ بعض حوالے نمبروں کے اعتبار سے صحیح نہ بھی ہوں لیکن اب مزید تلاش میری مصروف ترین زندگی کے حدود امکان سے باہر ہے۔ خدا کرے دیگر افاضل کرام اس کام کو انجام دے دیں اور ناظرین محترم بھی متوجہ کر دیں تاکہ آئندہ اصلاح کی جا سکے۔

۳۔ اردو زبان میں عام طور سے تفسیر اور تشریح دونوں کا مفہوم واقعات کو قرار دیا جاتا ہے کہ تفسیر قرآن میں بہت سے دور قدیم کے واقعات نقل کر دئے جائیں اور شرح نہج البلاغہ میں صفین وجمل وسقیفہ کے ساری تفصیلات سے کتاب کا حجم بڑھا دیا جائے۔ جب کہ حقیر کا نظریہ اس سے بالکل مختلف ہے میری نگاہ میں واقعات کا حوالہ بقدر کلام فہمی تو ضروری ہے لیکن اس کا تفسیر اور تشریح کلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تفسیر و تشریح کے لئے الفاظ کا مفہوم۔ عبارات کا مقصد اور اس مطلوب و مقصود کا واضح کرنا ضروری ہے جس کے لئے یہ کلام منظر عام پر آیا ہے اور صاحب کلام نے عوام الناس یا خواص کو مخاطب بنایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ایک طرف الفاظ کا مفہوم درج کیا گیا ہے اور دوسری طرف خطبات وکلمات کے مقاصد پر روشنی ڈالی گئی ہے تاکہ طلاب کرام کو کلام کے سمجھنے اور مومنین کرام کو کردار کے سنوارنے میں مدد ملے۔ خدا کرے میری یہ کوشش کامیاب ہو اور اس طرح تفسیر و تشریح کا ایک نیا سلسلہ منظر عام پر آسکے۔

ایک مستقل زحمت:

میری ذاتی زندگی کچھ اس طرح کی بے ہنگم واقع ہوئی ہے کہ کوئی کام سکون کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا ہوں۔ کثرت سفر نے ایک طرف تمام سال نماز تمام کا شرف عنایت کر دیا ہے تو دوسری طرف کتب خانوں کی سیر سے محروم کر دیا ہے۔

سکونت ایسے علاقوں میں رہتی ہے جہاں مذہبی کتاب کا داخلہ گمراہ کن لٹریچر کے داخلہ سے زیادہ خطرناک تصور کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر زیادہ مطالعہ بھی ممکن نہیں ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب مرحلۂ تالیف و ترجمہ مکمل ہو جاتا ہے تو کتابت کی مصیبت سامنے آتی ہے۔ ہمارے ملکوں میں اردو کا تہوڑا کا قحط ہے اور عربی کاتب تو بالکل نہ ہونے کے برابر ہیں۔

بمشکل تمام تین کاتب تلاش کئے ہیں اور سب سے بیک وقت کام لیا جاتا ہے تو بھی اپنی تحریروں کی کتابت کا کام مذر تاخیر ہو جاتا ہے۔

اس کتاب میں بھی پہلا صفحہ بقدر حاشیہ محترم جعفر مرزا صاحب نے لکھا ہے تو دوسرا صفحہ ترجمہ و شرح محترم جلال الدین صاحب نے۔

عربی کتابت کا کام ایک سال سے دردسر بنا ہوا تھا کہ امسال جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ میں زیارت امام رضاؑ سے مشرف ہوا تو میں نے حضرت ہی سے یہ التماس کی کہ آپ ہی ہماری اس مشکل کو حل فرمائیں اور اپنے مخصوص کرم سے اس کی کتابت کا

فوری انتظام فرمادیں۔ اتفاق وقت کہ اسی زمانہ میں عزیزی مولانا منظر صادق زیدی بھی قم میں تھے اور انھیں کمپیوٹر کے بارے میں کافی معلومات تھیں اور اس طرح ایک کمپیوٹر مرکز تک رسائی ہوگئی اور اسی کے ذریعہ عربی کتابت کا کام انجام پاگیا۔ اس سلسلہ میں بڑی رہنمائی لندن کے فعال عالم دین مولانا ذوالقدر رضوی کے کمپیوٹری معلومات سے بھی حاصل ہوئی ہے اور پروف ریڈنگ کا کام جامعہ امامیہ اور انوار العلوم کے طلاب مقیم قم نے انجام دیا ہے اور طباعت کی مکمل نگرانی عزیزی ضیغم حسین زیدی نے کی ہے اور اس طرح متعدد ہاتھوں کے خدمات کا نتیجہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

ربنا تقبل منّا انك انت السمیع العلیم

اشاعت:

کتابت کے بعد اشاعت بھی ایک انتہائی دشوار گذار مرحلہ ہے لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے بعض مخلصین نے یہ ذمہ داری لے لی ہے اور اس طرح ہر سال دو چار کتابیں منظر عام پر آجاتی ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں محترم ڈاکٹر ظفر جعفری۔ محترم ڈاکٹر تہذیب الحسن رضوی۔ محترم ڈاکٹر اسد صادق کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہ ہاتھ۔ میرا ہاتھ بٹاتے رہیں گے اور بقدر توفیق کتابیں منظر عام پر آتی رہیں گی۔

مومنین کرام سے التماس ہے کہ ان تمام حضرات کے توفیقات کے لئے دعا فرمائیں اور مجھ حقیر کو بھی اپنی دعاؤں میں نظر انداز نہ فرمائیں تاکہ دنیا سے چلتے چلاتے کچھ اور بھی خدمت دین کرلوں۔

شائد کسی ایک کتاب۔ سطر یا لفظ میں خلوص پیدا ہوجائے اور وہی زادِ آخرت بن جائے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

ربِّ کریم کے کرم سے بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہی مالک دنیا و آخرت ہے اور پھر صاحب کلام کی مہربانیاں بھی ہمیشہ شامل حال رہی ہیں اور انشاء اللہ تاقیامت رہیں گی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

جوادی
یکم ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ
ابوظبی

نہج البلاغہ

(حصّہ اوّل)

باب المختار من خطب مولانا امیر المومنینؑ

علیؑ بن ابی طالب علیہ التحیّۃ والسلام

الخطب

نهج البلاغة

باب المختار من خطب مولانا امیرالمؤمنین علي بن أبي طالب علیه التحیة والسلام

الخطب

۱

و من خطبة له (ع)

يذكر فيها ابتداء خلق السماء والأرض، و خلق آدم (ع)

و فيها ذكر الحج

و تحتوي على حمدالله، و خلق العالم، و خلق الملائكة، و اختيار الأنبياء، و مبعث النبي، و القرآن، و الأحكام الشرعية

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَائِلُونَ، وَلَا يُحْصِي نَعْمَاءَهُ الْعَادُّونَ، وَ لَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُونَ (الجاهدون)، الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَ لَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفِطَنِ، الَّذِي لَيْسَ لِصِفَتِهِ حَدٌّ مَحْدُودٌ، وَ لَا نَعْتٌ مَوْجُودٌ، وَ لَا وَقْتٌ مَعْدُودٌ، وَلَا أَجَلٌ مَمْدُودٌ. فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَ نَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهِ، وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَدَانَ أَرْضِهِ.

أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ، وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيقُ بِهِ، وَكَمَالُ التَّصْدِيقِ بِهِ تَوْحِيدُهُ، وَكَمَالُ تَوْحِيدِهِ الْإِخْلَاصُ لَهُ، وَكَمَالُ الْإِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ، لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ، وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ: فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَ مَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ، وَ مَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ، وَ مَنْ جَزَّأَهُ جَهِلَهُ. وَ مَنْ جَهِلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ، وَ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ، وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ، وَ مَنْ قَالَ «فِيمَ» فَقَدْ ضَمَّنَهُ، وَ مَنْ قَالَ «عَلَامَ؟» فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ. كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ، مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ. مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ، بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ، مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَ لَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ.

حمد - اختیاری صفات و افعال پرکسی کی تعریف کرنا۔
مدحت - "ایک قسم کی تعریف"
نعماء - نعمت کی جمع ہے مثل نعیم
اجتہاد - مکمل طاقت کا صرف کردینا۔
ہِمَم - ہمت کی جمع ہے یعنی مستحکم ارادہ۔
فِطَن - فِطنہ کی جمع ہے یعنی باصواب ذہانت
فَطَرَ - بغیر کسی مثال اور نمونہ کے ایجاد کرنا
مَیَدان - تھرتھراہٹ کے ساتھ حرکت کرنا۔
دین - مذہب، عقیدہ
قَرَنَہ - کسی کو شریک اور ساتھی قرار دیدیا۔
حد - وہ انتہا جس سے آگے نہ بڑھ سکے۔
عدّ - احاطہ کرلینا اور شمار میں لے آنا
مزایلہ - جدائی - آلہ اعضاء و جوارح

مصادر خطبہ ۱ عیون الحکم و المواعظ الواسطی، بحار ۷۷ ص۳۰۰ و ص۴۲۳ - ربیع الابرار زمخشری باب السماء و الکواکب، شرح نہج البلاغہ قطب راوندی - تحف العقول حرانی - اصول کافی ۱ ص۱۴۰ - احتجاج طبرسیؒ ۱ ص۱۵۰، مطالب السئول محمد بن طلحہ الشافعی - دستور معالم الحکم القاضی القضاعی ص۱۵۳ - تفسیر فخر رازی ۲ ص۱۶۴ - ارشاد مفیدؒ ص۱۰۵ و ص۱۰۶ - توحید صدوقؒ - عیون الاخبار صدوقؒ امالی طوسی ۱ ص۲۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنینؑ کے منتخب خطبات اور احکام کا سلسلۂ کلام

۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آسمان و زمین کی خلقت کی ابتدا اور خلقت آدمؑ کے تذکرہ کے ساتھ حج بیت اللہ کی عظمت کا بھی ذکر کیا گیا ہے)

یہ خطبہ حمد و ثنائے پروردگار۔ خلقت عالم۔ تخلیق ملائکہ۔ انتخاب انبیاء۔ بعثت سرکار دو عالمؐ۔ عظمت قرآن اور مختلف احکام شرعیہ پر مشتمل ہے۔

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی مدحت تک بولنے والوں کے تکلم کی رسائی نہیں ہے اور اس کی نعمتوں کو گننے والے شمار نہیں کرسکتے ہیں۔ اس کے حق کو کوشش کرنے والے بھی ادا نہیں کرسکتے ہیں۔ نہ ہمتوں کی بلندیاں اس کا ادراک کرسکتی ہیں اور نہ ذہانتوں کی گہرائیاں اس کی تہ تک جاسکتی ہیں۔ اس کی صفت ذات کے لئے نہ کوئی معین حد ہے نہ توصیفی کلمات۔ نہ مقررہ وقت ہے اور نہ آخری مدت۔ اس نے تمام مخلوقات کو صرف اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور پھر اپنی رحمت ہی سے ہوائیں چلائی ہیں اور زمین کی حرکت کو پہاڑوں کی میخوں سے سنبھال کر رکھا ہے۔

دین کی ابتدا اس کی معرفت سے ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے۔ تصدیق کا کمال توحید کا اقرار ہے اور توحید کا کمال اخلاص عقیدہ ہے اور اخلاص کا کمال زائد بر ذات صفات کی نفی ہے، کہ صفت کا مفہوم خود ہی گواہ ہے کہ وہ موصوف سے الگ کوئی شے ہے اور موصوف کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ صفت سے جداگانہ کوئی ذات ہے۔ اس کے لئے الگ سے صفات کا اثبات ایک شریک کا اثبات ہے اور اس کا لازمی نتیجہ ذات کا تعدد ہے اور تعدد کا مقصد اس کے لئے اجزاء کا عقیدہ ہے اور اجزاء کا عقیدہ صرف جہالت ہے معرفت نہیں ہے اور جو بے معرفت ہوگیا اس نے اشارہ کرنا شروع کردیا اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا اس نے اسے ایک سمت میں محدود کردیا اور جس نے محدود کردیا اس نے اسے گنتی کا ایک شمار کرلیا (جو سراسر خلاف توحید ذات ہے)۔

جس نے یہ سوال اٹھایا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی کے ضمن میں قرار دے دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس کے اوپر قائم ہے اس نے نیچے کا علاقہ خالی کرالیا۔ اس کی ہستی حادث نہیں ہے اور اس کا وجود عدم کی تاریکیوں سے نہیں نکلا ہے۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے لیکن مل کر نہیں، اور ہر شے سے الگ ہے لیکن جدائی کی بنیاد پر نہیں۔ وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کے ذریعہ نہیں اور وہ اس وقت بھی بصیر تھا جب دیکھی جانے والی مخلوق کا پتہ نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں بالکل اکیلا ہے اور اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں ہے جس کو پاکر انس محسوس کرے اور کھو کر پریشان ہوجانے کا احساس کرے۔

خطبہ کا پہلا حصہ ذات واجب کی عظمتوں سے متعلق ہے جس میں اس کی بلندیوں اور گہرائیوں کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بے پایاں نعمتوں کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس کی ذات مقدس لامحدود ہے اور اس کی ابتدا و انتہا کا تصور بھی محال ہے۔ البتہ اس کے احسانات کی فہرست میں سرفہرست تین چیزیں ہیں: (۱) اس نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ (۲) اس نے اپنی رحمت شاملہ سے سانس لینے کے لئے ہوائیں چلائی ہیں۔ (۳) انسان کے قرار و استقرار کے لئے زمین کی تھرتھراہٹ کو پہاڑوں کی میخوں کے ذریعہ روک دیا ہے ورنہ انسان کا ایک لمحہ بھی کھڑا رہنا محال ہوجاتا اور اس کے ہر لمحہ گر پڑنے اور الٹ جانے کا امکان برقرار رہتا۔

دوسرے حصہ میں دین و مذہب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جس طرح کائنات کا آغاز ذات واجب سے ہے اسی طرح دین کا آغاز بھی اسی کی معرفت سے ہوتا ہے اور معرفت میں حسب ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ دل و جان سے اس کی تصدیق کی جائے۔ فکر و نظر سے اس کی وحدانیت کا اقرار کیا جائے اور خالق و مخلوق کے امتیاز سے اس کے صفات کو عین ذات تصور کیا جائے۔ ورنہ ہر غلط عقیدہ انسان کو ایک جہالت سے دوچار کرے گا اور ہر مہمل سوال کے نتیجہ میں معرفت سے شروع ہونے والا سلسلہ جہالت پر تمام ہوگا اور یہ بدبختی کی آخری منزل ہے۔

اس کی عظمت کے ساتھ اس نکتہ کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ جملہ اعمال کی نگرانی کر رہا ہے اور اپنی یکتائی میں کسی کے وہم و گمان کا محتاج نہیں ہے۔!

خلق العالم

أنشأ الخلق إنشاءً، وابتدأه ابتداءً، بلا رويّة أجالها، ولا تجربة استفادها، ولا حركة أحدثها، ولا همامة نفس اضطرب فيها. أحال الأشياء لأوقاتها، ولأم بين مختلفاتها، وغرّز غرائزها، وألزمها أشباحها، عالماً بها قبل ابتدائها، محيطاً بحدودها وانتهائها، عارفاً بقرائنها وأحنائها (أجنانها) ثمّ أنشأ - سبحانه - فتق الأجواء، وشقّ الأرجاء، وسكائك الهواء، فأجرى (اجاز) فيها ماءً متلاطماً تيّاره، متراكماً زخّاره. حمله على متن الريح العاصفة، والزعزع القاصفة، فأمرها بردّه، وسلّطها على شدّه، وقرنها إلى حدّه، الهواء من تحتها فتيق، والماء من فوقها دفيق. ثمّ أنشأ سبحانه ريحاً اعتقم مهبّها، وأدام مربّها، وأعصف مجراها، وأبعد منشاها، فأمرها بتصفيق الماء الزخّار، وإثارة موج البحار، فمخضته مخض السّقاء، وعصفت به عصفها بالفضاء. تردّ أوّله إلى آخره، وساجيه (ساكنه) إلى مائره، حتّى عبّ عبابه، ورمى بالزّبد ركامه، فرفعه في هواء منفتق، وجوّ منفهق، فسوّى منه سبع سموات، جعل سفلاهنّ موجاً مكفوفاً، وعلياهنّ سقفاً محفوظاً، وسمكاً مرفوعاً، بغير عمد يدعمها، ولا دسار ينظمها. ثمّ زيّنها بزينة الكواكب، وضياء الثواقب، وأجرى فيها سراجاً مستطيراً، وقمراً منيراً: في فلك دائر، وسقف سائر، ورقيم مائر.

رویّہ - نظر و فکر
ہمامۃ - اہتمام
احالہ - ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال
غرائز - جمع غریزہ یعنی طبیعت
اشباح - اشخاص
قرائن - جو چیز ساتھ لگ جائے -
احناء - اطراف
فتق - شگافتہ کرنا
اجواء - جمع جو
ارجاء - اطراف
سکائک - طبقات
تیار - موج بحر
زخار - لبریز
عاصفۃ - آندھی
فتیق - خالی
دفیق - اچھلتا ہوا
اعتقام - ہوا کا بے اثر ہونا
مرب - محل اقامت
منشاء - نشو و نما کی جگہ
مخض تیز حرکت
ساجی - ساکن
مائر - متحرک
رکام - تہ بہ تہ
منفہق - کھلا ہوا
مکفوف - جو بہنے سے روک دیا جائے
دسار - دُسر کی جمع ہے یعنی کیلیں
مستطیر - جس کی روشنی پھیلی ہوئی ہو
رقیم - آسمان کا ایک نام جس میں ستاروں کی تحریریں ہوتی ہیں -

واضح رہے کہ مولائے کائنات کے اس بیان میں دخان سے مراد آگ کا دھواں نہیں ہے بلکہ پانی سے اٹھنے والا گہرے قسم کا بخار ہے جس کی شکل دھوئیں جیسی ہوجاتی ہے اور بھاپ ابتدائی منزلوں میں بخار سے تعبیر کی جاتی ہے اور غلیظ ہوجانے کے بعد اسی کا نام دخان ہوجاتا ہے - اسی لئے قرآن کریم نے بھی سورۂ فصلت آیت ۱۱ میں آسمانوں کو دخان سے تعبیر کیا ہے !

اس نے مخلوقات کو از غیب ایجاد کیا اور ان کی تخلیق کی ابتدا کی بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ سے فائدہ اٹھائے ہوئے یا حرکت کی ایجاد کئے ہوئے یا نفس کے افکار کی الجھن میں پڑے ہوئے۔ تمام اشیاء کو ان کے اوقات کے حوالے کر دیا اور پھر ان کے اختلافات میں تناسب پیدا کر دیا سب کی طبیعتیں مقرر کر دیں اور پھر انھیں شکلیں عطا کر دیں۔ اسے یہ تمام باتیں ایجاد کے پہلے سے معلوم تھیں اور وہ ان کے حدود اور ان کی انتہا کو خوب جانتا تھا۔ اسے ہر شے کے ذاتی اطراف کا بھی علم تھا اور اس کے ساتھ شامل ہو جانے والی اشیاء کا بھی علم تھا۔

اس کے بعد اس نے فضا کی وسعتیں۔ اس کے اطراف و اکناف اور ہواؤں کے طبقات ایجاد کئے اور ان کے درمیان وہ پانی بہا دیا جس کی لہروں میں تلاطم تھا اور جس کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اور اسے ایک تیز و تند ہوا کے کاندھے پر لاد دیا اور پھر ہوا کو الٹنے پلٹنے اور روک کر رکھنے کا حکم دے دیا اور اس کی حدوں کو پانی کی حدوں سے یوں ملا دیا کہ نیچے ہوا کی وسعتیں تھیں اور اوپر پانی کا تلاطم۔!

اس کے بعد ایک اور ہوا ایجاد کی جس کی حرکت میں کوئی تولیدی صلاحیت نہیں تھی اور اسے مرکز پر روک کر اس کے جھونکوں کو تیز کر دیا اور اس کے میدان کو وسیع تر بنا دیا اور پھر اسے حکم دیدیا کہ اس بحر زخار کو متھ ڈالے اور موجوں کو الٹ پلٹ کر دے۔ چنانچہ اس نے سارے پانی کو ایک مشکیزہ کی طرح متھ ڈالا اور اسے فضائے بسیط میں اس طرح لے کر چلی کہ اول کو آخر پر الٹ دیا اور ساکن کو متحرک پر پلٹ دیا اور اس کے نتیجہ میں پانی کی ایک سطح بلند ہو گئی اور اس کے اوپر ایک جھاگ کی تہ بن گئی۔ پھر اس جھاگ کو پھیلی ہوئی ہوا اور کھلی ہوئی فضا میں بلند کر دیا اور اس سے سات آسمان پیدا کر دئے جس کی نچلی سطح ایک ٹھہری ہوئی موج کی طرح تھی اور اوپر کا حصہ ایک محفوظ سقف اور بلند عمارت کے مانند تھا۔ نہ اس کا کوئی ستون تھا جو سہارا دے سکے اور نہ کوئی بندھن تھا جو منظم کر سکے۔

پھر ان آسمانوں کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور ان میں تابندہ نجوم کی روشنی پھیلا دی اور ان کے درمیان ایک ضوفگن چراغ اور ایک روشن ماہتاب رواں کر دیا جس کی حرکت ایک گھومنے والے فلک اور ایک متحرک چھت اور جنبش کرنے والی تختی میں تھی۔

تخلیق کائنات کے بارے میں اب تک جو نظریات سامنے آئے ہیں، ان کا تعلق دو موضوعات سے ہے:

ایک موضوع یہ ہے کہ اس کائنات کا مادہ کیا ہے؟ تمام عناصر اربعہ ہیں یا صرف آگ ہے یا صرف پانی سے یہ کائنات خلق ہوئی ہے یا کچھ دوسرے عناصر اربعہ بھی کار فرما تھے یا کسی گیس سے یہ کائنات پیدا ہوئی ہے یا کسی بھاپ اور کہرے نے اسے جنم دیا ہے؟ دوسرا موضوع یہ ہے کہ اس کی تخلیق دفعتاً ہوئی ہے یا یہ بتدریج عالم وجود میں آئی ہے اور اس کی عمر دس ملین سال ہے یا ۶۰ ہزار ملین سال ہے؟

چنانچہ ہر شخص نے اپنے اندازہ کے مطابق ایک رائے قائم کی ہے اور اسی رائے کی بنا پر اسے محقق کا درجہ دیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ اس قسم کے موضوعات میں تحقیق کا کوئی امکان نہیں ہے اور نہ کوئی حتمی رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ صرف اندازے ہیں جن پر سارا کاروبار چل رہا ہے اور ایسے ماحول میں ہر شخص کو ایک نئی رائے قائم کرنے کا حق ہے اور کسی کو یہ چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے کہ یہ رائے آلات اور وسائل سے پہلے کی ہے لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

امیر المومنینؑ نے اصل کائنات پانی کو قرار دیا ہے اور اسی کی طرف قرآن مجید نے بھی اشارہ کیا ہے اور آپ کی رائے دیگر آراء کے مقابلہ میں اس لئے بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کی بنیاد تحقیق۔ انکشاف، تجربہ اور اندازہ پر نہیں ہے بلکہ یہ اس مالک کا دیا ہوا بے پناہ علم ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے اور کھلی بات ہے کہ مالک سے زیادہ مخلوقات سے باخبر اور کون ہو سکتا ہے۔

امیر المومنینؑ نے اپنے بیان میں تین نکات کی طرف توجہ دلائی ہے: (۱) اصل کائنات پانی ہے اور پانی کو قابل استعمال ہوا نے بنایا ہے۔ (۲) اس فضائے بسیط کے تین رخ ہیں، بلندی جس کو اجواء کہا جاتا ہے اور اطراف جسے ارجاء سے تعبیر کیا جاتا ہے اور طبقات جنھیں سکاک کا نام دیا جاتا ہے۔ عام طور سے علماء فلک کواکب کے ہر مجموعہ کو سکہ کا نام دیتے ہیں جس میں ایک ارب سے زیادہ ستارے پائے جاتے ہیں جس طرح کہ ہمارے اپنے نظام شمسی کا حال ہے کہ اس میں ایک ارب سے زیادہ ستاروں کا انکشاف کیا جا چکا ہے۔ (۳) آسمانی مخلوقات میں ایک مرکزی شے ہے جسے اس کی حرکت کی بنا پر چراغ کہا جاتا ہے اور ایک اس کے گرد حرکت کرنے والی زمین ہے اور ایک زمین کے گرد حرکت کرنے والا ستارہ ہے جسے قمر کہا جاتا ہے اور علماء فلک اس تابع در تابع کو قمر کہتے ہیں کوکب نہیں کہتے ہیں۔

خلق الملائكة[1]

ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ الْعُلَا، فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَاراً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ، وَ صَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ، وَ مُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ، لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعُيُونِ، وَلَا سَهْوُ الْعُقُولِ وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ، وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ. وَ مِنْهُمْ أُمَنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ إِلَى رُسُلِهِ، وَ مُخْتَلِفُونَ (متردّدون) بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ، وَ مِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ، وَ السَّدَنَةُ (السنده) لِأَبْوَابِ جِنَانِهِ وَ مِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ، وَ الْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَ الْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ. نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ، وَ أَسْتَارُ الْقُدْرَةِ. لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَ لَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ (المخلوقين)، وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ وَ لَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ.

صفة خلق آدم (ع)[2]

ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَ سَهْلِهَا، وَ عَذْبِهَا وَ سَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا (سنّاها) بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ. وَ لَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ، فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَ وُصُولٍ، وَ أَعْضَاءٍ وَ فُصُولٍ: أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ، وَ أَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ، وَ أَمَدٍ (أجل) مَعْلُومٍ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ (فتمثّلت) إِنْسَاناً ذَا أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا، وَ فِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا، وَ جَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا، وَ أَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا، وَ مَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ، وَ الْأَذْوَاقِ وَ الْمَشَامِّ، وَ الْأَلْوَانِ وَ الْأَجْنَاسِ، مَعْجُوناً بِطِينَةِ الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَ الْأَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ (متفقه)، وَ الْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ، وَ الْأَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ، مِنَ الْحَرِّ وَ الْبَرْدِ، وَ الْبَلَّةِ وَ الْجُمُودِ، وَ اسْتَأْدَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَ دِيعَتَهُ لَدَيْهِمْ، وَ عَهْدَ وَصِيَّتِهِ إِلَيْهِمْ، فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ، وَ الْخُنُوعِ (والخشوع) لِتَكْرِمَتِهِ. فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ» اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ، وَ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ، وَ تَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ، وَاسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ. فَأَعْطَاهُ اللَّهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقاً لِلسُّخْطَةِ، وَ اسْتِتْمَاماً لِلْبَلِيَّةِ. وَ إِنْجَازاً لِلْعِدَةِ، فَقَالَ: «إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ. إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ».

---

[1] اگرچہ ملائکہ کے بارے میں علماء اسلام نے بے شمار بحثیں کی ہیں ملائکہ کی حقیقت ۔ ملائکہ کی خلقت ۔ ملائکہ کی عصمت جیسے موضوعات ہمیشہ زیر بحث آتے رہے ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ صرف خیالات کی جولانگاہ ہے اور اس سے زیادہ ان بحثوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے ۔ قابل اعتبار حصہ صرف اتنا ہے جتنا قرآن مجید کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے یا جس کی نشاندہی معصومین نے کی ہے جنھیں مالک نے علم کائنات سے نوازا تھا اس کے علاوہ کسی کے بیان کی کوئی حیثیت نہیں ہے ۔

امیرالمومنین ؑ نے ملائکہ کی تقسیم میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر انسان اشرف مخلوقات ہونے کا مدعی ہے تو اسے ملائکہ سے زیادہ باکمال ہونا چاہئے ۔

(۱) اس کی زندگی کو سراپا اطاعت وعبادت ہونا چاہئے ۔ (۲) اسے بندگان خدا کا محافظ ہونا چاہئے ۔ (۳) اسے وحی الٰہی کا امین اور احکام الٰہیہ کا ترجمان ہونا چاہئے ۔ (۴) اس کے وجود میں اس قدر وسعت ہونی چاہئے کہ اس میں آفاق گم ہو جائیں اور وہ حاملان عرش الٰہی میں شامل ہو جائے جہاں نہ نگاہوں میں غرور ہو اور نہ خیالات میں انحراف و اعوجاج عظمت پروردگار کا واقعی اعتراف کرے اور اس حد کے کائنات سے بلند تر ہونے کا تصور کرے ۔

[2] تخلیق آدم ؑ میں مختلف قسم کی مٹیوں کا اجتماع انسان کی گوناگوں فطرت اور صلاحیت کا سرچشمہ ہے اور اس کی تخلیق میں کن فیکون کے بجائے تدریجی عمل اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مالک نے مٹی سے بشر ایجاد کیا ہے اور وہ پہلی تخلیق کی طرح روز قیامت دوبارہ اٹھانے پر بھی قادر ہے ۔

کیا کہنا اس مالک کا جس نے خاک کے پتلے کو روح کمال عطا کر کے مسجود ملائکہ بنا دیا اور پھر قصہ آدم ؑ و ابلیس کو دہرا کر اولاد آدم ؑ کو متوجہ کر دیا کہ خبردار تعصب سے کام نہ لینا بلکہ مالک جس کے سامنے جھکائے جھک جانا اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں اپنا فلسفہ استعمال نہ کرنا ورنہ اولاد آدم ؑ میں ہونے کے باوجود ذریت ابلیس میں شمار ہو جاؤ گے ۔

پھر اس نے بلند ترین آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور انھیں طرح طرح کے فرشتوں[ط۱] سے بھر دیا جن میں سے بعض سجدہ میں ہیں تو رکوع کی نوبت نہیں آتی ہے اور بعض رکوع میں ہیں تو سر نہیں اٹھاتے ہیں اور بعض صف باندھے ہوئے ہیں تو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے ہیں بعض مشغول تسبیح ہیں تو خستہ حال نہیں ہوتے ہیں۔ سب کے سب وہ ہیں کہ نہ ان کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ عقلوں پر سہو و نسیان کا۔ نہ بدن میں سستی پیدا ہوتی ہے اور نہ دماغ میں نسیان کی غفلت۔

ان میں سے بعض کو وحی کا امین اور رسولوں کی طرف قدرت کی زبان بنایا گیا ہے جو اس کے فیصلوں اور احکام کو برابر لاتے رہتے ہیں اور کچھ اس کے بندوں کے محافظ اور جنت کے دروازوں کے دربان ہیں اور بعض وہ بھی ہیں جن کے قدم زمین کے آخری طبقہ میں ثابت ہیں اور گردنیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں۔ ان کے اطراف بدن اقطار عالم سے وسیع تر ہیں اور ان کے کاندھے پایہ ہائے عرش کے اٹھانے کے قابل ہیں۔ ان کی نگاہیں عرش الٰہی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں اور وہ اس کے نیچے پروں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اُن کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے حائل ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کے بارے میں شکل و صورت کا تصور بھی نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کے حق میں مخلوقات کے صفات کو جاری کرتے ہیں۔ وہ نہ اسے مکان میں محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف اشباہ و نظائر سے اشارہ کرتے ہیں۔

تخلیق جناب آدمؑ کی کیفیت [ط۲]

اس کے بعد پروردگار نے زمین کے سخت و نرم اور شور و شیریں حصوں سے خاک کو جمع کیا اور اسے پانی سے اس قدر بھگویا کہ بالکل خالص ہوگئی اور پھر تری میں اس قدر گوندھا کہ لسدار بن گئی اور اس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ بھی تھے اور جوڑ بھی۔ اعضاء بھی تھے اور جوڑ بند بھی۔ پھر اسے اس قدر سکھایا کہ مضبوط ہوگئی اور اس قدر سخت کیا کہ کھنکھنانے لگی اور یہ صورت حال ایک وقت معین اور مدت خاص تک برقرار رہی جس کے بعد اس میں مالک نے اپنی روح کمال پھونک دی اور اسے ایسا انسان بنا دیا جس میں ذہن کی جولانیاں بھی تھیں اور فکر کے تصرفات بھی۔ کام کرنے والے اعضاء و جوارح بھی تھے اور حرکت کرنے والے ادوات و آلات بھی۔ حق و باطل میں فرق کرنے والی معرفت بھی تھی اور مختلف ذائقوں، خوشبوؤں، رنگ و روغن میں تمیز کرنے کی صلاحیت بھی۔ اسے مختلف قسم کی مٹی سے بنایا گیا جس میں موافق اجزاء بھی پائے جاتے تھے اور متضاد عناصر بھی اور گرمی، سردی، تری، خشکی جیسے کیفیات بھی۔

پھر پروردگار نے ملائکہ سے مطالبہ کیا کہ اس کی امانت کو واپس کریں اور اس کی معہودہ وصیت پر عمل کریں یعنی اس مخلوق کے سامنے سر جھکا دیں اور اس کی کرامت کا اقرار کرلیں۔ چنانچہ اس نے صاف صاف اعلان کردیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو اور سب نے سجدہ بھی کرلیا سوائے ابلیس کے کہ اسے تعصب نے گھیر لیا[ط۳] اور بدبختی غالب آگئی اور اس نے آگ کی خلقت کو وجہ عزت اور خاک کی خلقت کو وجہ ذلت قرار دے دیا۔ مگر پروردگار نے اسے غضب الٰہی کے مکمل استحقاق، آزمائش کی تکمیل اور اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے یہ کہہ کر مہلت دے دی کہ "تجھے روز وقت معلوم تک کے لئے مہلت دی جا رہی ہے"۔

[ط۱] انسان کی کمزوری کے سلسلہ میں اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی اصل کے بارے میں اتنا بھی معلوم نہیں ہے جتنا دوسری مخلوقات کے بارے میں علم ہے۔ وہ نہ اپنے مادہ کی اصل سے باخبر ہے اور نہ اپنی روح کی حقیقت سے۔ مالک نے اسے متضاد عناصر سے ایسا جامع بنا دیا ہے کہ جسم صغیر میں عالم اکبر سما گیا ہے اور بقول شخصے اس میں جمادات جیسا کون و فساد، نباتات جیسا نمو، حیوان جیسی حرکت اور ملائکہ جیسی طاعت و عبادت سب پائی جاتی ہے اور اوصاف کے اعتبار سے بھی اس میں کتے جیسی خوشامد، مکڑی جیسے تانے بانے، قنفذ جیسے اسلحے، پرندوں جیسا تحفظ، حشرات الارض جیسا تحفظ، ہرن جیسی اچھل کود، چوہے جیسی چوری، مور جیسا غرور، اونٹ جیسا کینہ، خچر جیسی شرارت، بلبل جیسا ترنم، بچھو جیسا ڈنک سب کچھ پایا جاتا ہے۔

ثُمَّ أَسْكَنَ[1] سُبْحَانَهُ آدَمَ دَاراً أَرْغَدَ فِيهَا عَيْشَهُ، وَ آمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَ حَذَّرَهُ إِبْلِيسَ وَ عَدَاوَتَهُ، فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ، وَ مُرَافَقَةِ الْأَبْرَارِ، فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ، وَ الْعَزِيمَةَ بِوَهْنِهِ، وَ اسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلاً، وَ بِالاغْتِرَارِ نَدَماً. ثُمَّ بَسَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ، وَ لَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ، وَ وَعَدَهُ الْمَرَدَّ إِلَىٰ جَنَّتِهِ، وَ أَهْبَطَهُ إِلَىٰ دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَ تَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ.

اختيار الانبياء عليهم السلام

وَاصْطَفَىٰ[2] سُبْحَانَهُ مِنْ وَلَدِهِ أَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى الْوَحْيِ مِيثَاقَهُمْ، وَ عَلَىٰ تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَمَانَتَهُمْ (ايمانهم)، لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ اللَّهِ إِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَ اتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ، وَ اجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ، وَ اقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهِ، فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ، وَ وَاتَرَ إِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ، لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ، وَ يُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ، وَ يَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ، وَ يُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ، وَيُرُوهُمْ آيَاتِ الْمَقْدِرَةِ: مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ، وَ مِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ، وَ مَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ، وَ آجَالٍ تُفْنِيهِمْ، وَ أَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ، وَ أَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ، وَ لَمْ يُخْلِ اللَّهُ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ، أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ: رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ، وَ لَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ: مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ، أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ: عَلَىٰ ذٰلِكَ نَسَلَتِ (ذهبت) الْقُرُونُ، وَ مَضَتِ الدُّهُورُ، وَ سَلَفَتِ الْآبَاءُ، وَ خَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ.[3]

مبعث النبي صلى الله عليه و آله[4]

إِلَىٰ أَنْ بَعَثَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّداً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ، وَ إِتْمَامِ نُبُوَّتِهِ، مَأْخُوذاً عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ، مَشْهُورَةً سِمَاتُهُ، كَرِيماً مِيلَادُهُ، وَ أَهْلُ الْأَرْضِ (الارضين) يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ، وَ أَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ، وَ طَرَائِقُ (طوائف) مُتَشَتِّتَةٌ، بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلَّهِ بِخَلْقِهِ، أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ، أَوْ مُشِيرٍ إِلَىٰ غَيْرِهِ، فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ أَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ. ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ لِقَاءَهُ، وَ رَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ، وَ أَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغِبَ بِهِ عَنْ مَقَامِ (مقارنه - مقار) الْبَلْوَىٰ فَقَبَضَهُ إِلَيْهِ كَرِيماً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ خَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ فِي أُمَمِهَا، إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ هَمَلاً، بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ، وَ لَا عَلَمٍ قَائِمٍ:

(۱) جناب آدمؑ کو جس جنت میں رکھا گیا تھا وہ حرام و حلال اور امر و نہی کی جنت نہیں تھی کہ وہاں کسی معصیت کا گذر ہوتا انھیں اس امر کا یقین تھا کہ درخت کے قریب جانا غلط ہے لیکن اس امر کا یقین نہ تھا کہ کھانا بھی غلط ہے اور ابلیس نے اسی نکتہ کو اٹھا دیا تھا جس کی بنا پر انھوں نے کھا لیا اور بالآخر اس زمین پر آگئے جہاں زحمتیں تو بہت تھیں لیکن ان کے عمل کا میدان اور ان کی خلافت کا مرکز یہی تھا اور انھیں بہرحال یہاں آنا تھا۔ اسے ترک اولیٰ کا نام تو دیا جا سکتا ہے لیکن حکم خدا کی مخالفت نہیں کہا جا سکتا ہے اور اسی لئے اثر زحمت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے عذاب کی شکل میں نہیں۔!

(۲) میثاق فطرت سے مراد وہ تمام افکار و نظریات ہیں جنھیں انسانی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اور ان کا احساس انسان کو نہیں ہوتا ہے لیکن حق و صداقت کی طرف اس کا فطری رجحان اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے اور اسی بنیاد پر مالک نے اس پر حجت تمام کی ہے۔

(۳) قدرت کا نظام ہدایت ہر دور میں مکمل رہا ہے اور اس کے مرسلین کا یہ خاصہ رہا ہے کہ وہ نہ قلت سے پریشان ہوئے ہیں اور نہ دشمنوں کی کثرت سے ہراساں ہوئے ہیں۔ ان کی ایک برادری رہی ہے جس میں ہر سابق نے لاحق کی بشارت دی ہے اور ہر لاحق نے سابق کی تصدیق کی ہے اور دراصل یہ منصوص من اللہ ہونے کا اثر تھا ورنہ ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد میں ہزاروں سال تک ایسا اتحاد ناممکن اور مستحیل تھا۔

(۴) اگر پروردگار نے کوئی زمانہ حجت سے خالی نہیں رکھا ہے اور کسی نبی نے امت کو لاوارث نہیں چھوڑا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ رحمۃ للعالمین امت کو لاوارث چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس تصور سے زیادہ توہین آمیز اور کوئی تصور رسالت کے بارے میں ممکن نہیں ہے۔ والعیاذ باللہ

اس کے بعد پروردگار نے آدمؑ کو ایک ایسے گھر میں ساکن کر دیا جہاں کی زندگی خوش گوار اور مامون و محفوظ تھی اور پھر انھیں ابلیس اور اس کی عداوت سے بھی باخبر کر دیا۔ لیکن دشمن نے ان کے جنت کے قیام اور نیک بندوں کی رفاقت سے جل کر انھیں دھوکہ دے دیا اور انھوں نے بھی اپنے یقین محکم کو شک اور عزم مستحکم کو کمزوری کے ہاتھوں فروخت کر دیا اور اس طرح مسرت کے بدلے خوف کو لے لیا اور ابلیس کے کہنے میں آ کر ندامت کا سامان فراہم کر لیا۔ پھر پروردگار نے ان کے لئے توبہ کا سامان فراہم کر دیا اور اپنے کلماتِ رحمت کی تلقین کر دی اور ان سے جنت میں واپسی کا وعدہ کر کے انھیں آزمائش کی دنیا میں اتار دیا جہاں نسلوں کا سلسلہ قائم ہونے والا تھا۔

انبیاء کرام کا انتخاب

اس کے بعد اُس نے ان کی اولاد میں سے ان انبیاء کا انتخاب کیا جن سے وحی کی حفاظت اور پیغام کی تبلیغ کی امانت کا عہد لیا اس لئے کہ آخری مخلوقات نے عہدِ الٰہی کو تبدیل کر دیا تھا۔ اس کے حق سے ناواقف ہو گئے تھے۔ اس کے ساتھ دوسرے خدا بنا لئے تھے اور شیطان نے انھیں معرفت کی راہ سے ہٹا کر عبادت سے یکسر جدا کر دیا تھا۔

پروردگار نے ان کے درمیان رسول بھیجے۔ انبیاء کا تسلسل قائم کیا تاکہ وہ ان سے فطرت کی امانت کو واپس لیں اور انھیں بھولی ہوئی نعمتِ پروردگار کو یاد دلائیں۔ تبلیغ کے ذریعہ ان پر اتمام حجت کریں اور ان کی عقل کے دفینوں کو باہر لائیں اور انھیں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں دکھلائیں۔ یہ سروں پر بلند ترین چھت۔ یہ زیر قدم گہوارہ۔ یہ زندگی کے اسباب۔ یہ فنا کرنے والی اجل۔ یہ بوڑھا بنا دینے والے امراض اور پے در پے پیش آنے والے حادثات۔

اس نے کبھی اپنی مخلوقات کو نبی مرسل یا کتاب منزل یا حجت لازم یا طریق واضح سے محروم نہیں رکھا ہے۔ ایسے رسول بھیجے ہیں جنھیں نہ عدد کی قلت کام سے روک سکتی تھی اور نہ جھٹلانے والوں کی کثرت۔ ان میں جو پہلے تھا اسے بعد والے کا حال معلوم تھا اور جو بعد میں آیا اسے پہلے والے نے پہنچوا دیا تھا اور یوں ہی صدیاں گذرتی رہیں اور زمانے بیتتے رہے۔ آباء و اجداد جاتے رہے اور اولاد و احفاد آتے رہے۔

بعثت رسول اکرمؐ

یہاں تک کہ مالک نے اپنے وعدہ کو پورا کرنے اور اپنے نبوت کو مکمل کرنے کے لئے حضرت محمدؐ کو بھیج دیا جن کے بارے میں انبیاء سے عہد لیا جا چکا تھا اور جن کی علامتیں مشہور اور ولادت مسعود و مبارک تھی۔ اس وقت اہل زمین متفرق مذاہب، منتشر خواہشات اور مختلف راستوں پر گامزن تھے۔ کوئی خدا کو مخلوقات کی شبیہ بتا رہا تھا۔ کوئی اس کے ناموں کو بگاڑ رہا تھا اور کوئی دوسرے خدا کا اشارہ دے رہا تھا۔ مالک نے آپ کے ذریعہ سب کو گمراہی سے ہدایت دی اور جہالت سے باہر نکال لیا۔

اس کے بعد اس نے آپ کی ملاقات کو پسند کیا اور انعامات سے نوازنے کے لئے اس دار دنیا سے بلند کر لیا۔ آپ کو مصائب سے نجات دلا دی اور نہایت احترام سے اپنی بارگاہ میں طلب کر لیا اور امت میں ویسا ہی انتظام کر دیا جیسا کہ دیگر انبیاء نے کیا تھا کہ انھوں نے بھی قوم کو لاوارث نہیں چھوڑا تھا جس کے لئے کوئی واضح راستہ اور مستحکم نشان نہ ہو۔

القرآن و الأحكام الشرعية

كِتابَ رَبِّكُمْ فِيكُمْ: مُبَيِّناً حَلَالَهُ وَ حَرَامَهُ، وَ فَرَائِضَهُ وَ فَضَائِلَهُ، وَ نَاسِخَهُ وَ مَنْسُوخَهُ، وَ رُخَصَهُ وَ عَزَائِمَهُ، وَ خَاصَّهُ وَ عَامَّهُ وَ عِبَرَهُ وَ أَمْثَالَهُ، وَ مُرْسَلَهُ وَ مَحْدُودَهُ، وَ مُحْكَمَهُ وَ مُتَشَابِهَهُ (متسابقة)، مُفَسِّراً مُجْمَلَهُ (جمله) وَ مُبَيِّناً غَوَامِضَهُ، بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِيثَاقُ عِلْمِهِ، وَ مُوَسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ، وَ بَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَ مَعْلُومٍ فِي السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَ وَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ وَ مُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ، وَ بَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ، وَزَائِلٍ فِي مُسْتَقْبَلِهِ، وَ مُبَايَنٌ بَيْنَ مَحَارِمِهِ، مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ، أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ، وَ بَيْنَ مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ، مُوَسَّعٍ فِي أَقْصَاهُ.

و منها فی ذكر الحج

وَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، الَّذِي جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ، يَرِدُونَهُ وُرُودَ الْأَنْعَامِ، وَيَأْلَهُونَ إِلَيْهِ وُلُوهَ الْحَمَامِ، وَ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهِ، وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ، وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سُمَّاعاً أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ، وَ صَدَّقُوا كَلِمَتَهُ، وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ، وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرْشِهِ. يُحْرِزُونَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتْجَرِ عِبَادَتِهِ، وَيَتَبَادَرُونَ عِنْدَهُ مَوْعِدَ مَغْفِرَتِهِ، جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَماً، وَلِلْعَائِذِينَ حَرَماً، فَرَضَ حَقَّهُ، وَأَوْجَبَ حَجَّهُ، وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: «وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً، وَ مَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ».

۲

و من خطبة له ﴿ع﴾

بعد انصرافه من صفين

و فيها حال الناس قبل البعثة و صفة آل النبي ثم صفة قوم آخرين

أَحْمَدُهُ اسْتِتْمَاماً لِنِعْمَتِهِ، وَاسْتِسْلَاماً لِعِزَّتِهِ، وَاسْتِعْصَاماً مِنْ مَعْصِيَتِهِ. وَ أَسْتَعِينُهُ فَاقَةً إِلَى كِفَايَتِهِ، إِنَّهُ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ، وَلَا يَئِلُ مَنْ

(۱) حلال جیسے زینت۔ حرام جیسے ظلم و غیبت وغیرہ فرائض جیسے صوم و صلوٰۃ فضائل جیسے صدقہ و کار خیر ناسخ جیسے استقبال کعبہ منسوخ جیسے استقبال بیت المقدس رخصت جیسے اکل میتہ برائے مضطر۔ عزیمت جیسے واجبات، عبرت جیسے داستان امم۔ امثال جیسے مثل نورہ کمشکوٰۃ مرسل جیسے تحریر رقبہ مفید جیسے رقبہ مومنہ محکم جیسے اقیموا الصلوٰۃ۔ متشابہ جیسے ید اللہ فوق ایدیہم ماخوذ میثاق علم جیسے ھا او لیہ موسع الجہل جیسے تفاصیل قیامت صغیرہ جو بغیر توبہ بھی معاف ہو سکے کبیرہ جس کے لئے استغفار لازم ہے مقبول ادنی جیسے کفارۂ قسم میں اطعام عشرہ مساکین۔ اقصی جیسے عتق رقبہ۔

(۲) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حج کے اجتماعات کے بعید سیاسی اور اجتماعی فوائد پائے جاتے ہیں لیکن یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ یہ فوائد عام طور پر حجاج کے ذہن میں بھی نہیں ہوتے ہیں اور اس کے بعد بھی انھیں کوئی جذبہ کھینچ کرنے جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ دعائے خلیل کا اثر ہے کہ لوگوں کے دل کعبہ کی طرف کھینچ رہے ہیں اور ہر جانے والا اپنی لبیک کے ذریعہ دعوت خلیل کو یاد کرتا ہے اور انھیں کی آواز پر لبیک کہتا ہے۔ واقعی حج انھیں لوگوں کا ہے جن کے اندر خانہ کعبہ سے والہانہ محبت اور دعوت خلیل کا مخلصانہ احساس پایا جاتا ہے ورنہ بیت و اہلبیت سے غفلت کے بعد طواف کعبہ قسمت کا چکر ہے اور کچھ نہیں ہے ملائکہ کے طواف عرش کی تشبیہ اسی احساس و شعور کو بیدار کرانے کیلئے دی گئی ہے ورنہ "بقول ملحد" طواف بھی دانۂ خرمن پر جانور کا چکر ہو کر رہ جائے گا۔

مصادر خطبہ ۲ ۱۔ مطالب السئول محمد بن طلحہ الشافعی ۲۔ غرر الحکم آمدی ۳۔ المسترشد طبری ص۴۳ ۴۔ عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۳۲۶ ۵۔ العقد الفرید ۳ ص۱۱۲

قرآن اور احکام شرعیہ

انھوں نے تمھارے درمیان تمھارے پروردگار کی کتاب کو چھوڑا ہے جس کے حلال[۵۱] و حرام۔ فرائض و فضائل۔ ناسخ و منسوخ۔ رخصت و عزیمت۔ خاص و عام۔ عبرت و امثال۔ مطلق و مقید۔ محکم و متشابہ سب کو واضح کر دیا تھا۔ مجمل کی تفسیر کر دی تھی گتھیوں کو سلجھا دیا تھا۔ اس میں بعض آیات ہیں جن کے علم کا عہد لیا گیا ہے اور بعض سے ناواقفیت کو معاف کر دیا گیا ہے۔ بعض احکام کے فرض کا کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور سنت سے ان کے منسوخ ہونے کا علم حاصل ہوا ہے یا سنت میں ان کے وجوب کا ذکر ہوا ہے جب کہ کتاب میں ترک کرنے کی آزادی کا ذکر تھا۔ بعض احکام ایک وقت میں واجب ہوئے ہیں اور مستقبل میں ختم کر دئے گئے ہیں۔ اس کے محرمات میں بعض پر جہنم کی سزا سنائی گئی ہے اور بعض گناہ صغیرہ ہیں جن کی بخشش کی امید دلائی گئی ہے۔ بعض احکام ہیں جن کا مختصر بھی قابل قبول ہے اور زیادہ کی بھی گنجائش پائی جاتی ہے۔

ذکر حج بیت اللہ

پروردگار نے تم لوگوں پر حج بیت الحرام کو واجب قرار دیا ہے جسے لوگوں کے لئے قبلہ بنایا ہے اور جہاں لوگ پیاسے جانوروں کی طرح بے تابانہ وارد ہوتے ہیں[۵۲] اور ویسا انس رکھتے ہیں جیسے کبوتر اپنے آشیانہ سے رکھتا ہے۔ حج بیت اللہ کو مالک نے اپنی عظمت کے سامنے جھکنے کی علامت اور اپنی عزت کے ایقان کی نشانی قرار دیا ہے۔ اس نے مخلوقات میں سے ان بندوں کا انتخاب کیا ہے جو اس کی آواز سن کر لبیک کہتے ہیں اور اس کے کلمات کی تصدیق کرتے ہیں۔ انھوں نے انبیاء کے مواقف میں وقوف کیا ہے اور طواف عرش کرنے والے فرشتوں کا انداز اختیار کیا ہے۔ یہ لوگ اپنی عبادت کے معاملہ میں برابر فائدے حاصل کر رہے ہیں اور مغفرت کی وعدہ گاہ کی طرف تیزی سے سبقت کر رہے ہیں۔

پروردگار نے کعبہ کو اسلام کی نشانی اور بے پناہ افراد کی پناہ گاہ قرار دیا ہے۔ اس کے حج کو فرض کیا ہے اور اس کے حق کو واجب قرار دیا ہے۔ تمھارے اوپر اس گھر کی حاضری کو لکھ دیا ہے اور صاف اعلان کر دیا ہے کہ "اللہ کے لئے لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کے گھر کا حج کریں جس کے پاس بھی اس راہ کو طے کرنے کی استطاعت پائی جاتی ہو۔

۲۔ صفین سے واپسی پر آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں بعثت پیغمبرؐ کے وقت لوگوں کے حالات، آل رسولؐ کے اوصاف اور دوسرے افراد کے کیفیات کا ذکر کیا گیا ہے

میں پروردگار کی حمد کرتا ہوں اس کی نعمتوں کی تکمیل کے لئے اور اس کی عزت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے۔ میں اسکی نافرمانی سے تحفظ چاہتا ہوں اور اس سے مدد مانگتا ہوں کہ میں اسی کی کفایت و کفالت کا محتاج ہوں۔ وہ جسے ہدایت دیدے وہ گمراہ نہیں ہو سکتا ہے اور جس کا وہ دشمن ہو جائے اسے کہیں پناہ نہیں مل سکتی ہے۔

عَادَاهُ، وَلَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ، فَإِنَّهُ أَرْجَحُ مَا وُزِنَ، وَأَفْضَلُ مَا خُزِنَ
وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ[1] وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، شَهَادَةً مُمْتَحَناً إِخْلَاصُهَا،
مُعْتَقَداً مُصَاصُهَا، نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَداً مَا أَبْقَانَا، وَنَدَّخِرُهَا (ندّخرها) لِأَهَاوِيلِ مَا
يَلْقَانَا، فَإِنَّهَا عَزِيمَةُ الْإِيمَانِ، وَفَاتِحَةُ الْإِحْسَانِ، وَمَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ،
وَمَدْحَرَةُ (مهلكة) الشَّيْطَانِ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ
بِالدِّينِ الْمَشْهُورِ، وَالْعَلَمِ الْمَأْثُورِ، وَالْكِتَابِ الْمَسْطُورِ، وَالنُّورِ السَّاطِعِ،
وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ، وَالْأَمْرِ الصَّادِعِ، إِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ، وَاحْتِجَاجاً بِالْبَيِّنَاتِ،
وَتَحْذِيراً بِالْآيَاتِ، وَتَخْوِيفاً بِالْمَثُلَاتِ، وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ (انحذم)
فِيهَا حَبْلُ الدِّينِ، وَتَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِينِ، وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ، وَتَشَتَّتَ
الْأَمْرُ، وَضَاقَ الْمَخْرَجُ، وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ، فَالْهُدَى خَامِلٌ، وَالْعَمَى شَامِلٌ.
عُصِيَ الرَّحْمٰنُ، وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ، وَخُذِلَ الْإِيمَانُ، فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ،
وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ (اعلامه)، وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ وَعَفَتْ شُرُكُهُ. أَطَاعُوا الشَّيْطَانَ
فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ، وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ، بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُهُ، وَقَامَ لِوَاؤُهُ،
فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا، وَوَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا وَقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا،
فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ، فِي خَيْرِ دَارٍ، وَشَرِّ جِيرَانٍ،
نَوْمُهُمْ سُهُودٌ (سهاد)، وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ، بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ،
وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ.[2]

و منها يعني آل النبي عليهم السلام[3]

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ، وَلَجَأُ أَمْرِهِ، وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ، وَمَوْئِلُ حُكْمِهِ، وَكُهُوفُ
كُتُبِهِ، وَجِبَالُ دِينِهِ، بِهِمْ أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ، وَأَذْهَبَ ارْتِعَادَ
فَرَائِصِهِ.[4]

و منها يعني قوما آخرين

زَرَعُوا الْفُجُورَ، وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ، وَحَصَدُوا الثُّبُورَ، لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَحَدٌ، وَلَا يُسَوَّى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ
نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَداً. هُمْ أَسَاسُ الدِّينِ، وَعِمَادُ الْيَقِينِ، إِلَيْهِمْ
يَفِيءُ الْغَالِي، وَبِهِمْ يُلْحَقُ التَّالِي، وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ

---

[1] کلمہ لا الٰہ الا اللہ اسلام کی بنیاد۔ ایمان کا امتیاز۔ تبلیغ کا آغاز اور رسول اکرم کا شعار ہے۔ یہ کلمہ کلمۂ تقویٰ بھی ہے اور کلمۂ نجات بھی۔ اس میں زندا رکھی ہے اور پہلوئے توکل بھی۔ اس پر اعتماد کرنے والا کسی بھی طاقت سے نہیں ڈرتا ہے اور اس کو صدقِ دل سے ادا کرنے والا ہر بڑی طاقت سے ٹکرا جاتا ہے۔

[2] صفین سے واپسی پر ان حقائق کا اظہار اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کل جس طرح آغاز بعثت میں کفار و مشرکین کا ماحول تھا اور رسول اکرم نے اس کی پروا کئے بغیر دین اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح آج جاہلیت پلٹ کر دوبارہ آگئی ہے اور میں اپنے فرض کو ادا کر رہا ہوں۔ شیطان آج بھی قابل اطاعت بنا ہوا ہے اور رحمان آج بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ آج کا کوفہ یا مدینہ بھی کل کے مکہ سے کم نہیں ہے وہی بہترین مکان اور وہی بدترین ہمسایہ۔ عالم بے ارزش اور جاہل مکرم و محترم!

[3] شیخ محمد عبدہ فرماتے ہیں کہ اسلام کے ضعف میں قوت اور اس کے خوف میں امن صرف اہلبیتؑ کے وجود کا کرشمہ ہے ورنہ پہاڑ کے بغیر زمین دین اپنی جگہ سے کھسک چکی ہوتی۔

[4] خطبہ کے آغاز میں رسول اکرمؐ کے دور کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ آخر خطبہ کی زمین ہموار کی جائے اس لئے اور اس منزل پر صدقاً نہیں کے دشمنوں کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے اور واضح کر دیا گیا ہے کہ ان پر ہمیشہ ہمارا احسان رہا ہے۔ یہ کبھی ہمارے برابر نہیں ہو سکتے ہیں ہم دین کی اساس اور یقین کے ستون محکم ہیں اور یہ سب اسلام کے بجائے "فتح مکہ کے استسلام" والے ہیں جن کا یقین سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ابوسفیان نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی نبوت کو ملک سے تعبیر کیا تھا اور یہ کہہ دیا تھا کہ توحید تو سمجھ میں آگئی ہے کہ دوسرا کوئی خدا ہوتا تو آج ہماری مدد ضرور کرتا لیکن رسالت اب بھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے اور اس میں ابھی تک شک و شبہ باقی ہے۔

جس کے لئے وہ کافی ہوجائے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس حمد کا پلہ ہر باوزن شے سے گراں تر ہے اور یہ سرمایہ ہر خزانہ سے زیادہ قیمتی ہے۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے (۵۱) اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ وہ گواہی ہے جس کے اخلاص کا امتحان ہو چکا ہے اور جس کا نچوڑ عقیدہ کا جزء بن چکا ہے۔ میں اس گواہی سے تا حیات وابستہ رہوں گا اور اسی کو روز قیامت کے ہولناک مراحل کے لئے ذخیرہ بناؤں گا۔
یہی ایمان کی مستحکم بنیاد ہے اور یہی نیکیوں کا آغاز ہے اور اسی میں رحمان کی مرضی اور شیطان کی تباہی کا راز مضمر ہے۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ انھیں پروردگار نے مشہور دین، ماثور نشانی، روشن کتاب، ضیاء پاش نور، چمکدار روشنی اور واضح امر کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ شبہات زائل ہو جائیں اور دلائل کے ذریعہ حجت تمام کی جاسکے، آیات کے ذریعہ ہوشیار بنایا جا سکے اور مثالوں کے ذریعہ ڈرایا جا سکے۔
یہ بعثت اس وقت ہوئی ہے جب لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جن سے ریسمان دین ٹوٹ چکی تھی۔ یقین کے ستون ہل گئے تھے۔ اصول میں شدید اختلاف تھا اور امور میں سخت انتشار۔ مشکلات سے نکلنے کے راستے تنگ و تاریک ہو گئے تھے۔ ہدایت گمنام تھی اور گمراہی برسر عام۔ رحمان کی معصیت ہو رہی تھی اور شیطان کی نصرت، ایمان یکسر نظر انداز ہو گیا تھا، اس کے ستون گر گئے تھے اور آثار ناقابل شناخت ہو گئے تھے، راستے مٹ گئے تھے اور شاہراہیں بے نشان ہو گئی تھیں۔ لوگ شیطان کی اطاعت میں اسی کے راستہ پر چل رہے تھے اور اسی کے چشموں پر وارد ہو رہے تھے۔ انھیں کی وجہ سے شیطان کے پرچم لہرا رہے تھے اور اس کے علم سربلند تھے۔ یہ لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے جنھوں نے انھیں پیروں تلے روند دیا تھا اور سموں سے کچل دیا تھا اور خود اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ لوگ فتنوں میں حیران و سرگرداں اور جاہل و فریب خوردہ تھے۔ پروردگار نے انھیں اس گھر (مکہ) میں بھیجا جو بہترین مکان تھا لیکن بدترین ہمسائے۔ جن کی نیند بیداری تھی اور جن کا سُرمہ آنسو۔ وہ سرزمین جہاں عالم کو لگام لگی ہوئی تھی اور جاہل محترم تھا (۵۲)

(۵۳) آلِ رسولِ اکرمؐ

یہ لوگ راز الٰہی کی منزل اور امر دین کا ملجاء و ماویٰ ہیں۔ یہی علم خدا کے مرکز اور حکم خدا کی پناہ گاہ ہیں۔ کتابوں نے یہیں پناہ لی ہے اور دین کے یہی کوہ گراں ہیں۔ انھیں کے ذریعہ پروردگار نے دین کی پشت کی کجی سیدھی کی ہے اور انھیں کے ذریعہ اس کے جوڑ بند کے رعشہ کا علاج کیا ہے (۵۴)

ایک دوسری قوم

ان لوگوں نے فجور کا بیج بویا ہے اور اسے غرور کے پانی سے سینچا ہے اور نتیجہ میں ہلاکت کو کاٹا ہے۔ یاد رکھو کہ آل محمدؐ پر اس امت میں کسی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ان لوگوں کو ان کے برابر قرار دیا جا سکتا ہے جن پر ہمیشہ ان کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہا ہے۔
آل محمدؐ دین کی اساس اور یقین کا ستون ہیں۔ ان سے آگے بڑھ جانے والا پلٹ کر انھیں کی طرف آتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا بھی انھیں سے آکر ملتا ہے۔ ان کے پاس حق ولایت کے خصوصیات ہیں اور انھیں کے درمیان پیغمبرؐ کی وصیت اور ان کی وراثت ہے۔

الْــوِلَايَةِ، وَفِــيهِمُ الْــوَصِيَّةُ وَالْــوِرَاثَــةُ، آلآنَ إِذْ رَجَــعَ الْحَــقُّ إِلَىٰ أَهْــلِهِ، وَنُــقِلَ إِلَىٰ مُــنْتَقَلِهِ!

۳

و من خطبة له (ﷺ)

وهي المعروفة بالشقشقية[۱]

و تشتمل على الشكوى من أمر الخلافة ثم ترجيح صبره

عنها ثم مبايعة الناس له

أَمَــا وَاللّٰــهِ لَــقَدْ تَــقَمَّصَهَا فُــلَانٌ (ابــن أبي قــحافه) وَ إِنَّــهُ لِــيَعْلَمُ أَنَّ مَحَــلِّي مِــنْهَا مَحَــلُّ الْقُــطْبِ مِــنَ الرَّحَــا. يَــنْحَدِرُ عَــنِّي السَّــيْلُ، وَ لَا يَــرْقَىٰ إِلَيَّ الطَّــيْرُ، فَسَــدَلْتُ دُونَهَــا ثَــوْباً، وَ طَــوَيْتُ عَــنْهَا كَشْــحاً. وَ طَــفِقْتُ أَرْتَــئِي بَــيْنَ أَنْ أَصُــولَ بِــيَدٍ جَــذَّاءَ (جــذّ) أَوْ أَصْــبِرَ عَــلَىٰ طَــخْيَةٍ (ظــلمة) عَــمْيَاءَ، يَهْــرَمُ فِــيهَا الْكَــبِيرُ، وَ يَشِــيبُ فِــيهَا الصَّــغِيرُ، وَ يَكْــدَحُ فِــيهَا مُــؤْمِنٌ حَــتَّىٰ يَــلْقَىٰ رَبَّــهُ!

ترجيح الصبر

فَــرَأَيْتُ أَنَّ الصَّــبْرَ عَــلَىٰ هَــاتَا أَحْــجَىٰ، فَــصَبَرْتُ وَ فِي الْــعَيْنِ قَــذًى، وَ فِي الْحَــلْقِ شَــجاً، أَرَىٰ تُــرَاثِي نَهْــباً، حَــتَّىٰ مَــضَىٰ الْأَوَّلُ لِسَــبِيلِهِ، فَأَدْلَىٰ بِهَــا إِلَىٰ فُــلَانٍ بَــعْدَهُ[۲]، ثُمَّ تَمَــثَّل بــقول الأعشى:

شَتَّانَ مَا يَوْمِي عَلَىٰ كُورِهَا　　　وَ يَوْمُ حَيَّانَ أَخِي جَابِرِ

فَــيَا عَــجَباً!! بَــيْنَا هُــوَ يَسْــتَقِيلُهَا فِي حَــيَاتِهِ إِذْ عَــقَدَهَا لِآخَــرَ بَــعْدَ وَفَــاتِهِ - لَشَــدَّ مَــا تَشَــطَّرَا[۳] ضَرْعَــيْهَا! فَــصَيَّرَهَا فِي حَــوْزَةٍ خَشْــنَاءَ يَــغْلُظُ كَــلْمُهَا (كــلامها)، وَ يَخْشُــنُ مَــسُّهَا، وَ يَكْــثُرُ الْــعِثَارُ فِــيهَا، وَ الْاِعْــتِذَارُ مِــنْهَا،

[۱] واضح رہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنینؑ کی طرف سے اظہارِ حق کا ایک لازمی اقدام تھا جس کا فریضہ ہر اس انسان پر عائد ہوتا ہے جو امت کو گمراہی سے بچانا چاہتا ہے اور مسلح اقدام کے حالات نہیں ہوتے ہیں۔ اس میں عہدہ چھن جانے کا صدمہ نہیں ہے بلکہ حق کے پامال ہو جانے کا صدمہ ہے اسی لئے آپ نے اپنی شخصیت اور کمالات کا ذکر کیا ہے اور حریف کے عیوب و نقائص کو شمار کرایا ہے ورنہ ملک دنیا اس علیؑ کی نگاہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے جو اسے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہو

[۲] اس خطبہ میں صبر، آنکھ میں کھٹک گلے میں استخوان میراث کی بربادی ایسے الفاظ اس امر کا واضح اعلان ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے خلفاء وقت کی بیعت کا تصور بھی نہیں کیا ہے اور وہ صرف حالات کے ساتھ چل کر بقدر امکان اسلام کا دفاع کرنا چاہتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسلام کی جہالت اور نااہلی سے بدنام ہو جائے اور اس کی عظمت خاک میں مل جائے۔

[۳] یہ تعبیر اس امر کا اعلان ہے کہ دوسری خلافت فرضی طور پر نازک حالات کا حل نہیں تھی بلکہ اس کا منصوبہ بہت پہلے سے بن چکا تھا اور دونوں نے مل کر طے کیا تھا کہ چند روزہ خلافت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رہے گی اس کے بعد مستقل اقتدار عمر بن الخطاب کو ملے گا جو ان کی سقیفہ کی زحمتوں کا حق المحنۃ ہوگا اور خاطر خواہ معاوضہ ہوگا۔

مصادر خطبہ ۳: الجمل شیخ مفیدؒ ص۶۲، فہرست نبی ص۱۲، فہرست ابن

اب جب کہ حق اپنے اہل کے پاس واپس آگیا ہے اور اپنی منزل کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔

۳۔ آپ کے ایک خطبہ کا حصّہ جسے شقشقیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے قمیص خلافت کو کھینچ تان کر پہن لیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ خلافت کی چکّی کے لئے میری حیثیت مرکزی کیل کی ہے۔ علم کا سیلاب میری ذات سے گذر کر نیچے جاتا ہے اور میری بلندی تک کسی کا طائر فکر بھی پرواز نہیں کر سکتا ہے۔ پھر بھی میں نے خلافت کے آگے پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی اور یہ سوچنا شروع کر دیا کہ کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کر دوں یا اسی بھیانک اندھیرے پر صبر کر لوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف ہو جائے اور بچہ بوڑھا ہو جائے اور مومن محنت کرتے کرتے خدا کی بارگاہ تک پہونچ جائے۔

تو میں نے دیکھا کہ ان حالات میں صبر ہی قرین عقل ہے تو میں نے اس عالم میں صبر کر لیا کہ آنکھوں میں مصائب کی کھٹک تھی اور گلے میں رنج و غم کے پھندے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ پہلے خلیفہ نے اپنا راستہ لیا اور خلافت کو اپنے بعد فلاں کے حوالے کر دیا۔ بقول اعشیٰ:

"کہاں وہ دن جو گذرتا تھا میرا اونٹوں پر۔ کہاں یہ دن کہ میں حیّان کے جوار میں ہوں"۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں استعفادے رہا تھا اور مرنے کے بعد کے لئے دوسرے کے لئے طے کر گیا۔ بیشک دونوں نے مل کر شدت سے اس کے تھنوں کو دوہا ہے اور اب ایک ایسی درشت اور سخت منزل میں رکھ دیا ہے جس کے زخم کاری ہیں اور جس کو چھونے سے بھی درشتی کا احساس ہوتا ہے۔ لغزشوں کی کثرت ہے اور معذرتوں کی بہتات۔!

خطبہ شقشقیہ کے بارے میں بعض متعصب اور ناانصاف مصنفین نے یہ فتنہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ خطبہ امیرالمومنینؑ کا نہیں ہے اور اسے سید رضیؒ نے حضرتؑ کے نام سے وضع کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے۔

روایت کے اعتبار سے اس کے ناقل حضرات میں وہ افراد بھی ہیں جو سید رضیؒ کی ولادت سے پہلے دنیا سے جا چکے ہیں اور درایت کے اعتبار سے یہ انداز تنقید و تظلّم صاحب مصیبت کے علاوہ دوسرا شخص اختیار ہی نہیں کر سکتا ہے اور ہر شخص کو اپنے اوپر وارد ہونے والے مصائب کے خلاف آواز اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ پھر جب کہ سارے واقعات تاریخ کے مسلمات میں بھی ہیں تو انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

خلیفہ اول کا زبردستی لباس خلافت پہن لینا اس اعتراف کے ساتھ کہ میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں میرے ساتھ ایک شیطان لگا رہتا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ حضرت علیؑ کا یہ مرتبہ کہ وہ علمی سیلاب کا سرچشمہ اور انسانی فکر سے بالاتر شخصیت ہیں۔ آپ کا خلافت سے کنارہ کش ہو کر صبر و تحمّل کی پالیسی پر عمل کرنا۔ ابوبکر کا استعفا کے اعلان کے بعد بھی عمر کو نامزد کر دینا اور دونوں کا مکمل طور پر خلافت سے استفادہ کرنا اور حضرت عمر کا درشت مزاج ہونا وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار کرنے والا نہیں پیدا ہوا ہے تو پھر کس بنیاد پر خطبہ کو جعلی یا وضعی قرار دیا جا رہا ہے اور کیوں حقائق کی پردہ پوشی کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے۔

فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ، وَ إِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ، فَمُنِيَ النَّاسُ -لَعَمْرُ اللّٰهِ- بِخَبْطٍ وَ شِمَاسٍ، وَ تَلَوُّنٍ وَ اعْتِرَاضٍ، فَصَبَرْتُ عَلَىٰ طُولِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ، حَتَّىٰ إِذَا مَضَىٰ لِسَبِيلِهِ جَعَلَهَا فِي جَمَاعَةٍ زَعَمَ أَنِّي أَحَدُهُمْ، فَيَا لَلّٰهِ[1] وَ لِلشُّورَىٰ! مَتَىٰ اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْأَوَّلِ مِنْهُمْ، حَتَّىٰ صِرْتُ أُقْرَنُ إِلَىٰ هٰذِهِ النَّظَائِرِ! لٰكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذْ أَسَفُّوا، وَ طِرْتُ إِذْ طَارُوا[2]، فَصَغَا رَجُلٌ مِنْهُمْ لِضِغْنِهِ، وَ مَالَ الْآخَرُ لِصِهْرِهِ، مَعَ هَنٍ وَ هَنٍ، إِلَىٰ أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجاً حِضْنَيْهِ، بَيْنَ نَثِيلِهِ وَ مُعْتَلَفِهِ، وَ قَامَ مَعَهُ بَنُو أَبِيهِ يَخْضَمُونَ مَالَ اللّٰهِ خِضْمَةَ الْإِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيعِ[4]، إِلَىٰ أَنِ انْتَكَثَ عَلَيْهِ فَتْلُهُ، وَ أَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ، وَ كَبَتْ بِهِ بِطْنَتُهُ!

مبايعة علي ﴿ع﴾

فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَ النَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ، يَنْثَالُونَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتَّىٰ لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ عِطْفَايَ (عطافي)، مُجْتَمِعِينَ حَوْلِي كَرَبِيضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ، وَ مَرَقَتْ أُخْرَىٰ، وَ قَسَطَ آخَرُونَ: كَأَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا اللّٰهَ سُبْحَانَهُ (فسق) يَقُولُ: «تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوّاً فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً، وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ» بَلَىٰ! وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوهَا وَ وَعَوْهَا، وَ لٰكِنَّهُمْ

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام میں شوریٰ کا قانون ہے اور مالک نے پیغمبرؐ کو بھی مشاورت کا حکم دیا ہے لیکن اس کا تعلق بندوں کے اپنے معاملات سے ہے "امرہم شوریٰ بینہم" پروردگار کے معاملہ میں بندوں سے مشورہ کرنا یا مشورہ دینا ایک عجیب و غریب اقدام ہے جسے کوئی صاحب عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔

(۲) یہ اس امر کا اعلان ہے کہ میں نے حکام وقت سے اتفاق نہیں کیا ہے صرف مصلحت کا رخ دیکھ کر رواداری کا برتاؤ کیا ہے۔

(۳) یہ سعد بن ابی وقاص ہے جو امیرالمومنینؑ کا دیرینہ دشمن تھا اور اسی دشمنی کی بنا پر یہ چاہتا تھا کہ کسی قیمت پر خلافت آپ کے حصہ میں نہ آنے پائے اور وہ شخص جسے رشتہ داری نے تباہ کیا تھا وہ عبدالرحمٰن بن عوف تھا جو حضرت عثمانؓ کا بہنوئی تھا اور اسے ان کی طرف داری کرنا لازم تھی۔

(۴) تاریخ سے باخبر افراد جانتے ہیں کہ بنی امیہ اور ان کے چشم و چراغ کی زندگی کا اس سے بہتر نقشہ ممکن نہیں ہے گویا کہ ایک انسان حلق سے لے کر آخری حصہ تک اس قدر کھا گیا ہے کہ پیٹ پھول گیا ہے اور پھر بھی ہوس پوری نہیں ہوئی ہے لہٰذا دوسرے افراد خاندان کو بھی شامل کر لیا ہے اور اس طرح شامل کر لیا ہے کہ جس حکم بن العاص کو رسولؐ اکرمؐ نے مدینہ سے نکال باہر کر دیا تھا اسے بھی واپس بلا کر تین لاکھ درہم کا تحفہ پیش کر دیا ہے۔ گویا کہ یہ رسول اکرمؐ کو مستقل ستانے کا انعام ہے جو دربار خلافت سے عطا کیا جا رہا ہے (تاریخ بلاذری) اس کے علاوہ اپنے داماد مروان بن الحکم کو ایک دن میں پانچ لاکھ کا عطیہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے بھائی حارث کو تین لاکھ درہم نقد اور زکوٰۃ کے سارے اونٹ بخش دیئے گئے ہیں اور بقول العقد الفرید عبداللہ بن مساعد کو ۴ لاکھ عنایت کئے ہیں اور ابوسفیان کو دو لاکھ (شرح ابن ابی الحدید) وغیرہ۔
سید قطب نے عدالت اجتماعیہ ص۲۱ پر ان تمام عطایا کا ذکر کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ ان مسائل کو اسلام کی نگاہ سے دیکھنے والا اس نتیجہ تک بہرحال پہنچ جاتا ہے کہ عثمان کے خلاف بغاوت روح اسلام کی پیداوار تھی اور اس میں کسی ظلم و ستم کا دخل نہیں تھا۔

اس کو برداشت کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ مہار کھینچ لے تو ناک زخمی ہو جائے اور ڈھیل دیدے تو ہلاکتوں میں کود پڑے۔ تو خدا کی قسم لوگ ایک کجروی، سرکشی، تلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور میں نے بھی سخت حالات میں طویل مدت تک صبر کیا یہانتک کہ وہ بھی اپنے راستہ چلا گیا لیکن خلافت کو ایک جماعت میں قرار دے گیا جن میں ایک مجھے بھی شمار کر گیا جب کہ میرا اس شوریٰ سے کیا تعلق تھا؟ مجھ میں پہلے دن کون سا عیب و ریب تھا کہ آج مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ ملایا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں نے انھیں کی فضا میں پرواز کی اور یہ نزدیک فضا میں اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا اور اونچے اڑے تو وہاں بھی ساتھ رہا مگر پھر بھی ایک شخص اپنے کینہ کی بنا پر مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی کی طرف جھک گیا اور کچھ اور بھی ناقابل ذکر اسباب و اشخاص تھے جس کے نتیجہ میں تیسرا شخص سرگین اور چارہ کے درمیان پیٹ پھلائے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اس کے اہل خاندان بھی کھڑے ہو گئے جو مال خدا کو اس طرح ہضم کر رہے تھے جس طرح اونٹ بہار کی گھاس کو چر لیتا ہے یہانتک کہ اس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اس کے اعمال نے اس کا خاتمہ کر دیا اور شکم پری نے منہ کے بل گرا دیا۔

اس وقت مجھے جس چیز نے دہشت زدہ کر دیا وہ یہ تھی کہ لوگ بجو کی گردن کے بال کی طرح میرے گرد جمع ہو گئے اور چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹ پڑے یہانتک کہ حسنؑ و حسینؑ کچل گئے اور میری ردا کے کنارے پھٹ گئے۔ یہ سب میرے گرد بکریوں کے گلہ کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے لیکن جب میں نے ذمہ داری سنبھالی اور اٹھ کھڑا ہوا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ دی اور دوسرا دین سے باہر نکل گیا اور تیسرے نے فسق اختیار کر لیا جیسے کہ ان لوگوں نے یہ ارشاد الٰہی سنا ہی نہیں ہے کہ "یہ دار آخرت ہم صرف ان لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو دنیا میں بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں اور عاقبت صرف اہل تقویٰ کے لئے ہے"۔ ہاں ہاں خدا کی قسم ان لوگوں نے یہ ارشاد سنا بھی ہے اور سمجھے بھی ہیں لیکن

لہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عثمانؓ کے تصرفات نے تمام عالم اسلام کو ناراض کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ انھیں نعثل یہودی قرار دے کر لوگوں کو قتل پر آمادہ کر رہی تھیں۔ طلحہ انھیں واجب القتل قرار دے رہا تھا۔ زبیر درپردہ قاتلوں کی حمایت کر رہا تھا لیکن ان سب کا مقصد امت اسلامیہ کو نااہل سے نجات دلانا نہیں تھا بلکہ آئندہ خلافت کی زمین کو ہموار کرنا تھا اور حضرت علیؑ اس حقیقت سے مکمل طور پر باخبر تھے۔ اسی لئے جب انقلابی گروہ نے خلافت کی پیشکش کی تو آپ نے انکار کر دیا کہ قتل کا سارا الزام اپنی گردن پر آجائے گا اور اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک تمام انصار و مہاجرین نے اس امر کا اقرار نہیں کر لیا کہ آپ کے علاوہ امت کا مشکلکشا کوئی نہیں ہے اور اس کے بعد بھی منبر رسولؐ پر بیٹھ کر بیعت لی تاکہ جانشینی کا صحیح مفہوم واضح ہو جائے۔ یہ اور بات ہے کہ اس وقت بھی سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر جیسے افراد نے بیعت نہیں کی اور حضرت عائشہ کو بھی جیسے ہی اس "حادثہ" کی اطلاع ملی انھوں نے عثمانؓ کی مظلومیت کا اعلان شروع کر دیا اور طلحہ و زبیر کی محرومی کا انتقام لینے کا ارادہ کر لیا۔ آپ کے حضرت علیؑ سے اختلاف کی ایک بنیاد یہ بھی تھی کہ حضورؐ نے اولاد علیؑ کو اپنی اولاد قرار دے دیا تھا اور قرآن مجید نے انھیں ابنائنا کا لقب دے دیا تھا اور حضرت عائشہ مستقل طور پر محروم اولاد تھیں لہٰذا ان میں یہ جذبۂ حسد پیدا ہونا ہی چاہیے تھا۔

حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِهِمْ، وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا!

أَمَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَبَرَأَ النَّسَمَةَ، لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ، وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ، وَمَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَلَّا يُقَارُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ، وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ، لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا، وَلَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا، وَلَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ!(۱)

قالوا: وقام إليه رجل من أهل السواد، عند بلوغه إلى هذا الموضع من خطبته، فناوله كتاباً (قيل: إن فيه مسائل كان يريد الإجابة عنها) فأقبل ينظر فيه (فلما فرغ من قراءته) قال له ابن عباس: يا أمير المؤمنين، لو اطّردت خطبتك من حيث أفضيت!

فَقَالَ: هَيْهَاتَ يَابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ!

قال ابن عباس: فواللّه ما أسفت على كلام قط كأسفي على هذا الكلام ألاّ يكون أمير المؤمنين ﴿عليه السلام﴾ بلغ منه حيث أراد.

قال الشريف رضي اللّه عنه: قوله ﴿عليه السلام﴾ «كراكب الصعبة إن أشنق لها خرم، وإن أسلس لها تقحم» يريد أنه إذا شدد عليها في جذب الزمام وهي تنازعه رأسها خرم أنفها، وإن أرخى لها شيئاً مع صعوبتها تقحمت به فلم يملكها، يقال: أشنق الناقة، إذا جذب رأسها بالزمام فرفعه، وشنقها أيضاً: ذكر ذلك ابن السكيت في «إصلاح المنطق»، وإنما قال: «أشنق لها» ولم يقل «أشنقها» لأنه جعله في مقابلة قوله «أسلس لها»، فكأنه ﴿عليه السلام﴾ قال: إن رفع لها رأسها بمعنى أمسكه عليها بالزمام.

٤

و من خطبة ﴿عليه السلام﴾

و هي من أفصح كلامه ﴿عليه السلام﴾ و فيها يعظ الناس و يهديهم من ضلالتهم

بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ،(۲) وَ تَسَنَّمْتُمْ ذُرْوَةَ الْعَلْيَاءِ، وَ بِنَا

(۱) اس مقام پر امیر المومنینؑ نے دو حقائق کا اعلان کیا ہے۔

۱۔ خلافت سے میری کنارہ کشی کسی خوف یا بزدلی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ میں نے حالات کا جائزہ لے کر مصلحت اسلام کے پیش نظر سکوت اختیار کیا تھا۔

موجودہ حالات میں میرا قیام بھی کسی طمع و حرص کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اب مجھ پر حجت تمام ہو چکی ہے اور یہ ایک عہد الٰہی ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے لہٰذا میرا قیام ضروری ہے۔

۲۔ دنیا میری نگاہ میں انتہائی بے ارزش اور بے قیمت ہے اور وہ میرے کسی اقدام کی بنیاد نہیں بن سکتی ہے۔ میں تو ہر وقت ٹھوکر مارنے کے لئے تیار ہوں لیکن پروردگار کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے کنارہ کشی بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

میرے کردار میں اور غرض مند افراد کے کردار میں یہی فرق ہے کہ وہ حالات کو ذاتی مصالح کے لئے استعمال کرتے ہیں اور میں اپنی مصلحت کو اس دنیا سے بالاتر تصور کرتا ہوں لہٰذا دنیا کو اسلامی مصالح کے لئے استعمال کرتا ہوں اور میرا اقدام ہمیشہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت میں ہوتا ہے۔

(۲) امیر المومنینؑ نے اپنا تعارف کسی دنیاوی شرف و کرامت کے ساتھ نہیں کرایا ہے بلکہ اپنے خدمات کو اپنے تعارف کا ذریعہ قرار دیا ہے تاکہ دنیا اس انداز گفتگو سے آشنا ہو جائے اور اس لہجہ میں بات کرنے کی کوشش کرے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ تاریکیوں سے نکالنے اور بلندیوں تک پہنچانے کا کام اسی گھرانے نے انجام دیا ہے اور اور سچی بات یہ ہے کہ "علیؑ" کے علاوہ اور بلندیوں تک لیجانے والا کون ہو سکتا ہے۔ یہ کام یا تو وہ پیغمبر کرے گا جو معراج کی بلندیوں تک جا چکا ہو یا وہ وصی انجام دے گا جسے رسول اکرمؐ کے دوش پر معراج حاصل ہو چکی ہو۔

مصادر خطبہ ۴ ارشاد شیخ مفیدؒ ص۱۴۷، المسترشد الطبری ص۹۵

دنیا ان کی نگاہوں میں آراستہ ہوگئی اور اس کی چمک دمک نے انھیں لبھالیا۔

آگاہ ہو جاؤ وہ خدا گواہ ہے جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور ذی روح کو پیدا کیا ہے کہ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی گردن پر ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے آخر کو اول ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا اور تم دیکھ لیتے کہ تمھاری دنیا میری نظر میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ بے قیمت ہے (۵۱)

ہ — کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر ایک عراقی باشندہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے آپ کو ایک خط دیا جس کے بارے میں خیال ہے کہ اس میں کچھ فوری جواب طلب مسائل تھے۔ چنانچہ آپ نے اس خط کو پڑھنا شروع کر دیا اور جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کی کہ حضور بیان جاری رہے؟ فرمایا کہ افسوس ابن عباس یہ تو ایک شقشقہ تھا جو ابھر کر دب گیا۔

(شقشقہ اونٹ کے منھ میں وہ گوشت کا لوتھڑا ہے جو غصہ اور ہیجان کے وقت باہر نکل آتا ہے۔)

ابن عباس کہتے ہیں کہ بخدا قسم مجھے کسی کلام کے ناتمام رہ جانے کا اس قدر افسوس نہیں ہوا جتنا افسوس اس امر پر ہوا کہ امیرالمومنینؑ اپنی بات پوری نہ فرما سکے اور آپ کا کلام ناتمام رہ گیا۔

. . . .

سید شریف رضیؒ فرماتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ کے ارشاد " ان اشنق لھا . . . . . . کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ناقہ پر مہار کھینچنے میں سختی کی جائے گی اور وہ سرکشی پر آمادہ ہو جائے گا تو اس کی ناک زخمی ہو جائے گی اور اگر ڈھیلا چھوڑ دیا جائے تو اختیار سے باہر نکل جائے گا۔ عرب " اشنق الناقہ " اسی موقع پر استعمال کرتے ہیں جب اس کے سر کو مہار کے ذریعہ کھینچا جاتا ہے اور وہ سر اٹھا لیتا ہے۔ اس کیفیت کو " شنقھا " سے بھی تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ ابن السکیت نے " اصلاح المنطق " میں بیان کیا ہے۔ لیکن امیرالمومنینؑ نے اس میں ایک لام کا اضافہ کر دیا ہے " اشنق لھا " تاکہ بعد کے جملہ " اسلس لھا " سے ہم آہنگ ہو جائے اور فصاحت کا نظام درہم برہم نہ ہونے پائے۔

۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جو فصیح ترین کلمات میں شمار ہوتا ہے اور جس میں لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے اور انھیں گمراہی سے ہدایت کے راستہ پر لایا گیا ہے۔

(طلحہ و زبیر کی بغاوت اور قتل عثمانؓ کے پس منظر میں فرمایا) تم لوگوں نے ہماری ہی وجہ سے تاریکیوں میں ہدایت کا راستہ پایا ہے اور بلندی کے کوہان پر قدم جمائے ہیں اور ہماری ہی وجہ سے اندھیری راتوں سے اجالے کی طرف باہر آئے ہو (۵۲)

أَفْجَرْتُمْ (انفجرتم) عَنِ السِّرَارِ وُقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ (يسمع) الْوَاعِيَةَ، وَ كَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ؟ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ. مَا زِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ، وَ أَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ، حَتَّى سَتَرَنِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ[۱]، وَ بَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ. أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُونَ وَ لَا دَلِيلَ، وَ تَحْتَفِرُونَ وَ لَا تُمِيهُونَ.

اَلْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ! عَزَبَ (غرب) رَأْيُ امْرِىءٍ تَخَلَّفَ عَنِّي! مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ! لَمْ يُوجِسْ مُوسَى[۲] (ع) خِيفَةً عَلَى نَفْسِهِ، بَلْ أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَ دُوَلِ الضَّلَالِ! اَلْيَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ. مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ!

سرار - مہینہ کی آخری راتیں جن کے بعد چاند نظر آتا ہے - گویا خلافتوں کے بعد امیرالمومنینؑ کی حیثیت اس چاند کی ہے جو تین اندھیری راتوں کے بعد برآمد ہوتا ہے اور قوم کے لئے عید کا پیغام لے کر آتا ہے -

(۱) امیرالمومنینؑ اور قوم کے درمیان ایک دینداری کی چادر تھی جو حائل ہوگئی تھی یا اس لئے کہ قوم دینداری کی طرف دیکھنا نہیں چاہتی تھی یا اس لئے کہ قوم نے دین کی چادر اوڑھ لی تھی اور حضرت اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے اور اس طرح درمیان میں ایک حجاب حائل ہوگیا تھا لیکن آپ دینی بصیرت سے حالات کا مکمل جائزہ لے رہے تھے -

(۲) یہ ان لوگوں کے حالات پر تنقید ہے جو ساری زندگی شک میں مبتلا رہے اور انھیں کبھی حق کا ایقان حاصل نہ ہوسکا - آپ نے اپنے سکوت کو جناب موسیٰ کے حالات سے تشبیہ دی ہے کہ موسیٰ کو اپنی حقانیت میں شک نہیں تھا اور نہ جادوگروں سے ہار جانے کا خطرہ تھا - خطرہ صرف یہ تھا کہ جاہل قوم جادو کو معجزہ نہ سمجھ بیٹھے اور بہک کر گمراہ نہ ہوجائے -

(۳) امیرالمومنینؑ نے اس عظیم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انقلابی تحریک کے لئے حالات کا تجزیہ بنیادی شرط ہوتا ہے اس کے بغیر انقلاب ناکام تو ہوسکتا ہے کارآمد نہیں ہوسکتا ہے

٥

و من خطبة له (ع)

لما قبض رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم و خاطبه العباس و ابو سفيان ابن حرب في أن يبايعا له بالخلافة

النهي عن الفتنة (ع)

أَيُّهَا النَّاسُ، شُقُّوا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ، وَ عَرِّجُوا عَنْ طَرِيقِ الْمُنَافَرَةِ، وَضَعُوا تِيجَانَ الْمُفَاخَرَةِ. أَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ، أَوِ اسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ آجِنٌ، وَ لُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا آكِلُهَا. وَ مُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ إِينَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ.

خلقه و علمه

فَإِنْ أَقُلْ يَقُولُوا: حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ، وَ إِنْ أَسْكُتْ[۳] يَقُولُوا:

میرا سکوت بالکل سرکار دوعالم کا مکہ کا سکوت تھا جہاں کفار و مشرکین نے مصائب و مظالم کے سارے ریکارڈ توڑ دئے تھے لیکن آپ نہایت خاموشی سے اپنا کام انجام دے رہے تھے اور کسی پر پتھر مارنے کا ارادہ بھی نہیں کیا بلکہ صبر و ضبط ہی سے کام لیتے رہے اور اسی کے نتیجہ میں ایک دم ساری فضا آواز اذان سے گونج اٹھی - میں بھی وقت اور حالات کو پہچانتا ہوں - وقت آجائے گا تو کسی مشورہ کا انتظار نہ کروں گا اور کسی کے مشورہ کی پرواہ بھی نہ کروں گا -

مصادر خطبہ ۵ تذکرۃ الخواص باب ششم ، احتجاج طبرسی ۱ ص۱۲۷ ، المحاسن والمساوی بیہقی ۲ ص۱۳۹

وہ کان بہرے ہوجائیں جو پکارنے والے کی آواز نہ سُن سکیں اور وہ لوگ بھلا دھیمی آواز کو کیا سُن سکیں گے جن کے کان بلند ترین آوازوں کے سامنے بھی بہرے ہی رہے ہوں۔ مطمئن دل وہی ہوتا ہے جو یاد الٰہی اور خوف خدا میں مسلسل دھڑکتا رہتا ہے۔ میں روز اول سے تمھاری غداری کے انجام کا انتظار کر رہا ہوں اور تمھیں فریب خوردہ لوگوں کے انداز سے پہچان رہا ہوں۔ مجھے تم سے دینداری کی چادر نے پوشیدہ کر دیا ہے لیکن صدق نیت نے میرے لئے تمھارے حالات کو آئینہ کر دیا ہے۔ میں نے تمھارے لئے گمراہی کی منزلوں میں حق کے راستوں پر قیام کیا ہے جہاں تم ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن کوئی راہنما نہ تھا اور کنواں کھودتے تھے لیکن پانی نصیب نہ ہوتا تھا۔

آج میں تمھارے لئے اپنی اس زبان خاموش کو گویا بنا رہا ہوں جس میں بڑی قوت بیان ہے۔ یاد رکھو کہ اس شخص کی رائے گم ہوگئی ہے جس نے مجھ سے روگردانی کی ہے۔ میں نے روز اول سے آج تک حق کے بارے میں کبھی شک نہیں کیا ہے۔ (میرا سکوت مثل موسیٰ ہے) موسیٰ کو اپنے نفس کے بارے میں خوف نہیں تھا۔ انھیں دربار فرعون میں صرف یہ خوف تھا کہ کہیں جاہل جادوگر اور گمراہ حکام عوام کی عقلوں پر غالب نہ آجائیں۔ آج ہم سب حق و باطل کے راستہ پر آمنے سامنے ہیں اور یاد رکھو جسے پانی پر اعتماد ہوتا ہے وہ پیاسا نہیں رہتا ہے۔

۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جو آپ نے وفات پیغمبر اسلامؐ کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا جب عباس اور ابوسفیان نے آپ سے بیعت لینے کا مطالبہ کیا تھا

ایہا الناس! فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں سے چیر کر نکل جاؤ اور منافرت کے راستوں سے الگ رہو۔ باہمی فخر و مباہات کے تاج اتار دو کہ کامیابی اسی کا حصّہ ہے جو اٹھے تو بال و پر کے ساتھ اٹھے ورنہ کرسی کو دوسروں کے حوالے کر کے اپنے کو آزاد کر لے۔ یہ پانی بڑا گندہ ہے اور اس لقمہ میں اچھو لگ جانے کا خطرہ ہے اور یاد رکھو کہ نا وقت پھل چننے والا ایسا ہی ہے جیسے نامناسب زمین میں زراعت کرنے والا۔

(میری مشکل یہ ہے کہ) میں بولتا ہوں تو کہتے ہیں کہ اقتدار کی لالچ رکھتے ہیں اور خاموش ہوجاتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔

لے امیرالمومنینؑ نے حالات کی وہ بہترین تصویر کشی کی ہے جس کی طرف ابوسفیان جیسے افراد متوجہ نہیں تھے یا سازشوں کا پردہ ڈالنا چاہتے تھے آپ نے واضح لفظوں میں فرما دیا کہ مجھے اس مطالبۂ بیعت اور وعدہ نصرت کا انجام معلوم ہے اور میں اس وقت قیام کو نا وقت قیام تصور کرتا ہوں جس کا کوئی مثبت نتیجہ نکلنے والا نہیں ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انسان پہلے بال و پر تلاش کر لے اس کے بعد اڑنے کا ارادہ کرے ورنہ خاموش ہو کر بیٹھ جائے کہ اسی میں عافیت ہے اور یہی تقاضائے عقل و منطق ہے۔ میں اس طعن و طنز سے بھی باخبر ہوں جو میرے اقدامات کے بارے میں استعمال ہو رہے ہیں لیکن میں کوئی جذباتی انسان نہیں ہوں کہ ان جملوں سے گھبرا جاؤں۔ میں مشیت الٰہی کا پابند ہوں اور اس کے خلاف ایک قدم آگے نہیں بڑھا سکتا ہوں۔

جَزِعَ مِنَ المَوتِ هَيْهَاتَ[1] بَعْدَ اللَّتَيَّا وَ الَّتِي وَاللّهِ لَابْنُ أَبِي طَالِبٍ آنَسُ بِالمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ أُمِّهِ، بَلِ انْدَمَجْتُ عَلَى مَكْنُونِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهِ لَاضْطَرَبْتُمْ اضْطِرَابَ الأَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ البَعِيدَةِ.

٦

و من كلام له (عليه السلام)

لما اشير عليه بان لا يتبع طلحة و الزبير و لا يرصد لهما القتال

و فيه يبين عن صفته بأنه (عليه السلام) لا يخدع

وَاللّهِ لَا أَكُونُ كَالضَّبُعِ: تَنَامُ عَلَى طُولِ اللَّدْمِ، حَتَّى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا، وَ يَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا، وَ لٰكِنِّي أَضْرِبُ بِالمُقْبِلِ إِلَى الحَقِّ المُدْبِرَ عَنْهُ، وَ بِالسَّامِعِ المُطِيعِ العَاصِيَ المُرِيبَ أَبَداً، حَتَّى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِي[2]. فَوَاللّهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوعاً عَنْ حَقِّي مُسْتَأْثَراً عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ حَتَّى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا[3].

٧

و من خطبة له (عليه السلام)

يذم فيها اتباع الشيطان

اِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِأَمْرِهِمْ مِلَاكاً وَ اتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكاً، فَبَاضَ وَ فَرَّخَ فِي صُدُورِهِمْ وَ دَبَّ وَ دَرَجَ فِي حُجُورِهِمْ فَنَظَرَ بِأَعْيُنِهِمْ، وَ نَطَقَ بِأَلْسِنَتِهِمْ، فَرَكِبَ بِهِمُ الزَّلَلَ، وَ زَيَّنَ لَهُمُ الخَطَلَ فِعْلَ مَنْ قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِي سُلْطَانِهِ، وَ نَطَقَ بِالبَاطِلِ عَلَى لِسَانِهِ[4].

(۱) امیر المومنینؑ جیسے بہادر پر خوف کا الزام جس نے اپنی جرأت کا اظہار شب ہجرت سے شروع کیا ہے اور اس کا سلسلہ اسلام کے آخری معرکہ تک برقرار رکھا ہے اور جس کی مدح میں آسمان نے لافتیٰ الا علیؑ کی آواز بلند کی ہے ۔ یقیناً ایک افسوسناک واقعہ ہے ۔

(۲) رسول اکرمؐ نے آپ کو ان تمام حالات کی اطلاع دیدی تھی جو انسانوں کے لئے ناقابل تصور تھے بھلا کون سوچ سکتا تھا کہ صحابہ کرام نفس رسولؐ سے انحراف کریں گے یا زوجۂ رسولؐ نفس رسولؐ کے مقابلہ میں میدان میں آجائیں گی یہی وہ حالات تھے جو انسان کے دل کو لرزا دینے والے تھے اور جن کا تحمل امیر المومنینؑ کے علاوہ کوئی انسان نہ کر سکتا تھا ۔

(۳) امیر المومنینؑ نے باغیوں کی سرکوبی کیلئے عراق کا ارادہ کیا تو بزدل اور مصلحت پرست افراد نے آپ کو مدینہ میں بیٹھنے کا مشورہ دیدیا ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ذلت آمیز مشورہ ہے اور میرے لئے قابل قبول نہیں ہے ۔ میں میدان جہاد میں قدم رکھوں گا اور باطل کو اس کی شرارت کا مزہ چکھاؤں گا ۔ میں نے بہت دنوں ظلم برداشت کیا ہے ۔ اب وقت آگیا ہے کہ ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے ۔

(۴) انسانی دنیا میں دو طرح کے کردار پائے جاتے ہیں ۔ ایک ایمانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جسے عین اللہ ید اللہ اور نفس اللہ کی منزل کہا جاتا ہے اور ایک شیطانی کردار ہوتا ہے جہاں انسان مکمل طور پر شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے کہ شیطان اس کے سینہ میں انڈے دیتا ہے اور اسی کی گود میں اپنے بچوں کو پالتا ہے اور پھر اسی کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسی کی زبان سے بولتا ہے ۔

انسانی دنیا میں ایسے کردار بھی ہمیشہ رہے ہیں جس کی طرف حضرت ابو بکرؓ نے بھی اشارہ کیا تھا کہ "انّ لی شیطانا" ایک شیطان برابر میرے ساتھ لگا رہتا ہے اور مجھے بہکاتا رہتا ہے یا جس کا مصداق وہ شامی سربراہ بھی تھا جس نے نفس رسولؐ پر سب و شتم کو سنت صحابہ کا درجہ دیدیا تھا اور نہ علیؑ کے کردار میں کونسا عمل باعث سب و شتم تھا ۔ ان کا علم یا ان کی شجاعت یا ان کا کرم یا ان کا پاکیزہ حسب نسب جس نے انھیں نفس رسولؐ اور مولود کعبہ کی منزل تک پہنچا دیا تھا ۔

مصادر خطبہ ۶ تاریخ طبری حوادث ۳۶ھ ۶ ص ۳۱۰ ، غریب الحدیث ابو عبید القاسم بن سلام ، صحاح جوہری (متوفی قبل اشاعت نہج البلاغہ) امالی طوسی ۱ ص ۵۲ ، الغریبین ابو عبید اللہ الہروی ، کامل ۳ ص ۱۲۶ ، ثمار القلوب ثعالبی ص ۴۰۳ ، المسترشد طبری ص ۱۲۰

مصادر خطبہ ۷ ربیع الابرار زمخشری جلد ۱ ورقہ ۱۰۹ - نہایہ فی غریب الحدیث ۲ ص ۵

افسوس اب یہ بات جب میں تمام مراحل دیکھ چکا ہوں خدا کی قسم ابوطالب کا فرزند موت سے اس سے زیادہ مانوس ہے جتنا بچہ سرچشمۂ حیات سے مانوس ہوتا ہے۔ البتہ میرے سینہ کی تہوں میں ایک ایسا پوشیدہ علم ہے جو مجھے مجبور کئے ہوئے ہے ورنہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح لرزنے لگو گے جس طرح گہرے کنوئیں میں رسی تھرتھراتی اور لرزتی ہے۔

۶۔ حضرت کا ارشاد گرامی

جب آپ کو مشورہ دیا گیا کہ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کا بندوبست نہ کریں

خدا کی قسم میں اس بجو[1] کے مانند نہیں ہو سکتا جس کا شکاری مسلسل کھٹکھٹاتا رہتا ہے اور وہ آنکھ بند کئے پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ گھات لگانے والا اسے پکڑ لیتا ہے۔ میں حق کی طرف آنے والوں کے ذریعہ انحراف کرنے والوں پر اور اطاعت کرنے والوں کے سہارے معصیت کار تشکیک کرنے والوں پر مسلسل ضرب لگاتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا آخری دن آجائے۔ خدا گواہ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے حق سے محروم رکھا گیا ہوں اور دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا ہے جب سے سرکار دو عالمؐ کا انتقال ہوا ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں شیطان کے پیروکاروں کی مذمت کی گئی ہے

ان لوگوں نے شیطان کو اپنے امور کا مالک و مختار بنا لیا ہے اور اس نے انھیں اپنا آلۂ کار قرار دے لیا ہے اور انھیں کے سینوں میں انڈے بچے[2] دئے ہیں اور وہ انھیں کی آغوش میں پلے بڑھے ہیں۔ اب شیطان انھیں کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور انھیں کی زبان سے بولتا ہے۔ انھیں لغزش کی راہ پر لگا دیا ہے اور ان کے لئے غلط باتوں کو آراستہ کر دیا ہے جیسے کہ اس نے انھیں اپنے کاروبار شریک بنا لیا ہو اور اپنے حرف باطل کو انھیں کی زبان سے ظاہر کرتا ہو۔

---

[1] بجو کو عربی میں ام عامر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے شکار کا طریقہ یہ ہے کہ شکاری اس کے گرد گھیرا ڈال کر زمین کو تھپتھپاتا ہے اور وہ اندر سوراخ میں گھس کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری اعلان کرتا ہے کہ ام عامر نہیں ہے اور وہ اپنے کو سویا ہوا ظاہر کرنے کے لئے پیر پھیلا دیتا ہے اور شکاری پیر میں رسی باندھ کر کھینچ لیتا ہے۔ یہ انتہائی احمقانہ عمل ہوتا ہے جس کی بنا پر بجو کو حماقت کی مثال بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ جہاد سے غافل ہو کر خانہ نشین ہو جانا اور شام کے لشکروں کو مدینہ کا راستہ بتا دینا ایک بجو کا عمل تو ہو سکتا ہے لیکن عقل کل اور باب مدینۃ العلم کا کردار نہیں ہو سکتا ہے۔

[2] شیطانوں کی تخلیق میں انڈے بچے ہوتے ہیں یا نہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر قابل تحقیق ہے لیکن حضرت کی مراد یہ ہے کہ شیاطین اپنے معنوی بچوں کو انسانی معاشرہ سے الگ کسی ماحول میں نہیں رکھتے ہیں بلکہ ان کی پرورش اسی ماحول میں کرتے ہیں اور پھر انھیں کے ذریعہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ شیاطین زمانہ اپنی اولاد کو مسلمانوں کی آغوش میں پالتے ہیں اور مسلمانوں کی اولاد کو اپنی گود میں پالتے ہیں تاکہ مستقبل میں انھیں مکمل طور پر استعمال کیا جا سکے اور اسلام کو اسلام کے ذریعہ فنا کیا جا سکے جس کا سلسلہ کل کے شام سے شروع ہوا تھا اور آج کے عالم اسلام تک جاری و ساری ہے۔

۸
و من كلام له (عليه السلام)

يعني به الزبير[١] في حال اقتضت ذلك و يدعوه للدخول في البيعة ثانية

يَزْعُمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ بِيَدِهِ، وَ لَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهِ، فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ، وَ ادَّعَى الْوَلِيجَةَ فَلْيَأْتِ عَلَيْهَا بِأَمْرٍ يُعْرَفُ؛ وَإِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيمَا خَرَجَ مِنْهُ.

۹
و من كلام له (عليه السلام)

في صفته و صفة خصومه و يقال إنها في اصحاب الجمل

وَ قَدْ أَرْعَدُوا وَ أَبْرَقُوا، وَ مَعَ هٰذَيْنِ الْأَمْرَيْنِ الْفَشَلُ؛ وَ لَسْنَا نُرْعِدُ حَتَّىٰ نُوقِعَ وَ لَا نُسِيلُ حَتَّىٰ نُمْطِرَ.

۱۰
و من خطبة له (عليه السلام)

يريد الشيطان او يكني به عن قوم

أَلَا وَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ جَمَعَ حِزْبَهُ، وَ اسْتَجْلَبَ خَيْلَهُ وَ رَجِلَهُ، وَ إِنَّ مَعِي لَبَصِيرَتِي: مَا لَبَّسْتُ عَلَىٰ نَفْسِي، وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ. وَ ايْمُ اللّٰهِ لَأُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضاً أَنَا مَاتِحُهُ! لَا يَصْدُرُونَ عَنْهُ، وَلَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ.[٢]

۱۱
و من كلام له (عليه السلام)

لابنه محمد[٣] بن الحنفية لما أعطاه الراية يوم الجمل

تَزُولُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ! عَضَّ عَلَىٰ نَاجِذِكَ. أَعِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ. تِدْ فِي الْأَرْضِ قَدَمَكَ. ارْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَ غُضَّ بَصَرَكَ وَ اعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ.

---

(١) دنیا کے چند ایک انتہائی افسوسناک اور شرمناک کرداروں میں سے ایک زبیر کا کردار بھی ہے جس نے رسول اکرمؐ کے بعد بیعت ابوبکرؓ سے انکار کرکے امیرالمومنینؑ کا مکمل طور پر ساتھ دیا اور حکومت وقت سے بظاہر مقابلہ بھی کیا۔ لیکن جیسے ہی خلیفہ دوم نے شوریٰ کے افراد میں اس کا نام لے لیا اسے یہ خوش فہمی پیدا ہوگئی کہ میں خود بھی خلافت کے قابل ہوں لہٰذا دوسرے کی حمایت کرنے کی کیا ضرورت ہے اور حضرت علیؑ سے الگ ہونے کے راستے تلاش کرنے لگا۔ ادھر حضرت عائشہ نے بھی نگاہ کرم ڈال دی اور مزید حوصلہ افزائی فرما دی جس کے بعد بغاوت کا اظہار بھی ضروری ہوگیا لیکن اس قدر جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں تھی کہ میں نے کبھی بیعت نہیں کی ہے اسی لئے جھوٹ کے بجائے منافقت کا سہارا لیا اور منافقت کا انجام بہرحال برا ہوتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت نے فرمایا کہ بیعت ثابت ہے اور دل سے بیعت نہ کرنے کا ثبوت درکار ہے اور چونکہ دل کے معاملات کا اثبات ناممکن ہے لہٰذا بیعت میں واپس آجانا ہی ضروری ہے۔

زبیر کے بیان سے اتنا ضرور واضح ہوگیا کہ اس قوم کے دل و زبان کی دنیا الگ الگ ہے تو کیا بھروسہ ہے کہ اس کا اسلام بھی خالی زبانی ہو اور دل نے ساتھ نہ دیا ہو جس کے قرائن تاریخ میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں۔

(٢) حقیقت امر یہ ہے کہ میدان جہاد حضرت علیؑ کا میدان ہے اور اس میدان میں ان کے سامنے کوئی دشمن دین و مذہب نہیں ٹھہر سکتا ہے اور کبھی اس طرف آگیا تو بچ کر جا نہیں سکتا ہے جو بعض دشمنان اسلام کا حشر ہوا یا دوبارہ آنے کا ارادہ نہیں کرسکتا ہے جو لشکر معاویہ کے بے غیرت افراد کا انجام ہوا جنھوں نے جان بچانے کے لئے ناقابل ذکر وسائل استعمال کئے اور پھر دوبارہ [illegible] کے مقابلہ میں آنے کا ارادہ نہیں کیا۔

(٣) محمد حنفیہ مولائے کائنات کے فرزند تھے۔ ان کی والدہ کا نام خولہ بنت جعفرؓ تھا جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تھیں اور گرفتار ہو کر آئی تھیں اور آپ نے انھیں آزاد کرکے ان سے عقد فرمالیا تھا اور محمد انھیں کی نسبت سے مشہور ہوگئے تھے۔ انتہائی بہادر اور فدائے اسلام و تابع تھے۔ کبھی اپنی امامت کا تصور بھی نہیں کیا اور واقعہ کربلا کے بعد امام زین العابدینؑ کے ساتھ حجر اسود کے پاس آکر ان کی امامت کا اعلان بھی کردیا تھا۔ جناب مختار کو انتقام کربلا کی اجازت ضرور دی تھی لیکن یہ بربنائے امامت نہیں تھا بلکہ امام سجادؑ کی مجبوری کی بنا پر تھا کہ وہ مسلح اقدام کی حمایت نہیں کرسکتے تھے۔ امیرالمومنینؑ انھیں اپنے [illegible] کے ذریعہ آنکھوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کا تحفظ کیا جاتا ہے۔

مصادر خطبہ ۸ [illegible] الجمل [illegible] واقدی

مصادر خطبہ ۹ الجمل واقدی - الجمل مفیدؒ ص۱۷۱ ، فتوح ابن اعثم

مصادر خطبہ ۱۰ ارشاد [illegible]

مصادر خطبہ ۱۱ نزہۃ الابصار المطاطری - ربیع الابرار زمخشری جزو چہارم باب القتل والشہادۃ

۸۔ آپ کا ارشاد گرامی زبیر کے بارے میں

جب ایسے حالات پیدا ہوگئے اور اسے دوبارہ بیعت کے دائرہ میں داخل کرنے کی ضرورت پڑی۔

زبیر کا خیال یہ ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے میری بیعت کی ہے اور دل سے بیعت نہیں کی ہے۔ تو بیعت کا تو بہر حال اقرار کر لیا ہے۔ اب صرف دل کے کھوٹ کا ادعا کرتا ہے تو اسے اس کا واضح ثبوت فراہم کرنا پڑے گا ورنہ اسی بیعت میں دوبارہ داخل ہونا پڑے گا جس سے نکل گیا ہے۔

۹۔ آپ کے کلام کا ایک حصّہ

جس میں اپنے اور بعض مخالفین کے اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے اور شاید اس سے مراد اہل جمل ہیں۔

یہ لوگ بہت گرجے اور بہت چمکے لیکن آخر میں ناکام ہی رہے جبکہ ہم اس وقت تک گرجتے نہیں ہیں جب تک دشمن پر ٹوٹ نہ پڑیں اور اس وقت تک لفظوں کی روانی نہیں دکھلاتے جب تک کہ برس نہ پڑیں۔

۱۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جس کا مقصد شیطان ہے یا شیطان صفت کوئی گروہ

آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے پیادہ و سوار سمیٹ لئے ہیں۔ لیکن پھر بھی میرے ساتھ میری بصیرت ہے۔ نہ میں نے کسی کو دھوکہ دیا ہے اور نہ واقعاً دھوکہ کھایا ہے اور خدا کی قسم میں ان کے لئے ایسے حوض کو چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا بھی میں ہی ہوں گا کہ یہ نہ نکل سکیں گے اور نہ پلٹ کر آسکیں گے۔

۱۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

اپنے فرزند محمد بن الحنفیہ سے (میدان جمل میں علم لشکر دیتے ہوئے)

خبردار پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تم نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسۂ سر اللہ کے حوالے کر دینا۔ زمین میں قدم گاڑ دینا۔ نگاہ آخر قوم پر رکھنا۔ آنکھوں کو بند رکھنا اور یہ یاد رکھنا کہ مدد اللہ ہی کی طرف سے آنے والی ہے۔

ل حیرت کی بات ہے کہ جو انسان ایسے فنون جنگ کی تعلیم دیتا ہو اسے موت سے خوفزدہ ہونے کا الزام دیدیا جائے۔ امیرالمومنینؑ کی مکمل تاریخ حیات گواہ ہے کہ آپ سے بڑا شجاع و بہادر کائنات میں نہیں پیدا ہوا ہے۔ آپ موت کو سرچشمۂ حیات تصور کرتے تھے جس کی طرف بچہ فطری طور پر ہمکتا ہے اور اسے اپنی زندگی کا راز تصور کرتا ہے۔ آپ نے صفین کے میدان میں وہ تیغ کے جوہر دکھلائے ہیں جس نے ایک مرتبہ پھر بدر و احد و خندق و خیبر کی یاد تازہ کر دی تھی اور یہ ثابت کر دیا تھا کہ یہ بازو ۲۵ سال کے سکوت کے بعد بھی شل نہیں ہوئے ہیں اور یہ فن حرب کسی مشق و مہارت کا نتیجہ نہیں ہے۔

محمد حنفیہ سے خطاب کرکے یہ فرمانا کہ "پہاڑ ہٹ جائیں تم نہ ہٹنا" اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی استقامت اس سے کہیں زیادہ پائیدار اور استوار ہے۔ دانتوں کو بھینچ لینے میں اشارہ ہے کہ اس طرح رگوں کے تناؤ پر تلوار کا وار اثر نہیں کرتا ہے۔ کاسۂ سر کو عاریت دیدینے کا مطلب یہ ہے کہ مالک زندہ رکھنا چاہے گا تو دوبارہ یہ سر واپس لیا جا سکتا ہے ورنہ بندہ نے تو اس کی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے۔ آنکھوں کو بند رکھنے اور آخر قوم پر نگاہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ سامنے کے لشکر کو مت دیکھنا۔ بس یہ دیکھنا کہ کہاں تک جانا ہے اور کس طرح صفوں کو پامال کر دینا ہے۔

آخری فقرہ جنگ اور جہاد کے فرق کو نمایاں کرتا ہے کہ جنگ جو اپنی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے اور مجاہد نصرت الٰہی کے اعتماد پر میدان میں قدم جماتا ہے اور جس کی خدا مدد کر دے وہ کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا ہے۔

١٢

و من كلام له (عليه السلام)

لما أظفره الله باصحاب الجمل، و قد قال له بعض أصحابه: و ددت أن أخي فلانا كان شاهدنا ليرى ما نصرك الله به على أعدائك

فقال له (عليه السلام): أَهَوَى أَخِيكَ مَعَنَا؟ فقال: نَعَم. قَالَ: فَقَدْ شَهِدَنَا، وَ لَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا أَقْوَامٌ (قوم) فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ، وَ أَرْحَامِ النِّسَاءِ، سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ وَ يَقْوَى بِهِمُ الْإِيمَانُ.[١]

١٣

و من كلام له (عليه السلام)

في ذم أهل البصرة بعد وقعة الجمل

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ، وَ أَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ،[٢] رَغَا فَأَجَبْتُمْ، وَ عُقِرَ فَهَرَبْتُمْ. أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَ عَهْدُكُمْ شِقَاقٌ، وَ دِينُكُمْ نِفَاقٌ، وَ مَاؤُكُمْ زُعَاقٌ وَ الْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مُرْتَهَنٌ بِذَنْبِهِ، وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ، كَأَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَ مِنْ تَحْتِهَا وَ غَرِقَ مَنْ فِي ضِمْنِهَا.

وَ فِي رِوَايَةٍ:[٣] وَ ايْمُ اللّٰهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتّٰى كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلٰى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِينَةٍ، أَوْ نَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ.

وَ فِي رِوَايَةٍ: كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ.

وَ فِي رِوَايَةٍ اخرى: بِلَادُكُمْ أَنْتَنُ بِلَادِ اللّٰهِ تُرْبَةً: أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَاءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَاءِ، وَ بِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ، الْمُحْتَبَسُ فِيهَا

---

(١) امیرالمومنینؑ کے جہاد کا ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ ہمیشہ اصلاب و ارحام پر بھی نگاہ رکھ کر تلوار چلاتے تھے۔ اور ان تمام چاہنے والوں کو شریک جہاد سمجھتے تھے جو ابھی اصلاب و ارحام میں تھے اور ان دشمنوں کو قتل نہیں کرتے تھے جن کے اصلاب سے کوئی مومن پیدا ہونے والا ہوتا تھا اور شائد اسی احتیاط کا اثر تھا کہ آج تک بدترین اصلاب سے بہترین افراد پیدا ہو رہے ہیں ورنہ کل اگر ذوالفقار نے عام تلواروں کا رنگ اختیار کر لیا ہوتا تو آج یہ سلسلہ ختم ہو چکا ہوتا اور شائد غیبت امام عصرؑ کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ قدرت اس وقت کا انتظار کر رہی ہے جب تمام صاحبان ایمان کفر کے صلب سے باہر آجائیں اور اس کے بعد ذوالفقار حیدری اپنی واقعی کاٹ کا مظاہرہ کرے۔

(٢) کس قدر ذلیل وہ انسان ہے جو جانور کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہے اور خطیب منبر سلونی کی آواز سننے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ یہ نتیجہ ہے اخلاق کی پستی۔ وعدہ و پیمان میں عہد شکنی اور دین میں نفاق کا۔ جس کے بعد انسان ہر انسانی قدر سے محروم ہو جاتا ہے۔

(٣) ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ بصرہ مولائے کائنات کے بعد دو مرتبہ غرق ہو چکا ہے۔ ایک مرتبہ القائم بامر اللہ کے زمانہ میں اور ایک مرتبہ قادر باللہ کے زمانہ میں اور دونوں مرتبہ مسجد جامع کا وہی نقشہ تھا جو امیرالمومنینؑ نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے۔ اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مالک کائنات نے امام علیہ السلام کو اس علم غیب سے نوازا تھا جو سوائے محبوب اور پسندیدہ افراد کے کسی اور کو نہیں دیا جاتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۲ المحاسن برقیؒ ۱ ص۲۶۲ (کتاب مصابیح الظلم)

مصادر خطبہ ۱۳ الاخبار الطوال دینوری ص۱۵۳، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۳۷۷ عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص۲۱۷، العقد الفرید ابن عبد ربہ ص۳۲۸ بحار مجلسیؒ، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی، ارشاد مفیدؒ ص۱۲۳، الجمل مفیدؒ ص۲۰۱، احتجاج طبرسی ص۲۵۰

۱۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب پروردگار نے آپ کو اصحاب جمل پر کامیابی عطا فرمائی اور آپ کے بعض اصحاب نے کہا کہ کاش ہمارا فلاں بھائی بھی ہمارے ساتھ ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ پروردگار نے کس طرح آپ کو دشمن پر فتح عنایت فرمائی ہے تو آپ نے فرمایا، کیا تیرے بھائی کی محبت بھی ہمارے ساتھ ہے؟ اس نے عرض کی بیشک! فرمایا تو وہ ہمارے ساتھ تھا اور ہمارے اس لشکر میں وہ تمام لوگ ہمارے ساتھ تھے جو ابھی مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحم میں ہیں اور عنقریب زمانہ انھیں منظر عام پر لے آئے گا اور ان کے ذریعہ ایمان کو تقویت حاصل ہوگی (۵۱)

۱۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

جس میں جنگ جمل کے بعد اہل بصرہ کی مذمت فرمائی ہے

افسوس تم لوگ ایک عورت کے سپاہی اور ایک جانور کے پیچھے چلنے والے (۵۲) تھے جس نے بلبلانا شروع کیا تو تم لبیک[۱] کہنے لگے اور وہ زخمی ہوگیا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تمھارے اخلاقیات پست۔ تمھارا عہد ناقابل اعتبار۔ تمھارا دین نفاق اور تمھارا پانی شور ہے۔ تمھارے درمیان قیام کرنے والا گویا گناہوں کے ہاتھوں رہن ہے اور تم سے نکل جانے والا گویا رحمت پروردگار کو حاصل کر لینے والا ہے۔ میں تمھاری اس مسجد کو اس عالم میں دیکھ رہا ہوں جیسے کشتی کا سینہ۔ جب خدا تمھاری زمین پر اوپر اور نیچے ہر طرف سے عذاب بھیجے گا اور سارے اہل شہر غرق ہو جائیں گے (۵۳)

(دوسری روایت میں ہے) خدا کی قسم تمھارا شہر غرق ہونے والا ہے یہاں تک کہ گویا میں اس کی مسجد کو ایک کشتی کے سینہ کی طرح یا ایک بیٹھے ہوئے شتر مرغ کی شکل میں دیکھ رہا ہوں۔

(تیسری روایت میں) جیسے پرندہ کا سینہ سمندر کی گہرائیوں میں۔

ایک روایت میں آپ کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے۔ تمھارا شہر خاک کے اعتبار سے سب سے زیادہ بدبودار ہے کہ پانی سے سب سے زیادہ قریب ہے اور آسمان سے سب سے زیادہ دور ہے۔ اس میں شر کے دس حصوں میں سے نو حصے پائے جاتے ہیں۔ اس میں مقیم گناہوں کے ہاتھوں گرفتار ہے۔

---

[۱] یہ دین اسلام کا ایک مخصوص امتیاز ہے کہ یہاں عذاب بدعملی کے بغیر نازل نہیں ہوتا ہے اور ثواب کا استحقاق عمل کے بغیر بھی حاصل ہو جاتا ہے اور عمل خیر کا دارومدار صرف نیت پر رکھا گیا ہے بلکہ بعض اوقات تو نیت مومن کو اس کے عمل سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے کہ عمل میں ریاکاری کے امکانات پائے جاتے ہیں اور نیت میں کسی طرح کی ریاکاری نہیں ہوتی ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ پروردگار نے روزہ کو صرف اپنے لئے قرار دیا ہے اور اس کے اجر و ثواب کی مخصوص ذمہ داری اپنے اوپر رکھی ہے کہ روزہ میں نیت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور نیت میں اخلاص کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے اور اخلاص نیت کا فیصلہ کرنے والا پروردگار کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

[۲] اہل بصرہ کا برتاؤ امیرالمومنین کے ساتھ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے اور جنگ جمل اس کا بہترین ثبوت ہے لیکن امیرالمومنینؑ کے برتاؤ کے بارے میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کا بیان ہے کہ "آپ نے ایک کریم انسان کا برتاؤ کیا اور بیت المال کا مال دوست اور دشمن دونوں کے مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ اور زخمیوں پر حملہ نہیں کیا" اور حد یہ ہے کہ قیدیوں کو کنیز نہیں بنایا بلکہ نہایت احترام کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا۔

(علیؑ و بنوہ طٰہٰ حسین)

بِذَنْبِهِ، وَ الْخَارِجُ بِعَفْوِ اللّٰهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهِ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَاءُ، حَتّٰى مَا يُرَىٰ مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ، كَأَنَّهُ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ[۱]

١٤

و من كلام له (عليه السلام)

في مثل ذلك

أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ، بَعِيدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ. خَفَّتْ عُقُولُكُمْ، وَ سَفِهَتْ حُلُومُكُمْ، فَأَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ، وَأُكْلَةٌ لِآكِلٍ، وَ فَرِيسَةٌ لِصَائِلٍ[۲].(صائل)

١٥

و من كلام له (عليه السلام)

فيما رده على المسلمين من قطائع عثمان

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ، وَ مُلِكَ (تملك) بِهِ الْإِمَاءُ، لَرَدَدْتُهُ: فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً. وَ مَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ، فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ.

١٦

و من كلام له (عليه السلام)

لما بويع في المدينة و فيها يخبر الناس بعلمه بما تؤول اليه احوالهم

و فيها يقسمهم الى اقسام

ذِمَّتِي بِمَا أَقُولُ رَهِينَةٌ وَ أَنَا بِهِ زَعِيمٌ إِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوَىٰ عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ. أَلَا وَ إِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ وَ الَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً[۳]

۱۔ ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ اُس دور کے جغرافیہ میں بصرہ سے زیادہ پست کوئی خطۂ زمین نہیں تھا جس کا انکشاف اہل فن نے آلات و وسائل سے کیا ہے اور امیرالمومنینؑ نے اپنے علم امامت کی بنیاد پر بیان کر دیا تھا جو آپ کے خصوصیات و امتیازات میں شامل ہے۔

۲۔ ظاہر ہے کہ جو قوم اس قدر بدبخت ہو کہ ہر تیرانداز کا نشانہ، ہر بھوکے کا لقمہ اور ہر شکاری کا شکار بن جائے اسے قبضہ میں کر لینا کوئی بڑا کام نہیں تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ امیرالمومنینؑ دوسرے افراد کی طرح قوموں کا استحصال و استعمال نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ انھیں عقل و شعور کی بلندیوں تک لے جانا چاہتے تھے اور یہ بات اہل بصرہ کے امکان سے باہر تھی۔ اسی لئے عائشہ نے اس سرزمین کا انتخاب کیا تھا اور اپنی بغاوت کا آغاز اسی علاقہ سے کیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک دن میں تیس ہزار کے لشکر میں سے ۱۷ یا ۲۰ ہزار گنوا بیٹھیں جبکہ امیرالمومنینؑ کے سپاہیوں میں سے صرف ۵۰۰ یا ۱۰۷۰ افراد کام آئے۔

۳۔ سرکار دو عالم کی بعثت کے وقت عالم عربیت ایک طویل جاہلیت کا شکار رہ چکا تھا اور اس کے دل و دماغ پر جاہلیت کے اثرات اس قدر گہرے ہو چکے تھے کہ ان کا زائل کرنا ممکن نہ تھا لیکن سرکار دو عالمؐ نے اپنی حکمت عملی سے حالات پر قابو حاصل کر لیا اور صورت حال کو یکسر تبدیل کر دیا۔ آج پھر وہی حالت پیدا ہے کہ سرکارؐ کے بعد امت ایک نئی جاہلیت کا شکار ہو گئی ہے اور اسلامی اقدار کا یکسر خاتمہ ہو گیا ہے۔ اب حالات کا قابو میں لانا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اس سلسلہ میں شدید ترین آزمائشوں سے گذرنا پڑے گا جس کا برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ۱۵ کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری۔ دعائم الاسلام قاضی نعمان، ص ۳۹۶، اثبات الوصیۃ مسعودی ص ۱۲۰

مصادر خطبہ ۱۶ البیان والتبیین ابوعثمان الجاحظ ۲ ص ۵۰، ۶۵، النہایۃ ابن الاثیر ۱ ص ۱۳۲، الارشاد مفیدؒ ص ۱۳۱، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۳۶، ۱ ص ۱۰، العقد الفرید ابن عبدربہ ۲ ص ۱۶۲، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۸۰، روضۃ الکافی و اصول الکافی الکلینیؒ ۱ ص ۳۶۵، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص ۱۱۱، قوت القلوب ابوطالب مکی ۱ ص ۲۹۰، کتاب الغیبۃ النعمانی ص ۱۰۷، اثبات الوصیۃ للمسعودی ص ۱۲۳، المسترشد ص ۱۲۵، الجمل للمفیدؒ ص ۳۶، الجمل للمدائنی، کتاب خطب علی للمدائنی۔

اور اس سے نکل جانے والا عفو الٰہی میں داخل ہو گیا۔ گویا میں تمہاری اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ پانی نے اسے اس طرح ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آرہا ہے اور وہ کنگرے بھی جس طرح پانی کی گہرائی میں پرندہ کا سینہ۔[1]

۱۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(ایسے ہی ایک موقع پر)

تمہاری زمین پانی سے قریب تر اور آسمان سے دور ہے۔ تمہاری عقلیں ہلکی اور تمہاری دانائی احمقانہ[1] ہے۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ، ہر بھوکے کا لقمہ اور ہر شکاری کا شکار ہو۔[2]

۱۵۔ آپ کے کلام کا ایک حصّہ

اس موضوع سے متعلق کہ آپ نے عثمانؓ کی جاگیروں کو مسلمانوں کو واپس دے دیا۔

خدا کی قسم اگر میں کسی[2] مال کو اس حالت میں پاتا کہ اسے عورت کا مہر بنا دیا گیا ہے یا کنیز کی قیمت کے طور پر دیدیا گیا ہے تو بھی اسے واپس کرا دیتا اس لئے کہ انصاف میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے اور جس کے لئے انصاف میں تنگی ہو اس کے لئے ظلم میں تو اور بھی تنگی ہو گی۔

۱۶۔ آپ کے کلام کا ایک حصہ

(اس وقت جب آپ کی مدینہ میں بیعت کی گئی اور آپ نے لوگوں کو بیعت کے مستقبل سے آگاہ کرتے ہوئے ان کی قسمیں بیان فرمائیں)

میں اپنے قول کا خود ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں اور جس شخص پر گذشتہ اقوام کی سزاؤں نے عبرتوں کو واضح کر دیا ہو اسے تقویٰ شبہات میں داخل ہونے سے یقیناً روک دے گا۔ آگاہ ہو جاؤ آج تمہارے لئے وہ آزمائشی دور پلٹ آیا ہے جو اس وقت تھا جب پروردگار نے اپنے رسولؐ کو بھیجا تھا۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا تھا کہ تم سختی کے ساتھ تہ و بالا کئے جاؤ گے۔[3]

---

[1] اس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے کہ کل جس زبان سے قتل عثمانؓ کا فتویٰ سنا تھا آج اسی سے انتقام خون عثمانؓ کی فریاد سن رہے ہیں اور پھر بھی اعتبار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایک اونٹ کی حفاظت پر ہزاروں جانیں قربان کر رہے ہیں اور سرکار دو عالمؐ کے اس ارشاد گرامی کا احساس تک نہیں ہے کہ میری ازواج میں سے کسی ایک کی سواری کو دیکھ کر حواٴب کے کتے بھونکیں گے اور وہ عائشہ ہی ہو سکتی ہیں۔

[2] تاریخ کا مسلمہ ہے کہ امیر المومنینؑ جب بیت المال میں داخل ہوتے تھے تو سوئی تاگا اور روٹی کے ٹکڑے تک تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد جھاڑو دے کر دو رکعت نماز ادا کرتے تھے تاکہ یہ زمین روز قیامت علیؑ کے عدل و انصاف کی گواہی دے اور اسی بنیاد پر آپ نے عثمانؓ کی عطا کردہ جاگیروں کو واپسی کا حکم دیدیا اور صدقہ کے اونٹ عثمانؓ کے گھر سے واپس منگوا لئے کہ عثمانؓ کسی قیمت پر زکوٰۃ کے مستحق نہیں تھے۔

اگرچہ بعض ہوا خواہان بنی امیہ نے یہ سوال اٹھا دیا ہے کہ یہ انتہائی بے رحمانہ برتاؤ تھا جہاں یتیموں پر رحم نہیں کیا گیا اور ان کے قبضہ سے مال لے لیا گیا۔ لیکن اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ ظلم اور شقاوت کا مظاہرہ اس نے کیا ہے جس نے غرباء و مساکین کا حق اپنے گھر میں جمع کر لیا ہے اور مال مسلمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ پھر یہ کوئی نیا حادثہ بھی نہیں ہے۔ کل پہلی خلافت میں یتیمۂ رسول اکرمؐ پر کب رحم کیا گیا تھا جو واقعاً فدک کی حقدار تھی اور اس کے بابا نے اسے یہ جاگیر حکم خدا سے عطا کر دی تھی۔ اولاد عثمانؓ تو حقدار بھی نہیں ہے اور کیا اولادِ عثمانؓ کا مرتبہ اولادِ رسولؐ سے بلند تر ہے یا ہر دور کے لئے ایک نئی شریعت مرتب کی جاتی ہے اور اس کا محور سرکاری مصالح اور جماعتی فوائد ہی ہوتے ہیں۔؟

وَ لَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً، وَ لَتُسَاطُنَّ سَوْطَ القِدْرِ حَتَّىٰ يَعُودَ أَسْفَلُكُمْ أَعْلاَكُمْ، وَ أَعْلاَكُمْ أَسْفَلَكُمْ، وَ لَيَسْبِقَنَّ سَابِقُونَ كَانُوا قَصَّرُوا، وَلَيُقَصِّرَنَّ سَبَّاقُونَ كَانُوا سَبَقُوا وَ اللّٰهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً وَ لاَ كَذَبْتُ كِذْبَةً، وَ لَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَ هٰذَا الْيَوْمِ. أَلاَ وَ إِنَّ الخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا، وَ خُلِعَتْ لُجُمُهَا، فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِي النَّارِ أَلاَ وَ إِنَّ التَّقْوَى مَطَايَا ذُلُلٌ، حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا وَ أُعْطُوا أَزِمَّتَهَا، فَأَوْرَدَتْهُمُ الجَنَّةَ. حَقٌّ وَ بَاطِلٌ، وَ لِكُلٍّ أَهْلٌ، فَلَئِنْ أَمِرَ البَاطِلُ لَقَدِيماً فَعَلَ، وَ لَئِنْ قَلَّ الحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَ لَعَلَّ، وَ لَقَلَّمَا أَدْبَرَ شَيْءٌ فَأَقْبَلَ![1]

قال السيد الشريف: وأقول: إنّ في هذا الكلام الأدنى من مواقع الإحسان ما لا تبلغه مواقع الاستحسان، و إنّ حظّ العجب منه أكثر من حظّ العجب به، و فيه - مع الحال الّتي وصفنا- زوائد من الفصاحة لا يقوم بها لسان و لا يطّلع فجّها إنسان و لا يعرف ما أقول إلّا من ضرب في هذه الصّناعة بحقّ، و جرى فيها على عرق. «و ما يعقلها إلّا العالمون».

و من هذه الخطبة و فيها يقسم الناس الى ثلاثة اصناف:

شُغِلَ مَنِ الجَنَّةُ وَ النَّارُ أَمَامَهُ سَاعٍ سَرِيعٌ نَجَا، وَ طَالِبٌ بَطِيءٌ رَجَا، وَ مُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوَىٰ. اَلْيَمِينُ وَ الشِّمَالُ مَضَلَّةٌ، وَ الطَّرِيقُ الوُسْطَىٰ هِيَ الجَادَّةُ عَلَيْهَا بَاقِي الكِتَابِ وَ آثَارُ النُّبُوَّةِ، وَ مِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ، وَ إِلَيْهَا مَصِيرُ العَاقِبَةِ. هَلَكَ مَنِ ادَّعَىٰ، وَ خَابَ مَنِ افْتَرَىٰ. مَنْ أَبْدَىٰ صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ وَ كَفَىٰ بِالْمَرْءِ جَهْلاً أَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهُ. لَا يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوَىٰ سِنْخُ أَصْلٍ، وَلَا يَظْمَأُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ. فَاسْتَتِرُوا فِي بُيُوتِكُمْ،[2] وَ أَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ، وَ التَّوْبَةُ مِنْ وَرَائِكُمْ،[3] وَلَا يَحْمَدْ حَامِدٌ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَلُمْ لَائِمٌ إِلَّا نَفْسَهُ.(ذنبه)

غربلہ - چھلنی سے چھاننا
سوط - پھینٹنا
وشمہ - کلمہ
خطایا جمع خطیئہ - گناہ
شمس جمع شموس - اڑیل گھوڑا
مطایا جمع مطیئۃ - جانور
ذلل جمع ذلول - رام کیا ہوا جانور
اَمِر - (میم کے زیر کے ساتھ) کثرت
مَضَلَّۃ - ہدایت کی ضد - گمراہی
صفحہ - چہرہ
سنخ الاصل - محل و مرکز

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی اقتدار کے جانے کے بعد اس کا واپس آنا آسان نہیں ہوتا ہے لیکن پھر بھی امکانات بہرحال باقی رہتے ہیں اسی لئے مولائے کائنات نے لفظ "قلّما" استعمال کیا ہے اور حق کے سلسلہ میں یہ کام بہرحال ہونے والا ہے جس کی خبر سرکار دو عالم نے بھی دی ہے اور جس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی پایا جاتا ہے "ولیمکنن لہم دینہم"

(۲) جو لوگ فتنوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور ادنی شبہات میں بھی بہک جانے کے امکانات رکھتے ہیں، ان کے لئے عافیت اسی میں ہے کہ گھر میں خاموش بیٹھ جائیں اور اپنے گھریلو مسائل کی اصلاح کریں۔ اصلاح عالم ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس کیلئے دوسرے افراد ہیں جن میں ہر طرح کے فتنہ کے مقابلہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور جو علم و فضل کے زیور سے مکمل طور پر آراستہ ہیں۔

(۳) اس مقام پر وراء سامنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح قرآن مجید نے جہنم کو "من ورائہم" سے تعبیر کیا ہے حالانکہ وہ آگے آنے والا ہے مقصد یہ ہے کہ توبہ گنہگار کے سامنے موجود ہے اور وہ اس کے ذریعہ اپنے گناہوں کے نتائج سے نجات حاصل کر سکتا ہے اور جب ایسا ہو جائے تو پروردگار کی حمد کرنا چاہئے کہ سارا کام اسی کی توفیق سے ہوا ہے اور اگر کام نہ ہو سکے تو اپنے نفس کی ملامت کرنی چاہئے کہ اس نے توبہ اور اصلاح عمل سے محروم رکھا ہے ورنہ رحمت الہی میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ اطاعت گذار اور معصیت کار دونوں کے لئے عام ہے اور کسی کو بھی محروم نہیں رکھنا چاہتی ہے۔

تمھیں باقاعدہ چھانا جائے گا اور دیگ کی طرح چمچے سے الٹ پلٹ کیا جائے گا یہاں تک کہ اسفل اعلیٰ ہو جائے اور اعلیٰ اسفل بن جائے اور جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ آگے بڑھ جائیں اور جو آگے بڑھ گئے ہیں وہ پیچھے آ جائیں۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے نہ کسی کلمہ کو چھپایا ہے اور نہ کوئی غلط بیانی کی ہے اور مجھے اس منزل اور اس دن کی پہلے ہی خبر دے دی گئی تھی۔

یاد رکھو کہ خطائیں وہ سرکش سواریاں ہیں جن پر اہل خطا کو سوار کر دیا جائے اور ان کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے اور وہ سوار کو لے کر جہنم میں پھاند پڑیں اور تقویٰ ان رام کی ہوئی سواریوں کے مانند ہے جن پر لوگ سوار کیے جائیں اور ان کی لگام ان کے ہاتھوں میں دے دی جائے تو وہ اپنے سواروں کو جنت تک پہونچا دیں۔

دنیا میں حق و باطل دونوں ہیں اور دونوں کے اہل بھی ہیں۔ اب اگر باطل زیادہ ہو گیا ہے تو یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو یہ بھی ہوتا رہا ہے اور اس کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی شے پیچھے ہٹ جانے کے بعد دوبارہ منظر عام پر آجائے (۱)

سید رضیؒ ۔۔۔! اس مختصر سے کلام میں اس قدر خوبیاں پائی جاتی ہیں جہاں تک کسی کی داد و تعریف نہیں پہونچ سکتی ہے اور اس میں حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے کہیں زیادہ ہے۔ اس میں فصاحت کے وہ پہلو بھی ہیں جن کو کوئی زبان بیان نہیں کر سکتی ہے اور ان کی گہرائیوں کا کوئی انسان ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ اور اس حقیقت کو وہی انسان سمجھ سکتا ہے جس نے فن بلاغت کا حق ادا کیا ہو اور اس کے رگ و ریشہ سے باخبر ہو ۔۔۔ اور ان حقائق کو اہل علم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ جس میں لوگوں کو تین حصوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

وہ شخص کسی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں رکھتا جس کی نگاہ میں جنت و جہنم کا نقشہ ہو۔ تیز رفتاری سے کام کرنے والا نجات پا لیتا ہے اور سست رفتاری سے کام کر کے جنت کی طلبگاری کرنے والا بھی امیدوار رہتا ہے لیکن کوتاہی کرنے والا جہنم میں گر پڑتا ہے۔ داہنے بائیں گمراہیوں کی منزلیں ہیں اور سیدھا راستہ صرف درمیانی راستہ ہے۔ اسی راستہ پر رہ جانے والی کتاب خدا اور نبوت کے آثار ہیں اور اسی سے شریعت کا نفاذ ہوتا ہے اور اسی کی طرف عاقبت کی بازگشت ہے۔ غلط ادعا کرنے والا ہلاک ہوا اور افترا کرنے والا ناکام و نامراد ہوا۔ جس نے حق کے مقابلہ میں سر نکالا وہ ہلاک ہو گیا اور انسان کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے اپنی ذات کا بھی عرفان نہ ہو۔ جو بنیاد تقویٰ پر قائم ہوتی ہے اس میں ہلاکت نہیں ہوتی ہے اور اس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کھیتی پیاس سے برباد نہیں ہوتی ہے۔ اب تم اپنے گھروں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ (۲) اور اپنے باہمی امور کی اصلاح کرو۔ توبہ تمھارے سامنے ہے (۳)۔ تعریف کرنے والے کا فرض ہے کہ اپنے رب کی تعریف کرے اور ملامت کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے نفس کی ملامت کرے۔

---

(۱) مالک کائنات نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے اور اس کی فطرت میں خیر و شر کا سارا عرفان ودیعت کر دیا ہے لیکن انسان کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ ان صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا ہے اور ہمیشہ اپنے کو بیچارہ ہی سمجھتا ہے جو جہالت کی بدترین منزل ہے کہ انسان کو اپنی ہی قدر و قیمت کا اندازہ نہ ہو سکے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

اپنی ہی ذات کا انسان کو عرفاں نہ ہوا — خاک پھر خاک تھی اوقات سے آگے نہ بڑھی

١٧

و من كلام له (عليه السلام)

في صفة من يتصدى للحكم بين الأمة و ليس لذلك بأهل[١]

و فيها: ابغض الخلائق الى الله صنفان

الصنف الاول: إِنَّ أَبْغَضَ الخَلائِقِ إِلَى اللّٰهِ رَجُلانِ: رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى نَفْسِهِ، فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، مَشْغُوفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ، وَ دُعَاءِ ضَلَالَةٍ، فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ افْتَتَنَ بِهِ، ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ، مُضِلٌّ لِمَنِ اقْتَدَى بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَ بَعْدَ وَفَاتِهِ، حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ، رَهْنٌ (رهين) بِخَطِيئَتِهِ.

الصنف الثاني: وَ رَجُلٌ قَمَشَ جَهْلاً مُوضِعٌ فِي جُهَّالِ الْأُمَّةِ عَادٍ (عادر) فِي أَغْبَاشِ الفِتْنَةِ، عَمٍ بِمَا فِي عَقْدِ الهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِماً وَ لَيْسَ بِهِ، بَكَّرَ (بكر) فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتَّى إِذَا ارْتَوَى مِنْ مَاءٍ آجِنٍ، وَ اكْتَثَرَ (اكتنز) مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ، جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِياً ضَامِناً لِتَخْلِيصِ مَا الْتَبَسَ عَلَى غَيْرِهِ، فَإِنْ نَزَلَتْ بِهِ إِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّأَ لَهَا حَشْواً رَثّاً مِنْ رَأْيِهِ، ثُمَّ قَطَعَ بِهِ، فَهُوَ مِنْ لَبْسِ الشُّبُهَاتِ فِي مِثْلِ نَسْجِ العَنْكَبُوتِ: لَا يَدْرِي أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ؛ فَإِنْ أَصَابَ خَافَ أَنْ يَكُونَ قَدْ أَخْطَأَ وَ إِنْ أَخْطَأَ رَجَا أَنْ يَكُونَ قَدْ أَصَابَ، جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ. عَاشٍ رَكَّابُ عَشَوَاتٍ لَمْ يَعَضَّ عَلَى العِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ. يَذْرِي الرِّوَايَاتِ ذَرْوَ الرِّيحِ الهَشِيمَ لَا مَلِيٌّ - وَاللّٰهِ - بِإِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ، وَلَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ بِهِ لَا يَحْسَبُ الْعِلْمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَهُ، وَلَا يَرَى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَباً لِغَيْرِهِ، وَإِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ،

جائر - راستہ سے ہٹا ہو
قصد السبیل - درمیانی راستہ
بدعت - دین میں غیر دین کا داخلہ
فتنہ - گمراہی
قمش - متفرقات کو جمع کرنا
مُوضِع (میم پر پیش ض پر زیر) تیز رفتار
عاد - تیز رفتار
اغباش - جمع غبش - تاریک
عم - اندھا - جاہل
بکر - صبح سویرے نکل پڑا
عقد الہدنہ - صلح و سلامتی کا معاہدہ
آجن - گندہ پانی جس کا رنگ و مزہ بدل جائے
حشو - زائد بلا فائدہ
رث - بوسیدہ و فرسودہ
خباط - اندھیروں میں چلنے والا
عاش - اندھیرے میں سفر کرنے والا۔
عشوات - عشوہ کی جمع - بلا راہنمائی کے عمل کرنا
ہشیم - تنکے
ملی - وہ شخص جو باقاعدہ کام کو سنبھال سکے۔
فوّض - تعریف اور فوض تفویض

(١) گمراہوں کی دو قسموں میں ایک کا تعلق عقائد اور افکار سے ہوتا ہے اور دوسرے کا تعلق اعمال و احکام سے۔ افکار کا گمراہ لوگوں کو عقائد میں گمراہ کرتا ہے اور اعمال کا گمراہ فیصلوں کی ذمہ داری لے لیتا ہے اور اسی فیصلہ کو دنیا سمیٹنے کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آیات کی مہمل تاویل کرتا ہے اور روایات کو تنکوں کی طرح اڑا دیتا ہے اور قیامت یہ ہے کہ اسے خود بھی اپنے فیصلوں کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ صرف اظہار اس کا کرتا ہے کہ گویا بالکل قطعی فیصلہ ممکن نہیں ہے۔

مصادر خطبہ ١٧ اصول کافی کلینیؒ ١ ص٥٥، قوت القلوب ابوطالب مکی ١ ص٢٩٠، الجمع بین الغریبین ہروی - النہایۃ ابن اثیر مادہ خبط، اصول مذہب قاضی نعمان ص١٣٥، امالی طوسیؒ ١ ص٢٤٠، احتجاج طبرسیؒ ١ ص٣٩٠، ارشاد مفیدؒ ص١٠٩، عیون الاخبار ابن قتیبہ ١ ص٦١، دعائم الاسلام ١ ص١١٨، المسترشد طبری ص٣، غریب الحدیث ابن قتیبہ۔

۱۷۔آپ کا ارشاد گرامی

(ان نااہلوں کے بارے میں جو صلاحیت کے بغیر فیصلہ کا کام شروع کر دیتے ہیں اور اسی ذیل میں دو بدترین اقسام مخلوقات کا ذکر بھی ہے)

قسم اول ۔ یاد رکھو کہ پروردگار کی نگاہ میں بدترین خلائق دو طرح کے افراد ہیں (۱)۔ وہ شخص جسے پروردگار نے اسی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور وہ درمیانی راستہ سے ہٹ گیا ہے۔ صرف بدعت کا دلدادہ ہے اور گمراہی کی دعوت پر فریفتہ ہے۔ یہ دوسرے افراد کے لئے ایک مستقل فتنہ ہے اور سابق افراد کی ہدایت سے بہکا ہوا ہے۔ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرنے والا ہے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ یہ دوسروں کی غلطیوں کا بھی بوجھ اٹھانے والا ہے اور ان کی خطاؤں میں بھی گرفتار ہے۔

قسم دوم ۔ وہ شخص جس نے جہالتوں (۲) کو سمیٹ لیا ہے اور انھیں کے سہارے جاہلوں کے درمیان دوڑ لگا رہا ہے۔ فتنوں کی تاریکیوں میں دوڑ رہا ہے اور امن و صلح کے فوائد سے یکسر غافل ہے۔ انسان نما لوگوں نے اس کا نام عالم رکھ دیا ہے حالانکہ اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صبح سویرے ان باتوں کی تلاش میں نکل پڑتا ہے جن کا قلیل ان کے کثیر سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب گندہ پانی سے سیراب ہو جاتا ہے اور مہمل اور بے فائدہ باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں کے درمیان قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور اس امر کی ذمہ داری لے لیتا ہے کہ جو امور دوسرے لوگوں پر مشتبہ ہیں وہ انھیں صاف کر دے گا۔ اس کے بعد جب کوئی مبہم مسئلہ آجاتا ہے تو اس کے لئے بے سود اور فرسودہ دلائل کو اکٹھا کرتا ہے اور انھیں سے فیصلہ کر دیتا ہے۔ یہ شبہات میں اسی طرح گرفتار ہے جس طرح مکڑی اپنے جالے میں پھنس جاتی ہے۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم ہے کہ صحیح فیصلہ کیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح کیا ہے تو بھی ڈرتا ہے کہ شائد غلط ہو۔ اور اگر غلط کیا ہے تو بھی یہ امید رکھتا ہے کہ شائد صحیح ہو۔ ایسا جاہل ہے جو جہالتوں میں بھٹک رہا ہو اور ایسا اندھا ہے جو اندھیروں کی سواری پر سوار ہو۔ نہ علم میں کوئی حتمی بات سمجھا ہے اور نہ کسی حقیقت کو پرکھا ہے۔ روایات کو یوں اڑا دیتا ہے جس طرح تیز ہوا تنکوں کو اڑا دیتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ یہ ان فیصلوں کے صادر کرنے کے قابل نہیں ہے جو اس پر وارد ہوتے ہیں اور اس کام کا اہل نہیں ہے جو اس کے حوالہ کیا گیا ہے۔ جس چیز کو ناقابل توجہ سمجھتا ہے اس میں علم کا احتمال بھی نہیں دیتا ہے اور اپنی پہونچ کے ماوراء کسی اور رائے کا تصور بھی نہیں کرتا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ واضح نہیں ہوتا ہے تو اسے چھپا دیتا ہے کہ اسے اپنی جہالت کا علم ہے۔

(۱) جاہل انسانوں کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ پروردگار انھیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور وہ جو چاہیں کریں کسی طرح کی کوئی پابندی نہ ہو حالانکہ درحقیقت یہ بدترین عذاب الٰہی ہے۔ انسان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ مالک اسے اپنے رحم و کرم کے سایہ میں رکھے ورنہ اگر اس سے توفیقات کو سلب کر کے اس کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ لمحوں میں فرعون، قارون، نمرود، یزید، حجاج اور متوکل بن سکتا ہے۔ اگرچہ اسے احساس یہی رہے گا کہ اس نے کائنات کا اقتدار حاصل کر لیا ہے اور پروردگار اس کے حال پر بہت زیادہ مہربان ہے۔

(۲) قاضیوں کی یہ قسم ہر دور میں رہی ہے اور ہر علاقہ میں پائی جاتی ہے۔ بعض لوگ گاؤں یا شہر میں اسی بات کو اپنا امتیاز تصور کرتے ہیں کہ انھیں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے اگرچہ ان میں کسی قسم کی صلاحیت نہیں ہے۔ یہی وہ قسم ہے جس نے دین خدا کو تباہ اور خلق خدا کو گمراہ کیا ہے اور یہی قسم شریح سے شروع ہو کر ان افراد تک پہونچ گئی ہے جو دوسروں کے مسائل کو بآسانی طے کر دیتے ہیں اور اپنے مسئلہ میں کسی طرح کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتے ہیں اور نہ کسی کی رائے کو سننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔

تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدِّمَاءُ، وَ تَعَجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيثُ. إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيشُونَ جُهَّالاً وَيَمُوتُونَ ضُلَّالاً، لَيْسَ فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَلَا سِلْعَةٌ أَنْفَقُ بَيْعاً وَلَا أَغْلَى ثَمَناً مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ، وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ، وَلَا أَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ[١]

١٨

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في ذم اختلاف العلماء في الفتيا

و فيه يذم أهل الرأي و يكل أمر الحكم في امور الدين للقرآن

ذم اهل الرأي

تَرِدُ عَلَى أَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِرَأْيِهِ، ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخِلَافِ قوله، ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ آرَاءَهُمْ جَمِيعاً - وَإِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ! وَنَبِيُّهُمْ وَاحِدٌ! وَكِتَابُهُمْ وَاحِدٌ! -أَفَأَمَرَهُمُ اللّٰهُ - سُبْحَانَهُ - بِالْاخْتِلَافِ فَأَطَاعُوهُ! أَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ!

الحكم للقرآن

أَمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ دِيناً نَاقِصاً فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلَى إِتْمَامِهِ! أَمْ كَانُوا شُرَكَاءَ لَهُ، فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا وَعَلَيْهِ أَنْ يَرْضَى؟ أَمْ أَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ دِيناً تَامّاً فَقَصَّرَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَبْلِيغِهِ وَأَدَائِهِ، وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ) وَقَالَ: (فِيهِ تِبْيَانٌ لِكُلِّ شَيْءٍ)[٢] وَ ذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضاً، وَأَنَّهُ لَا اخْتِلَافَ فِيهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافاً كَثِيراً). وَإِنَّ الْقُرْآنَ ظَاهِرُهُ أَنِيقٌ وَبَاطِنُهُ عَمِيقٌ، لَا تَفْنَى عَجَائِبُهُ، وَلَا تَنْقَضِي غَرَائِبُهُ، وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِهِ.

١٩

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

قاله للاشعث بن قيس و هو على منبر الكوفة يخطب، فمضى في بعض كلامه شيء اعترضه الأشعث فيه، فقال: ياامیرالمؤمنین، هذه علیک لالك، فخفض ﴿عليه السلام﴾ إليه بصره ثم قال:

عجّ ۔ بلند آواز سے فریاد کرنا
ابور ۔ وہ متاع جس کا بازار ختم ہو جائے
انفق ۔ وہ متاع جس کا بازار میں رواج ہو

(١) واضح رہے کہ آج کا دور امیرالمومنینؑ کے دور سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے اور شائد اس فریاد کا منشا بھی یہی تھا کہ ہر دور کا حاکم اس آواز کو سن لے لیکن افسوس کہ جن کانوں کو مصالح اور منافع نے بہرہ بنا دیا ہے وہ کوئی آواز حق نہیں سن سکتے ہیں ۔ معروف کا منکر اور منکر کا معروف ہو جانا اس دور میں شائد اُس دور سے کچھ زیادہ ہی واضح ہو چکا ہے بس انتظار اس وارث علیؑ کا ہے جو اس صورت حال کو تبدیل کرے اور ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل و انصاف سے معمور کر دے ۔

(٢) واضح رہے کہ یہ ساری تنقید ان افراد پر ہے جو قرآن و حدیث سے قطع نظر کر کے اپنی رائے اور پسند سے فتویٰ دیتے ہیں ورنہ کتاب و سنت کے سمجھنے میں اختلاف نظر ایک فطری امر ہے جسے نہ روکا جا سکتا ہے اور نہ اُس کی مذمت کی جا سکتی ہے ۔ امیرالمومنینؑ کا بار بار لفظ رائے کو دہرانا اسی نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب اہل رائے کے کارنامے ہیں اور ان میں کا حاکم سب کو صحیح قرار بھی دے سکتا ہے ورنہ استنباط احکام میں یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک فتویٰ لوح محفوظ کے مطابق ہوگا تو دوسرا اس کے خلاف ہوگا یہ اور بات ہے کہ مجتہد نے اپنے امکان بھر کوشش کر لی ہے تو گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا ۔ اگرچہ اس کا ثواب مطابق لوح محفوظ فتوے سے کچھ کم ضرور ہوگا ۔

مصادر خطبہ ۱۸ مطالب السئول طلحہ شافعی ۱ ص۱۴۱ ، احتجاج طبرسیؒ ص۱۳۹ ، دعائم الاسلام قاضی نعمان ۱ ص۹۳ ، بصائر الدرجات صفار ، مستدرک الوسائل روایت ابن اذینہ ۳ ص۱۷۴ ، البصائر والذخائر ابوحیان توحیدی ۱ ص۸

مصادر خطبہ ۱۹ اغانی ابوالفرج الاصفہانی (متوفی قبل اشاعت نہج البلاغہ بہ چہل و چار سال) ۸ ص۱۵۹

ناحق بہائے ہوئے خون اس کے فیصلوں کے ظلم سے فریادی ہیں اور غلط تقسیم کی ہوئی میراث چلا رہی ہے۔ میں خدا کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں ایسے گروہ کی جو زندہ رہتے ہیں تو جہالت کے ساتھ اور مر جاتے ہیں تو ضلالت کے ساتھ۔ ان کے نزدیک کوئی متاع کتاب خدا سے زیادہ بے قیمت نہیں ہے اگر اس کی واقعی تلاوت کی جائے اور کوئی متاع اس کتاب سے زیادہ قیمتی اور فائدہ مند نہیں ہے اگر اس کے مفاہیم میں تحریف کر دی جائے۔ ان کے لئے معروف سے زیادہ منکر کچھ نہیں ہے اور منکر سے زیادہ معروف کچھ نہیں ہے [۱]

۱۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(علماء کے درمیان اختلاف فتویٰ کے بارے میں اور اسی میں اہل رائے کی مذمت اور قرآن کی مرجعیت کا ذکر کیا گیا ہے)

مذمت اہل رائے ــــ ان لوگوں کا عالم یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس کسی مسئلہ کا فیصلہ آتا ہے تو وہ اپنی رائے سے فیصلہ کر دیتا ہے اور پھر یہی قضیہ بعینہٖ دوسرے کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد تمام قضاۃ اس حاکم کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انھیں قاضی بنایا ہے تو وہ سب کی رائے کی تائید کر دیتا ہے جب کہ سب کا خدا ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ تو کیا خدا ہی نے انھیں اختلاف کا حکم دیا ہے اور یہ اسی کی اطاعت کر رہے ہیں یا اس نے انھیں اختلاف سے منع کیا ہے مگر پھر بھی اس کی مخالفت کر رہے ہیں؟ یا خدا نے دین ناقص نازل کیا ہے اور ان سے اس کی تکمیل کے لئے مدد مانگی ہے یا یہ سب خود اس کی خدائی ہی میں شریک ہیں اور انھیں یہ حق حاصل ہے کہ یہ بات کہیں اور خدا کا فرض ہے کہ وہ قبول کرے یا خدا نے دین کامل نازل کیا تھا اور رسول اکرمؐ نے اس کی تبلیغ اور ادائیگی میں کوتاہی کر دی ہے جب کہ اس کا اعلان ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے اور اس میں ہر شے کا بیان موجود ہے [۲] اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اور اس میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے۔ یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو اس میں بے پناہ اختلاف ہوتا۔ یہ قرآن وہ ہے جس کا ظاہر خوبصورت اور باطن عمیق اور گہرا ہے۔ اس کے عجائب فنا ہونے والے نہیں ہیں اور تاریکیوں کا خاتمہ اس کے علاوہ اور کسی کلام سے نہیں ہو سکتا ہے۔

۱۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

جسے اس وقت فرمایا جب منبر کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے اور اشعث بن قیس نے ٹوک دیا کہ یہ بیان آپ خود اپنے خلاف دے رہے ہیں۔

آپ نے پہلے نگاہوں کو نیچا کر کے سکوت فرمایا اور پھر پُرجلال انداز سے فرمایا:

[۱] یاد رہے کہ امیر المومنینؑ نے مسئلہ کے تمام احتمالات کا سد باب کر دیا ہے اور اب کسی رائے پرست انسان کے لئے فرار کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور اسے مذہب میں رائے اور قیاس کو استعمال کرنے کے لئے ایک نہ ایک مہمل بنیاد کو اختیار کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر رائے اور قیاس کا کوئی جواز نہیں ہے۔

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي[1]، عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللهِ وَ لَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ! حَائِكٌ[2] ٱبْنُ حَائِكٍ! مُنَافِقٌ ٱبْنُ كَافِرٍ! وَاللهِ لَقَدْ أَسَرَكَ ٱلْكُفْرُ مَرَّةً وَ ٱلْإِسْلَامُ أُخْرَى(مرة)! فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ! وَ إِنَّ آمْرَأً دَلَّ عَلَىٰ قَوْمِهِ السَّيْفَ، وَ سَاقَ إِلَيْهِمُ ٱلْحَتْفَ، لَحَرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ ٱلْأَقْرَبُ، وَ لَا يَأْمَنَهُ ٱلْأَبْعَدُ!

قال السيد الشريف: يريد ﴿عليه السلام﴾ أنه أسر في الكفر مرة و في الإسلام مرة. و أما قوله: دل على قومه السيف: فأراد به حديثاً كان للأشعث مع خالد بن الوليد باليمامة، غرّ فيه قومه و مكر بهم حتى أوقع بهم خالد، وكان قومه بعد ذلك يسمونه «عرف النار» وهو اسم للغادر عندهم.

٢٠

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و فيه ينفر من الغفلة وينبه إلى الفرار لله

فَإِنَّكُمْ لَوْ قَدْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَ وَهِلْتُمْ، وَ سَمِعْتُمْ وَ أَطَعْتُمْ، وَ لٰكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا، وَ قَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ ٱلْحِجَابُ! وَ لَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ، وَ أُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ، وَ هُدِيتُمْ إِنِ آهْتَدَيْتُمْ، وَ بِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ: لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ ٱلْعِبَرُ، وَ زُجِرْتُمْ بِمَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ. وَ مَا يُبَلِّغُ عَنِ اللهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا ٱلْبَشَرُ.

٢١

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و هي كلمة جامعة للعظة و الحكمة

فَإِنَّ ٱلْغَايَةَ أَمَامَكُمْ، وَ إِنَّ وَرَاءَكُمُ ٱلسَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ. تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ.

قال السيد الشريف، أقول: إن هذا الكلام لو وزن، بعد كلام الله سبحانه و بعد كلام رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم، بكل كلام لمال به راجحاً، و برز عليه سابقاً. فأما قوله ﴿عليه السلام﴾: «تخففوا تلحقوا» فما سمع كلام أقل منه مسموعاً و لا أكثر منه محصولاً، و ما أبعد غورها من كلمة! و أنقع نطفتها من حكمة! و قد نبهنا في كتاب «الخصائص» على عظم قدرها و شرف جوهرها.

[1] امیرالمومنینؑ نہروان کے بعد تحکیم کی خرابیوں پر تبصرہ فرما رہے تھے کہ اشعث بن قیس نے کہدیا کہ یہ تو آپ اپنے ہی خلاف بول رہے ہیں کہ یہ سب محکم رائے کو قبول نہ کرنے کا انجام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ظالم تجھے کیا خبر ہے کہ یہ سب میری بات نہ ماننے اور تحکیم پر اصرار کرنے کا انجام ہے اور اس کے بعد اسے سخن باقی کی بنا پر حائک کے لقب سے تعبیر کیا اور حقیقت امر کے اعتبار سے منافق قرار دیدیا پھر اس کی غداری کی طرف بھی اشارہ فرمایا اور اسے مکمل طور پر ناقابل اعتبار قرار دیدیا لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان تمام باتوں کے باوجود وہ بخاری ۔ مسلم ترمذی ۔ نسائی اور ابن ماجہ سب کے راویان احادیث میں شامل ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی قوم سے غداری کے صلہ میں اپنی بہن ام فروہ کا عقد اسی سے کیا ہے اور اس کی بیٹی جعدہ امام حسنؑ کی قاتل ہے اور اس کا بیٹا محمد بن اشعث جناب مسلم کا قاتل ہے بلکہ کربلا کے قاتلوں میں بھی شامل ہے۔ اشعث کا اصل نام معدیکرب تھا لیکن بال پریشان ہونے کی وجہ سے اشعث کہا جانے لگا اور ظالم نے اسلام کی زلفوں کو بھی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے پریشان کر دیا۔

شیخ محمد عبدہ کا بیان ہے کہ "اشعث بن قیس امیرالمومنینؑ کے اصحاب میں اسی طرح شامل تھا جس طرح عبداللہ بن ابی سلول رسول اکرمؐ کے اصحاب میں اور دونوں رأس المنافقین کی حیثیت رکھتے تھے" اس ظالم نے صفین میں حکمین ماننے پر امیرالمومنینؑ کو مجبور کیا تھا اور اس نے عمرو عاص سے سازباز کر کے نیزوں پر قرآن بلند کرایا تھا۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حیالت (پارچہ بافی) ایک پیشہ ہے اور یمن میں اس کا رواج بہت تھا جہاں کا رہنے والا یہ اشعث بن قیس تھا لیکن ظاہر ہے کہ امیرالمومنینؑ کی تنقید صرف پیشہ کی بنیاد پر نہیں تھی ورنہ اگر تمام افراد یہ کام ترک کر دیں تو اولاد آدمؑ کو لباس بھی نصیب نہیں ہوگا۔ یہ ایک معنوی عمل کی طرف اشارہ ہے جو ظاہری پیشہ سے ملتا جلتا ہے۔

مصادر خطبہ ۲۰ اصول کافی کلینیؒ ۱ ص ۳۰۵

مصادر خطبہ ۲۱ خصائص شریف رضی ص ۸۶ ، تاریخ طبری ۵ ص ۱۵۷

تجھے کیا خبر کہ کون سی بات میرے موافق ہے اور کون سی میرے خلاف ہے۔ تجھ پر خدا اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت۔ تو سخن باف اور تانے بانے درست کرنے والے کا فرزند ہے۔ تو منافق ہے اور تیرا باپ کھلا ہوا کافر تھا۔ خدا کی قسم تو ایک مرتبہ کفر کا قیدی بنا اور دوسری مرتبہ اسلام کا۔ لیکن نہ تیرا مال کام آیا نہ حسب۔ اور جو شخص بھی اپنی قوم کی طرف تلوار کو راستہ بتلائے گا اور موت کو کھینچ کر لائے گا وہ اس بات کا حقدار ہے کہ قریب والے اس سے نفرت کریں اور دور والے اس پر بھروسہ نہ کریں۔

سید رضیؒ۔ امامؑ کا مقصد یہ ہے کہ اشعث بن قیس ایک مرتبہ دور کفر میں قیدی بنا تھا اور دوسری مرتبہ اسلام لانے کے بعد۔ تلوار کی رہنمائی کا مقصد یہ ہے کہ جب یمامہ میں خالد بن ولید نے چڑھائی کی تو اس نے اپنی قوم سے غداری کی اور سب کو خالد کی تلوار کے حوالہ کر دیا جس کے بعد سے اس کا لقب "عُرف النار" ہو گیا جو اس دور میں ہر غدار کا لقب ہوا کرتا تھا۔

۲۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

جس میں غفلت سے بیدار کیا گیا ہے اور خدا کی طرف دوڑ کر آنے کی دعوت دی گئی ہے

یقیناً جن حالات کو تم سے پہلے مرنے والوں نے دیکھ لیا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو پریشان و مضطرب ہو جاتے اور بات سننے اور اطاعت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے لیکن مشکل یہ ہے کہ ابھی وہ چیزیں تمہارے لئے پس حجاب ہیں اور عنقریب یہ پردہ اٹھنے والا ہے۔ بیشک تمھیں سب کچھ دکھایا جا چکا ہے اگر تم نگاہ بینا رکھتے ہو اور سب کچھ سنایا جا چکا ہے اگر تم گوش شنوا رکھتے ہو اور تمھیں ہدایت دی جا چکی ہے اگر تم ہدایت حاصل کرنا چاہو اور میں بالکل برحق کہہ رہا ہوں کہ عبرتیں تمہارے سامنے کھل کر آ چکی ہیں اور تمھیں اسقدر ڈرایا جا چکا ہے جو بقدر کافی ہے اور ظاہر ہے کہ آسمانی فرشتوں کے بعد الٰہی پیغام کو انسان ہی پہونچانے والا ہے۔

۲۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

جو ایک کلمہ ہے لیکن تمام موعظت و حکمت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے

بیشک منزل مقصود تمہارے سامنے ہے اور ساعت موت تمہارے تعاقب میں ہے اور تمھیں اپنے ساتھ لے کر چل رہی ہے۔ اپنا بوجھ[1] ہلکا کر لو تا کہ پہلے والوں سے ملحق ہو جاؤ کہ ابھی تمہارے سابقین سے تمہارا انتظار کرایا جا رہا ہے۔!

سید رضیؒ۔ اس کلام کو کلام خدا اور رسولؐ کے بعد کسی کلام کے ساتھ رکھ دیا جائے تو اس کا پلہ بھاری ہی رہے گا اور یہ سب سے آگے نکل جائے گا۔ "تخففوا تلحقوا" سے زیادہ مختصر اور بلیغ کلام تو کبھی دیکھا اور سنا ہی نہیں گیا ہے۔ اس کلمہ میں کس قدر گہرائی پائی جاتی ہے اور اس حکمت کا چشمہ کس قدر شفاف ہے۔ ہم نے کتاب خصائص میں اس کی قدر و قیمت اور عظمت و شرافت پر مکمل تبصرہ کیا ہے۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گناہ انسانی زندگی کے لئے ایک بوجھ کی حیثیت رکھتا ہے اور یہی بوجھ ہے جو انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتا ہے اور وہ اسی دنیا داری میں مبتلا رہ جاتا ہے ورنہ انسان کا بوجھ ہلکا ہو جائے تو تیز قدم بڑھا کر ان سابقین سے ملحق ہو سکتا ہے جو نیکیوں کی طرف سبقت کرتے ہوئے بلند ترین منزلوں تک پہونچ گئے ہیں۔

امیرالمومنینؑ کی دی ہوئی یہ مثال وہ ہے جس کا تجربہ ہر انسان کی زندگی میں برابر سامنے آتا رہتا ہے کہ قافلہ میں جس کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے وہ پیچھے رہ جاتا ہے اور جس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے وہ آگے بڑھ جاتا ہے۔ صرف مشکل یہ ہے کہ انسان کو گناہوں کے بوجھ ہونے کا احساس نہیں ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

چلنے نہ دیا بارِ گنہ نے پیدل   تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

۲۲

و من خطبة له (عليه السلام)

حين بلغه خبر الناكثين ببيعته

ذم الناكثين

أَلَا وَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ حِزْبَهُ،[1] وَ اسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ، لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ، وَ يَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ. وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَراً، وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَ بَيْنَهُمْ نَصِفاً.

يذم عملهم

وَ إِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ، وَ دَماً هُمْ سَفَكُوهُ: فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ، وَ لَئِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي، فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ، وَ إِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ، يَرْتَضِعُونَ أُمّاً قَدْ فَطَمَتْ، وَ يُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ. يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي! مَنْ دَعَا! وَ إِلَامَ أُجِيبَ! وَ إِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللهِ عَلَيْهِمْ وَ عِلْمِهِ فِيهِمْ.

فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ وَ كَفَى بِهِ شَافِياً مِنَ الْبَاطِلِ، وَ نَاصِراً لِلْحَقِّ! وَ مِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ! وَ أَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ! هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ! لَقَدْ كُنْتُ وَ مَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ! وَ إِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي، وَ غَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي.

۲۳

و من خطبة له (عليه السلام)

و تشتمل على تهذيب الفقراء بالزهد و تأديب الأغنياء بالشفقة

تهذيب الفقراء

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ إِلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ، فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ

(۱) قرآن مجید نے واضح طور پر دو طرح کے گروہوں کی نشاندہی کی ہے۔ ایک کا نام حزب اللہ ہے جس کا طریقہ کار اللہ، رسول اور مخصوص صاحبان ایمان کی ولایت و حکومت کا اقرار ہے اور ایک کا نام حزب الشیطان ہے جس کا اصول ذکر خدا سے غفلت اور یاد خدا سے محرومی ہے اور اس کے نتیجہ میں شیطان ان پر غالب آجاتا ہے اور اپنے اشاروں پر چلانے لگتا ہے۔

مولائے کائنات نے اہل جمل کو حزب الشیطان سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ انھوں نے اولیاء اللہ کی ولایت سے انکار کر دیا اور احکام الٰہی سے یکسر غافل ہو گئے۔ ان کے قائد نے گھر میں بیٹھنے کے حکم کو نظر انداز کر دیا اور ان کے لشکر نے "انفسنا" کی عظمت سے غافل ہو کر گویا سرکار دو عالم کے خلاف فوج کشی شروع کر دی۔

اس سلسلہ میں تین نمایاں کردار ہیں طلحہ، زبیر اور عائشہ ام المومنین کے بارے میں تاریخ کا بیان ہے کہ قتل عثمان رض کی تمام تر ذمہ داری انھیں افراد پر تھی۔ طلحہ کے بارے میں ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ یہ خود نقاب اوڑھ کر حضرت عثمانؓ کے گھر پر تیر باراں کر رہا تھا اور زبیر کے بارے میں ان کا بیان ہے کہ اس نے لوگوں کو قتل پر آمادہ کیا تو بعض افراد نے کہا کہ تمہارا بیٹا تو ان کی حفاظت کر رہا ہے۔ کہا کہ وہ بھی قتل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مگر عثمانؓ کو بہرحال قتل ہو جانا چاہئے اور حضرت عائشہ کا فتویٰ تو مشہور ہے کہ نعثل کو قتل کر دو۔ یہ کافر ہو گیا ہے۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان سے کس خون کا انتقام طلب کیا جا رہا ہے

مصادر خطبہ ۲۲ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۴، الغارات ہلال ثقفی۔ المسترشد طبری ص ۹۵، کشف المحجہ سید ابن طاؤسؒ ص ۱۷۳، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۶۲، مناقب خوارزمی ص ۱۱۶، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص ۱۷۱۔ ص ۱۲۷ ارشاد مفیدؒ ص ۱۲۰، الوافی کتاب الجہاد، الجمل للمفیدؒ ص ۱۳۸، الکافی ۵ ص ۵۳

مصادر خطبہ ۲۳ کافی ۲ ص ۲۹۴، العقد الفرید ۲ ص ۳۶۶، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۱، تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۴۹، ربیع الابرار باب الکسب والمال، کنز العمال ۸ ص ۲۲۵، تاریخ دمشق ابن عساکر، غریب الحدیث ورقہ ۱۸۳، نہایۃ ابن اثیر ۳ ص ۶۸، الجمع بین الغریبین ہروی، عیون الاخبار ۱ ص ۱۸۹، کافی ۲ ص ۱۲۳ باب صلہ رحم، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۹۷، تاریخ یعقوبی ۲ ص ۱۸۲

۲۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب آپ کو خبر دی گئی کہ کچھ لوگوں نے آپ کی بیعت توڑ دی ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا شروع کر دیا ہے اور فوج کو جمع کر لیا ہے تاکہ ظلم اپنی منزل پر پلٹ آئے اور باطل اپنے مرکز کی طرف واپس آجائے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے نہ مجھ پر کوئی سچا الزام لگایا ہے اور نہ میرے اور اپنے درمیان کوئی انصاف کیا ہے۔ یہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کر رہے ہیں جو خود انھوں نے نظر انداز کیا ہے اور اس خون کا تقاضا کر رہے ہیں جو خود انھوں نے بہایا ہے۔ پھر اگر میں ان کے ساتھ شریک تھا تو ان کا بھی تو ایک حصہ تھا اور وہ تنہا مجرم تھے تو ذمہ داری بھی انھیں پر ہے۔ بیشک ان کی عظیم ترین دلیل بھی انھیں کے خلاف ہے۔ یہ اس ماں سے دودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دودھ ختم ہو چکا ہے اور اس بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں جو مر چکی ہے[1]۔ ہائے کس قدر نامراد یہ جنگ کا داعی ہے[2]۔ کون پکار رہا ہے؟ اور کس مقصد کے لئے اس کی بات سنی جا رہی ہے؟ میں اس بات سے خوش ہوں کہ پروردگار کی حجت ان پر تمام ہو چکی ہے اور وہ ان کے حالات سے باخبر ہے۔

اب اگر ان لوگوں نے حق کا انکار کیا ہے تو میں انھیں تلوار کی باڑھ عطا کر دوں گا کہ وہی باطل کی بیماری سے شفا دینے والی اور حق کی واقعی مددگار ہے۔ حیرت انگیز بات ہے کہ یہ لوگ مجھے نیزہ بازی کے میدان میں نکلنے اور تلوار کی جنگ سہنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ رونے والیاں ان کے غم میں روئیں۔ مجھے تو کبھی بھی جنگ سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا ہے اور نہ میں شمشیر زنی سے مرعوب ہوا ہوں۔ میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے منزل یقین پر ہوں اور مجھے دین کے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے۔

۲۳۔ آپ کے ایک خطبہ کا ایک حصہ

جس میں فقراء کو زہد اور سرمایہ داروں کو شفقت کی ہدایت دی گئی ہے۔

امابعد! ـ انسان کے مقسوم میں کم یا زیادہ جو کچھ بھی ہوتا ہے اس کا امر آسمان سے زمین کی طرف بارش کے قطرات کی طرح نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے پاس اہل و مال یا نفس کی فراوانی دیکھے تو اس کے لئے فتنہ نہ بنے۔

---

[1] تاریخ کا مسلہ ہے کہ عثمانؓ نے اپنے دور حکومت میں اپنے پیشرو تمام حکام کے خلاف اقرباپرستی اور بیت المال کی بے بنیاد تقسیم کا بازار گرم کر دیا تھا اور یہی بات ان کے قتل کا بنیادی سبب بن گئی۔ ظاہر ہے کہ ان کے قتل کے بعد یہ بدعت بھی مردہ ہو چکی تھی لیکن طلحہ نے امیرالمومنینؑ سے بصرہ کی گورنری اور زبیر نے کوفہ کی گورنری کا مطالبہ کر کے پھر اس بدعت کو زندہ کرنا چاہا جو ایک امام معصومؑ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا ہے چاہے اس کی کتنی ہی بڑی قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔

[2] ابن ابی الحدید کے نزدیک داعی سے مراد طلحہ، زبیر اور عائشہ ہیں جنھوں نے آپؑ کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکائی تھی لیکن انجام کار سب کو ناکام اور نامراد ہونا پڑا اور کوئی نتیجہ ہاتھ نہ آیا جس کی طرف آپؑ نے تحقیر آمیز لہجہ میں اشارہ کیا ہے اور صاف واضح کر دیا ہے کہ میں جنگ سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ تلوار میرا تکیہ ہے اور یقین میرا سہارا۔ اس کے بعد مجھے کس چیز سے خوفزدہ کیا جا سکتا ہے۔

غَفِيرَةً فِي أَهْلٍ أَوْ مَالٍ أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً؛ فَإِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ (تطهر) فَيَخْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَت، وَ يُغْرَىٰ بِهَا لِئَامُ النَّاسِ، كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ، وَ يُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ. وَكَذٰلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِيءُ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللهِ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ: إِمَّا دَاعِيَ اللهِ فَمَا عِنْدَاللهِ خَيْرٌ لَهُ، وَ إِمَّا رِزْقَ اللهِ فَإِذَا هُوَ ذُو أَهْلٍ وَ مَالٍ، وَ مَعَهُ دِينُهُ وَ حَسَبُهُ. وَ إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْثُ الدُّنْيَا، وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ الْآخِرَةِ، وَ قَدْ يَجْمَعُهُمَا اللهُ تَعَالَى لِأَقْوَامٍ[1]، فَاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ (شخصه)، وَ اخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ بِتَعْذِيرٍ، وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ وَلَا سُمْعَةٍ[2]؛ فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ يَكِلْهُ اللهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ. نَسْأَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ، وَ مُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ، وَ مُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ.

تاديب الاغنياء.

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ - وَ إِنْ كَانَ ذَا مَالٍ - عَنْ عِتْرَتِهِ (عشيرته)، وَدِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ، وَ هُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَيْطَةً مِنْ وَرَائِهِ، وَ أَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهِ، وَ أَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ. وَ لِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يَرِثُهُ غَيْرُهُ.

و منها: أَلَا لَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ أَهْلَكَهُ؛ وَ مَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ، فَإِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ، وَ تُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ؛ وَ مَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ(المحبة)

قال السيد الشريف: أقول: الغفيرة ها هنا الزيادة و الكثرة. من قولهم للجمع الكثير: الجم الغفير، و الجماء الغفير. و يروى «عفوة من اهل او مال» و العفوة؛ الخيار من

(١) جب یہ بات طے شدہ ہے کہ رزق کا کاروبار پروردگار کے ہاتھوں میں ہے اور اس نے رزق کا وعدہ کیا ہے اور وہی عطا کرنے والا ہے اور اس نے واضح لفظوں میں اعلان کر دیا ہے کہ "تمہارا رزق بھی آسمانوں میں محفوظ ہے اور تمہارے ہر وعدہ کا سامان آسمان میں موجود ہے۔ تو دوسرے کے مال پر نظر لگانا یا پروردگار کے نظام تقسیم پر عدم اعتماد ہے یا اسے غفلت کا مورد الزام ٹھہرانا ہے اور یہ دونوں باتیں مسلمان کے عقیدہ کے خلاف ہیں لہٰذا مسلمان نہ حرص پیدا کر سکتا ہے اور نہ حسد کو جگہ دے سکتا ہے۔ اسلامی کردار یہ ہے کہ وعدہ الٰہی پر بھروسہ کیا جائے اور خیانت سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا جائے۔ خدا چاہے تو دین و دنیا دونوں عطا کر سکتا ہے۔ اس کے خزانۂ غیب میں کوئی کمی نہیں ہے۔

انسان کی ذمہ داری اعمال میں احتیاط اور اخلاص ہے کہ اگر ذرہ برابر ریاکاری پیدا ہو گئی تو پروردگار اجر سے محروم کر کے اسی کے حوالہ کر دے گا جس کے لئے عمل انجام دیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کے کام آنے والا نہیں ہے وہ نفسی نفسی کا دن ہوگا ہر شخص اپنے حال میں پریشان ہوگا۔ دوسرے کی پریشانی پر کون نظر کرے گا۔ اس دن تو وہی افراد کام آسکتے ہیں جنھیں اپنے اعمال اور حساب کی پریشانی نہ ہو ورنہ قوم۔ قبیلہ۔ خاندان کوئی کام آنے والا نہیں ہے انسان کوشش کرے کہ روز قیامت ان نیک بندوں کی رفاقت حاصل ہو جائے جو اس دن بھی کام آسکتے ہیں اور جن کی شفاعت بخشش کا سہارا بن سکتی ہے اور یہ تین ہی طرح کے افراد ہیں۔ انبیاء کرام۔ اولیاء اللہ اور شہداء راہ خدا انھوں نے وہ کردار انجام دیا ہے جو خود ان کے بھی کام آنے والا ہے اور دوسروں کے بھی کام آنے والا ہے۔

(٢) واضح رہے کہ عمل کی تباہی صرف ریاکاری میں نہیں ہوتی ہے بلکہ دکھانے ہی کی طرح سنانے کا جذبہ بھی ہے کہ انسان اس امید کے ساتھ عمل انجام دے کہ اس کی آواز دور تک پہنچ جائے گی تو یہ جذبہ بھی اسی طرح عمل کو برباد کر دیتا ہے جس طرح ریاکاری اور دکھاوے کا جذبہ عمل کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے!

کہ مرد مسلم کے کردار میں اگر ایسی پستی نہیں ہے جس کے ظاہر ہو جانے کے بعد جب بھی اس کا ذکر کیا جائے اس کی نگاہ شرم سے جھک جائے اور پست لوگوں کے حوصلے اس سے بلند ہو جائیں تو اس کی مثال اس کامیاب جواری کی ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی مرحلہ میں کامیابی کا انتظار کرتا ہے جس سے فائدہ حاصل ہو اور گزشتہ فساد کی تلافی ہو جائے۔

یہی حال اس مرد مسلمان کا ہے جس کا دامن خیانت سے پاک ہو کہ وہ ہمیشہ پروردگار سے دو میں سے ایک نیکی کا امیدوار رہتا ہے یا داعی اجل آجائے تو جو کچھ اس کی بارگاہ میں ہے وہ اس دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے یا رزق خدا حاصل ہو جائے تو وہ صاحب اہل و مال بھی ہوگا اور اس کا دین اور وقار بھی برقرار رہے گا۔ یاد رکھو مال اور اولاد دنیا کی کھیتی ہے اور عمل صالح آخرت کی کھیتی ہے اور کبھی کبھی پروردگار بعض اقوام کے لئے دونوں کو جمع کر دیتا ہے (۱) لہٰذا خدا سے اس طرح ڈرو جس طرح اس نے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا خوف اس طرح پیدا کرو کہ پھر معذرت نہ کرنا پڑے۔ عمل کرو۔ تو دکھانے سنانے سے (۲) الگ رکھو کہ جو شخص بھی غیر خدا کے واسطے عمل کرتا ہے خدا اسے اسی شخص کے حوالے کر دیتا ہے۔ میں پروردگار سے شہیدوں کی منزل۔ نیک بندوں کی صحبت اور انبیاء کرام کی رفاقت کی دعا کرتا ہوں۔

ایہا الناس! یاد رکھو کہ کوئی شخص کسی قدر بھی صاحب مال کیوں نہ ہو جائے اپنے قبیلہ اور ان لوگوں کے ہاتھ اور زبان کے ذریعہ دفاع کرنے سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ انسان کے بہترین محافظ ہوتے ہیں اس کی پراگندگی کے دور کرنے والے اور مصیبت کے نزول کے وقت اس کے حال پر مہربان ہوتے ہیں۔ پروردگار بندہ کے لئے جو ذکر خیر لوگوں کے درمیان قرار دیتا ہے وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جس کے وارث دوسرے افراد ہو جاتے ہیں۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے کوئی شخص بھی اپنے اقرباء کو محتاج دیکھ کر اس مال سے حاجت برآری کرنے سے گریز نہ کرے جو باقی رہ جائے تو بڑھ نہیں جائے گا اور خرچ کر دیا جائے تو کم نہیں ہو جائے گا۔ اس لئے کہ جو شخص بھی اپنے عشیرہ اور قبیلہ سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہے تو اس قبیلہ سے ایک ہاتھ رک جاتا ہے اور خود اس کے لئے بیشمار ہاتھ رک جاتے ہیں۔ اور جس کے مزاج میں نرمی ہوتی ہے وہ قوم کی محبت کو ہمیشہ کے لئے حاصل کر لیتا ہے۔

سید رضیؒ۔ اس مقام پر غفیرہ کثرت کے معنی میں ہے جس طرح جمع کثیر کو جمع کثیر کہا جاتا ہے۔ بعض روایات میں غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے جو منتخب اور پسندیدہ شے کے معنی میں ہے۔

(۱) اگرچہ اسلام نے بظاہر فقیر کو غنی کے مال میں یا رشتہ دار کو رشتہ دار کے مال میں شریک نہیں بنایا ہے لیکن اس کا یہ فلسفہ کہ تمام املاک دنیا کا مالک حقیقی پروردگار ہے اور اس کے اعتبار سے تمام بندے ایک جیسے ہیں۔ سب اس کے بندے ہیں اور سب کے رزق کی ذمہ داری اسی کی ذات اقدس پر ہے۔ اس امر کی علامت ہے کہ اس نے ہر غنی کے مال میں ایک حصہ فقیروں اور محتاجوں کا ضرور قرار دیا ہے اور اسے جبراً واپس نہیں لیا ہے بلکہ خود غنی کو انفاق کا حکم دیا ہے تاکہ مال اس کے اختیار سے فقیر تک جائے۔ اس طرح وہ آخرت میں اجر و ثواب کا حقدار ہو جائے گا اور دنیا میں فقراء کے دل میں اس کی جگہ بن جائے گی جو صاحبانِ ایمان کا شرف ہے کہ پروردگار لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت قرار دے دیتا ہے۔

پھر اس انفاق پر کسی طرح کا نقصان بھی نہیں ہے۔ مال یوں ہی باقی رہ گیا تو بھی دوسروں ہی کے کام آئے گا تو کیوں نہ ایسا ہو کہ اسی کے کام آجائے جس کے زور بازو نے جمع کیا ہے اور پھر وہ جماعت بھی ہاتھ آجائے جو کسی وقت بھی کام آسکتی ہے۔ جگر جگر ہوتا ہے اور دگر دگر ہوتا ہے۔!

الشيئ، يقال اكلت العفوة الطعام، أى خياره. و ما احسن المعنى الذى أراده (عليه السلام) بقوله: «و من يقبض يده عن عشيرته...» الى تمام الكلام، فإن الممسك خيره عن عشيرته إنما يمسك نفع يد واحدة؛ فإذا احتاج إلى نصرتهم، و اضطر إلى مرافدتهم، قعدوا عن نصره، و تثاقلوا عن صوته، فمنع ترافد الأيدى الكثيرة، و تناهض الأقدام الجمة.

٢٤
و من خطبة له (عليه السلام)

الدعوة إلى طاعة الله.

وَ لَعَمْرِي مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ ٱلْحَقَّ، وَ خَابَطَ ٱلْغَيَّ، مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِيهَانٍ. فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ، وَ فِرُّوا إِلَى اللهِ مِنَ اللهِ، وَ آمْضُوا فِي ٱلَّذِي نَهَجَهُ لَكُمْ، وَ قُومُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ. فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ آجِلاً، إِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلاً. [1]

٢٥
و من خطبة له (عليه السلام)

و قد تواترت عليه الأخبار باستيلاء أصحاب معاوية على البلاد، و قدم عليه عاملاه على اليمن، وهما عبيد الله بن عباس و سعيد بن نمران لما غلب عليهما بسر بن أبى أرطاة، فقام (عليه السلام) على المنبر ضجراً بتثاقل أصحابه عن الجهاد، و مخالفتهم له فى الرأى، فقال:

مَا هِيَ إِلَّا ٱلْكُوفَةُ، أَقْبِضُهَا وَ أَبْسُطُهَا، إِنْ لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ، تَهُبُّ أَعَاصِيرُكِ فَقَبَّحَكِ اللهُ!

و تمثل بقول الشاعر:

لَعَمْرُ أَبِيكَ ٱلْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّنِي ... عَلَى وَضَرٍ - مِنْ ذَا ٱلْإِنَاءِ - قَلِيلِ

ثم قال (عليه السلام):

أُنْبِئْتُ بُسْراً قَدِ اطَّلَعَ ٱلْيَمَنَ، وَ إِنِّي وَ اللهِ لَأَظُنُّ أَنَّ هٰؤُلَاءِ ٱلْقَوْمَ سَيُدَالُونَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ، وَ بِمَعْصِيَتِكُمْ إِمَامَكُمْ فِي ٱلْحَقِّ، وَ طَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ فِي ٱلْبَاطِلِ، وَ بِأَدَائِهِمُ ٱلْأَمَانَةَ إِلَى صَاحِبِهِمْ وَ خِيَانَتِكُمْ، وَ بِصَلَاحِهِمْ فِي بِلَادِهِمْ وَ فَسَادِكُمْ.

ادہان - لگی لپٹی بات کرنا۔ نفاق دھوکہ

ایہان - سستی - کمزوری

عصبہ - مضبوط اور مربوط کر دینا -

فلج - کامیابی

اعاصیر - جمع اعصار - تیز و تند ہوا - بگولہ

[1] درحقیقت یہ ضمانت اسی انسان کو زیب دیتی ہے جو راہ خدا میں اس طرح کے جہاد کا حوصلہ رکھتا ہوا ور بلاخوف لومتہ لائم جہاد کرسکتا ہو۔ یہی کہ راستہ پر چلتا ہو اور اسی کے احکام پر عمل کرتا ہو ورنہ انسان کو اپنی ہی کامیابی کا یقین نہیں ہو سکتا ہے دوسروں کو کہاں سے ضمانت فراہم کرے گا۔ مولائے کائنات کا یہ اعتماد ذاتی کردار کی بھی دین ہے اور سرکار دوعالم کے اس ارشاد کی بھی تفسیر ہے کہ "یا علی تم اور تمہارے شیعہ کامیاب ہیں ظاہر ہے کہ جس کو سرکار دوعالم کامیابی کی سند دیدیں اس کی کامیابی میں کون شبہ پیدا کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ اسلام میں ذاتی طور پر جنت کی ضمانت اور بشارت کا ذکر تو روایات میں موجود ہے لیکن دوسروں کو ضمانت دینے کا کوئی ذکر نہیں ہے اس کے لئے مولائے کائنات جیسا کردار درکار ہے جو عالم اسلام میں کسی کو حاصل نہیں ہے -

خطبہ ۲۴ نہایہ ابن اثیر ۳ ص ۲۴۳ مادہ عصب

خطبہ ۲۵ مروج الذہب مسعودی ۳ ص ۱۴۹، العقد الفرید ابن عبدربہ ۳ ص ۳۳۶، تاریخ دمشق ابن عساکر ۱ ص ۳۰۵ - ۱ ص ۲۲۵، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص ۳۱۳، ارشاد مفید ص ۱۳۱، احتجاج طبرسی ص ۲۵۴، مجمع الامثال میدانی ۲ ص ۳۴

استعمال ہوتا ہے۔"عفوۃ الطعام" پسندیدہ کھانے کو کہا جاتا ہے اور امام علیہ السلام نے اس مقام پر بہترین نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر کسی نے اپنا ہاتھ عشیرہ سے کھینچ لیا تو گویا کہ ایک ہاتھ کم ہو گیا۔ لیکن جب اسے ان کی نصرت اور امداد کی ضرورت ہو گی اور وہ ہاتھ کھینچ لیں گے اور اس کی آواز پر لبیک نہیں کہیں گے تو بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں سے محروم ہو جائے گا۔

۲۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں اطاعت خدا کی دعوت دی گئی ہے۔

میری جان کی قسم! میں حق کی مخالفت کرنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جہاد کرنے میں نہ کوئی نرمی کر سکتا ہوں اور نہ سستی۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اس کے غضب سے فرار کر کے اس کی رحمت میں پناہ لو۔ اس راستہ پر چلو جو اس نے بنا دیا ہے اور ان احکام پر عمل کرو جنھیں تم سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ اس کے بعد علیؑ تمہاری کامیابی کا آخرت میں بہرحال ذمہ دار ہے چاہے دنیا میں حاصل نہ ہو سکے۔[ا]

۲۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب آپ کو مسلسل[ا] خبر دی گئی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے شہروں پر قبضہ کر لیا ہے اور آپ کے دو عامل یمن عبیداللہ بن عباس اور سعید بن نمران بُسر بن ابی ارطاۃ کے مظالم سے پریشان ہو کر آپ کی خدمت میں آ گئے۔ تو آپ نے اصحاب کی کوتاہی جہاد سے بددل ہو کر منبر پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اب یہی کوفہ ہے جس کا بست و کشاد میرے ہاتھ میں ہے۔ اے کوفہ اگر تو ایسا ہی رہا اور یونہی تیری آندھیاں چلتی رہیں تو خدا تیرا برا کرے گا۔ (اس کے بعد شاعر کے اس شعر کی تمثیل بیان فرمائی) اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم، مجھے تو اس برتن کی تہ میں لگی ہوئی چکنائی ہی ملی ہے۔ اس کے بعد فرمایا، مجھے خبر دی گئی ہے کہ بُسر یمن تک آ گیا ہے اور خدا کی قسم میرا خیال یہ ہے کہ عنقریب یہ لوگ تم سے اقتدار کو چھین لیں گے۔ اس لئے کہ یہ اپنے باطل پر متحد ہیں اور تم اپنے حق پر متحد نہیں ہو۔ یہ اپنے پیشوا کی باطل میں[۲] اطاعت کرتے ہیں اور تم اپنے امام کی حق میں بھی نافرمانی کرتے ہو۔ یہ اپنے مالک کی امانت اس کے حوالے کر دیتے ہیں اور تم خیانت کرتے ہو۔ یہ اپنے شہروں میں امن و امان رکھتے ہیں اور تم اپنے شہر میں بھی فساد کرتے ہو۔

[ا] امیرالمومنینؑ کی خلافت کا جائزہ لیا جائے تو مصائب و مشکلات میں سرکار دو عالمؐ کے دور رسالت سے کچھ کم نہیں ہے۔ آپ نے تیرہ سال مکہ میں مصیبتیں برداشت کیں اور دس سال مدینہ میں جنگوں کا مقابلہ کرتے رہے اور یہی حال مولائے کائناتؑ کا رہا۔ ذی الحجہ ۳۵ھ میں خلافت ملی اور ماہ مبارک ۴۰ھ میں شہید ہو گئے۔ کل دور حکومت ۴ سال ۹ ماہ ۲ دن رہا اور اس میں بھی تین بڑے بڑے معرکے ہوئے اور چھوٹی چھوٹی جھڑپیں مسلسل ہوتی رہیں۔ جہاں علاقوں پر قبضہ کیا جا رہا تھا اور چاہنے والوں کو اذیت دی جا رہی تھی۔ معاویہ نے عمرو عاص کے مشورہ سے بُسر بن ابی ارطاۃ کو تلاش کر لیا تھا اور اس جلاد کو مطلق العنان بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ "پاگل کتے" کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو شہر والوں کا کیا حال ہو گا اور علاقہ کے امن و امان میں کیا باقی رہ جائے گا۔

[۲] ذرا جاحظ کی قابلیت ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں کہ کوفہ والے اس لئے نہیں اطاعت کرتے تھے کہ ان کی نگاہ تنقیدی اور بصیرت آمیز تھی اور شام والے احمق اور جاہل تھے اس لئے اطاعت کر لیتے تھے۔ ان قابلیت مآب سے کون دریافت کرے کہ کوفہ والوں نے مولائے کائناتؑ کے کس عیب کی بنا پر اطاعت چھوڑ دی تھی اور کس تنقیدی نظر سے آپ کی زندگی کو دیکھ لیا تھا۔ حقیقت امر یہ ہے کہ کوفہ و شام دونوں ضمیر فروش تھے۔ شام والوں کو خریدار مل گیا تھا اور کوفہ میں حضرت علیؑ نے یہ طریقۂ کار اختیار کر لیا تھا کہ منہ مانگی قیمت نہیں عطا کی تھی لہٰذا بغاوت کا ہونا ناگزیر تھا اور یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں ہے۔

فَلَوِ ٱئْتَمَنْتُ أَحَدَكُمْ عَلَى قَعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ بِعِلاَقَتِهِ.[1] اَللّٰهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَ مَلُّونِي، وَ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي، فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْراً مِنْهُمْ، وَ أَبْدِلْهُمْ بِي شَرّاً مِنِّي، اَللّٰهُمَّ مِثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ ٱلْمِلْحُ فِي ٱلْمَاءِ، أَمَا وَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ بْنِ غَنْمٍ.

هُنَالِكَ، لَوْ دَعَوْتَ، أَتَاكَ مِنْهُمْ فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ ٱلْحَمِيمِ ثم نزل ﴿عليه السلام﴾ من المنبر

قال السيد الشريف: أقول: الأرمية جمع رَميٍّ و هو السحاب، و الحميم ها هنا: وقت الصيف، و إنما خص الشاعر سحاب الصيف بالذكر لأنه أشد جفولاً، و أسرع خفوفاً، لأنه لا ماء فيه، و إنما يكون السحاب ثقيل السير لامتلائه بالماء، و ذلك لا يكون في الأكثر إلا زمان الشتاء، و إنما أراد الشاعر وصفهم بالسرعة إذا دعوا، و الإغاثة إذا استغيثوا، والدليل على ذلك قوله:

«هنالك، لو دعوت، أتاك منهم...»

٢٦

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و فيها يصف العرب قبل البعثة ثم يصف حاله قبل البيعة له

العرب قبل البعثة

إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ نَذِيراً لِلْعَالَمِينَ، وَ أَمِيناً عَلَى التَّنْزِيلِ، وَ أَنْتُمْ مَعْشَرَ ٱلْعَرَبِ عَلَىٰ شَرِّ دِينٍ، وَ فِي شَرِّ دَارٍ، مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ، وَ حَيَّاتٍ صُمٍّ، تَشْرَبُونَ ٱلْكَدِرَ وَ تَأْكُلُونَ ٱلْجَشِبَ، وَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ، وَ تَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ. ٱلْأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ، وَ ٱلْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ.[2]

و منها صفته قبل البيعة له

فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ ٱلْمَوْتِ. وَأَغْضَيْتُ عَلَى ٱلْقَذَىٰ، وَ شَرِبْتُ عَلَى الشَّجَا، وَ صَبَرْتُ عَلَىٰ أَخْذِ ٱلْكَظَمِ وَ عَلَىٰ أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ ٱلْعَلْقَمِ.(حزن)

و منها: وَلَمْ يُبَايِعْ[3] حَتَّىٰ شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى ٱلْبَيْعَةِ ثَمَناً، فَلَا

(١) کھلی ہوئی بات ہے کہ نہ اہل کوفہ میں کوئی خیر تھا اور نہ مولائے کائنات میں کوئی شر۔ یہ صرف ایک محاورہ ہے جو ایسے مواقع پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی مثال قرآن مجید میں قصہ موسیٰ میں بھی پائی جاتی ہے جہاں جناب موسیٰ نے کہا "لہم علیّ ذنب" ان کے لئے میرے ذمہ ایک گناہ ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جناب موسیٰ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اور نہ ظالم کا دفاعی عمل میں قتل کر دینا کوئی گناہ کہا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی ایسے ہی محاورہ کا استعمال کیا تھا۔

(٢) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسانی افکار کی مسلسل ترقی کا نتیجہ یقیناً یہ ہوتا کہ عرب کی یہ صورت حال باقی نہ رہ جاتی اور کوئی نہ کوئی تمدن انھیں بھی حاصل ہو جاتا لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ سماج کو دین کی ضرورت نہیں تھی یا رسالت نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا۔

رسالت کا کام مادی ترقی اور تمدنی ارتقاء نہیں تھا۔ رسالت کا کام انسانیت کی اصلاح اور اسے بہترین کردار کا مالک بنانا تھا جو اس کے علاوہ کوئی تمدن نہیں کر سکتا تھا جس کی بہترین شہادت دور حاضر کی حالت زار ہے کہ تمدن آسمانوں پر ہے لیکن انسانیت زیر زمیں دفن ہوئی جا رہی ہے۔

(٣) عثمانؓ نے عمرو عاص کو مصر کی حکومت سے معزول کر دیا تو اس نے ان کے خلاف ہنگامہ شروع کر دیا اور بالآخر قتل کرا کے چھوڑا اور قتل کے بعد معاویہ کی بیعت اس وقت تک نہیں کی جب تک دوبارہ مصر کی گورنری ہاتھ نہیں آگئی اور معاویہ نے منہ مانگی قیمت ادا نہیں کر دی۔

مصادر خطبہ ۲۶ الامامة والسیاسة ابن قتیبہ ۱ ص۱۵۴، الغارات ہلال الثقفی، المسترشد طبری ص۹۵، کشف المحجة السید ابن طاؤسؒ ص۱۷۳، رسائل کلینیؒ
جمہرہ رسائل العرب احمد زکی صفوة، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۲ ص۱۳۵

میں تو تم میں سے کسی کو لکڑی کے پیالہ کا بھی امین بناؤں تو یہ خوف رہے گا کہ وہ کنڈا لے کر بھاگ جائے گا۔(۵۱) خدایا میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آگئے ہیں۔ میں ان سے اکتا گیا ہوں اور یہ مجھ سے اکتا گئے ہیں۔ لہٰذا مجھے ان سے بہتر قوم عنایت کردے اور انھیں مجھ سے "بدتر" حاکم دیدے اور ان کے دلوں کو یوں پگھلا دے جس طرح پانی میں نمک گھولا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان سب کے بدلے مجھے بنی فراس بن غنم کے صرف ایک ہزار سپاہی مل جائیں۔ جن کے بارے میں ان کے شاعر نے کہا تھا :

"اس وقت میں اگر تو انھیں آواز دے گا تو ایسے شہسوار سامنے آئیں گے جن کی تیز رفتاری گرمیوں کے بادلوں سے زیادہ سریع تر ہو گی"۔

سید رضیؒ ۔ ارمیہ رمی کی جمع ہے جس کے معنی بادل کے ہیں اور حمیم گرمی کے زمانہ کے معنی میں ہے۔ شاعر نے گرمی کے بادلوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ ان کی رفتار تیز تر اور سبک تر ہوتی ہے اس لئے کہ ان میں پانی نہیں ہوتا ہے۔ بادل کی رفتار اس وقت سست ہو جاتی ہے جب اس میں پانی بھر جاتا ہے اور یہ عام طور سے سردی کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ شاعر نے اپنی قوم کی آواز پر لبیک کہنے اور مظلوم کی فریاد رسی میں سبک رفتاری کا ذکر کیا ہے جس کی دلیل "لَوْ دَعَوْتُ" ہے۔

٢٦- آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں بعثت سے پہلے عرب کی حالت کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر اپنی بیعت سے پہلے کے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے)

یقیناً اللہ نے حضرت محمدؐ کو عالمین کے لئے عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور تنزیل کا امانتدار بنا کر اس وقت بھیجا ہے جب تم گروہ عرب بدترین دین کے مالک اور بدترین علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ناہموار پتھروں اور زہریلے سانپوں کے درمیان بود و باش رکھتے تھے۔ گندہ پانی پیتے تھے اور غلیظ غذا استعمال کرتے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قرابتداروں سے بے تعلقی رکھتے تھے۔ بت تمہارے درمیان نصب تھے اور گناہ تمہیں گھیرے ہوئے تھے۔(۵۲)

(بیعت کے ہنگام)

میں نے دیکھا کہ سوائے میرے گھر والوں کے کوئی میرا مددگار نہیں ہے تو میں نے انھیں موت کے منھ میں دینے سے گریز کیا اور اسی حال میں چشم پوشی کی کہ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا۔ میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پئے اور گلو گرفتگی اور حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔

یاد رکھو! عمرو عاص(۵۳) نے معاویہ کی بیعت اس وقت تک نہیں کی جب تک کہ بیعت کی قیمت نہیں طے کر لی۔ خدا نے چاہا تو بیعت کرنے والے کا سودا کامیاب نہ ہو گا اور بیعت لینے والے کو بھی صرف رسوائی ہی نصیب ہو گی۔

---

(۵۱) کسی قوم کے لئے ڈوب مرنے کی بات ہے کہ اس کا معصوم رہنما اس سے اسقدر عاجز آجائے کہ اس کے حق میں در پردہ بددعا کرنے کے لئے تیار ہو جائے اور اسے دشمن کے ہاتھ فروخت کر دینے پر آمادہ ہو جائے۔

اہل کوفہ کی بدبختی کی آخری منزل تھی کہ وہ اپنے معصوم رہنما کو بھی تحفظ فراہم نہ کر سکے اور ان کے درمیان ان کا رہنما عین حالت سجدہ میں شہید کر دیا گیا۔ کوفہ کا قیاس مدینہ کے حالات پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مدینہ نے اپنے حاکم کا ساتھ نہیں دیا اس لئے کہ وہ خود اس کے حرکات سے عاجز تھے اور مسلسل احتجاج کر چکے تھے لیکن کوفہ میں ایسا کچھ نہیں تھا یا واضح لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ کے حکام کے قاتل اپنے عمل پر مطمئن تھے اور انھیں کسی طرح کی شرمندگی کا احساس نہیں تھا لیکن کوفہ میں جب امیر المومنینؑ نے اپنے قاتل سے دریافت کیا کہ کیا میں تیرا کوئی برا امام تھا؟ تو اس نے برجستہ یہی جواب دیا کہ آپ کسی جہنم میں جانے والے کو روک نہیں سکتے ہیں۔ گویا مدینہ سے کوفہ تک کے حالات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مدینہ کے مقتول اپنے ظلم کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اور کوفہ کا شہید اپنے عدل و انصاف کی بنیاد پر شہید ہوا ہے اور ایسے ہی شہید کو یہ کہنے کا حق ہے کہ "فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (پروردگار کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا)۔

ظَفِرَتْ يَدُ ٱلْبَائِعِ، وَ خَزِيَتْ أَمَانَةُ ٱلْمُبْتَاعِ، فَخُذُوا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا، وَ أَعِدُّوا لَهَا عُدَّتَهَا، فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا، وَ عَلَا سَنَاهَا، وَٱسْتَشْعِرُوا ٱلصَّبْرَ، فَإِنَّهُ أَدْعَىٰ إِلَى ٱلنَّصْرِ.

۲۷

و من خطبة له (ع)

و قد قالها يستنهض بها الناس حين ورد خبر غزو الأنبار بجيش معاوية فلم ينهضوا.

و فيها يذكر فضل الجهاد، و يستنهض الناس، و يذكر علمه بالحرب،

و يلقي عليهم التبعة لعدم طاعته

فضل الجهاد

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ ٱلْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ ٱلْجَنَّةِ، فَتَحَهُ اللهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ، وَ هُوَ لِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ، وَ دِرْعُ اللهِ ٱلْحَصِينَةُ، وَ جُنَّتُهُ ٱلْوَثِيقَةُ. فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللهُ ثَوْبَ ٱلذُّلِّ، وَ شَمِلَهُ ٱلْبَلَاءُ، وَ دُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَٱلْقَمَاءَةِ، وَ ضُرِبَ عَلَىٰ قَلْبِهِ بِالْأَسْهَابِ(الاصداد)، وَ أُدِيلَ ٱلْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ ٱلْجِهَادِ، وَ سِيمَ ٱلْخَسْفَ، وَ مُنِعَ ٱلنَّصَفَ [۱]

استنهاض الناس

أَلَا وَ إِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلَىٰ قِتَالِ هٰؤُلَاءِ ٱلْقَوْمِ لَيْلاً وَ نَهَاراً، وَ سِرّاً وَ إِعْلَاناً، وَ قُلْتُ لَكُمْ: اغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَغْزُوكُمْ، فَوَاللهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا. فَتَوَاكَلْتُمْ وَ تَخَاذَلْتُمْ، حَتَّىٰ شُنَّتْ عَلَيْكُمُ ٱلْغَارَاتُ، وَ مُلِكَتْ عَلَيْكُمُ ٱلْأَوْطَانُ. وَ هٰذَا أَخُو غَامِدٍ وَ قَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ ٱلْأَنْبَارَ، وَ قَدْ قَتَلَ حَسَّانَ بْنَ حَسَّانَ ٱلْبَكْرِيَّ، وَ أَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا، وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى ٱلْمَرْأَةِ

مبتاع - خریدار
سامان جنگ
لظیٰ - شعلے
سنا - لپٹ - روشنی
جنّۃ - سپر
دیث - ذلت کا شکار ہوگیا
قمائۃ - ذلت
اسہاب - بے عقلی اور بکواس
نصف - انصاف
عقرالدار - وسط خانہ
انبار - فرات کے مشرقی کنارہ کا ایک شہر -

[۱] اگرچہ اسلام میں جہاد کا حکم عام ہے اور جسے بھی حکم جہاد دیدیا جائے اس پر جہاد واجب ہوجاتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ جہاد تمنائے موت کا بہترین مظہر ہے اور تمنائے موت صرف اولیاء اللہ کا کام ہے - اولیاء اللہ کے علاوہ کوئی شخص بھی اس میدان میں قدم نہیں جما سکتا ہے -

یہ جہاد آخرت کے لئے لباس تقویٰ ہے اور دنیا کے لئے مضبوط زرہ اور مستحکم سپر ہے کہ اس کے بغیر قوم کا تحفظ اور دین کی بقا کا اہتمام نہیں ہوسکتا ہے جہاد کو ضائع کر دینے والوں کا حصہ ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے جس کا بہترین رقع میدان احد میں دیکھا گیا ہے جس کا تذکرہ آج تک آیات قرآن کی شکل میں دھرایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کی بے حسی کا مرثیہ پڑھا جا رہا ہے -

دور حاضر میں بھی مسلمان اگر ذلت و رسوائی کا شکار ہو رہا ہے تو اس کا راز بھی یہی ہے کہ صوم و صلوٰۃ کے نام پر مسجد میں معمور ہیں لیکن جہاد کے میدانوں میں کوئی شخص نظر نہیں آتا ہے اور ہر شخص یا اپنی کرسی کی فکر میں لگا ہوا ہے یا دوسرے کے رحم و کرم پر زندہ رہنا چاہتا ہے - کس قدر حیرت انگیز اور ذلت آمیز یہ صورت حال ہے کہ جو قوم یہودکل مسلمانوں سے رہنے کی زمین مانگ رہی تھی آج مسلمان اس سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہے -

---

مصادر خطبہ ۲۷ البیان والتبیین جاحظ ۱ ص۱۷۰ ۲ ص۶۶ ، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۶ ، الاخبار الطوال ص۲۱۱ ، الغارات ہلال ثقفی ، کامل مبرد ۱ ص۱۳ ، اغانی ابوالفرج الاصبہانی ۱۵ ص۴۵ ، مقاتل الطالبین ص۲۷ ، معانی الاخبار صدوق ص۳۰۹ ، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۴۲ ، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۰۳ ، العقد الفرید ابن عبدربہ ۳ ص۱۶۳ ، کافی کلینی ۵ ص۴ ، دعائم الاسلام قاضی نعمان ۱ ص۳۵۵ م) احتجاج طبرسی ص۲۵۱ تہذیب طوسی ۶ ص۱۲۳

لہٰذا اب جنگ کا سامان سنبھال لو اور اس کے اسباب مہیا کر لو کہ اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو چکی ہیں اور دیکھو صبر کو اپنا شعار بنا لو کہ یہ نصرت و کامرانی کا بہترین ذریعہ ہے۔

۲۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو اس وقت ارشاد فرمایا جب آپ کو خبر ملی کہ معاویہ کے لشکر نے انبار پر حملہ کر دیا ہے۔ اس خطبہ میں جہاد کی فضیلت کا ذکر کرکے لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا گیا ہے اور اپنی جنگی مہارت کا تذکرہ کرکے نافرمانی کی ذمہ داری لشکر والوں پر ڈالی گئی ہے)

امابعد! جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے پروردگار نے اپنے مخصوص اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ یہ تقویٰ کا لباس اور اللہ کی محفوظ و مستحکم زرہ اور مضبوط سپر ہے۔ جس نے اعراض کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا اسے اللہ ذلت کا لباس پہنائے گا اور اس پر مصیبت حاوی ہو جائے گی اور اسے ذلت و خواری کے ساتھ ٹھکرا دیا جائے گا اور اس کے دل پر غفلت کا پردہ ڈال دیا جائے گا اور جہاد کو ضائع کرنے کی بنا پر حق اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسے ذلت برداشت کرنا پڑے گی اور وہ انصاف سے محروم ہو جائے گا۔[1]

آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے تم لوگوں کو اس قوم سے جہاد کرنے کے لئے دن میں پکارا اور رات میں آواز دی۔ خفیہ طریقہ سے دعوت دی اور علی الاعلان آمادہ کیا اور برابر سمجھایا کہ ان کے حملہ کرنے سے پہلے تم میدان میں نکل آؤ کہ خدا کی قسم جس قوم سے اس کے گھر کے اندر جنگ کی جاتی ہے اس کا حصہ ذلت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن تم نے ٹال مٹول کیا اور سستی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں تک کہ تم پر مسلسل حملے شروع ہو گئے اور تمہارے علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ دیکھو یہ بنی غامد کے آدمی (سفیان بن عوف) کی فوج انبار میں داخل ہو گئی ہے اور اس نے حسان بن حسان بکری کو قتل کر دیا ہے اور تمہارے سپاہیوں کو ان کے مراکز سے نکال باہر کر دیا ہے اور مجھے تو یہاں تک خبر ملی ہے کہ دشمن کا ایک ایک سپاہی مسلمان یا مسلمانوں کے معاہدہ میں رہنے والی عورت کے پاس وارد ہوتا تھا

[1] معاویہ نے امیرالمومنینؑ کی خلافت کے خلاف بغاوت کا اعلان کرکے پہلے صفین کا میدان کارزار گرم کیا۔ اس کے بعد ہر علاقہ میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی تاکہ آپ کو ایک لمحہ کے لئے سکون نصیب نہ ہو سکے اور آپ اپنے نظام عدل و انصاف کو سکون کے ساتھ رائج نہ کر سکیں۔ معاویہ کے انھیں حرکات میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ بنی غامد کے ایک شخص سفیان بن عوف کو چھ ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا کہ عراق کے مختلف علاقوں پر غارت کا کام شروع کر دے۔ چنانچہ اس نے انبار پر حملہ کر دیا جہاں حضرتؑ کا مختصر سا سرحدی حفاظتی دستہ تھا اور وہ اس لشکر سے مقابلہ نہ کر سکا صرف چند افراد ثابت قدم رہے۔ باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد سفیان کا لشکر آبادی میں داخل ہو گیا اور بے حد لوٹ مچائی۔ جس کی خبر نے حضرتؑ کو بے چین کر دیا اور آپ نے منبر پر آ کر قوم کو غیرت دلائی لیکن کوئی لشکر تیار نہ ہو سکا جس کے بعد آپ خود روانہ ہو گئے اور اس صورت حال کو دیکھ کر چند افراد کو غیرت آگئی اور ایک لشکر سفیان کے مقابلہ کے لئے سعید بن قیس کی قیادت میں روانہ ہو گیا مگر اتفاق سے اس وقت سفیان کا لشکر واپس جا چکا تھا اور یہ لشکر جنگ کے بغیر واپس آگیا اور آپ نے ناسازیٔ مزاج کے باوجود یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ خطبہ کوفہ واپس آنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ مقام نخیلہ ہی پر ارشاد فرمایا تھا بہرحال صورت واقعہ انتہائی افسوسناک اور دردناک تھی اور اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔

اَلْمُسْلِمَةِ، وَالْأُخْرَىٰ الْمُعَاهَدَةِ، فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَ قُلْبَهَا وَ قَلَائِدَهَا وَ رُعُثَهَا، مَا تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالاسْتِرْجَاعِ وَ الاسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَافِرِينَ مَا نَالَ رَجُلاً مِنْهُمْ كَلْمٌ، وَلَا أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ؛ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِماً مَاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا أَسَفاً مَا كَانَ بِهِ مَلُوماً [۱]، بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيراً؛ فَيَا عَجَباً عَجَباً- وَاللهِ- يُمِيتُ الْقَلْبَ وَ يَجْلِبُ الْهَمَّ مِنِ اجْتِمَاعِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلَىٰ بَاطِلِهِمْ، وَ تَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ! فَقُبْحاً لَكُمْ وَ تَرَحاً، حِينَ صِرْتُمْ غَرَضاً يُرْمَىٰ: يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغِيرُونَ، وَ تُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُونَ، وَ يُعْصَى اللهُ وَ تَرْضَوْنَ! فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ الْحَرِّ (الصيف) قُلْتُمْ: هٰذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ، أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا الْحَرُّ، وَ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ: هٰذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ، أَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ؛ كُلُّ هٰذَا فِرَاراً مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ؛ فَإِذَا كُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ تَفِرُّونَ؛ فَأَنْتُمْ وَاللهِ مِنَ السَّيْفِ أَفَرُّ!

البرم بالناس

يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ! حُلُومُ الْأَطْفَالِ، وَ عُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ [۲]، لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ مَعْرِفَةً- وَاللهِ- جَرَّتْ نَدَماً، وَأَعْقَبَتْ سَدَماً. قَاتَلَكُمُ اللهُ! لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحاً، وَ شَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظاً، وَ جَرَّعْتُمُونِي نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاساً، وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ وَالْخِذْلَانِ، حَتَّىٰ لَقَدْ قَالَتْ قُرَيْشٌ: إِنَّ ابْنَ أَبِي

معاہدہ - کافر ذمی عورت جو مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہو
حجل - پیروں کی چھاگل
قلب - ہاتھ کے کنگن
رعث - رِعاث کی جمع ہے کان کے گوشوارے
استرجاع - کلمہ انا اللہ کی تلاوت کیا
استرحام - گریہ
وافرین - سازوسامان کی کثرت بلا نقصان
کلم - زخم
ترح - ہم و غم
غرض - مستقل نشانہ
حمارۃ القیظ - شدید گرمی
صبارۃ القر - شدید سردی
حجال - جمع حجلہ - مخصوص کمرہ
سدم - افسوس اور رنج
نغب - نغبہ کی جمع گھونٹ
تہمام - رنج و غم - یہ وزن ہمیشہ تے کے زبر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے علاوہ تبیان اور تلقار کے کہ یہاں تے پر زیر ہے -
انفاس - مسلسل گھونٹ - پے در پے جرعہ

[۱] اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ان حالات میں انسان کو واقعاً مرجانا چاہیے یا خودکشی کرلینا چاہیے بلکہ درحقیقت یہ صورت حال کی سنگینی کا اعلان ہے کہ ایسے حالات کا اثر ایک غیرت دار انسان پر اس قدر سخت بھی ہوسکتا ہے لیکن تم لوگ اس قدر بے غیرت ہو کہ ان حالات سے دوچار ہونے کے بعد بھی تم پر اثر نہیں ہوتا ہے -
یہ صحیح ہے کہ ہر شخص مولائے کائنات اور امیرالمومنین نہیں ہوتا ہے - لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ یہ انسان کے ایمان و عقیدہ اور غیرت و حیا کے مسائل ہیں - ان کا شخصیت کی بلندی اور کردار کی عصمت سے کوئی تعلق نہیں ہے - ایک عام غیرت دار مسلمان میں بھی اس قدر احساس حیا و غیرت ہونا چاہیے اور اسے صورت حال کی سنگینی سے متاثر ہونا چاہیے -

[۲] واضح رہے کہ یہ عورت کی بے عقلی یا کم عقلی کا اعلان نہیں ہے بلکہ یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کمال عقل کے باوجود بھی جنگ و جہاد کے بارے میں ایک مخصوص کیفیت اور ذہنیت کی حامل ہوتی ہے جو مرد کی کیفیت و ذہنیت سے قطعاً مختلف ہوتی ہے لیکن اہل کوفہ میں وہی زنانہ کیفیت پائی جاتی ہے جس کے بعد انھیں واقعی مرد نہیں کہا جا سکتا ہے - اگرچہ ان کی شکل و صورت مردوں ہی جیسی ہے اور انھیں عرف عام میں مرد ہی کہا جاتا ہے -

اور اس کے پیروں کے کڑے، ہاتھ کے کنگن، گلے کے گلوبند اور کان کے گوشوارے اتار لیتا تھا اور وہ سوائے انّا للہ پڑھنے اور رحم و کرم کی درخواست کرنے کے کچھ نہیں کر سکتی تھی اور وہ سارا ساز و سامان لے کر چلا جاتا تھا نہ کوئی زخم کھاتا تھا اور نہ کسی طرح کا خون بہتا تھا۔ اس صورت حال کے بعد اگر کوئی مرد مسلمان صدمہ سے مر بھی جائے تو قابل ملامت نہیں ہے(۵۱) بلکہ میرے نزدیک حق بجانب ہے۔ کس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز صورت حال ہے۔ خدا کی قسم یہ بات دل کو مردہ بنا دینے والی اور ہم و غم کو سمیٹنے والی ہے کہ یہ لوگ اپنے باطل پر مجتمع اور متحد ہیں اور تم اپنے حق پر بھی متحد نہیں ہو۔ تمھارا برا ہو کیا افسوسناک حال ہے تمھارا۔ کہ تم تیراندازوں کا مستقل نشانہ بن گئے ہو۔ تم پر حملہ کیا جا رہا ہے اور تم حملہ نہیں کرتے ہو۔ تم سے جنگ کی جا رہی ہے اور تم باہر نہیں نکلتے ہو۔ لوگ خدا کی نافرمانی کر رہے ہیں اور تم اس صورت حال سے خوش ہو۔ میں تمھیں گرمی میں جہاد کے لئے نکلنے کی دعوت دیتا ہوں تو کہتے ہو کہ شدید گرمی ہے۔ تھوڑی مہلت دیجئے کہ گرمی گذر جائے۔ اس کے بعد سردی میں بلاتا ہوں تو کہتے ہو سخت جاڑا پڑ رہا ہے ذرا ٹھہر جائیے کہ سردی ختم ہو جائے حالانکہ یہ سب جنگ سے فرار کرنے کے بہانے ہیں ورنہ جو قوم سردی اور گرمی سے فرار کرتی ہو وہ تلواروں سے کس قدر فرار کرے گی۔

(۵۲) اے مردوں کی شکل و صورت والو اور واقعاً نامردو! تمھاری فکریں بچوں جیسی اور تمھاری عقلیں حجلہ نشین عورتوں جیسی ہیں۔ میری دلی خواہش تھی کہ کاش میں تمھیں نہ دیکھتا اور تم سے متعارف نہ ہوتا۔ جس کا نتیجہ صرف ندامت اور رنج و افسوس ہے۔

اللہ تمھیں غارت کر دے تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینہ کو رنج و غم سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے ہر سانس میں ہم و غم کے گھونٹ پلائے ہیں اور اپنی نافرمانی اور سرکشی سے میری رائے کو بھی بیکار و بے اثر بنا دیا ہے یہاں تک کہ اب قریش والے یہ کہنے لگے ہیں کہ فرزند ابوطالب بہادر تو ہیں لیکن انھیں فنون جنگ کا علم نہیں ہے۔

؎ کسی قوم کی ذلت و رسوائی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا سربراہ حضرت علیؑ بن ابی طالب جیسا انسان ہو اور وہ ان سے اس قدر بد دل ہو کر ان کی شکلوں کو دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا ہو۔ ایسی قوم دنیا میں زندہ رہنے کے قابل نہیں ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس مقام پر مولائے کائناتؑ نے ایک اور نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ تمھاری نافرمانی اور سرکشی نے میری رائے کو بھی برباد کر دیا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ راہنما اور سربراہ کسی قدر بھی ذکی اور عبقری کیوں نہ ہو اگر قوم اس کی اطاعت سے انکار کر دے تو نافہم انسان یہی خیال کرتا ہے کہ شاید یہ رائے اور حکم قابل اطاعت نہ تھا اسی لئے قوم نے اسے نظر انداز کر دیا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اگر کام ہی اجتماعی ہو تو اجتماع کا انحراف کام کو بھی معطل کر دیتا ہے اور اس کے نتائج بہرحال نامناسب اور غلط ہوتے ہیں جس کا تجربہ مولائے کائناتؑ کے سامنے آیا کہ قوم نے آپ کے حکم کے مطابق جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور گرمی و سردی کے بہانے بنانا شروع کر دئے اور اس کے نتیجہ میں دشمنوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ فنون جنگ سے باخبر نہیں ہیں حالانکہ علیؑ سے زیادہ اسلام میں کوئی ماہر جنگ و جہاد نہیں تھا جس نے اپنی ساری زندگی اسلامی مجاہدات کے میدانوں میں گذاری تھی اور مسلسل تیغ آزمائی کا ثبوت دیا تھا اور جس کی طرف خود آپ نے بھی اشارہ فرمایا ہے اور اپنی تاریخ حیات کو اس کا گواہ قرار دیا ہے۔

دشمنوں کے طعنوں سے ایک بات بہرحال واضح ہو جاتی ہے کہ دشمنوں کو آپ کی ذاتی شجاعت کا اقرار تھا اور فن جنگ کی ناواقفیت سے مراد قوم کا بے قابو ہو جانا تھا اور کھلی ہوئی بات ہے کہ علیؑ اس طرح قوم کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے جس طرح معاویہ جیسے دین و ضمیر کے خریدار اس کاروبار کو انجام دے رہے تھے اور ہر دین و بیدینی کے ذریعہ قوم کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے اور ان کا منشا صرف یہ تھا کہ لشکر والوں کو اونٹ اور اونٹنی کا فرق معلوم نہ ہو سکے۔

طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ، وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهُ بِالْحَرْبِ.

لِلّٰهِ أَبُوهُمْ! وَ هَلْ أَحَدٌ مِنْهُمْ أَشَدُّ لَهَا مِرَاساً،(مقاماً) وَ أَقْدَمُ فِيهَا مَقَاماً مِنِّي! لَقَدْ نَهَضْتُ فِيهَا وَ مَا بَلَغْتُ الْعِشْرِينَ، وَ هَأَنَذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَى السِّتِّينَ! وَ لٰكِنْ لَا رَأْيَ لِمَنْ لَا يُطَاعُ!

۲۸

و من خطبة له (عليه السلام)

و هو فصل من الخطبة التى أولها «الحمدلله غير مقنوط من رحمته»

و فيه أحد عشر تنبيها

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الدُّنْيَا أَدْبَرَتْ، وَ آذَنَتْ بِوَدَاعٍ، وَ إِنَّ الْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ وَ أَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ، أَلَا وَإِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارَ، وَ غَداً السِّبَاقَ، وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ، وَالْغَايَةُ النَّارُ؛ أَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِيئَتِهِ قَبْلَ مَنِيَّتِهِ! أَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهِ قَبْلَ يَوْمِ بُؤْسِهِ! أَلَا وَإِنَّكُمْ فِي أَيَّامِ أَمَلٍ مِنْ وَرَائِهِ أَجَلٌ؛ فَمَنْ عَمِلَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ فَقَدْ نَفَعَهُ عَمَلُهُ، وَ لَمْ يَضْرُرْهُ أَجَلُهُ. وَ مَنْ قَصَّرَ فِي أَيَّامِ أَمَلِهِ قَبْلَ حُضُورِ أَجَلِهِ، فَقَدْ خَسِرَ عَمَلَهُ، وَ ضَرَّهُ أَجَلُهُ. أَلَا فَاعْمَلُوا فِي الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُونَ فِي الرَّهْبَةِ، أَلَا وَ إِنِّي لَمْ أَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا، وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا، أَلَا وَ إِنَّهُ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ الْحَقُّ يَضُرُّهُ الْبَاطِلُ، وَ مَنْ لَا يَسْتَقِيمُ(يستقم) بِهِ الْهُدَىٰ، يَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ إِلَى الرَّدَىٰ. أَلَا وَ إِنَّكُمْ قَدْ أُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ، وَ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ؛ وَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ اثْنَتَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوَىٰ. وَطُولُ الْأَمَلِ، فَتَزَوَّدُوا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرُزُونَ (تحوزون) بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَداً.[۱]

قال السيد الشريف رضي الله عنه- وأقول: انه لوكان كلام يأخذ بالاعناق الى

مراس - عمارات اور مزاولت (مسلسل عمل)

ذرفت - اس سے بھی آگے نکل گیا

آذنت - اعلان و اعلام

اشرفت باطلاع - اچانک ظاہر ہو جانا

مضمار - وہ میدان جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں

سبقہ - وہ منزل جس کی طرف قدم بڑھائے جاتے ہیں۔

غایۃ - وہ انجام جو بہر حال سامنے آجاتا ہے

منیۃ - مدت

بوس - بدترین حالات

رہبہ - خوف

ظعن - کوچ

(۱) بیشک یہ دنیا امیدوں کی آماجگاہ ہے اور ہر شخص امیدوں ہی کے سہارے جی رہا ہے۔ صاحب ایمان آخرت کی امید میں عمل کر رہا ہے اور بے ایمان دنیا کے منافع کی امید میں جان دیئے پڑا ہے۔ کسی کی زندگی امید سے خالی نہیں ہے اور کوئی امید سے بے نیاز ہو کر عمل نہیں کرتا ہے۔ لیکن اس امید کے دو خطرناک پہلو بھی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ اس کا سلسلہ ختم ہونے والا نہیں ہے اور ہر امید کی تکمیل ایک نئی خواہش کا اشارہ کرتی ہے اور ہر منفعت کا حصول ایک نئی منفعت کی لالچ پیدا کراتا ہے۔

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ موت کو ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور وہ صرف اپنے وقت کا انتظار کر رہی ہے جس دن اس کا وقت آجائے گا وہ بہر حال حاضر ہو جائے گی۔ چاہے انسان کی کتنی ہی خواہشات محتاج تکمیل رہ گئی ہوں اور اس کی کتنی ہی امیدیں باقی رہ گئی ہوں۔

مصادر خطبہ ۲۸ ارشاد مفید ص۱۳۸، البیان والتبیین جاحظ ۱ ص۱۷۱ ۲ ص۶۶، اعجاز القرآن باقلانی ص۲۲۲، تحف العقول حرانی، العقد الفرید ۲ ص۳۶۹، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۳۵، مروج الذہب مسعودی ۳ ص۴۱۳ ۲ ص۲۲۴، وافی فیض کاشانی، ارشاد مفید ص۱۱۱، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص۳۵، اتقان سیوطی، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص۱۴۴، من لا یحضرہ الفقیہ صدوق ۱ ص۳۲۵

اللہ ان کا بھلا کرے۔ کیا ان میں کوئی بھی ایسا ہے جو مجھ سے زیادہ جنگ کا تجربہ رکھتا ہو اور مجھ سے پہلے سے کوئی مقام رکھتا ہو۔ میں نے جہاد کے لئے اس وقت قیام کیا ہے جب میری عمر ۲۰ سال بھی نہیں تھی اور اب تو ۶۰ سے زیادہ ہو چکی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ جس کی اطاعت نہیں کی جاتی ہے اس کی رائے کوئی رائے نہیں ہوتی ہے۔

۲۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو اس خطبہ کی ایک فصل کی حیثیت رکھتا ہے جس کا آغاز "الحمد للہ غیر مقنوط من رحمتہ" سے ہوا ہے اور اس میں گیارہ تنبیہات ہیں)

اما بعد! یہ دنیا پیٹھ پھیر چکی ہے اور اس نے اپنے وداع کا اعلان کر دیا ہے اور آخرت سامنے آ رہی ہے اور اس کے آثار نمایاں ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ آج میدان عمل ہے اور کل مقابلہ ہوگا جہاں سبقت کرنے والے کا انعام جنت ہوگا اور بد عمل کا انجام جہنم ہوگا۔ کیا اب بھی کوئی ایسا نہیں ہے جو موت سے پہلے خطاؤں سے توبہ کر لے اور سختی کے دن سے پہلے اپنے نفس کے لئے عمل کر لے۔ یاد رکھو کہ تم آج امیدوں کے دنوں میں ہو جس کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے تو جس شخص نے امید کے دنوں میں موت آنے سے پہلے عمل کر لیا اسے اس کا عمل یقیناً فائدہ پہونچائے گا اور موت کوئی نقصان نہیں پہونچائے گی لیکن جس نے موت سے پہلے امید کے دنوں میں عمل نہیں کیا اس نے عمل کی منزل میں گھاٹا اٹھایا اور اس کی موت بھی نقصان دہ ہوگی۔ آگاہ ہو جاؤ۔ تم لوگ راحت کے حالات میں اسی طرح عمل کرو جس طرح خوف کے عالم میں کرتے ہو۔ کہ میں نے جنت جیسا کوئی مطلوب نہیں دیکھا ہے جس کے طلبگار سب سو رہے ہیں اور جہنم جیسا کوئی خطرہ نہیں دیکھا ہے جس سے بھاگنے والے سب خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ جسے حق فائدہ نہ پہونچا سکے گا اسے باطل ضرور نقصان پہونچائے گا اور جسے ہدایت سیدھے راستہ پر نہ لا سکے گی اسے گمراہی بہر حال کھینچ کر ہلاکت تک پہونچا دے گی۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہیں کوچ کا حکم مل چکا ہے اور تمہیں زاد سفر بھی بتایا جا چکا ہے اور تمہارے لئے سب سے بڑا خوفناک خطرہ دو چیزوں کا ہے۔ خواہشات کا اتباع اور امیدوں کا طولانی ہونا۔ لہٰذا جب تک دنیا میں ہو اس دنیا سے وہ زاد راہ حاصل کر لو جس کے ذریعہ کل اپنے نفس کا تحفظ کر سکو [۱]۔

سید رضیؒ۔ اگر کوئی ایسا کلام ہو سکتا ہے جو انسان کی گردن پکڑ کر اسے زہد کی منزل تک پہونچا دے اور اسے عمل آخرت پر مجبور کر دے تو وہ یہی کلام ہے۔

[۱] زمانہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ شائد اس دنیا کی اس سے بڑی کوئی حقیقت اور صداقت نہیں ہے۔ جس شخص سے پوچھئے وہ جنت کا مشتاق ہے اور جس شخص کو دیکھئے وہ جہنم کے نام سے پناہ مانگتا ہے۔ لیکن منزل عمل میں دونوں اس طرح سو رہے ہیں جیسے کہ یہ معشوق از خود گھر آنے والا ہے اور یہ خطرہ از خود ٹل جانے والا ہے۔ نہ جنت کے عاشق جنت کے لئے کوئی عمل کر رہے ہیں اور نہ جہنم سے خوفزدہ اس سے بچنے کا انتظام کر رہے ہیں بلکہ دونوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب میں کچھ افراد ایسے ہیں جنھوں نے اس بات کا ٹھیکہ لے لیا ہے کہ وہ جنت کا انتظام بھی کریں گے اور جہنم سے بچانے کا بندوبست بھی کریں گے اور اس سلسلہ میں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا کے چند روزہ معشوق کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں کوئی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ دولت کے لئے سب خود دوڑتے ہیں۔ شہرت کے لئے سب خود مرتے ہیں۔ عورت کے لئے سب خود دیوانے بنتے ہیں۔ عہدہ کے لئے سب خود راتوں کی نیند حرام کرتے ہیں۔ خدا جانے یہ ابدی معشوق جنت جیسا محبوب ہے جس کا معاملہ دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور انسان غفلت کی نیند سو جاتا ہے۔ کاش یہ انسان واقعاً مشتاق اور خوفزدہ ہوتا تو یقیناً اس کا یہ کردار نہ ہوتا۔ "فاعتبروا یا اولی الابصار"

الزهد في الدنيا. و يضطر الى عمل الآخرة لكان هذا الكلام. و كفى به قاطعاً لعلائق الآمال، و قادحاً زناد الاتعاظ والازدجار. ومن أعجبه قوله ﴿عليه السلام﴾: «ألا وأن اليوم المضمار وغداً السباق. و السبقة الجنة و الغاية النار» فان فيه ـ مع فخامة اللفظ، و عظم قدر المعنى، وصادق التمثيل، وواقع التشبيه ـ سراً عجيباً، ومعنى لطيفاً، و هو قوله ﴿عليه السلام﴾: «والسبقة الجنة، والغاية النار» فخالف بين اللفظين لاختلاف المعنيين، و لم يقل: «السبقة النار» كما قال: «السبقة الجنة»؛ لأن الاستباق انما يكون الى أمر محبوب، وغرض مطلوب، وهذه صفة الجنة وليس هذا المعنى موجوداً في النار، نعوذ بالله منها! فلم يجز أن يقول: «والسبقة النار» بل قال: «والغاية النار»؛ لأن الغاية قد ينتهي اليها من لا يسره الانتهاء اليها، و من يسره ذلك، فصلح أن يعبر بها عن الأمرين معاً، فهي في هذا الموضع كالمصير والمآل؛ قال الله تعالى: «قل تمتعوا فان مصيركم الى النار» و لا يجوز في هذا الموضع أن يقال: سبقتكم ـ بسكون الباء ـ الى النار، فتأمل ذلك، فباطنه عجيب، و غوره بعيد لطيف. و كذلك أكثر كلامه ﴿عليه السلام﴾. وفي بعض النسخ: و قد جاء في رواية أخرى «والسُّبقة الجنة» ـ بضم السين ـ والسبقة عندهم: اسم لما يجعل للسابق اذا سبق من مال أو عرض؛ والمعنيان متقاربان، لأن ذلك لا يكون جزاء على فعل الأمر المذموم و انما يكون جزاء على فعل الأمر المحمود.

۲۹

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

بعد غارة الضحاك بن قيس صاحب معاويه على الحاج بعد قصة الحكمين

وفيها يستنهض أصحابه لما حدث في الاطراف

أَيُّهَا النَّاسُ، اَلْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُمْ، اَلْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، كَلامُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ. وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْأَعْدَاءَ! تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ: كَيْتَ وَكَيْتَ، فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ: حِيدِي حَيَادِ! مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ، وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ، أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلَ، وَسَأَلْتُمُونِي التَّطْوِيلَ، دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُولِ. لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيلُ! وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ! أَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُونَ، وَ مَعَ أَيِّ إِمَامٍ بَعْدِي تُقَاتِلُونَ؟ الْمَغْرُورُ وَاللهِ مَنْ غَرَرْتُمُوهُ، وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ ـ وَاللهِ ـ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ،

اہواء ۔ خواہشات
یوہی ۔ کمزور بنا دیتا ہے اور ٹکڑے کر دیتا ہے
صم ۔ اصم کی جمع ہے ۔ مراد پتھر ہے
صلاب ۔ جمع صلیب ۔ سخت
کیت کیت ۔ بغیر واو کے بھی استعمال ہوتا ہے اور واؤ کے ساتھ بھی کیت وکیت اور مقصد زبانی جمع خرچ ہوتا ہے۔
حیدی حیاد ۔ یہ بھاگنے والوں کا نعرہ ہے جس کا مقصد جنگ سے کنارہ کش ہونا ہے
اعالیل ۔ جمع اعلولہ حیلے حوالے
اضالیل ۔ جمع اضلولہ ۔ غلط سلط باتیں ۔
تطویل ۔ جنگ کے وقت میں تاخیر
مطول ۔ ٹال مٹول کرنے والا
سہم اخیب ۔ جوے کا وہ تیر ہے جس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے

(۱) اس خطبہ میں حضرت نے اپنے گرد جمع ہونے والوں کے دو بنیادی عیوب کا ذکر کیا ہے ۔
۱ ۔ یہ صرف بظاہر متحد دکھائی دیتے ہیں اور واقعاً متحد نہیں ہیں ۔
۲ ۔ ان کے پاس باتیں بہت ہیں مگر کام کچھ نہیں ہے اور اس کے بعد دو طرح سے انھیں جنگ آمادہ کیا ۔
۱ ۔ یہ مسئلہ تمھارے ہی گھر اور علاقہ کا ہے اور اگر اس سے دفاع نہ کروگے تو کس سے دفاع کروگے ۔
۲ ۔ تمھارے پاس مجھ جیسا مجاہد اور معصوم امام موجود ہے ۔ اب اگر میرے ساتھ جہاد نہ کروگے تو کب میدان میں قدم رکھوگے ۔
درحقیقت یہ مسائل ایک دور کے مسائل نہیں ہیں ۔ بلکہ ہر دور کے مسائل ہیں اور ایسے بے غیرت اور بے حس افراد ہر دور میں پائے جاتے ہیں ۔

مصادر خطبہ ۲۹ البیان والتبیین جاحظ ۱ ص۱۶۷ ، ۲ ص۶۵ ، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۱۲ ، العقد الفرید ۴ ص۷۰ ، ۲ ص۱۶۴ ، انساب الاشراف ۲ ص۳۸ دعائم الاسلام ۱ ص۳۹۱ ، تاریخ دمشق ابن عساکر ۱ ص۳۰۶ ، امالی طوسیؒ ص۱۱۳ ، اختصاص مفیدؒ ص۱۵۱ ، المسترشد طبری ص۱۶۳ ، احتجاج طبرسیؒ ص۳۵۴ ، مجمع الامثال میدانی ۲ ص۳۰۸ ، المستقصی زمخشری ۲ ص۳۵۸

یہ کلام دنیا کی امیدوں کے قطع کرنے اور وعظ و نصیحت قبول کرنے کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی ہوتا خصوصیت کے ساتھ حضرت کا یہ ارشاد کہ "آج میدان عمل ہے اور کل مقابلہ۔ اس کے بعد منزل مقصود جنت ہے اور انجام جہنم۔ اس میں الفاظ کی عظمت، معانی کی قدر و منزلت، تمثیل کی صداقت اور تشبیہ کی واقعیت کے ساتھ وہ عجیب و غریب راز نجات اور لطافت مفہوم ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

پھر حضرتؑ نے جنت و جہنم کے بارے میں "سبقۃ" اور "غایۃ" کا لفظ استعمال کیا ہے جس میں صرف لفظی اختلاف نہیں ہے بلکہ واقعاً معنوی افتراق و امتیاز پایا جاتا ہے کہ نہ جہنم کو سبقۃ (منزل) کہا جاسکتا ہے اور نہ جنت کو غایۃ (انجام)۔ جہاں تک انسان خود بخود پہونچ جائے گا بلکہ جنت کے لئے دوڑ دھوپ کرنا ہوگی جس کے بعد انعام ملنے والا ہے اور جہنم بد عملی کے نتیجہ میں خود بخود سامنے آجائے گا۔ اس کے لئے کسی اشتیاق اور محنت کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی بنیاد پر آپ نے جہنم کو غایۃ قرار دیا ہے جس طرح کہ قرآن مجید نے اسے "مصیر" سے تعبیر کیا ہے، "فان مصیرکم الی النار"۔

حقیقتاً اس نکتہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کا باطن انتہائی عجیب و غریب اور اس کی گہرائی انتہائی لطیف ہے اور یہ تنہا اس کلام کی بات نہیں ہے۔ حضرت کے کلمات میں عام طور سے یہی بلاغت پائی جاتی ہے اور اس کے معانی میں اسی طرح کی لطافت اور گہرائی نظر آتی ہے۔

بعض روایات میں جنت کے لئے "سبقۃ" کے بجائے "سُبقۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی انعام کے ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ انعام بھی کسی مذموم عمل پر نہیں ملتا ہے بلکہ اس کا تعلق بھی قابل تعریف اعمال ہی سے ہوتا ہے لہٰذا عمل بہرحال ضروری ہے اور عمل کا قابل تعریف ہونا بھی لازمی ہے۔

۲۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ (۱)

جب تحکیم کے بعد معاویہ کے سپاہی ضحاک بن قیس نے حجاج کے قافلہ پر حملہ کردیا اور حضرت کو اس کی خبر دی گئی تو آپؑ نے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اے وہ لوگو! جن کے جسم ایک جگہ پر ہیں اور خواہشات الگ الگ ہیں۔ تمہارا کلام تو سخت ترین پتھر کو بھی نرم کرسکتا ہے لیکن تمہارے حرکات دشمنوں کو بھی تمہارے بارے میں پر امید بنا دیتے ہیں۔ تم محفلوں میں بیٹھ کر ایسی ایسی باتیں کرتے ہو کہ خدا کی پناہ لیکن جب جنگ کا نقشہ سامنے آتا ہے تو کہتے ہو "دور باش دور"۔ حقیقت امر یہ ہے کہ جو تم کو پکارے گا اس کی پکار کبھی کامیاب نہ ہوگی اور جو تمہیں برداشت کرے گا اس کے دل کو کبھی سکون نہ ملے گا۔ تمہارے پاس صرف بہانے ہیں اور غلط سلط حوالے اور پھر مجھ سے تاخیر جنگ کی فرمائش۔ جیسے کوئی نادہندہ قرض کو ٹالنا چاہتا ہے۔ یاد رکھو ذلیل آدمی ذلت کو نہیں روک سکتا ہے اور حق محنت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ تم جب اپنے گھر کا دفاع نہ کرسکوگے تو کس کے گھر کا دفاع کروگے اور جب میرے ساتھ جہاد نہ کروگے تو کس کے ساتھ جہاد کروگے۔ خدا کی قسم وہ فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آجائے اور جو تمہارے سہارے کامیابی چاہے گا اسے صرف ناکامی کا تیر ہاتھ آئے گا۔

(۱) معاویہ کا ایک مستقل مقصد یہ بھی تھا کہ امیر المومنینؑ کسی آن چین سے نہ بیٹھنے پائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ واقعی اسلام قوم کے سامنے پیش کردیں اور اموی افکار کا جنازہ نکل جائے۔ اس لئے وہ مسلسل ریشہ دوانیوں میں لگا رہتا تھا۔ آخر ایک مرتبہ ضحاک بن قیس کو چار ہزار کا لشکر دے کر روانہ کردیا اور اس نے سارے علاقہ میں کشت و خون شروع کردیا۔ آپ نے منبر پر آکر قوم کو غیرت دلائی لیکن کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا اور لوگ جنگ سے کنارہ کشی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حجر بن عدی چار ہزار سپاہیوں کو لے کر نکل پڑے اور مقام تدمر پر دونوں کا سامنا ہوگیا لیکن معاویہ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور صرف ۱۹ افراد معاویہ کے کام آئے جب کہ حجر کے سپاہیوں میں دو افراد نے جام شہادت نوش فرمایا۔

وَ مَنْ رَمَى بِكُمْ فَقَدْ رَمَى بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ. أَصْبَحْتُ وَاللهِ لَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ، وَلَا أَطْمَعُ فِي نَصْرِكُمْ، وَلَا أُوعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ. مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَاؤُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ أَمْثَالُكُمْ. أَقَوْلاً بِغَيْرِ عِلْمٍ(عملٍ)! وَ غَفْلَةً (عفة) مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ! وَ طَمَعاً فِي غَيْرِ حَقٍّ

۳۰

ومن كلام له (عليه السلام)

في معنى قتل عثمانؓ [۱]

لَوْ أَمَرْتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلاً، أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِراً، غَيْرَ أَنَّ مَنْ نَصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ: خَذَلَهُ مَنْ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ. وَ مَنْ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقُولَ: نَصَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي [۲]. وَأَنَا جَامِعٌ لَكُمْ أَمْرَهُ، اسْتَأْثَرَ فَأَسَاءَ الْأَثَرَةَ [۳]، وَجَزِعْتُمْ فَأَسَأْتُمُ الْجَزَعَ، وَلِلّهِ حُكْمٌ وَاقِعٌ فِي الْمُسْتَأْثِرِ وَالْجَازِعِ.

۳۱

ومن كلام له (عليه السلام)

لما أنفذ عبدالله بن عباس الى الزبير يستفيئه الى طاعته قبل حرب الجمل

لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ، فَإِنَّكَ إِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصاً قَرْنَهُ، يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَ يَقُولُ: هُوَ الذَّلُولُ. وَ لٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ، فَإِنَّهُ أَلْيَنُ عَرِيكَةً [۴]، فَقُلْ لَهُ: يَقُولُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِي بِالْحِجَازِ وَأَنْكَرْتَنِي بِالْعِرَاقِ، فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا.

قال السيد الشريف: و هو (عليه السلام) أوّل من سمعت منه هذه الكلمة، أعني: «فما عدا مما بدا».

۳۲

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها يصف زمانه بالجور، و يقسم الناس فيه خمسة أصناف، ثم يزهد في الدنيا

افوق۔ وہ تیر جس کا سرا ٹوٹ جائے
ناصل۔ وہ تیر جس میں دھار نہ ہو
اساء الاثرہ۔ بدترین استبداد سے کام لیا
عاقصاً قرنہ۔ وہ بیل جس کا سینگ ٹیڑھا ہو یعنی انتہائی درجہ کا سرکش ہو اور سینگ تک سیدھا نہ ہو
صعب۔ سرکش جانور
عریکہ۔ طبیعت
ما عدا۔ کس چیز نے منحرف بنا دیا ہے
مما بدا۔ اس حقیقت سے جو بالکل واضح ہے

(۱) شیخ ازہر محمد عبدہ کا بیان ہے کہ امیر المومنینؑ نے حتی الامکان لوگوں کو قتل عثمان سے روکا تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کو لوگوں کے ہٹانے پر مامور کیا تھا" لیکن عثمانؓ نے خود حالات سے فائدہ نہیں اٹھایا

(۲) یہ طے شدہ بات ہے کہ مدد نہ کرنے والے ان بنی امیہ کے بے ایمانوں سے یقیناً بہتر تھے جنھوں نے مدد کی ذمہ داری لی تھی اور اس کا مقصد صرف اپنے مفادات کا تحفظ تھا اور امت اسلامیہ کا مزید قتل عام تھا

(۳) اس سے بدتر کردار اور کیا ہو سکتا کہ ابوذر کو ملک بدر کرا دیا جائے عبداللہ بن مسعود کی مرمت کی جائے ۔ عمار یاسر کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور محمد بن ابی بکر کے قتل کا فرمان جاری کر دیا جائے اس کے بعد کون شریف آدمی خلافت کا ساتھ دے سکتا ہے ۔

(۴) کہا جاتا ہے کہ اس پیغام کا جواب زبیر نے صرف یہ دیا کہ میں بھی وہی چاہتا ہوں جو علیؑ چاہتے ہیں یعنی خلافت و اقتدار

مصادر خطبہ نمبر ۳۰ انساب الاشراف ۵ ص ۹۸، ۱۰۱، المسترشد الطبری الامامی ص ۸۰، اغانی ۱۵ ص ۶۶، الرسائل کلینیؒ ۔ کتاب المجا ابن طاؤس
مصادر خطبہ نمبر ۳۱ البیان والتبیین ۲ ص ۱۱۵، عیون الاخبار ۱ ص ۱۱۵-۱۹۵ العقد الفرید ۴ ص ۳۱۴، الموفقیات زبیر بن بکار، وفیات الاعیان ابن خلکان ۔ الجمل للمفیدؒ، کتاب الفاخر ابن عاصم ص ۳۰
مصادر خطبہ نمبر ۳۲ مطالب السئول ا ص ۹۰، البیان والتبیین ا ص ۱۷۵، میزان الاعتدال ذہبی ۲ ص ۲۷۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۳۷، العقد الفرید ۲ ص ۱۷۳، اعجاز القرآن باقلانی ص ۱۹۵

اور جس نے تمھارے ذریعہ تیر پھینکا اس نے وہ تیر پھینکا جس کا پیکان ٹوٹ چکا ہے اور سوفار ختم ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم میں ان حالات میں نہ تمھارے قول کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمھاری نصرت کی امید رکھتا ہوں اور نہ تمھارے ذریعہ کسی دشمن کو تہدید کر سکتا ہوں۔ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تمھاری دوا کیا ہے؟ تمھارا علاج کیا ہے؟ آخر وہ لوگ بھی تو تمھارے ہی جیسے انسان ہیں۔ یہ بغیر علم کی باتیں کب تک اور یہ بغیر تقویٰ کی غفلت تابکے اور بغیر حق کے بلندی کی خواہش کہاں تک؟

٣٠۔ آپ کا ارشاد گرامی

قتل عثمانؓ کی حقیقت کے بارے میں(۱)

یاد رکھو اگر میں نے اس قتل کا حکم دیا ہوتا تو یقیناً میں قاتل ہوتا اور اگر میں نے منع کیا ہوتا تو یقیناً میں مددگار قرار پاتا۔ لیکن بہرحال یہ بات طے شدہ ہے کہ جن بنی امیہ نے مدد کی ہے وہ اپنے کو ان سے بہتر نہیں کہہ سکتے ہیں جنھوں نے نظر انداز کر دیا ہے اور جن لوگوں نے نظر انداز کر دیا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جس نے مدد کی ہے وہ ہم سے بہتر تھا(۲)۔ اب میں اس قتل کا خلاصہ بتلائے دیتا ہوں "عثمانؓ نے خلافت کو اختیار کیا تو بدترین طریقہ سے اختیار کیا(۳) اور تم گھبرا گئے تو بری طرح سے گھبرا گئے اور اب اللہ دونوں کے بارے میں فیصلہ کرنے والا ہے"۔

٣١۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب آپ نے عبداللہ بن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا کہ اسے جنگ سے پہلے اطاعت امامؑ کی طرف واپس لے آئیں۔

خبردار طلحہ سے ملاقات نہ کرنا کہ اس سے ملاقات کروگے تو اسے اس بیل جیسا پاؤ گے جس کے سینگ مڑے ہوئے ہوں۔ وہ سرکش سواری پر سوار ہوتا ہے اور اسے رام کیا ہوا کہتا ہے۔ تم صرف زبیر سے ملاقات کرنا کہ اس کی طبیعت قدرے نرم ہے(۴)۔ اس سے کہنا کہ تمھارے ماموں زاد بھائی نے فرمایا ہے کہ تم نے حجاز میں مجھے پہچانا تھا اور عراق میں آکر بالکل بھول گئے ہو۔ آخر یہ نیا سانحہ کیا ہو گیا ہے۔

سید رضیؒ۔ "مَاعَدَا مِمَّا بَدَا" یہ فقرہ پہلے پہل تاریخ عربیت میں امیرالمومنینؑ ہی سے سنا گیا ہے۔

٣٢۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جس میں زمانہ کے ظلم کا تذکرہ ہے اور لوگوں کی پانچ قسموں کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد زہد کی دعوت دی گئی ہے۔

---

(۱) یہ تاریخ کا مسلہ ہے کہ عثمانؓ نے سارے ملک پر بنی امیہ کا اقتدار قائم کر دیا تھا اور بیت المال کو بے تحاشہ اپنے خاندان والوں کے حوالے کر دیا تھا جس کی فریاد پورے عالم اسلام میں شروع ہو گئی تھی اور کوفہ اور مصر تک کے لوگ فریاد لیکر آگئے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے درمیان میں پڑکر مصالحت کرائی اور یہ طے ہو گیا کہ مدینہ کے حالات کی ضروری اصلاح کی جائے اور مصر کا حاکم محمد بن ابی بکر کو بنا دیا جائے۔ لیکن مخالفین کے جانے کے بعد عثمانؓ نے ہر بات کا انکار کر دیا اور والئ مصر کے نام محمد بن ابی بکر کے قتل کا فرمان بھیجدیا۔ خط راستہ میں پکڑ لیا گیا اور اب جو لوگوں نے واپس آکر مدینہ والوں کو حالات سے آگاہ کیا تو توبہ کا امکان بھی ختم ہو گیا اور چاروں طرف سے محاصرہ ہو گیا۔ اب امیرالمومنینؑ کی مداخلت کے امکانات بھی ختم ہو گئے تھے اور بالآخر عثمانؓ کو اپنے اعمال اور بنی امیہ کی اقربا نوازی کی سزا برداشت کرنا پڑی اور پھر کوئی مروان یا معاویہ کام نہیں آیا۔

معنى جور الزمان

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّا قَدْ أَصْبَحْنَا فِي دَهْرٍ عَنُودٍ (١)، وَ زَمَنٍ كَنُودٍ (شديد)، يُعَدُّ فِيهِ الْمُحْسِنُ مُسِيئاً، وَ يَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيهِ عُتُوّاً، لاَ نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا، وَلاَ نَسْأَلُ عَمَّا جَهِلْنَا، وَلاَ نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتَّى تَحُلَّ بِنَا.

أصناف المسيئين

وَالنَّاسُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَصْنَافٍ: مِنْهُمْ مَنْ لاَ يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهِ، وَ كَلاَلَةُ حَدِّهِ، وَ نَضِيضُ وَفْرِهِ، وَ مِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهِ، وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهِ، وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَ رَجِلِهِ، قَدْ أَشْرَطَ نَفْسَهُ، وَ أَوْبَقَ دِينَهُ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهُ، أَوْ مِقْنَبٍ يَقُودُهُ، أَوْ مِنْبَرٍ يَفْرَعُهُ. وَ لَبِئْسَ الْمَتْجَرُ أَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَناً، وَ مِمَّا لَكَ عِنْدَاللهِ عِوَضاً! وَ مِنْهُمْ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَلاَ يَطْلُبُ الْآخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا، قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ، وَ قَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ، وَ شَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ، وَ زَخْرَفَ مِنْ نَفْسِهِ لِلْأَمَانَةِ، وَ اتَّخَذَ سِتْرَ اللهِ ذَرِيعَةً إِلَى الْمَعْصِيَةِ. وَ مِنْهُمْ مَنْ أَبْعَدَهُ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُؤُولَةُ نَفْسِهِ، وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ، فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَلَى حَالِهِ، فَتَحَلَّى بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ، وَ تَزَيَّنَ بِلِبَاسِ أَهْلِ الزَّهَادَةِ، وَ لَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِي مَرَاحٍ وَلاَ مَغْدًى.

الراغبون في الله

وَ بَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ أَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ، وَ أَرَاقَ دُمُوعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ، فَهُمْ بَيْنَ شَرِيدٍ نَادٍّ، وَ خَائِفٍ مَقْمُوعٍ، وَ سَاكِتٍ مَكْعُومٍ، وَدَاعٍ مُخْلِصٍ، وَ ثَكْلاَنَ مُوجَعٍ، قَدْ أَخْمَلَتْهُمُ (اخملتهم)

عنود۔ راہ حق سے منحرف
کنود۔ ناشکرا
قارعہ۔ وہ حادثہ جو دروازہ دل کو کھٹکھٹا دے
کلال حدہ۔ اسلحہ کا کند ہونا۔
نضیض وفرہ۔ مال واسباب کی قلت
مجلب خیلہ ورجلہ۔ سوار و پیادہ کا جمع کرنے والا
رَجِل۔ پیادہ سپاہی
اشرط نفسہ۔ نفس کو آمادہ کرلیا ہے
حُطام۔ خس وخاشاک۔ مال دنیا
انتہاز۔ موقع سے فائدہ اٹھانا
مقنب۔ تیس سے چالیس افراد کا لشکر
فرع المنبر۔ منبر پر بلند ہونا
ضوولۃ النفس۔ نفس کی کمزوری اور ذلت
مراح۔ مصدر میمی ہے یعنی شام کا وقت
مغدیٰ۔ یہ بھی مصدر میمی ہے یعنی صبح کا وقت
ناد۔ جماعت سے کٹ کر دور ہوجانے والا
مقموع۔ مقہور
مکعوم۔ جس کا دہن بند کردیا جائے
ثکلان۔ رنجیدہ
اخملہ۔ گمنام بنا دیا

(١) یہ امیرالمومنینؑ کی زندگی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری کائنات کا مسئلہ ہے کہ انسان جب دنیا کی حالات دیکھتا ہے یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ نیک کردار انسانوں کی کوئی قدر نہیں ہوتی ہے۔ ظالموں کی سرکشی بڑھتی جاتی ہے اور قیامت یہ ہے کہ صاحب علم اپنے علم سے استفادہ نہیں کرتا ہے اور جاہل اپنے جہل پر شرمندہ نہیں ہوتا ہے مصیبتوں کے مقابلہ کی تیاری کی طرف سے ہر انسان غافل رہتا ہے اور جب مصیبت نازل ہوجاتی ہے تو فریاد کرنے لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ مصیبت بھی اس کی برادری کی کوئی فرد ہے کہ یہ غافل ہوجائے تو وہ بھی غافل ہوجائے اور یہ احساس کھو بیٹھے تو وہ بھی بےحس ہوجائے اور اپنے وقت نزول کو نظرانداز کردے۔

ایہا الناس! ہم ایک ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں جو سرکش اور ناشکرا ہے[۱]۔ یہاں نیک کردار بُرا سمجھا جاتا ہے اور ظالم اپنے ظلم میں بڑھتا ہی جارہا ہے۔ نہ ہم علم سے کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں اور نہ جن چیزوں سے ناواقف ہیں ان کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور نہ کسی مصیبت کا اس وقت تک احساس کرتے ہیں جب تک وہ نازل نہ ہوجائے۔

لوگ اس زمانہ میں چار طرح کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جنھیں روئے زمین پر فساد کرنے سے صرف ان کے نفس کی کمزوری اور ان کے اسلحہ کے دھار کی کندی اور ان کے اسباب کی کمی نے روک رکھا ہے۔

بعض وہ ہیں جو تلوار کھینچے ہوئے اپنے شر کا اعلان کررہے ہیں اور اپنے سوار و پیادہ کو جمع کررہے ہیں۔ اپنے نفس کو مال دنیا کے حصول اور لشکر کی قیادت یا منبر کی بلندی پر عروج کے لئے وقف کردیا ہے اور اپنے دین کو برباد کردیا ہے اور یہ بدترین تجارت ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت بنادو یا اجر آخرت کا بدل قرار دے دو۔

بعض وہ ہیں جو دنیا کو آخرت کے اعمال کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور آخرت کو دنیا کے ذریعہ نہیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے نگاہوں کو نیچا بنا لیا ہے۔ قدم ناپ ناپ کر رکھتے ہیں۔ دامن کو سمیٹ لیا ہے اور اپنے نفس کو گویا امانتداری کے لئے آراستہ کرلیا ہے اور پروردگار کی پردہ داری کو معصیت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔

بعض وہ ہیں جنھیں حصول اقتدار سے نفس کی کمزوری اور اسباب کی نابودی نے دور رکھا ہے اور جب حالات نے سازگاری کا سہارا نہیں دیا تو اسی کا نام قناعت رکھ لیا ہے۔ یہ لوگ اہل زہد کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں جب کہ نہ ان کی شام زاہدانہ ہے اور نہ صبح۔

(پانچویں قسم)۔ اس کے بعد کچھ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کی نگاہوں کو بازگشت کی یاد نے جھکا دیا ہے اور ان کے آنسوؤں کو خوف محشر نے جاری کردیا ہے۔ ان میں بعض آوارہ وطن اور دور افتادہ ہیں اور بعض خوفزدہ اور گوشہ نشین ہیں۔ بعض کی زبانوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور بعض اخلاص کے ساتھ محو دعا ہیں اور درد رسیدہ کی طرح رنجیدہ ہیں۔ انھیں خوف حکام نے گمنامی کی منزل تک پہونچا دیا ہے۔

---

[۱] انسانی معاشرہ کی کیا سچی تصویر ہے۔ جب چاہیئے اپنے گھر۔ اپنے محلہ۔ اپنے شہر۔ اپنے ملک پر ایک نگاہ ڈال لیجئے۔ انشاء چاروں قسمیں بیک وقت نظر آجائیں گی۔ وہ شریف بھی مل جائیں گے جو صرف حالات کی تنگی کی بنا پر شریف بنے ہوئے ہیں ورنہ بس چل جاتا تو بیوی بچوں پر بھی ظلم کرنے سے باز نہیں آتے۔

وہ تیس مارخاں بھی مل جائیں گے جن کا کل شرف فساد فی الارض ہے اور اسی کو اپنی اہمیت وعظمت کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں کہ ہم نے بھری محفل میں فلاں کو یہ کہہ دیا اور فلاں اخبار میں فلاں کے خلاف یہ مضمون لکھ دیا یا عدالت میں یہ فرضی مقدمہ دائر کردیا۔

وہ مقدس بھی مل جائیں گے جن کا تقدس ہی ان کے فسق وفجور کا ذریعہ ہے۔ دعا تعویذ کے نام پر نامحرموں سے خلوت اختیار کرتے ہیں اور اولیاء اللہ سے قریب تر بنانے کے لئے اپنے سے قریب تر بنالیتے ہیں۔ چادریں اوڑھا کر دعائیں منگواتے ہیں اور تنہائی میں بلا کر چادر اتار دیتے ہیں۔

وہ فاقہ مست بھی مل جائیں گے جنھیں حالات کی مجبوری نے قناعت پر آمادہ کردیا ہے ورنہ ان کی صحیح حالت کا اندازہ دوسروں کے دسترخوانوں پر بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

تلاش ہے انسانیت کو اس پانچویں قسم کی جو سوائے پنجتن پاک کے اور کسی کے آستانہ پر نظر نہیں آتی ہے۔ کاش دنیا کو اب بھی ہوش آجائے۔

اَلتَّـقِيَّةُ، وَ شَمِـلَتْهُمُ اَلذِّلَّـةُ، فَـهُمْ فِي بَحْـرِ أُجَـاجٍ، أَفْـوَاهُـهُمْ ضَـامِزَةٌ، وَ قُـلُوبُـهُمْ قَـرِحَةٌ، قَـدْ وَعَـظُوا حَـتَّىٰ مَـلُّوا، وَ قُـهِرُوا حَـتَّىٰ ذَلُّـوا، وَقُـتِلُوا حَـتَّىٰ قَـلُّوا. [1]

التزهيد في الدنيا

فَـلْتَكُنِ الدُّنْـيَا فِي أَعْـيُنِكُمْ أَصْـغَرَ مِـنْ حُـثَالَةِ اَلْـقَرَظِ، وَقُـرَاضَـةِ اَلْجَـلَمِ، وَاتَّـعِظُوا بِمَـنْ كَـانَ قَـبْلَكُمْ، قَـبْلَ أَنْ يَـتَّعِظَ بِكُـمْ مَـنْ بَـعْدَكُـمْ؛ وَارْفُـضُوهَا ذَمِـيمَةً، فَـإِنَّهَا قَـدْ رَفَـضَتْ مَـنْ كَـانَ أَشْـغَفَ بِهَـا مِـنْكُمْ

قال الشريف ـ رضي الله عنه ـ: أقول: هذه الخطبة ربما نسبها من لا علم له إلى معاوية، و هي من كلام أمير المؤمنين ﴿ع﴾ الذي لا يشك فيه، و أين الذهب من الرغام! و أين العذب من الأجاج! و قد دلّ على ذلك الدليل الخرّيت و نقده الناقد البصير عمرو بن بحر الجاحظ؛ فإنه ذكر هذه الخطبة في كتاب «البيان والتبيين» و ذكر من نسبها إلى معاوية، ثم تكلم من بعدها بكلام في معناها، جملته أنه قال: وهذا الكلام بكلام علي ﴿ع﴾ أشبه، و بمذهبه في تصنيف الناس، و في الإخبار عما هم عليه من القهر و الإذلال، و من التقية والخوف، أليق. قال: و متى و جدنا معاوية في حال من الأحوال يسلك في كلامه مسلك الزهاد، و مذاهب العبّاد!

٣٣

و من خطبة له ﴿ع﴾

عند خروجه لقتال أهل البصرة، و فيها حكمة مبعث الرسل، ثم يذكر فضله ويذم الخارجين

قال عبدالله بن عباس ـ رضي الله عنه ـ: دخلت على أمير المؤمنين ﴿ع﴾ بذي قار و هو يخصف نعله، فقال لي: ما قيمة هذا النعل؟ فقلت: لا قيمةَ لها! فـقال ﴿ع﴾: والله لَهِـيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِـنْ إِمْـرَتِكم، إِلَّا أن أُقِـيمَ حـقًّا، أو أدفع باطلًا، ثم خرج فخطب الناس فقال:

حكمة بعثة النبي ﴿ص﴾

إِنَّ اللهَ بَـعَثَ مُحَـمَّداً صَـلَّى اللهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ، وَ لَـيْسَ أَحَـدٌ مِـنَ اَلْعَرَبِ يَـقْرَأُ كِـتَاباً، وَ لَا يَـدَّعِي نُـبُوَّةً، فَسَـاقَ النَّـاسَ حَـتَّىٰ بَـوَّأَهُمْ مَحَـلَّتَهُمْ، وَ بَـلَّغَهُمْ مَـنْجَاتَهُمْ، فَـاسْتَقَامَتْ قَـنَاتُهُمْ، وَاطْـمَأَنَّتْ صَـفَاتُهُمْ.

تقیہ ـ حالات کو چھپا کر ظلم سے تحفظ کا انتظام کرنا
اجاج ـ کھارا
ضامزہ ـ ساکن
قرحہ ـ زخمی
حثالہ ـ چھلکا
قرظ ـ کیکر کا پتہ
جلم ـ وہ قینچی جس سے اون کاٹا جاتا ہے
رغام ـ مٹی یا ریت
خرّیت ـ ماہر اور تجربہ کار
خصف نعل ـ جوتیاں ٹانکنا
قناۃ ـ نیزہ ـ اس کی استقامت کی سازگاری کا اشارہ ہے

[1] اللہ والوں کی زندگی کا یہ عجیب و غریب نقشہ ہے جس کا مشاہدہ ہر دور اور ہر علاقہ میں کیا جا سکتا ہے کہ ان کی زندگی کے حسب ذیل مشکلات کسی نہ کسی شکل میں ضرور سامنے آتے ہیں ـ
۱ ـ مظالم انھیں گمنام بنا دیتے ہیں
۲ ـ اہل اقتدار انھیں ذلیل و کمزور قرار دیتے ہیں ـ
۳ ـ ان کی زندگی گویا کھارے پانی کے سمندر میں ہوتی ہے کہ اپنے ماحول سے اپنی تشنگی کا بھی علاج نہیں کر سکتے ہیں ـ (۴) ـ ان کی زبانوں پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے ـ ۵ ـ ان کے دل شریعت کی بربادی دیکھ کر زخمی ہو جاتے ہیں ـ ۶ ـ ان کی نصیحت اس قدر نظر انداز کی جاتی ہے کہ گویا لوگ اکتا جاتے ہیں ـ (۷) ـ انھیں اس قدر دبایا جاتا ہے کہ لوگوں کی نگاہوں سے گر جاتے ہیں ـ ۸ ـ انھیں اس قدر مارا جاتا ہے کہ ان کی تعداد کم ہو جاتی ہے ایسے حالات میں صاحبان عقل و شعور کو واقعاً عبرت حاصل کرنا چاہئے اور اس دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہئے جس کا برتاؤ نیک بندوں کے ساتھ اس قسم کا رہا ہو لیکن یہ "دیدہ عبرت نگاہ" کہاں ہے؟

مصادر خطبہ ۳۳ ارشاد مفید ۲ ص ۱۵۴ ، الخصائص ص ۸

اور بیچارگی نے انھیں گھیر لیا ہے۔ گویا وہ ایک کھارے سمندر کے اندر زندگی گذار رہے ہیں جہاں منھ بند ہیں اور دل زخمی ہیں۔ انھوں نے اس قدر موعظہ کیا ہے کہ تھک گئے ہیں اور وہ اس قدر دبائے گئے ہیں کہ بالآخر دب گئے ہیں اور اس قدر مارے گئے ہیں کہ ان کی تعداد بھی کم ہو گئی ہے[1]

لہٰذا اب دنیا کو تمھاری نگاہوں میں کیکر کے چھلکوں اور اون کے ریزوں سے بھی زیادہ پست ہونا چاہیئے اور اپنے پہلے والوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے قبل اس کے کہ بعد والے تمھارے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ اس دنیا کو نظر انداز کردو۔ یہ بہت ذلیل ہے یہ ان کے کام نہیں آئی ہے جو تم سے زیادہ اس سے دل لگانے والے تھے۔

سید رضیؒ۔ بعض جاہلوں نے اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جبکہ بلاشک یہ امیرالمومنینؑ کا کلام ہے اور بھلا کیا ربط ہے سونے اور مٹی میں اور شیریں اور شور میں؟ اس حقیقت کی نشاندہی فن بلاغت کے ماہر اور بابصیرت تنقیدی نظر رکھنے والے عالم عمرو بن بحر الجاحظ نے بھی کی ہے جب اس خطبہ کو "البیان والتبیین" میں نقل کرنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کر دیا ہے حالانکہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے انداز بیان سے زیادہ ملتا جلتا ہے کہ آپ ہی اس طرح لوگوں کے اقسام، مذاہب اور قہر و ذلت اور تقیہ و خوف کا تذکرہ کیا کرتے تھے ورنہ معاویہ کو کب اپنی گفتگو میں زاہدوں کا انداز یا عابدوں کا طریقہ اختیار کرتے دیکھا گیا ہے۔

۳۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(اہل بصرہ سے جہاد کے لئے نکلتے وقت جس میں آپ نے رسولوں کی بعثت کی حکمت اور پھر اپنی فضیلت اور خوارج کی رذیلت کا ذکر کیا ہے۔)

عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ میں مقام ذی قار میں امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ اپنی نعلین کی مرمت کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ابن عباس! ان جوتیوں کی کیا قیمت ہے؟ میں نے عرض کی کچھ نہیں! فرمایا کہ خدا کی قسم یہ مجھے تمھاری حکومت سے زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کہ حکومت کے ذریعہ میں کسی حق کو قائم کرسکوں یا کسی باطل کو دفع کرسکوں۔ اس کے بعد لوگوں کے درمیان آکر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

اللہ نے حضرت محمدؐ کو اس وقت مبعوث کیا جب عربوں میں کوئی نہ آسمانی کتاب پڑھنا جانتا تھا اور نہ نبوت کا دعویدار تھا۔ آپ نے لوگوں کو کھینچ کر ان کے مقام تک پہونچایا اور انھیں منزل نجات سے آشنا بنا دیا یہاں تک کہ ان کی کجی درست ہو گئی اور ان کے حالات استوار ہو گئے۔

---

[1] امیرالمومنینؑ کے زیر نظر خطبہ کی فصاحت و بلاغت اپنے مقام پر ہے۔ آپ کا یہ ایک کلمہ ہی آپ کی زندگی اور آپ کے نظریات کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہے خصوصیت کے ساتھ اس صورت حال کو نگاہ میں رکھنے کے بعد کہ آپ جنگ جمل کے موقع پر بصرہ کی طرف جا رہے تھے اور حضرت عائشہ آپ کے خلاف جنگ کی آگ اس پروپیگنڈہ کے ساتھ بھڑکا رہی تھیں کہ آپ نے حکومت واقتدار کی لالچ میں عثمانؓ کو قتل کرا دیا ہے اور تخت خلافت پر قابض ہو گئے ہیں۔

ضرورت تھی کہ آپ تخت حکومت کے بارے میں اپنے نظریات کا اعلان کر دیتے۔ لیکن یہ کام خطبہ کی شکل میں ہوتا تو اس کی علمی شکل کا سمجھنا ہر انسان کے بس کا کام نہیں تھا لہٰذا قدرت نے ایک غیبی ذریعہ فراہم کر دیا جہاں آپ اپنی جوتیوں کی مرمت کر رہے تھے اور ابن عباس سامنے آگئے۔

صورت حال نے پہلے تو اس امر کی وضاحت کی کہ آپ تخت خلافت پر "قابض" ہونے کے بعد بھی ایسی زندگی گذار رہے تھے کہ آپ کے پاس صحیح و سالم جوتیاں بھی نہیں تھیں اور پھر شکستہ اور بوسیدہ جوتیوں کی مرمت بھی کسی صحابی یا ملازم سے نہیں کراتے تھے بلکہ یہ کام بھی خود ہی انجام دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو حکومت کی کیا طمع ہو سکتی ہے اور اسے حکومت سے کیا سکون و آرام مل سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے دو بنیادی نکات کا اعلان فرمایا:

۱۔ میری نگاہ میں حکومت کی قیمت جوتیوں کے برابر بھی نہیں ہے کہ جوتیاں تو کم سے کم میرے قدموں میں رہتی ہیں اور تخت حکومت تو ظالموں اور بے ایمانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

۲۔ میری نگاہ میں حکومت کا مصرف صرف حق کا قیام اور باطل کا ازالہ ہے ورنہ اس کے بغیر حکومت کا کوئی جواز نہیں ہے۔

فضل علي (عليه السلام)

أَمَـــا وَاللهِ إِنْ كُـــنْتُ لَـــفِي سَـــاقَتِهَا حَـــتَّىٰ تَـــوَلَّتْ بِحَـــذَا فِـيرِهَا: مَـــا عَـــجَزْتُ «ضَـــعُفْتُ» وَلَا جَـــبُنْتُ(وَهَـــنْتُ)، وَ إِنَّ مَسِـــيرِي هٰـــذَا لِمِـثْلِهَا؛ فَـلَأَنْقُبَنَّ (فـلأنقبن) اَلْـبَاطِلَ حَـــتَّىٰ يَخْـرُجَ اَلْحَـــقُّ مِـــنْ جَـــنْبِهِ.

توبيخ الخارجين عليه

مَـــالِي وَ لِـــقُرَيْشٍ! وَاللهِ لَـــقَدْ قَـــاتَلْتُهُمْ كَـــافِرِينَ: وَ لَأُقَـــاتِلَنَّهُمْ مَـــفْتُونِينَ، وَ إِنِّي لَـــصَاحِبُهُمْ بِـــالْأَمْسِ، كَـــمَا أَنَـــا صَـــاحِبُهُمُ اَلْـيَوْمَ! وَاللهِ مَـــا تَـــنْقِمُ مِـــنَّا قُـــرَيْشٌ إِلَّا أَنَّ اللهَ اَخْـــتَارَنَا عَـــلَيْهِمْ، فَأَدْخَـــلْنَاهُمْ فِي حَـــيِّزِنَا، فَكَـــانُوا كَـمَا قَـــالَ اَلْأَوَّلُ:

أَدَمْتَ لَعَمْرِي شُرْبَكَ اَلْـمَحْضَ صَابِحاً	وَأَكْـلَكَ بِـالزُّبْدِ اَلْـمُقَشَّرَةَ اَلْـبُجْرَا
وَ نَحْـــنُ وَهَـــبْنَاكَ اَلْـعَلَاءَ وَلَمْ تَكُـــنْ	عَلِيّاً، وَ حُطْنَا حَـوْلَكَ اَلْجُـرْدَ وَالسُّـمْرَا

٣٤
و من خطبة له (عليه السلام)

في استنفار الناس إلى أهل الشام بعد فراغه من أمر الخوارج، و فيها يتأفف بالناس، و ينصح لهم بطريق السداد

أُفٍّ لَكُـــمْ! لَـــقَدْ سَـئِمْتُ عِـتَابَكُمْ! أَرَضِـيتُمْ بِـالْحَيَاةِ الدُّنْـيَا مِـنَ اَلْآخِرَةِ عِـوَضاً؟ وَ بِـالذُّلِّ مِـنَ اَلْعِزِّ خَـلَفاً؟ إِذَا دَعَـــوْتُكُمْ إِلَىٰ جِـــهَادِ عَـــدُوِّكُـمْ دَارَتْ أَعْـيُنُكُمْ، كَأَنَّكُـــمْ مِـــنَ اَلْمَوْتِ فِي غَـــمْرَةٍ، وَ مِـــنَ اَلذُّهُولِ فِي سَكْـــرَةٍ. يُـرْتَجُ عَـلَيْكُمْ حَـوَارِي فَـــتَعْمَهُونَ، وَ كَأَنَّ قُـــلُوبَكُمْ مَأْلُـــوسَةٌ، فَأَنْـــتُمْ لَا تَـــعْقِلُونَ. مَـــا أَنْـــتُمْ لِي بِـــثِقَةٍ سَـــجِيسَ اَللَّـــيَالِي، وَ مَـــا أَنْـــتُمْ بِـرُكْـنٍ يُمَالُ بِكُـمْ، وَلَا زَوَافِـرُ عِـزٍّ يُـفْتَقَرُ إِلَـيْكُمْ. مَـــا أَنْـتُمْ إِلَّا كَـإِبِلٍ ضَـلَّ رُعَـاتُهَا، فَكُـلَّمَا جُمِـعَتْ (اجتمعت) مِـنْ جَـانِبٍ اَنْـتَشَرَتْ مِـــنْ آخَـــرَ، لَـبِئْسَ - لَـــعَمْرُ اللهِ - سُـــعْرُ نَـارِ اَلْحَرْبِ أَنْـتُمْ! تُكَـادُونَ وَلَا تَكِـيدُونَ، وَ تُـــنْتَقَصُ أَطْـــرَافُكُـــمْ فَـــلَا تَمْـتَعِضُونَ، لَا يُـــنَامُ عَـــنْكُمْ وَأَنْـــتُمْ فِي غَـــفْلَةٍ

ساقہ - فوج کا وہ آخری حصہ جو اگلے حصہ کو آگے بڑھاتا ہے
حذافیر - کل کا کل
نقب - سوراخ کرنا
دوران الاعین - خوف سے آنکھیں پھرانا
غمرہ - پردہ - شدت اختصار
رتج - بند کر دینا
حوار - گفتگو
تعمھون - اندھے ہوگئے ہو
مالوسہ - دیوانگی کا مارا ہوا
زافر - عمارت کا رکن اور ستون قبیلہ
سعر - آگ بھڑکانا

(۱) غور کیا جائے تو صدر اسلام سے لے کر جنگ جمل و صفین تک کے حالات میں صرف اس قدر فرق ہوا ہے کہ ابتدا میں کفر و اسلام اور حق و باطل بالکل الگ الگ تھے اور کوئی کسی کے زیر سایہ یا زیر نقاب نہیں تھا اور آج کفر نے اسلام کا نقاب پہن لیا ہے اور حق باطل کے نیچے دبا دیا گیا ہے۔ امیر المومنینؑ اسی نکتہ کی طرف اشارہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میرے لئے ان حالات کا مقابلہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں روز اول سے رسول اکرمؐ کے ساتھ انقلابی تحریک میں شامل رہ چکا ہوں۔ میرے کردار میں نہ کمزوری ہے اور نہ بزدلی۔ میں باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں اور آج کے گمراہ درحقیقت کل کے کفار ہی ہیں جنھوں نے اسلام کا رخ اختیار کر لیا ہے اور ان کے دلوں میں یہ بغض بیٹھا ہوا ہے کہ انھیں ہمارے زیر اثر مسلمان زندگی گذارنا پڑ رہی ہے۔

مصادر خطبہ ۳۴ تاریخ طبری ۶ ص ۵۱ - ۳۳۸۶، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۵۰، انساب الاشراف بلاذری ص ۳۸۰، المجالس مفیدؒ ص ۶۹، تذکرہ ابن الجوزی ص ۱۰۶، اختصاص مفیدؒ ص ۱۵۳

آگاہ ہو جاؤ کہ بخدا قسم میں اس صورت حال کے تبدیل کرنے والوں میں شامل تھا یہاں تک کہ حالات مکمل طور پر تبدیل ہو گئے اور میں نہ کمزور ہوا اور نہ خوفزدہ ہوا اور آج بھی میرا یہ سفر ویسے ہی مقاصد کے لئے ہے۔ میں باطل کے شکم کو چاک کر کے اس کے پہلو سے وہ حق نکال لوں گا جسے اس نے مظالم کی تہوں میں چھپا دیا ہے۔

میرا قریش سے کیا تعلق ہے۔ میں نے کل ان سے کفر کی بنا پر جہاد کیا تھا اور آج فتنہ اور گمراہی کی بنا پر جہاد کروں گا[1]۔ میں ان کا پرانا مد مقابل ہوں اور آج بھی ان کے مقابلہ پر تیار ہوں۔ خدا کی قسم قریش کو ہم سے کوئی عداوت نہیں ہے مگر یہ کہ پروردگار نے ہمیں منتخب قرار دیا ہے اور ہم نے ان کو اپنی جماعت میں داخل کرنا چاہا تو وہ ان اشعار کے مصداق ہو گئے:

ہماری جاں کی قسم یہ شراب ناب صباح — یہ چرب چرب غذائیں ہمارا صدقہ ہیں

ہمیں نے تم کو یہ ساری بلندیاں دی ہیں — وگرنہ تیغ و سناں بس ہمارا حصہ ہیں

۳۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں خوارج کے قصہ کے بعد لوگوں کو اہل شام سے جہاد کے لئے آمادہ کیا گیا ہے اور انکے حالات پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انھیں نصیحت کی گئی ہے)

حیف ہے تمہارے حال پر۔ میں تمھیں ملامت کرتے کرتے تھک گیا۔ کیا تم لوگ واقعاً آخرت کے عوض زندگانی دنیا پر راضی ہو گئے ہو اور تم نے ذلت کو عزت کا بدل سمجھ لیا ہے؟ کہ جب میں تمھیں دشمن سے جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تم آنکھیں پھرانے لگتے ہو جیسے موت کی بیہوشی طاری ہو اور غفلت کے نشہ میں مبتلا ہو۔ تم پر جیسے میری گفتگو کے دروازے بند ہو گئے ہیں کہ تم گمراہ ہوتے جا رہے ہو اور تمہارے دلوں پر دیوانگی کا اثر ہو گیا ہے کہ تمہاری سمجھ ہی میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ تم کبھی میرے لئے قابل اعتماد نہیں ہو سکتے ہو اور نہ ایسا ستون ہو جس پر بھروسہ کیا جا سکے اور نہ عزت کے وسائل ہو جس کی ضرورت محسوس کی جا سکے تم تو ان اونٹوں جیسے ہو جن کے چرواہے گم ہو جائیں کہ جب ایک طرف سے جمع کئے جاتے ہیں تو دوسری طرف سے بھڑک جاتے ہیں۔

خدا کی قسم۔ تم بدترین افراد ہو جن کے ذریعہ آتش جنگ کو بھڑکایا جا سکے۔ تمہارے ساتھ مکر کیا جاتا ہے اور تم کوئی تدبیر بھی نہیں کرتے ہو۔ تمہارے علاقے کم ہوتے جا رہے ہیں اور تمھیں غصہ بھی نہیں آتا ہے۔ دشمن تمہاری طرف سے غافل نہیں ہے مگر تم غفلت کی نیند سو رہے ہو۔

---

[1] اس مقام پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ ایسے انداز گفتگو سے عوام الناس میں مزید نخوت پیدا ہو جاتی ہے اور ان میں کام کرنے کا جذبہ بالکل مُردہ ہو جاتا ہے اور اگر واقعاً امام علیہ السلام اسی قدر عاجز آگئے تھے تو پھر بار بار دُہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔ جو انجام ہونے والا تھا ہو جاتا اور بالآخر لوگ اپنے کیفر کردار کو پہونچ جاتے۔؟

اس لئے کہ یہ ایک جذباتی مشورہ تو ہو سکتا ہے منطقی گفتگو نہیں ہو سکتی ہے۔ اکتاہٹ اور ناراضگی ایک فطری ردعمل ہے جو امر بالمعروف کی منزل میں فریضہ بھی بن جاتا ہے ــــ لیکن اس کے بعد بھی اتمام حجت کا فریضہ بہرحال باقی رہ جاتا ہے۔ پھر امامؑ کی نگاہیں اس مستقبل کو بھی دیکھ رہی تھیں جہاں مسلسل ہدایات کے پیش نظر چند افراد ضرور پیدا ہو جاتے ہیں اور اس وقت بھی پیدا ہو گئے تھے یہ اور بات ہے کہ قضا و قدر نے ساتھ نہیں دیا اور جہاد مکمل نہیں ہو سکا۔

اس کے علاوہ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ اگر امیرالمومنینؑ نے سکوت اختیار کر لیا ہوتا تو دشمن اسے رضامندی اور بیعت کی علامت بنا لیتے اور مخلصین اپنی کوتاہی عمل کا بہانہ قرار دے لیتے اور اسلام کی روح عمل اور تحریک دینداری مُردہ ہو کر رہ جاتی۔!

سَاهُونَ، غُلِبَ واللهِ الْمُتَخَاذِلُونَ! وَ ايْمُ اللهِ إِنِّي لَأَظُنُّ بِكُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ (حمش) الْوَغَى، وَ اسْتَحَرَّ الْمَوْتُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّأْسِ.[1] وَاللهِ إِنَّ امْرَأً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِهِ يَعْرُقُ لَحْمَهُ، وَ يَهْشِمُ عَظْمَهُ، وَ يَفْرِي جِلْدَهُ، لَعَظِيمٌ عَجْزُهُ، ضَعِيفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ.[2] أَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ إِنْ شِئْتَ؛ فَأَمَّا أَنَا فَوَاللهِ دُونَ أَنْ أُعْطِيَ ذلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ تَطِيرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ، وَ تَطِيحُ السَّوَاعِدُ وَ الْأَقْدَامُ، وَ يَفْعَلُ اللهُ بَعْدَ ذلِكَ مَا يَشَاءُ.

طريق السداد

أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقّاً، وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ: فَأَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيحَةُ لَكُمْ، وَ تَوْفِيرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ، وَ تَعْلِيمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوا، وَ تَأْدِيبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوا. وَ أَمَّا حَقِّي عَلَيْكُمْ فَالْوَفَاءُ بِالْبَيْعَةِ، وَالنَّصِيحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيبِ، وَالْإِجَابَةُ حِينَ أَدْعُوكُمْ، وَالطَّاعَةُ حِينَ آمُرُكُمْ.

۳۵

و من خطبة له (ع)

بعد التحكيم و ما بلغه من أمر الحكمين

و فيها حمده لله على بلائه، ثم بيان سبب البلوى

الحمد على البلاء

الْحَمْدُ لِلّهِ وَ إِنْ أَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ، وَالْحَدَثِ الْجَلِيلِ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَيْسَ مَعَهُ إِلٰهٌ غَيْرُهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

حمس وغیٰ ۔ شدت جنگ
استحر الموت ۔ موت کی گرم بازاری
یعرق لحمہ ۔ گوشت یوں کھایا جائے کہ ہڈی پر کچھ نہ رہ جائے
انفراج الراس ۔ یعنی دوبارہ جوڑنے کا امکان بھی نہ رہ جائے
فری ۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا
جوانح ۔ پسلیاں
مشرفیہ ۔ مقام مشارف کی تلواریں
فراش الہام ۔ سر کی باریک ہڈیاں
فئ ۔ مال بیت المال
خطب فادح ۔ سنگین حادثہ
حدث ۔ حادثہ

(۱) گذشتہ خطبات میں آپ نے اپنے خدمات کو سرکار دوعالم کے ساتھ شامل کیا تھا تو انجام بھی دونوں خدمات کا ایک جیسا ہی ہوا جس طرح احد کے میدان میں سرکار کے اصحاب تنہا چھوڑ کر روانہ ہو گئے تھے اور کسی کو مڑ کر دیکھنے کی فرصت نہ تھی ۔ اس طرح آپ کے ساتھ اہل کوفہ کا برتاؤ رہا کہ عین میدان جنگ میں معاویہ کے مکارانہ طور پر نیزوں پر قرآن بلند کرنے کے فریب میں آ گئے اور آپ کے قول پر اعتماد نہ کیا بلکہ آپ کو دشمن کے حوالے کر دینے کا منصوبہ بنا لیا ۔

ظاہر ہے کہ جو قوم اس قدر احمق اور ذلیل ہو اس کا حصہ ناکامی اور رسوائی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے ۔

(۲) یہ بیحیائی کی بدترین مثال ہے جس کی نظیر عالم کفر والحاد میں بھی نہیں پائی جاتی ہے ۔ عالم اسلام کا کیا ذکر ہے ۔

آج کفر کی دنیا میں بھی یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب سپاہی ہارنے لگتا ہے اور دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو خودکشی کر کے اپنے کو اس ذلت سے بچا لیتا ہے اور دشمن کے قبضہ میں جانے کو گوارا نہیں کرتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہ عمل عقلی اور شرعی اعتبار سے صحیح نہیں ہے لیکن بہرحال اسے تقاضائے غیرت و شہامت تصور کیا جاتا ہے اور ایسے لوگ ان لوگوں سے بہرحال بہتر ہوتے ہیں جو جہاد کے میدان کو نظر انداز کر کے ہر طرح کی ذلت اور رسوائی کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں ۔

مصادر خطبہ ۳۵ انساب الاشراف بلاذری ص۳٦۵ ، تاریخ طبری ٦ ص۴۳ ، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۱۹ ، کتاب صفین نصر بن مزاحم تذکرۃ الخواص ص۱۰۳ ، اغانی ابوالفرج اصفہانی ۹ ص۵ ، مروج الذہب مسعودی ۲ ص۴۱۲ ، کامل ابن اثیر ۲ ص۱۴۱ ، البدایۃ والنہایۃ ، ص۲۸٦ مجمع الامثال میدانی ۲ ص۲۳۸

خدا کی قسم سستی برتنے والے ہمیشہ مغلوب ہو جاتے ہیں اور بخدا میں تمہارے بارے میں یہی خیال رکھتا ہوں کہ اگر جنگ نے زور پکڑ لیا اور موت کا بازار گرم ہو گیا تو تم فرزند ابو طالب سے یوں ہی الگ ہو جاؤ گے جس طرح جسم سے سر الگ ہو جاتا ہے۔(۱)

خدا کی قسم اگر کوئی شخص اپنے دشمن کو اتنا قابو دے دیتا ہے کہ وہ اس کا گوشت اتار لے اور ہڈی توڑ ڈالے اور کھال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو ایسا شخص عاجزی کی آخری سرحد پر ہے اور اس کا وہ دل انتہائی کمزور ہے جو اس کے پہلوؤں کے درمیان ہے۔(۲) تم چاہو تو ایسے ہی ہو جاؤ لیکن میں خدا گواہ ہے کہ اس نوبت کے آنے سے پہلے وہ تلوار چلاؤں گا کہ کھوپڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑتی دکھائی دیں گی اور ہاتھ پیر کٹ کٹ کر گرتے نظر آئیں گے۔ اس کے بعد خدا جو چاہے گا وہ کرے گا۔

ایہا الناس! یقیناً ایک حق میرا تمہارے ذمہ ہے اور ایک حق تمہارا میرے ذمہ ہے۔ تمہارا حق میرے ذمہ یہ ہے کہ میں تمہیں نصیحت کروں اور بیت المال کا مال تمہارے حوالے کر دوں اور تمہیں تعلیم دوں تاکہ تم جاہل نہ رہ جاؤ اور ادب سکھاؤں تاکہ باعمل ہو جاؤ۔ اور میرا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ بیعت کا حق ادا کرو اور حاضر و غائب ہر حال میں خیر خواہ رہو۔ جب پکاروں تو لبیک کہو اور جب حکم دوں تو اطاعت کرو۔

۳۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب تحکیم کے بعد اس کے نتیجہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اس بلا کا سبب بیان فرمایا)

ہر حال میں خدا کا شکر ہے چاہے زمانہ کوئی بڑی مصیبت کیوں نہ لے آئے اور حادثات کتنے ہی عظیم کیوں نہ ہو جائیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں (خدا کی رحمت ان پر اور ان کی آلؑ پر)

---

(۱) یہ دیانتداری اور ایمانداری کی عظیم ترین مثال ہے کہ کائنات کا امیر، مسلمانوں کا حاکم، اسلام کا ذمہ دار قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اس حقیقت کا اعلان کر رہا ہے کہ جس طرح میرا حق تمہارے ذمہ ہے اسی طرح تمہارا حق میرے ذمہ بھی ہے۔ اسلام میں حاکم حقوق العباد سے بلند تر نہیں ہوتا ہے اور نہ اسے قانون الٰہی کے مقابلہ میں مطلق العنان قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد دوسری احتیاط یہ ہے کہ پہلے عوام کے حقوق کو ادا کرنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد اپنے حقوق کا مطالبہ کیا اور حقوق کے بیان میں بھی عوام کے حقوق کو اپنے حق کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی۔ اپنا حق صرف یہ ہے کہ قوم مخلص رہے اور بیعت کا حق ادا کرتی رہے اور احکام کی اطاعت کرتی رہے جب کہ یہ کسی حاکم کے امتیازی حقوق نہیں ہیں بلکہ مذہب کے بنیادی فرائض ہیں۔ اخلاص و نصیحت ہر شخص کا بنیادی فریضہ ہے۔ بیعت کی پابندی معاہدہ کی پابندی اور تقاضائے انسانیت ہے۔ احکام کی اطاعت احکام الٰہیہ کی اطاعت ہے اور یہی عین تقاضائے اسلام ہے۔

اس کے برخلاف اپنے اوپر جن حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسلام کے بنیادی فرائض میں شامل نہیں ہیں بلکہ ایک حاکم کی ذمہ داری کے شعبہ ہیں کہ وہ لوگوں کو تعلیم دے کر ان کی جہالت کا علاج کرے اور انہیں مہذب بنا کر عمل کی دعوت دے اور پھر برابر نصیحت کرتا رہے اور کسی آن بھی ان کے مصالح و منافع سے غافل نہ ہونے پائے۔!

سبب البلوى

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُورِثُ الْحَسْرَةَ، وَ تُعْقِبُ النَّدَامَةَ. وَ قَدْ كُنْتُ أَمَرْتُكُمْ فِي هٰذِهِ الْحُكُومَةِ أَمْرِي، وَ نَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُونَ رَأْيِي، لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيرٍ[1] أَمْرٌ! فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُخَالِفِينَ الْجُفَاةِ، وَالْمُنَابِذِينَ الْعُصَاةِ، حَتَّىٰ ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهِ، وَ ضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهِ، فَكُنْتُ أَنَا وَ إِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ أَخُو هَوَازِنَ[2]:

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَىٰ

فَلَمْ تَسْتَبِينُوا النُّصْحَ (الرّشد) إِلَّا ضُحَى الْغَدِ

٣٦

و من خطبة له (ﷺ)

في تخويف أهل النهروان[3]

فَأَنَا نَذِيرٌ لَكُمْ أَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَىٰ بِأَثْنَاءِ هٰذَا النَّهَرِ، وَبِأَهْضَامِ هٰذَا الْغَائِطِ، عَلَىٰ غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَ لَا سُلْطَانٍ مُبِينٍ مَعَكُمْ: قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ، وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ، وَ قَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُومَةِ فَأَبَيْتُمْ عَلَيَّ إِبَاءَ الْمُنَابِذِينَ (المخالفين)، حَتَّىٰ صَرَفْتُ رَأْيِي إِلَىٰ هَوَاكُمْ، وَ أَنْتُمْ مَعَاشِرُ أَخِفَّاءُ الْهَامِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ؛ وَ لَمْ آتِ - لَا أَبَا لَكُمْ - بُجْراً، وَلَا أَرَدْتُ لَكُمْ ضُرّاً.

(۱) واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جذیمہ نے جزیرہ کے حاکم عمرو بن ظرب کو قتل کر دیا تو اس کی بیٹی جزیرہ کی حاکم ہو گئی اور اس نے باپ کے انتقام کے بارے میں ایک نئی تدبیر سوچی کہ جذیمہ کو پیام دیدیا کہ میں تنہا حکومت نہیں چلا سکتی۔ آپ مجھ سے عقد کر لیں کہ دونوں مل کر حکومت کو چلائیں جذیمہ نے رشتہ کو منظور کر لیا اور جزیرہ جانے کی تیاری میں لگ گیا۔ اس کے غلام قصیر نے سمجھایا کہ اس میں مکاری کا امکان ہے لیکن جذیمہ کی سمجھ میں نہ آیا اور جب جزیرہ پہنچ کر پڑاؤ ڈالا تو زباء کے سپاہیوں نے شبخون مار کر جذیمہ کا خاتمہ کر دیا اور قصیر کی زبان پر بیساختہ یہ فقرہ آ گیا۔

(۲) اخو ہوازن درید بن صمہ شاعر ہے جس نے اپنے بھائی عبداللہ کے ہمراہ بنی بکر پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ ہنکا لایا۔ مقام منعرج اللویٰ پر رات گزارنے کا ارادہ کیا تو درید نے منع کیا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے لیکن عبداللہ نے قبول نہیں کیا اور بالآخر راتوں رات قتل کر دیا گیا۔ جس کے بعد درید نے یہ شعر پڑھا جو اس کے متعدد اشعار کا ایک حصہ ہے۔

(۳) نہروان ایک وادی کا نام ہے جس کا سلسلہ کوفہ کے قریب صحرا ء حروراء سے ملتا ہے۔ وہاں کے لوگوں نے واقعہ تحکیم کے بعد بغاوت کا اعلان کر دیا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ نے معاویہ کے ساتھ اس فیصلہ کو کیوں منظور کیا جبکہ فیصلہ کرنے کا حق صرف پروردگار کو ہے اور اس کے بعد اپنے سربراہ حرقوص بن زہیر سعدی (ذو الثدیہ) کی قیادت میں جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور بالآخر فنا ہو گئے۔ اس فرقہ کو علاقہ کے اعتبار سے حروریہ اور عمل کے اعتبار سے خوارج کہا جاتا ہے کہ انھوں نے امام وقت پر خروج کیا تھا۔

مصادر خطبہ ۳۶ الموفقیات زبیر بن بکار ص ۳۲۵، تاریخ طبری ۶ ص ۳۷، ۴۸، ۳۲۷۷، الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص ۱۲۷، تذکرۃ الخواص ص ۱۰۱، النہایۃ ابن الاثیر ۱ ص ۹۷، مروج الذہب مسعودی ۲ ص ۴۰۳، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص ۳۷۱، الاخبار الطوال دینوری ص ۱۹۲

امابعد (یاد رکھو) کہ ناصح شفیق اور عالم تجربہ کار کی نافرمانی ہمیشہ باعث حسرت اور موجب ندامت ہوا کرتی ہے۔ میں نے تمھیں تحکیم کے بارے میں اپنی رائے سے باخبر کر دیا تھا اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ بیان کر دیا تھا لیکن اے کاش "قصیر"(۱) کے حکم کی اطاعت کی جاتی۔ تم نے تو میری اس طرح مخالفت کی جس طرح بدترین مخالف اور عہد شکن نافرمان کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ نصیحت کرنے والا خود بھی شبہ میں پڑ جائے کہ کس کو نصیحت کر دی اور چقماق نے شعلہ بھڑکانا بند کر دیئے۔ اب ہمارا اور تمھارا وہی حال ہوا ہے جو بنی ہوازن(۲) کے شاعر نے کہا تھا:

"میں نے تم کو اپنی بات مقام منعرج اللوی میں بتادی تھی۔ لیکن تم نے اس کی حقیقت کو دوسرے دن کی صبح ہی کو پہچانا۔"

۳۶(۳)۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(اہل نہروان کو انجام کار سے ڈرانے کے سلسلہ میں)

میں تمھیں باخبر کئے دیتا ہوں کہ اس نہر کے موڑوں پر اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر پڑے دکھائی دوگے اور تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے کوئی واضح دلیل اور روشن حجت نہ ہوگی۔ تمھارے گھروں نے تمھیں نکال باہر کر دیا اور قضا و قدر نے تمھیں گرفتار کر لیا۔ میں تمھیں اس تحکیم سے منع کر رہا تھا لیکن تم نے عہد شکن دشمنوں کی طرح میری مخالفت کی یہاں تک کہ میں نے اپنی رائے کو چھوڑ کر مجبوراً تمھاری بات کو تسلیم کر لیا مگر تم دماغ کے ہلکے اور عقل کے احمق نکلے۔ خدا تمھارا برا کرے۔ میں نے تو تمھیں کسی مصیبت میں نہیں ڈالا ہے اور تمھارے لئے کوئی نقصان نہیں چاہا ہے۔

لہ صورت حال یہ ہے کہ جنگ صفین کے اختتام کے قریب جب عمرو عاص کے مشورہ سے معاویہ نے نیزوں پر قرآن بلند کر دئے اور قوم نے جنگ روکنے کا ارادہ کر لیا تو حضرت نے متنبہ کیا کہ یہ صرف مکاری ہے۔ اس قوم کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن قوم نے اس حد تک اصرار کیا کہ اگر آپ قرآن کے فیصلہ کو نہ مانیں گے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے یا گرفتار کر کے معاویہ کے حوالے کر دیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے نتائج انتہائی بدتر اور سنگین تھے لہٰذا آپ نے اپنی رائے سے قطع نظر کر کے اس بات کو تسلیم کر لیا مگر شرط یہی رکھی کہ فیصلہ کتاب و سنت ہی کے ذریعہ ہوگا۔

معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن فیصلہ کے وقت معاویہ کے نمائندہ عمرو عاص نے حضرت علیؑ کی طرف کے نمائندہ ابوموسیٰ اشعری کو دھوکہ دیدیا اور اس نے حضرت علیؑ کے معزول کرنے کا اعلان کر دیا جس کے بعد عمرو عاص نے معاویہ کو نامزد کر دیا اور اس کی حکومت مسلم ہو گئی۔

حضرت علیؑ کے نام نہاد اصحاب کو اب اپنی حماقت کا اندازہ ہوا اور شرمندگی کو مٹانے کے لئے الٹا الزام لگانا شروع کر دیا کہ آپ نے اس تحکیم کو کیوں منظور کیا تھا اور خدا کے علاوہ کسی کو حکم کیوں تسلیم کیا تھا۔ آپ کافر ہو گئے ہیں اور آپ سے جنگ، واجب ہے اور یہ کہہ کر مقام حروراء پر لشکر جمع کرنا شروع کر دیا۔ اُدھر حضرت شام کے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے لیکن جب ان ظالموں کی شرارت حد سے آگے بڑھ گئی تو آپ نے ابوایوب انصاری کو فہمائش کے لئے بھیجا۔ ان کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ بارہ ہزار میں سے اکثریت کوفہ چلی گئی یا غیر جانب دار ہو گئی یا حضرت کے ساتھ آ گئی اور صرف دو تین ہزار خوارج رہ گئے جن سے مقابلہ ہوا تو اس قیامت کا ہوا کہ صرف نو آدمی بچے۔ باقی سب فی النار ہو گئے اور حضرت کے لشکر سے صرف آٹھ افراد شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ۹ صفر ۳۸ھ کو پیش آیا۔

٣٧
و من كلام له (عليه السلام)

يجري مجرى الخطبة و فيه يذكر فضائله (عليه السلام) قاله بعد وقعة النهروان

فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِينَ فَشِلُوا، وَ تَطَلَّعْتُ حِينَ تَقَبَّعُوا، وَ نَطَقْتُ حِينَ تَعْتَعُوا، (تمنعوا، تقبعوا)، وَ مَضَيْتُ بِنُورِ اللهِ حِينَ وَقَفُوا. وَ كُنْتُ أَخْفَضَهُمْ صَوْتاً، وَأَعْلَاهُمْ فَوْتاً، فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا، وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا. كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ، وَلَا تُزِيلُهُ الْعَوَاصِفُ. لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَائِلٍ فِيَّ مَغْمَزٌ. الذَّلِيلُ عِنْدِي عَزِيزٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ لَهُ، وَالْقَوِيُّ عِنْدِي ضَعِيفٌ حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ. رَضِينَا عَنِ اللهِ قَضَاءَهُ، وَ سَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرَهُ. أَتَرَانِي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ؟ وَ اللهِ لَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ، فَلَا أَكُونُ أَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ. فَنَظَرْتُ فِي أَمْرِي، فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي، وَ إِذَا الْمِيثَاقُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي.

٣٨
و من كلام له (عليه السلام)

و فيها علة تسمية الشبهة شبهة ثم بيان حال الناس فيها

وَ إِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِأَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ: فَأَمَّا أَوْلِيَاءُ اللهِ فَضِيَاؤُهُمْ فِيهَا الْيَقِينُ، وَ دَلِيلُهُمْ سَمْتُ الْهُدَى وَ أَمَّا أَعْدَاءُ اللهِ فَدُعَاؤُهُمْ فِيهَا الضَّلَالُ، وَ دَلِيلُهُمُ الْعَمَى، فَمَا يَنْجُو مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهُ، وَلَا يُعْطَى الْبَقَاءَ مَنْ أَحَبَّهُ.

٣٩
ومن خطبة له (عليه السلام)

خطبها عند علمه بغزوة النعمان بن بشير صاحب معاوية لعين التمر،

و فيها يبدي عذره، ويستنهض الناس لنصرته

مُنِيتُ بِمَنْ لَا يُطِيعُ إِذَا أَمَرْتُ وَ لَا يُجِيبُ إِذَا دَعَوْتُ، لَا أَبَا لَكُمْ! مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ؟ أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ، وَلَا حَمِيَّةَ تُحْمِشُكُمْ! أَقُومُ فِيكُمْ مُسْتَصْرِخاً، وَ أُنَادِيكُمْ مُتَغَوِّثاً، فَلَا

فشل - کمزوری - بزدلی
تقبع - گوشہ میں چھپ جانا
تعتعوا - زبان میں روانی کا نہ ہونا
طرت بعنانہا - سبقت کا کنایہ ہے
رہان - وہ انعام جو مقابلہ کے وقت معین کیا جاتا ہے -
ہمز - اعزام
مغمز - طعن و طنز
سمت الہدیٰ - طریقہ ہدایت
حمش - دشمنوں پر غضبناک ہونا
مستصرخ - مدد کے لئے بلند آواز سے پکارنے والا
متغوث - واغوثاہ کہہ کر فریاد کرنیوالا

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی فردیا جماعت نے آپ کے علوم کو دیکھ کر یہ الزام لگانا چاہا تھا کہ آپ رسول اکرمؐ کے نام سے غلط اخبار بیان کرتے ہیں - لہٰذا آپ نے ضروری سمجھا کہ اسلام میں اپنی واقعی حیثیت کا اعلان کردیا جائے ورنہ آپ کا مزاج یہ نہیں تھا اور نہ جاہلوں کے درمیان اپنی واقعی حیثیت کا اعلان کرسکتے تھے -

(۲) یہ تنہا حکومت رسولؐ وآل رسولؑ کا امتیاز تھا جہاں قانون الٰہی کی حکمرانی تھی اور سلمان و بلال میں کوئی فرق نہیں تھا اور قنبر کو نیا لباس عنایت کیا جاتا تھا اور فضہ کو گھر میں بٹھا کر گھر کا کام خود انجام دیا جاتا تھا - ورنہ عالم انسانیت میں قابیل کے دور سے جنگل کا قانون نافذ ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی طاقت کے سامنے دم بخود ہو جاتا ہے اور معاشرہ میں طاقت کا قانون چل جاتا ہے - حق و حقیقت کی روشنی میں وہی کام کرسکتا ہے جو رضائے الٰہی پر راضی ہو اور حکم الٰہی کے سامنے سراپا تسلیم ہو ورنہ جذبات و خواہشات کا بندہ قانون الٰہی کو نافذ نہیں کرسکتا ہے -

---

مصادر خطبہ ۳۷ امالی صدوق ص۱۳۳ ، المحاسن والمساوی بیہقی ۱ - ۸۵ ، اعجاز القرآن باقلانی ص۱۸۹ ، العقد الفرید ا ص۲۰۷
مصادر خطبہ ۳۸ غرر الحکم آمدی ص۹۵ ، مطالب السؤول ا ص۱۷۰ ، رسائل الجاحظ ص۱۲۵
مصادر خطبہ ۳۹ الغارات ابن ہلال ثقفی متوفی ۲۸۳ھ ، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۴۴۲ ، تاریخ طبری حوادث ۳۹ھ ۶ ۳۴۱۱

۳۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو بمنزلۂ خطبہ ہے اور اس میں نہروان کے واقعہ کے بعد آپ نے اپنے فضائل اور کارناموں کا تذکرہ کیا ہے)

میں نے اس وقت اپنی ذمہ داریوں کے ساتھ قیام کیا جب سب ناکام ہوگئے تھے اور اُس وقت سر اٹھایا جب سب گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اس وقت بولا جب سب گونگے ہوگئے تھے اور اس وقت نورِ خدا کے سہارے آگے بڑھا جب سب ٹھہرے ہوئے تھے۔ میری آواز سب سے دھیمی تھی لیکن میرے قدم سب سے آگے تھے۔ میں نے عنان حکومت سنبھالی تو اس میں قوت پرواز پیدا ہوگئی اور میں تن تنہا اس میدان میں بازی لے گیا۔ میرا ثبات پہاڑوں جیسا تھا جنھیں نہ تیز ہوائیں ہلا سکتی تھیں اور نہ آندھیاں ہٹا سکتی تھیں۔ نہ کسی کے لئے میرے کردار میں طعن و طنز کی گنجائش تھی اور نہ کوئی عیب لگا سکتا تھا۔ یاد رکھو کہ تمھارا ذلیل میری نگاہ میں عزیز ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں اور تمھارا عزیز میری نگاہ میں ذلیل ہے یہاں تک کہ اس سے حق لے لوں۔ میں قضاء الٰہی پر راضی ہوں اور اس کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم ہوں۔ کیا تمھارا خیال ہے کہ میں رسول اکرمؐ کے بارے میں کوئی غلط بیانی کر سکتا ہوں جب کہ سب سے پہلے میں نے آپ کی تصدیق کی ہے تو اب سب سے پہلے جھوٹ بولنے والا نہیں ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو میرے لئے اطاعت رسولؐ کا مرحلہ بیعت پر مقدم تھا اور میری گردن میں حضرت کے عہد کا طوق پہلے سے پڑا ہوا تھا۔

۳۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں شبہ کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے اور لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے)

یقیناً شبہ کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس موقع پر اولیاء اللہ کے لئے یقین کی روشنی ہوتی ہے اور سمت ہدایت کی رہنمائی۔ لیکن دشمنان خدا کی دعوت گمراہی اور رہنما بے بصیرتی ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ موت سے ڈرنے والا موت سے بچ نہیں سکتا ہے اور بقا کا طلبگار بقائے دوام پا نہیں سکتا ہے۔

۳۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو معاویہ کے سردار لشکر نعمان بن بشیر کے عین التمر پر حملہ کے وقت ارشاد فرمایا اور لوگوں کو اپنی نصرت پر آمادہ کیا)

میں ایسے افراد میں مبتلا ہو گیا ہوں جنھیں حکم دیتا ہوں تو اطاعت نہیں کرتے ہیں اور بلاتا ہوں تو لبیک نہیں کہتے ہیں۔ خدا تمھارا برا کرے، اپنے پروردگار کی مدد کرنے میں کس چیز کا انتظار کر رہے ہو۔ کیا تمھیں جمع کرنے والا دین نہیں ہے اور کیا جوش دلانے والی غیرت نہیں ہے۔ میں تم میں کھڑا ہو کر آواز دیتا ہوں اور تمھیں فریاد کے لئے بلاتا ہوں لیکن نہ میری بات سنتے ہو اور نہ میرے حکم کی اطاعت کرتے ہو۔

لہ معاویہ کی مفسدانہ کارروائیوں میں سے ایک عمل یہ بھی تھا کہ اس نے نعمان بن بشیر کی سرکردگی میں دو ہزار کا لشکر عین التمر پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا تھا جبکہ اس وقت امیرالمومنینؑ کی طرف سے مالک بن کعب ایک ہزار افراد کے ساتھ علاقہ کی نگرانی کر رہے تھے لیکن وہ سب موجود نہ تھے۔ مالک نے حضرت کے پاس پیغام بھیجا۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا لیکن خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ صرف عدی بن حاتم اپنے قبیلہ کے ساتھ تیار ہوئے لیکن آپ نے دوسرے قبائل کو بھی شامل کرنا چاہا اور جیسے ہی مخنف بن سلیم نے عبدالرحمان بن مخنف کے ہمراہ پچاس آدمی روانہ کر دئے لشکر معاویہ آتی ہوئی کمک کو دیکھ کر فرار کر گیا۔ لیکن قوم کے دامن پر نافرمانی کا دھبہ رہ گیا کہ عام افراد نے حضرت کے کلام پر کوئی توجہ نہیں دی۔!

تَسْمَعُونَ لِي قَوْلاً، وَلاَ تُطِيعُونَ لِي أَمْراً، حَتَّى تَكَشَّفَ الْأُمُورُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَاءَةِ، فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ، وَلاَ يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ، دَعَوْتُكُمْ إِلَى نَصْرِ إِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْأَسَرِّ، وَ تَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْأَدْبَرِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَائِبٌ ضَعِيفٌ «كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُونَ».

قال السيد الشريف: أقول: قوله (عليه السلام): «متذائب»، أي مضطرب، من قولهم، تذاءبت الريح، أي اضطرب هبوبها. و منه سمي الذئب ذئباً، لاضطراب مشيته.

٤٠

و من كلام له (عليه السلام)

في الخوارج لما سمع قولهم: «لا حكم الا لله»

قَالَ (عليه السلام): كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ! نَعَمْ إِنَّهُ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ، وَ لَكِنَّ هَؤُلَاءِ يَقُولُونَ: لَا إِمْرَةَ إِلَّا لِلَّهِ، وَ إِنَّهُ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ أَمِيرٍ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِي إِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ، وَ يَسْتَمْتِعُ فِيهَا الْكَافِرُ، وَ يُبَلِّغُ اللَّهُ فِيهَا الْأَجَلَ، وَ يُجْمَعُ بِهِ الْفَيْءُ، وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ، وَ تَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ، وَ يُؤْخَذُ بِهِ لِلضَّعِيفِ مِنَ الْقَوِيِّ، حَتَّى يَسْتَرِيحَ بَرٌّ، وَ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّهُ (عليه السلام) لما سمع تحكيمهم قال:

حُكْمَ اللَّهِ أَنْتَظِرُ فِيكُمْ.

وَ قَالَ: أَمَّا الْإِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيهَا التَّقِيُّ؛ وَ أَمَّا الْإِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيهَا الشَّقِيُّ، إِلَى أَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهُ، وَ تُدْرِكَهُ مَنِيَّتُهُ.[3]

٤١

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها ينهى عن الغدر ويحذر منه

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ الْوَفَاءَ تَوْأَمُ الصِّدْقِ، وَلاَ أَعْلَمُ جُنَّةً أَوْقَى مِنْهُ، وَ مَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ. وَ لَقَدْ أَصْبَحْنَا فِي زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ

(١) انسان کو میدان جنگ میں طاقتیں لا سکتی ہیں یا تو انسان دیندار ہو اور اطاعت امام کا جذبہ میدان جہاد تک لے آئے یا غیرت دار ہو کر حالات قیام کرنے پر مجبور کردیں۔ لیکن اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو ضمیر فروش کے علاوہ کوئی کاروبار نہیں ہوسکتا ہے اور اس راہ میں انسان جان کی بازی بھی لگا سکتا ہے لیکن اسے جہاد راہ خدا نہیں کہا جا سکتا ہے۔

(٢) امیر المومنینؑ نے اپنی قوم کے عیوب کو دو تشبیہات سے واضح فرمایا ہے۔ وہ اونٹ جس کی ناف میں درد ہو یا وہ اونٹ جس کی پیٹھ زخمی ہو گویا یہ ایک ایسا لشکر ہے جس کا ظاہر بھی کمزور ہے اور باطن بھی اور اس کے پاس عذر بھی ہیں اور ہوئے بہانے بنتی ہیں اور ان سب کا خلاصہ صرف کاہلی اور سستی ہے اور جو غیرت دار میدان میں آبھی جاتے ہیں وہ بھی عام طور سے کسی قابل نہیں ہوتے ہیں اور لڑکھڑا کر چلنے والے ہوتے ہیں جیسے موت کی طرف ہنکائے جا رہے ہوں۔

ظاہر ہے کہ ایسے افراد کے ذریعہ نہ کوئی انتقام لیا جا سکتا ہے اور نہ کسی مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(٣) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ نے فاسق و فاجر کو حاکم تسلیم کر لیا ہے۔ آپ کا مقصد صرف اس نظریہ کی تردید ہے جس میں خوارج کی حکومت کا اقرار نہیں کرنا کرنا چاہتے ہیں اور سماج میں نراج پھیلانا چاہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حکومت بہرحال لازم ہے چاہے کیسی ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس کے بغیر نظام کی بقا محال ہے اور نظام بدنظمی سے بہرحال بہتر ہوتا ہے ورنہ دنیا یقیناً تباہ ہو جائے گی۔

مصادر خطبہ ۴۰ کتاب الام محمد بن ادریس الشافعی المتوفی ۲۰۴ھ، تاریخ طبری، قوت القلوب ابوطالب مکی۔ تاریخ ابن واضح ۲ ص ۱۳۶، انساب الاشراف ۲ ص ۳۵۲۔ کامل ۲ ص ۱۵۳، تاریخ یعقوبی ۱ ص ۲۹۷، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۶۳، العقد الفرید ابن عبدربہ ۱ ص ۲۱۱، تذکرہ ابن جوزی ص ۹۹

مصادر خطبہ ۴۱ مطالب السئول ۱ ص ۱۷۰، رسائل ابی حطہ ص ۱۲۵

یہاں تک کہ حالات کے بدترین نتائج سامنے آجائیں۔ سچی بات یہ ہے کہ تمہارے ذریعہ نہ کسی خون ناحق کا بدلہ لیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے تم کو تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لئے پکارا مگر تم اس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو اور اس کمزور شتر کی طرح سست پڑ گئے جس کی پشت زخمی ہو۔ اس کے بعد تم سے ایک مختصر سی کمزور، پریشان حال سپاہ برآمد ہوئی اس طرح جیسے انھیں موت کی طرف ڈھکیلا جا رہا ہو اور یہ بیکسی سے موت دیکھ رہے ہوں۔

سید رضیؒ۔ حضرتؑ کے کلام میں متذائب مضطرب کے معنی میں ہے کہ عرب اس لفظ کو اس ہوا کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جس کا رُخ معین نہیں ہوتا ہے اور بھیڑیے کو بھی ذئب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی چال بے ہنگم ہوتی ہے۔

۴۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(خوارج کے بارے میں ان کا یہ مقولہ سُن کر کہ "حکم اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہے")

یہ ایک کلمۂ حق ہے جس سے باطل معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بیشک حکم صرف اللہ کے لئے ہے۔ لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ حکومت اور امارت بھی صرف اللہ کے لئے ہے حالانکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ نظام انسانیت کے لئے ایک حاکم کا ہونا بہرحال ضروری ہے چاہے نیک کردار ہو یا فاسق کہ حکومت کے زیر سایہ ہی مومن کو کام کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور کافر بھی مزے اُڑا سکتا ہے اور اللہ ہر چیز کو اس کی آخری حد تک پہونچا دیتا ہے اور مال غنیمت و خراج وغیرہ جمع کیا جاتا ہے اور دشمنوں سے جنگ کی جاتی ہے اور راستوں کا تحفظ کیا جاتا ہے اور طاقتور سے کمزور کا حق لیا جاتا ہے تاکہ نیک کردار انسان کو راحت ملے اور بد کردار انسان سے راحت ملے۔

(ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کو تحکیم کی اطلاع ملی تو فرمایا) "میں تمہارے بارے میں حکم خدا کا انتظار کر رہا ہوں"۔

پھر فرمایا: حکومت نیک ہوتی ہے تو متقی کو کام کرنے کا موقع ملتا ہے اور حاکم فاسق و فاجر ہوتا ہے تو بدبختوں کو مزہ اُڑانے کا موقع ملتا ہے یہانتک کہ اس کی مدت تمام ہو جائے اور موت اسے اپنی گرفت میں لے لے۔

۴۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں غدّاری سے روکا گیا ہے اور اس کے نتائج سے ڈرایا گیا ہے)

ایہا الناس! یاد رکھو وفا ہمیشہ صداقت کے ساتھ رہتی ہے اور میں اس سے بہتر محافظ کوئی سپر نہیں جانتا ہوں اور جسے بازگشت کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے وہ غدّاری نہیں کرتا ہے۔ ہم ایک ایسے دور میں واقع ہوئے ہیں جس کی اکثریت نے غدّاری اور مکّاری کا نام ہوشیاری رکھ لیا ہے۔

لہ سترہویں صدی میں ایک فلسفہ ایسا بھی پیدا ہوا تھا جس کا مقصد مزاج کی حمایت تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حکومت کا وجود سماج میں حاکم و محکوم کا امتیاز پیدا کرتا ہے۔ حکومت سے ایک طبقہ کو اچھی اچھی تنخواہیں مل جاتی ہیں اور دوسرا محروم رہ جاتا ہے۔ ایک طبقہ کو طاقت استعمال کرنے کا حق ہوتا ہے اور دوسرے کو یہ حق نہیں ہوتا ہے اور یہ ساری باتیں مزاج انسانیت کے خلاف ہیں لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ بیان لفظوں میں انتہائی حسین ہے اور حقیقت کے اعتبار سے انتہائی خطرناک ہے اور بیان کردہ مفاسد کا علاج یہ ہے کہ حاکم اعلیٰ کو معصوم اور عام حکام کو عدالت کا پابند تسلیم کر لیا جائے۔ سارے فسادات کا خود بخود علاج ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا فلسفہ کے خلاف فطرت کی روش بھی وہ تھی جس نے ۱۹۲۰ء میں اس کا جنازہ نکال دیا اور پھر کوئی ایسا احمق فلسفی نہیں پیدا ہوا۔

أَكْثَرُ أَهْلِهِ ٱلْغَدْرِ كَيْساً، وَ نَسَبَهُمْ أَهْلُ ٱلْجَهْلِ فِيهِ إِلَىٰ حُسْنِ ٱلْحِيلَةِ. مَا لَهُمْ! قَاتَلَهُمُ ٱللّٰهُ! قَدْ يَرَى ٱلْحُوَّلُ ٱلْقُلَّبُ وَجْهَ ٱلْحِيلَةِ وَ دُونَهَا مَانِعٌ مِنْ أَمْرِ ٱللّٰهِ وَ نَهْيِهِ، فَيَدَعُهَا رَأْيَ عَيْنٍ بَعْدَ ٱلْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيجَةَ لَهُ فِي ٱلدِّينِ.

٤٢

و من كلام له ﴿ع﴾

و فيه يحذر من اتباع الهوى و طول الأمل في الدنيا

أَيُّهَا ٱلنَّاسُ، إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ ٱثْنَانِ: ٱتِّبَاعُ ٱلْهَوَىٰ، وَ طُولُ ٱلْأَمَلِ، فَأَمَّا ٱتِّبَاعُ ٱلْهَوَىٰ فَيَصُدُّ عَنِ ٱلْحَقِّ، وَ أَمَّا طُولُ ٱلْأَمَلِ فَيُنْسِي ٱلْآخِرَةَ. أَلَا وَ إِنَّ ٱلدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ(جذاء)؛ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا إِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ ٱلْإِنَاءِ ٱصْطَبَّهَا صَابُّهَا. أَلَا وَ إِنَّ ٱلْآخِرَةَ قَدْ أَقْبَلَتْ، وَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا بَنُونَ، فَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ ٱلْآخِرَةِ، وَلَا تَكُونُوا مِنْ أَبْنَاءِ ٱلدُّنْيَا، فَإِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِأَبِيهِ (امه) يَوْمَ ٱلْقِيَامَةِ. وَ إِنَّ ٱلْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ، وَ غَداً حِسَابٌ، وَلَا عَمَلَ.

قال الشريف، اقول: الحذاء، السريعة، و من الناس من يرويه «جذاء».

٤٣

و من خطبة له ﴿ع﴾

و قد أشار عليه اصحابه بالاستعداد لحرب أهل الشام بعد ارساله جرير بن عبدالله البجلي الى معاوية ولم ينزل معاوية على بيعته

إِنَّ ٱسْتِعْدَادِي لِحَرْبِ أَهْلِ ٱلشَّامِ وَ جَرِيرٌ عِنْدَهُمْ، إِغْلَاقٌ لِلشَّامِ؛ وَ صَرْفٌ لِأَهْلِهِ عَنْ خَيْرٍ إِنْ أَرَادُوهُ. وَ لٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيرٍ وَقْتاً لَا يُقِيمُ بَعْدَهُ إِلَّا مَخْدُوعاً أَوْ عَاصِياً. وَ ٱلرَّأْيُ عِنْدِي مَعَ ٱلْأَنَاةِ فَأَرْوِدُوا، وَلَا أَكْرَهُ لَكُمُ ٱلْإِعْدَادَ.

کیس - ہوشیاری - ذہانت
الحوّل القلّب - وہ شخص جو حالات کی گردش اور اس کے الٹ پھیر سے بخوبی واقف ہو
حریجہ - گناہوں سے پرہیز
حذاء - تیز رفتاری سے گذر جانے والا
جذاء - جس کے خیر کی کوئی امید نہ رہ جائے
اناۃ - احتیاط - تحقیق
اروِدوا - آہستہ چلو
اعداد - تیاری

① جارج جرداق نے اس مقام پر بہترین بات کہی ہے کہ حضرت علیؑ پر سیاست سے ناواقفیت کا الزام لگانے والے یہ چاہتے تھے کہ علیؑ معاویہ کی طرح ابن سفیان ہو جائیں اور علیؑ کو ہرگز یہ گوارا نہیں تھا وہ ابن ابیطالب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اس لئے معاویہ کی روش کو اختیار کرنا ان کیلئے ممکن نہیں تھا۔ واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ معاویہ کو اپنے ماں باپ سے منافقت اور جبری اسلام کا ترکہ ملا تھا جس میں دین سے کوئی اخلاص نہیں تھا اور علیؑ کو اپنے والدین سے اخلاص دین اور محبت خدا و رسولؐ کا ترکہ ملا تھا اور ظاہر ہے کہ دونوں کے کردار میں فرق ہونا چاہئے تھا۔ نہ معاویہ ابوطالب کا وارث ہو سکتا ہے اور نہ علیؑ ابوسفیان کا کردار اختیار کر سکتے ہیں۔ انھوں نے تو اس کی حمایت تک قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ دشمن کی حکومت برداشت ہو سکتی ہے لیکن اسلام کے دشمن کی حمایت برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔!

مصادر خطبہ ۴۲ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص۳۰۳، المجالس المفیدؒ ص۵۰، حلیۃ الاولیاء ابونعیم ۱ ص۷۶، مروج الذہب ۲ ص۴۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ص۳۵۳، اصول کافی ۲ ص۱۰۴، بحار مجلسیؒ جلد ۱۷، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۸۴، ارشاد مفید ص۱۱۱، الحکمۃ الخالدہ ص۱۴۴، العقد الفرید ۲ ص۱۴۴، روضۃ الکافی ۲ ص۵۸، مناقب خوارزمی ص۲۶۳، امالی طوسیؒ ۱ ص۲۳۶، تذکرۃ الخواص ص۱۲۳
مصادر خطبہ ۴۳ مناقب خوارزمی ص۱۰۸، کتاب صفین ص۲۰۱، الامامۃ والسیاسۃ ص۹۴، العقد الفرید ۲ ص۱۰۸، من لا یحضرہ الفقیہ ۱ ص۲۶۱، مصباح المتہجد طوسیؒ ص۴۲۹، ذخائر العقبیٰ طبری ص۱۱۲،

اور اہل جہالت نے اس کا نام حسن تدبیر رکھ لیا ہے۔ آخر انھیں کیا ہو گیا ہے۔ خدا انھیں غارت کرے۔ وہ انسان جو حالات کے الٹ پھیر کو دیکھ چکا ہے وہ بھی حیلہ کے رُخ کو جانتا ہے لیکن امر و نہی الٰہی اس کا راستہ روک لیتے ہیں اور وہ امکان رکھنے کے باوجود اس راستہ کو ترک کر دیتا ہے اور وہ شخص اس موقع سے فائدہ اٹھا لیتا ہے جس کے لئے دین سدِ راہ نہیں ہوتا ہے۔

۴۲ - آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اتباع خواہشات اور طول امل سے ڈرایا گیا ہے)

ایہا الناس! میں تمھارے بارے میں سب سے زیادہ دو چیزوں کا خوف رکھتا ہوں۔ اتباع خواہشات اور درازی امید۔ کہ اتباع خواہشات انسان کو راہ حق سے روک دیتا ہے اور طول امل آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ یاد رکھو دنیا منہ پھیر کر جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے مگر اتنا جتنا برتن سے چیز کو انڈیل دینے کے بعد تہ میں باقی رہ جاتا ہے اور آخرت اب سامنے آ رہی ہے۔

دنیا و آخرت دونوں کی اپنی اولاد ہیں۔ لہٰذا تم آخرت کے فرزندوں میں شامل ہو جاؤ اور خبردار فرزندانِ دنیا میں شمار نہ ہونا اس لئے کہ عنقریب ہر فرزند کو اس کے ماں کے ساتھ ملا دیا جائے گا[1]۔ آج عمل کی منزل ہے اور کوئی حساب نہیں ہے اور کل حساب ہی حساب ہے اور کوئی عمل کی گنجائش نہیں ہے۔

۴۳ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب جریر بن عبداللہ البجلی کو معاویہ کے پاس بھیجنے اور معاویہ کے انکار بیعت کے بعد اصحاب کو اہل شام سے جنگ پر آمادہ کرنا چاہا)

اس وقت میری اہل شام سے جنگ کی تیاری جب کہ جریر وہاں موجود ہیں شام پر تمام دروازے بند کر دینا ہے اور انھیں خیر کے راستے سے روک دینا ہے اگر وہ خیر کا ارادہ بھی کرنا چاہیں۔ میں نے جریر کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ وہاں یا کسی دھوکہ کی بنا پر رُک سکتے ہیں یا نافرمانی کی بنا پر۔ اور دونوں صورتوں میں میری رائے یہی ہے کہ انتظار کیا جائے لہٰذا ابھی پیشقدمی نہ کرو اور میں منع بھی نہیں کرتا ہوں اگر اندر اندر تیاری[2] کرتے رہو۔

---

[1] انسان کی عاقبت کا دارو مدار حقائق اور واقعیات پر ہے اور وہاں ہر شخص کو اس کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا کہ ماں ہی ایک ثابت حقیقت ہے باپ کی تشخیص میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ماں کی تشخیص میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا ہے۔ امام علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں آخرت کی گود میں پرورش پاؤ تا کہ قیامت کے دن اسی سے ملا دئے جاؤ ورنہ ابناء دنیا اس دن وہ یتیم ہوں گے جن کا کوئی باپ نہ ہوگا اور ماں کو بھی پیچھے چھوڑ کر آئے ہوں گے۔ ایسا بے سہارا بننے سے بہتر یہ ہے کہ یہیں سے سہارے کا انتظام کر لو اور پورے انتظام کے ساتھ آخرت کا سفر اختیار کرو۔

[2] یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ علمی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دشمن کو کوئی بہانہ فراہم نہ کرو اور واقعی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مکر و فریب سے ہوشیار رہو اور ہر وقت مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہو۔

وَ لَقَدْ ضَرَبْتُ أَنْفَ هٰذَا ٱلْأَمْرِ وَ عَيْنَهُ، وَ قَلَّبْتُ ظَهْرَهُ وَ بَطْنَهُ، فَلَمْ أَرَ لِي فِيهِ إِلَّا ٱلْقِتَالَ أَوِ ٱلْكُفْرَ بِمَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ. إِنَّهُ قَدْ كَانَ عَلَى ٱلْأُمَّةِ وَالٍ أَحْدَثَ أَحْدَاثاً، وَ أَوْجَدَ النَّاسَ مَقَالاً، فَقَالُوا، ثُمَّ نَقَمُوا فَغَيَّرُوا. (١)

٤٤
و من كلام له ﴿ع﴾

لما هرب مصقلة بن هبيرة الشيباني الى معاوية، وكان قد ابتاع سبي بني ناجية من عامل امير المؤمنين ﴿ع﴾ واعتقهم، فلما طالبه بالمال خاس به و هرب الى الشام

قَبَّحَ اللهُ مَصْقَلَةَ! فَعَلَ فِعْلَ السَّادَةِ (السادات)، وَ فَرَّ فِرَارَ ٱلْعَبِيدِ! فَمَا أَنْطَقَ مَادِحَهُ حَتَّىٰ أَسْكَتَهُ، وَ لَا صَدَّقَ وَاصِفَهُ حَتَّىٰ بَكَّتَهُ، وَ لَوْ أَقَامَ لَأَخَذْنَا مَيْسُورَهُ، وَ ٱنْتَظَرْنَا بِمَالِهِ وُفُورَهُ.

٤٥
و من خطبة له ﴿ع﴾

و هو بعض خطبة طويلة خطبها يوم الفطر، و فيها يحمد الله و يذم الدنيا

حمد الله

ٱلْحَمْدُ للهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِنْ رَحْمَتِهِ، وَلَا مَخْلُوٍّ مِنْ نِعْمَتِهِ، وَلَا مَأْيُوسٍ مِنْ مَغْفِرَتِهِ، وَلَا مُسْتَنْكَفٍ عَنْ عِبَادَتِهِ، ٱلَّذِي لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ، وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ.

ذم الدنيا

وَ الدُّنْيَا دَارٌ مُنِيَ لَهَا ٱلْفَنَاءُ، وَ لِأَهْلِهَا مِنْهَا ٱلْجَلَاءُ، وَ هِيَ حُلْوَةٌ خَضْرَاءُ، وَ قَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ، وَٱلْتَبَسَتْ بِقَلْبِ ٱلنَّاظِرِ؛ فَارْتَحِلُوا مِنْهَا بِأَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ، وَلَا تَسْأَلُوا فِيهَا فَوْقَ ٱلْكَفَافِ، وَلَا تَطْلُبُوا مِنْهَا أَكْثَرَ مِنَ ٱلْبَلَاغِ. (٢)

ضرب انف وعین - یہ محاورہ مکمل تحقیقات کے بارے میں استعمال ہوتا ہے
اوجد مقالا - لوگوں کو ناراض کر دیا۔
خاس بہ - خیانت کی اور غداری سے کام لیا
قبحہ اللہ - خدا اسے نیکیوں سے دور رکھے۔
بکتہ - زبردستی خاموش کر دیا۔
وفور - مال کا اضافہ
مقنوط - مایوس
استنکاف - استکبار
جلاء - وطن سے آوارہ وطن ہو جانا
کفاف - بقدر کفایت مال
بلاغ - جس سے زندگی بسر ہو سکے

(۱) کتنا مکمل نقشہ ہے ماسبق دور خلافت کا اور حالات کا کتنا مکمل تسلسل ہے۔ پہلے حاکم نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں۔ مال خدا کو غلط طور پر تقسیم کیا۔ سنت رسولؐ کو تبدیل کیا صحابہ کرام کو اذیتیں دیں۔ احکام الٰہی میں ترمیم کی۔ اس کے بعد قوم نے احتجاج کیا۔ احتجاج بے اثر ہوا تو ناراضگی کا اظہار کیا اور ناراضگی کے اظہار کا کوئی فائدہ نہ ہوا تو قیام کر کے صورت حال کو تبدیل کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اس تلخ تجربہ سے ہر والی مملکت اور حاکم سلطنت کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور ایسے حالات نہیں پیدا کرنا چاہئیں جن سے قوم کو اپنی تاریخ کو دہرانا پڑے۔

(۲) اس فقرہ کو ہر دور میں در و دیوار پر نقش کر دینا چاہئے کہ ہر قوم کی اکثریت کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے کہ ایک رخ انتہائی شریفانہ ہوتا ہے اور دوسرا انتہائی ذلیل" منبر پر موعظہ خلوت میں کار دیگر"۔ مسجد میں تقویٰ گھر میں رقص و رنگ۔ مجلس میں گریہ و زاری اور گھر میں کردار یزیدی ....!

مصادر خطبہ ۴۴ تاریخ طبری ۶ ص ۶۵ - الغارات ہلال الثقفی، انساب الاشراف ص ۴۱۱، تاریخ ابن عساکر - مروج الذہب ۳ - ص ۴۱۹، اغانی ۹ ص ۱۱
مصادر خطبہ ۴۵ من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص ۳۲۷، مصباح المتہجد ص ۴۵۸، ارشاد مفید، البیان والتبیین ۱ ص ۱۷۱، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۳۵
تحف العقول حرانی - اعجاز القرآن باقلانی ص ۲۲۲

میں نے اس مسئلہ پر مکمل غور و فکر کر لیا ہے اور اس کے ظاہر و باطن کو الٹ پلٹ کر دیکھ لیا ہے۔ اب میرے سامنے دو ہی راستے ہیں یا جنگ کر دوں یا بیانات پیغمبر اسلام کا انکار کر دوں۔ مجھ سے پہلے اس قوم کا ایک حکمراں تھا۔ اس نے اسلام میں بدعتیں ایجاد کیں اور لوگوں کو بولنے کا موقع دیا تو لوگوں نے زبان کھولی۔ پھر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور آخر میں سماج کا ڈھانچہ بدل دیا۔ (۵۱)

۴۴۔ حضرت کا ارشاد گرامی

(اس موقع پر جب مصقلہ[1] بن ہبیرہ شیبانی نے آپ کے عامل سے بنی ناجیہ کے اسیر خرید کر آزاد کر دیا اور جب حضرت نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا تو بد دیانتی کرتے ہوئے شام کی طرف فرار کر گیا)

خدا بُرا کرے مصقلہ کا کہ اس نے کام شریفوں جیسا کیا لیکن فرار غلاموں کی طرح کیا۔ (۵۲) ابھی اس کے مداح نے زبان کھولی بھی نہیں تھی کہ اس نے خود ہی خاموش کر دیا اور اس کی تعریف کچھ کہنے والا کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ اس نے منہ بند کر دیا۔ اگر وہ یہیں ٹھہرا رہتا تو میں جس قدر ممکن ہوتا اس سے لے لیتا اور باقی کے لئے اس کے مال کی زیادتی کا انتظار کرتا۔

۴۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(یہ عید الفطر کے موقع پر آپ کے طویل خطبہ کا ایک جزء ہے جس میں حمد خدا اور مذمت دنیا کا ذکر کیا گیا ہے)

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا جاتا اور جس کی نعمت سے کسی کا دامن خالی نہیں ہے۔ نہ کوئی شخص اس کی مغفرت سے مایوس ہو سکتا ہے اور نہ کسی میں اس کی عبادت سے اکڑنے کا امکان ہے۔ نہ اس کی رحمت تمام ہوتی ہے اور نہ اس کی نعمت کا سلسلہ رُکتا ہے۔

یہ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا اور اس کے باشندوں کے لئے جلا وطنی مقدر ہے۔ یہ دیکھنے میں شیریں اور سرسبز ہے جو اپنے طلبگار کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور اس کے دل میں سما جاتی ہے۔ لہٰذا خبردار اس سے کوچ کی تیاری کرو اور بہترین زاد راہ لیکر چلو۔ اس دنیا میں ضرورت سے زیادہ کا سوال نہ کرنا اور جتنے سے کام چل جائے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

[1] اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ تحکیم کے بعد خوارج نے جن شورشوں کا آغاز کیا تھا ان میں ایک بنی ناجیہ کے ایک شخص خریت بن راشد کا اقدام تھا جس کو دبانے کے لئے حضرت نے زیاد بن حفصہ کو روانہ کیا تھا اور انھوں نے اس شورش کو دبا دیا تھا لیکن خریت دوسرے علاقوں میں فتنہ برپا کرنے لگا تو حضرت نے معقل بن قیس ریاحی کو دو ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا اور اُدھر ابن عباس نے بصرہ سے کمک بھیجدی اور بالآخر حضرتؑ کے لشکر نے فتنہ کو دبا دیا اور بہت سے افراد کو قیدی بنا لیا۔ قیدیوں کو لے کر جا رہے تھے کہ راستہ میں مصقلہ کے شہر سے گذر ہوا۔ اس نے قیدیوں کی فریاد پر انھیں خرید کر آزاد کر دیا اور قیمت کی صرف ایک قسط ادا کر دی۔ اس کے بعد خاموش بیٹھ گیا۔ حضرتؑ نے بار بار مطالبہ کیا۔ آخر میں کوفہ آ کر دو لاکھ درہم دیدئے اور جان بچانے کے لئے شام بھاگ گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ کام شریفوں کا کیا تھا لیکن واقعاً ذلیل ہی ثابت ہوا۔

کاش اسے اسلام کے اس قانون کی اطلاع ہوتی کہ قرض کی ادائگی میں جبر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ حالات کا انتظار کیا جاتا ہے اور جب مقروض کے پاس امکانات فراہم ہو جاتے ہیں تب قرض کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔!

٤٦

و من كلام له (عليه السلام)

عند عزمه على المسير إلى الشام

وهو دعاء دعا به ربه عند وضع رجله في الركاب

اَللّٰهُمَّ[1] إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَ كَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَ سُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ. اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَأَنْتَ الْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، وَلَا يَجْمَعُهُمَا غَيْرُكَ، لِأَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُونُ مُسْتَصْحَباً، وَالْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُونُ مُسْتَخْلَفاً.

قال السيد الشريف رضي الله عنه: و ابتداء هذا الكلام مرويّ عن رسول الله صلى الله عليه وآله، و قد قفاه أمير المؤمنين (عليه السلام) بأبلغ كلام و تممه بأحسن تمام؛ من قوله: «و لا يجمعهما غيرك» إلى آخر الفصل.

٤٧

و من كلام له (عليه السلام)

في ذكر الكوفة

كَأَنِّي بِكِ يَا كُوفَةُ تُمَدِّينَ مَدَّ الْأَدِيمِ الْعُكَاظِي، تُعْرَكِينَ بِالنَّوَازِلِ، وَ تُرْكَبِينَ بِالزَّلَازِلِ، وَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّهُ مَا أَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوءاً إِلَّا ابْتَلَاهُ اللهُ بِشَاغِلٍ، وَ رَمَاهُ بِقَاتِلٍ!

٤٨

و من خطبة له (عليه السلام)

عند المسير إلى الشام

قيل: إنه خطب بها وهو بالنخيلة خارجاً من الكوفة إلى صفين

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَ خَفَقَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُودِ الْإِنْعَامِ، وَ لَا مُكَافَإِ الْإِفْضَالِ.

أَمَّا بَعْدُ، فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِي، وَ أَمَرْتُهُمْ بِلُزُومِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ، حَتَّىٰ يَأْتِيَهُمْ أَمْرِي، وَ قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ إِلَىٰ شِرْذِمَةٍ مِنْكُمْ، مُوَطِّنِينَ أَكْنَافَ دِجْلَةَ، فَأُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ إِلَىٰ عَدُوِّكُمْ، وَ أَجْعَلَهُمْ مِنْ أَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ.

قال السيد الشريف: أقول: يعني (عليه السلام) بالملطاط هاهنا السمت الذي أمرهم

وعثاء - مشقت

منقلب - مصدر میمی ہے یعنی واپسی

ادیم - وہ کھال جس کی دباغت کی جائے

عکاظ - عرب کا وہ بازار جہاں باہمی مفاخرت کیلئے جمع ہوا کرتے تھے وہاں کا اصلی کاروبار چمڑہ کا تھا

عرک - رگڑنا -

نوازل - سختیاں اور مصائب

زلازل - حادثات

وقب وغسق - رات کا داخلہ اور تاریکی

خفق - ستارہ کا ڈوب جانا

مقدمہ - ہراول دستہ مقدمۃ الجیش

ملطاط - کنارۂ دریا اور ساحل سمندر

شرذمہ - تھوڑے سے افراد

اکناف - اطراف

امداد - مدد کی جمع یعنی کمک

(1) یہ دعا سرکار دو عالم سے بھی نقل کی گئی ہے اور عالم اسلام میں برابر دہرائی جا رہی ہے بلکہ اسلامی ممالک کی ایرلائنز میں بھی جہاز کے اڑتے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے اور ٹیلی ویژن کے پروگرام کے آغاز میں بھی اس کی تلاوت کی جاتی ہے لیکن حیرت انگیز بات ہے کہ اس بات کا احساس صحابی رسولؐ کو کس طرح نہیں ہوا کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ رہنے کے باوجود حزن والم میں مبتلا ہو گئے اور آپ کو لا تحزن ان اللہ معنا" خدا کی معیت کا احساس دلانا پڑا - کیا آج کا مسلمان کل کے صحابی سے زیادہ صاحب ایمان ہو گیا ہے یا ہر دور کا ایک ہی حال رہا ہے -

---

مصادر خطبہ ۴۶ فتوح اعثم کوفی ۲ ص۲۶۱، کتاب صفین ص۱۳۲ دعائم الاسلام ۱ ص۳۴۷، تہذیب اللغۃ ازہری ۳ ص۱۵۳، ریاض الصالحین ص۱۹۰ حدیث ص۹۷۵

مصادر خطبہ ۴۷ کتاب البلدان ابن الفقیہ ص۱۶۳، ربیع الابرار جزء اول باب بلاد و دیار

مصادر خطبہ ۴۸ کتاب صفین ص۱۳۱، ۱۳۲

۴۶۔آپ کا ارشاد گرامی

(جب شام کی طرف جانے کا ارادہ فرمایا اور اس دعا کو رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے وردِ زبان فرمایا)

خدایا[1] میں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ و غم اور اہل و مال و اولاد کی بدحالی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو ہی سفر کا ساتھی ہے اور گھر کا نگراں ہے کہ یہ دونوں کام تیرے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہے کہ جسے گھر میں چھوڑ دیا جائے وہ سفر میں کام نہیں آسکتا ہے اور جسے سفر میں ساتھ لے لیا جائے وہ گھر کی نگرانی نہیں کر سکتا ہے۔

سید رضیؒ۔ اس دعا کا ابتدائی حصہ سرکار دو عالمؐ سے نقل کیا گیا ہے اور آخری حصہ مولائے کائنات کی تضمین کلام ہے جو سرکارؐ کے کلمات کی بہترین توضیح اور تکمیل ہے "لا یجمعھما غیرک"

۴۷۔آپ کا ارشاد گرامی

(کوفہ کے بارے میں)

اے کوفہ! جیسے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تجھے بازار عکاظ کے چمڑے کی طرح کھینچا جا رہا ہے۔ تجھ پر حوادث کے حملے ہو رہے ہیں اور تجھے زلزلوں کا مرکب بنا دیا گیا ہے اور مجھے یہ معلوم ہے کہ جو ظالم و جابر بھی تیرے ساتھ کوئی بُرائی کرنا چاہے گا پروردگار اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا اور اسے کسی قاتل کی زد پر لے آئے گا۔

۴۸۔آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو صفین کے لئے کوفہ سے نکلتے ہوئے مقام نخیلہ پر ارشاد فرمایا تھا)

پروردگار کی حمد ہے جب بھی رات آئے اور تاریکی چھائے یا ستارہ چمکے اور ڈوب جائے۔ پروردگار کی حمد و ثنا ہے کہ اس کی نعمتیں ختم نہیں ہوتی ہیں اور اس کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔

اما بعد! میں نے اپنے لشکر کا ہراول دستہ روانہ کر دیا ہے اور انھیں حکم دے دیا ہے کہ اس نہر کے کنارے ٹھہر کر میرے حکم کا انتظار کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس دریائے دجلہ کو عبور کر کے تمھاری[1] ایک مختصر جماعت تک پہونچ جاؤں جو اطراف دجلہ میں مقیم ہیں تاکہ انھیں تمھارے ساتھ جہاد کے لئے آمادہ کر سکوں اور ان کے ذریعہ تمھاری قوت میں اضافہ کر سکوں۔

سید رضیؒ۔ ملطاط سے مراد دریا کا کنارہ ہے اور اصل میں یہ لفظ ہموار زمین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

---

[1] اس جماعت سے مراد اہل مدائن ہیں جنھیں حضرتؑ اس جہاد میں شامل کرنا چاہتے تھے اور ان کے ذریعہ لشکر کی قوت میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ خطبہ کے آغاز میں رات اور ستاروں کا ذکر اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ لشکر اسلام کو رات کی تاریکی اور ستارہ کے غروب و زوال سے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ نور مطلق اور ضیاء مکمل ساتھ ہے تو تاریکی کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتی ہے اور ستاروں کا کیا بھروسہ ہے۔ ستارے تو ڈوب بھی جاتے ہیں لیکن جو پروردگار قابل حمد و ثنا ہے اس کے لئے زوال و غروب نہیں ہے اور وہ ہمیشہ بندۂ مومن کے ساتھ رہتا ہے۔!

بلزومه، و هو شاطىء الفرات، و يقال ذلك أيضاً لشاطىء البحر، و أصله ما استوى من الأرض. و يعني بالنطفة ماء الفرات، و هو من غريب العبارات و عجيبها.

۴۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

و فيه جملة من صفات الربوبية والعلم الالهي

اَلْحَمْدُ للهِ الَّذِي بَطَنَ خَفِيَّاتِ الْأُمُورِ، وَ دَلَّتْ (ذلت) عَلَيْهِ أَعْلَامُ الظُّهُورِ، وَامْتَنَعَ عَلَىٰ عَيْنِ الْبَصِيرِ، فَلَا عَيْنُ مَنْ لَمْ يَرَهُ تُنْكِرُهُ، وَلَا قَلْبُ مَنْ أَثْبَتَهُ يُبْصِرُهُ: سَبَقَ فِي الْعُلُوِّ فَلَا شَيْءَ أَعْلَىٰ مِنْهُ، وَ قَرُبَ فِي الدُّنُوِّ فَلَا شَيْءَ أَقْرَبُ مِنْهُ. فَلَا اسْتِعْلَاؤُهُ بَاعَدَهُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ، وَلَا قُرْبُهُ سَاوَاهُمْ فِي الْمَكَانِ بِهِ. لَمْ يُطْلِعِ الْعُقُولَ عَلَىٰ تَحْدِيدِ صِفَتِهِ، وَ لَمْ يَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهِ، فَهُوَ الَّذِي تَشْهَدُ لَهُ أَعْلَامُ الْوُجُودِ، عَلَىٰ إِقْرَارِ قَلْبِ ذِي الْجُحُودِ، تَعَالَى اللهُ عَمَّا يَقُولُهُ الْمُشَبِّهُونَ (المشتبهون) بِهِ وَالْجَاحِدُونَ لَهُ عُلُوّاً كَبِيراً!

۵۰

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

وفيه بيان لما يخرب العالم به من الفتن وبيان هذه الفتن

إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ، وَ أَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ، يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللهِ، وَ يَتَوَلَّىٰ عَلَيْهَا رِجَالٌ رِجَالاً، عَلَىٰ غَيْرِ دِينِ اللهِ. فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ يَخْفَ عَلَى الْمُرْتَادِينَ؛ وَ لَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ، انْقَطَعَتْ عَنْهُ أَلْسُنُ الْمُعَانِدِينَ؛ وَلٰكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ، فَيُمْزَجَانِ! فَهُنَالِكَ يَسْتَوْلِي الشَّيْطَانُ عَلَىٰ أَوْلِيَائِهِ، وَ يَنْجُو «الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللهِ الْحُسْنَىٰ».

۵۱

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

لما غلب أصحاب معاوية أصحابه ﴿عليه السلام﴾ على شريعة الفرات بصفين و منعوهم الماء

قَدِ اسْتَطْعَمُوكُمُ الْقِتَالَ، فَأَقِرُّوا عَلَىٰ مَذَلَّةٍ، وَ تَأْخِيرِ مَحَلَّةٍ؛

یبطن الخفیات - پوشیدہ امور کے باطن سے باخبر ہونا۔
اعلام - وہ مناسب جو باعث ہدایت ہوتے ہیں
مرتادین - طالبان حقیقت
ضغث - ایک مٹھی گھاس جس میں خشک و تر دونوں کی آمیزش ہو۔
شریعت - نہر کا کنارہ
استطعموکم - تم سے لقمۂ جنگ کا مطالبہ کر دیا ہے۔

(۱) امام رضاؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر خدا کا دیکھنا ممکن ہوتا تو ایمان کا سب سے صحیح تر اور آسان تر راستہ رویت کا راستہ ہوتا اور جو اس کی رویت سے محروم ہوتا وہ صاحب ایمان نہ ہوتا اور نتیجہ میں کوئی صاحب ایمان نہ ہوتا کہ کوئی اس کا دیکھنے والا نہیں ہے۔

(۲) امام صادقؑ نے ایک شخص کو اللہ اکبر کہتے سنا تو فرمایا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ ہر شے سے بڑا ہے۔ فرمایا کہ وہ تو اس وقت بھی بڑا تھا جب کسی شے کا وجود نہیں تھا تو ہر شے سے بڑے ہونے کے کیا معنی ہیں؟ وہ شخص گھبرا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس تکبیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ توصیف سے بھی بڑا ہے اور کوئی شخص اس کی توصیف نہیں کر سکتا ہے۔ "لا یبلغ مدحته القائلون"

(۳) وجود واجب کی بے پناہ علامتیں اور نشانیاں اس کے وجود کو ثابت نہ کر سکیں تو دنیا کی کوئی شے قابل اثبات نہ رہ جائے گی کہ درحقیقت ہر شے کا اثبات اس کے مظاہر اور علامات ہی سے ہوتا ہے۔

مصادر خطبہ ۴۹ کتاب الروضہ من البحار ۶۷ ص۳۰۴، عیون الحکم والمواعظ علی بن محمد بن شاکر الواسطی المتوفی ۴۵۰ھ
مصادر خطبہ ۵۰ المحاسن البرقی ۱ ص۲۰۸، اصول کافی باب البدع والرائی والمقائیس - روضۃ الکافی ص۵۸، تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۳۶، البصائر والذخائر ص۳۲، مشکوۃ الانوار طبرسی ص۲۲۳، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۹۵
مصادر خطبہ ۵۱ کتاب صفین نصر بن مزاحم، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۱ ص۳۲۹

نطفہ سے مراد فرات کا پانی ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں ہے۔

۴۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں پروردگار کے مختلف صفات اور اس کے علم کا تذکرہ کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جو مخفی امور کی گہرائیوں سے باخبر ہے اور اس کے وجود کی رہنمائی ظہور کی تمام نشانیاں کر رہی ہیں۔ وہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں آنے والا نہیں ہے لیکن نہ کسی نہ دیکھنے والے کی آنکھ اس کا انکار کرسکتی ہے (۱) اور نہ کسی اثبات کرنیوالے کا دل اس کی حقیقت کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ بلندیوں میں اتنا آگے ہے کہ کوئی شے اس سے بلند تر نہیں ہے اور قربت میں اتنا قریب ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے۔ نہ اس کی بلندی اسے مخلوقات سے دور بنا سکتی ہے اور نہ اس کی قربت برابر کی جگہ پر لا سکتی ہے۔ اس نے عقلوں کو اپنی صفتوں کی حدوں سے باخبر نہیں کیا ہے اور بقدر واجب معرفت سے محروم بھی نہیں رکھا ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اس کے انکار کرنے والے کے دل پر اس کے وجود کی نشانیاں شہادت دے رہی ہیں (۲) وہ مخلوقات سے تشبیہ دینے والے اور انکار کرنے والے دونوں کی باتوں سے بلند و بالاتر ہے (۳)

۵۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اس میں ان فتنوں کا تذکرہ ہے جو لوگوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور ان کے اثرات کا بھی تذکرہ ہے)

فتنوں[1] کی ابتدا ان خواہشات سے ہوتی ہے جن کا اتباع کیا جاتا ہے اور ان جدید ترین احکام سے ہوتی ہے جو گڑھ لئے جاتے ہیں اور سراسر کتاب خدا کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس میں کچھ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور دین خدا سے الگ ہو جاتے ہیں کہ اگر باطل حق کی آمیزش سے الگ رہتا تو حق کے طلبگاروں پر مخفی نہ ہو سکتا اور اگر حق باطل کی ملاوٹ سے الگ رہتا تو دشمنوں کی زبانیں نہ کھل سکتیں۔ لیکن ایک حصہ اس میں سے لیا جاتا ہے اور ایک اُس میں سے، اور پھر دونوں کو ملا دیا جاتا ہے اور ایسے ہی مواقع پر شیطان اپنے ساتھیوں پر مسلّط ہو جاتا ہے اور صرف وہ لوگ نجات حاصل کر پاتے ہیں جن کے لئے پروردگار کی طرف سے نیکی پہلے ہی پہونچ جاتی ہے۔

۵۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب معاویہ کے ساتھیوں نے آپ کے ساتھیوں کو ہٹا کر صفین کے قریب فرات پر غلبہ حاصل کر لیا اور پانی بند کر دیا)

دیکھو دشمنوں نے تم سے غذائے جنگ کا مطالبہ کر دیا ہے اب یا تو تم ذلّت اور اپنے مقام کی پستی پر قائم رہ جاؤ،

---

[1] اس ارشاد گرامی کا آغاز لفظ انما سے ہوا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا کا ہر فتنہ خواہشات کی پیروی اور بدعتوں کی ایجاد سے شروع ہوتا ہے اور یہی تاریخی حقیقت ہے کہ اگر امت اسلامیہ نے روز اول کتاب خدا کے خلاف میراث کے احکام وضع نہ کئے ہوتے اور اگر منصب و اقتدار کی خواہش میں " من کنت مولاہ " کا انکار نہ کیا ہوتا اور کچھ لوگ کچھ لوگوں کے ہمدرد نہ ہو گئے ہوتے اور نص پیغمبر کے ساتھ سن و سال اور صحابیت و قرابت کے جھگڑے نہ شامل کر دئے ہوتے تو آج اسلام بالکل خالص اور صریح ہوتا اور امت میں کسی طرح کا فتنہ و فساد نہ ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ سب کچھ ہو گیا اور امت ایک دائمی فتنہ میں مبتلا ہو گئی جس کا سلسلہ چودہ صدیوں سے جاری ہے اور خدا جانے کب تک جاری رہے گا۔

أَوْ رَوُّوا السُّيُوفَ مِنَ الدِّمَاءِ تَرْوَوْا مِنَ ٱلْمَاءِ؛ فَالْمَوْتُ فِي حَيَاتِكُمْ مَقْهُورِينَ، وَٱلْحَيَاةُ فِي مَوْتِكُمْ قَاهِرِينَ. أَلَا وَ إِنَّ مُعَاوِيَةَ قَادَ لُمَّةً مِنَ ٱلْغُوَاةِ، وَ عَمَّسَ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَرَ، حَتَّىٰ جَعَلُوا نُحُورَهُمْ أَغْرَاضَ ٱلْمَنِيَّةِ.[1]

۵۲

و من خطبة له (عليه السلام)

وهي في التزهيد في الدنيا، وثواب الله للزاهد، ونعم الله على الخلق

التزهيد في الدنيا

أَلَا وَ إِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ، وَ آذَنَتْ بِانْقِضَاءٍ، وَ تَنَكَّرَ مَعْرُوفُهَا وَ أَدْبَرَتْ حَذَّاءَ، فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَاءِ سُكَّانَهَا (ساكنيها)، وَ تَحْدُو بِالْمَوْتِ جِيرَانَهَا، وَ قَدْ أَمَرَّ فِيهَا مَا كَانَ حُلْواً، وَ كَدِرَ مِنْهَا مَا كَانَ صَفْواً، فَلَمْ يَبْقَ (تبق) مِنْهَا إِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ ٱلْإِدَاوَةِ أَوْ جُرْعَةٌ كَجُرْعَةِ ٱلْمَقْلَةِ، لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ. فَأَزْمِعُوا عِبَادَاللهِ الرَّحِيلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ ٱلْمَقْدُورِ عَلَىٰ أَهْلِهَا الزَّوَالُ؛ وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيهَا ٱلْأَمَلُ، وَلَا يَطُولَنَّ عَلَيْكُمْ فِيهَا ٱلْأَمَدُ.

ثواب الزهاد

فَوَاللهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِينَ ٱلْوُلَّهِ ٱلْعِجَالِ، وَ دَعَوْتُمْ بِهَدِيلِ ٱلْحَمَامِ، وَ جَأَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِي الرُّهْبَانِ، وَ خَرَجْتُمْ إِلَى اللهِ مِنَ ٱلْأَمْوَالِ وَٱلْأَوْلَادِ، ٱلْتِمَاسَ ٱلْقُرْبَةِ إِلَيْهِ فِي ٱرْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهُ، أَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ أَحْصَتْهَا كُتُبُهُ، وَ حَفِظَتْهَا رُسُلُهُ، لَكَانَ قَلِيلاً فِيمَا أَرْجُو لَكُم مِنْ ثَوَابِهِ، وَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ عِقَابِهِ.

نعم الله

وَ تَاللهِ لَوِ ٱنْمَاثَتْ قُلُوبُكُم ٱنْمِيَاثاً، وَ سَالَتْ عُيُونُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ

لُمّہ - (بلا تشدید) مختصر سی جماعت
عمس الخبر - بات پوشیدہ رہ گئی
اغراض - جمع غرض - نشانہ
تنکر معروفہا - اس کا چہرہ چھپ گیا
حذاء - تیز رفتار
تحفزہم - ڈھکیل کر چلا رہی ہے
تحدوا - موت کی طرف لے جا رہی ہے
امرّ الشئی - چیز تلخ ہو گئی
کدر - وہ پانی جس کا رنگ گندہ ہو جائے
سملہ - حوض میں بچا ہوا پانی
مقلہ - وہ پتھر جو برتن میں ڈال دیا جاتا ہے اور پھر پانی بھرا جاتا ہے تاکہ ہر شخص کے حصہ کا حساب لگایا جا سکے
تمزز - آہستہ آہستہ پینا
صدیان - پیاسا
لم ینقع - سیراب نہ ہوگا
ازمعوا الرحیل - کوچ کی تیاری کر لو
مقدار - مقدر کا لکھا ہوا
ولہ - والہ کی جمع ہے - وہ اونٹنی جس کا بچہ گم ہو جائے
عجال - عجول کی جمع ہے - وہ اونٹنی جس کا بچہ گم ہو جائے
ہدیل الحمام - کبوتر کے رونے کی آواز
جار الیہم - بلند آواز سے گریہ
متبتل - جو صرف عبادت کا ہو کر رہ جائے -
انمیاث - پگھل جانا -

[1] تاریخ گواہ ہے کہ لشکر امامؑ نے دریا پر قبضہ کر لیا اور معاویہ کے لشکر کو کنارہ سے ہنکا دیا لیکن امامؑ نے فوراً حکم دیا کہ خبردار دشمن پر پانی بند نہ کرنا ورنہ فرزند ابوطالبؑ اور ابن ابی سفیان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا - اقتدار پرستوں کا کردار الگ ہوتا ہے اور دین کے ذمہ داروں کا انداز عمل الگ ہوتا ہے - اسلام ایسے انتقام کا ساتھی نہیں ہے جس سے اس کے اصول و قوانین کا خون ہو جائے اور مذہب کے نام پر مذہب کو پامال کر دیا جائے -

---

مصادر خطبہ ۵۲ من لایحضرہ الفقیہ صدوقؒ ۱ ص۱۲۶ ، مصباح شیخ طوسیؒ ص۴۶۱ ـ حلیۃ الاولیاء ابونعیم ۱ ص۸۰ ، امالی مفیدؒ ص۸۷ ، المجالس مفیدؒ ص۹۵

یا اپنی تلواروں کو خون سے سیراب کردو اور خود پانی سے سیراب ہو جاؤ۔ درحقیقت موت ذلت کی زندگی میں ہے اور زندگی عزت کی موت میں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ معاویہ گمراہوں کی ایک جماعت کی قیادت کر رہا ہے جس پر تمام حقائق پوشیدہ ہیں اور انھوں نے جہالت کی بنا پر اپنی گردنوں کو تیر اجل کا نشانہ بنا دیا ہے۔

۵۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا میں زہد کی ترغیب اور پیش پروردگار اس کے ثواب اور مخلوقات پر خالق کی نعمتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے)

آگاہ ہو جاؤ دنیا جا رہی ہے اور اس نے اپنی رخصت کا اعلان کر دیا ہے اور اس کی جانی پہچانی چیزیں بھی اجنبی ہو گئی ہیں۔ وہ تیزی سے منہ پھیر رہی ہے اور اپنے باشندوں کو فنا کی طرف لے جا رہی ہے اور اپنے ہمسایوں کو موت کی طرف ڈھکیل رہی ہے۔ اس کی شیرینی تلخ ہو چکی ہے اور اس کی صفائی مکدر ہو چکی ہے۔ اب اس میں صرف اتنا ہی پانی باقی رہ گیا ہے جو تہ میں بچا ہوا ہے اور وہ نپا تلا گھونٹ رہ گیا ہے جسے پیاسا پی بھی لے تو اس کی پیاس نہیں بجھ سکتی ہے۔ لہٰذا بندگان خدا اب اس دنیا سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لو جس کے رہنے والوں کا مقدر زوال ہے اور خبردار! تم پر خواہشات غالب نہ آنے پائیں اور اس مختصر مدت کو طویل نہ سمجھ لینا۔

خدا کی قسم اگر تم ان اونٹنیوں کی طرح بھی فریاد کرو جن کا بچہ گم ہو گیا ہو اور ان کبوتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو جو اپنے جھنڈ سے الگ ہو گئے ہوں اور ان راہبوں کی طرح بھی گریہ و فریاد کرو جو اپنے گھر بار کو چھوڑ چکے ہوں اور مال و اولاد کو چھوڑ کر قربت خدا کی تلاش میں نکل پڑو تاکہ اس کی بارگاہ میں درجات بلند ہو جائیں یا وہ گناہ معاف ہو جائیں جو اس کے دفتر میں ثبت ہو گئے ہیں اور فرشتوں نے انھیں محفوظ کر لیا ہے تو بھی یہ سب اس ثواب سے کم ہوگا جس[1] کی میں تمھارے بارے میں امید رکھتا ہوں یا جس عذاب کا تمھارے بارے میں خوف رکھتا ہوں۔

خدا کی قسم اگر تمھارے دل بالکل پگھل جائیں اور تمھاری آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے رغبت ثواب یا خوف عذاب میں خون جاری ہو جائے

---

[1] کھلی ہوئی بات ہے کہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" دنیا کا انسان کتنا ہی بلند نظر اور عالی ہمت کیوں نہ ہو جائے مولائے کائنات کی بلندئ فکر کو نہیں پا سکتا ہے اور اس درجۂ علم پر فائز نہیں ہو سکتا ہے جس پر مالک کائنات نے باب مدینۃ العلم کو فائز کیا ہے۔

آپ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم لوگ میری اطاعت کرو اور میرے احکام پر عمل کرو۔ اس کا اجر و ثواب تمھارے افکار کی رسائی کی حدوں سے بالاتر ہے۔ میں تمھارے لئے بہترین ثواب کی امید رکھتا ہوں اور تمھیں بدترین عذاب سے بچانا چاہتا ہوں لیکن اس راہ میں میرے احکام کی اطاعت کرنا ہوگی اور میرے راستہ پر چلنا ہوگا جو درحقیقت شہادت اور قربانی کا راستہ ہے اور انسان اسی راستہ پر قدم آگے بڑھانے سے گھبراتا ہے اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک دنیادار انسان جس کی ساری فکر مال دنیا اور ثروت دنیا ہے وہ بھی کسی ہلاکت کے خطرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اپنے کو ہلاکت سے بچانے کے لئے سارا مال و متاع قربان کر دیتا ہے تو پھر آخر دیندار انسان میں یہ جذبہ کیوں نہیں پایا جاتا ہے؟ وہ جنت النعیم کو حاصل کرنے اور عذاب جہنم سے بچنے کے لئے اپنی دنیا کو قربان کیوں نہیں کرتا ہے؟ اس کا تو عقیدہ یہی ہے کہ دنیا چند روزہ اور فانی ہے اور آخرت ابدی اور دائمی ہے تو پھر فانی کو باقی کی راہ میں کیوں قربان نہیں کر دیتا ہے؟ "ان ھٰذا الشئ عجاب"

إِلَيْهِ أَوْ رَهْبَةٍ مِنْهُ دَماً، ثُمَّ عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا، مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ، مَا جَزَتْ أَعْمَالُكُمْ عَنْكُمْ- وَلَوْ لَمْ تُبْقُوا شَيْئاً مِنْ جُهْدِكُمْ- أَنْعُمَهُ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ، وَ هُدَاهُ إِيَّاكُمْ لِلْإِيمَانِ.

۵۳

و من خطبة له (ع)

في ذكرى يوم النحر و صفة الاضحية

وَ مِنْ تَمَامِ الْأُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ أُذُنِهَا، وَ سَلَامَةُ عَيْنِهَا، فَإِذَا سَلِمَتِ الْأُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْأُضْحِيَةُ وَ تَمَّتْ، وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَاءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا إِلَى الْمَنْسَكِ.[1]

قال السيد الشريف: والمنسك ها هنا المذبح

۵۴

و من خطبة له (ع)

وفيها يصف أصحابه بصفين حين طال منعهم له من قتال اهل الشام

فَتَدَاكُّوا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ يَوْمَ وِرْدِهَا، وَ قَدْ أَرْسَلَهَا رَاعِيهَا، وَ خُلِعَتْ مَثَانِيهَا؛ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ، أَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ. وَ قَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْأَمْرَ بَطْنَهُ وَ ظَهْرَهُ حَتَّى مَنَعَنِي النَّوْمَ، فَمَا وَجَدْتُنِي يَسَعُنِي إِلَّا قِتَالُهُمْ أَوِ الْجُحُودُ بِمَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ سَلَّمَ؛ فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ، وَ مَوْتَاتُ الدُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْآخِرَةِ.

اُضحیہ - روزعید اضحیٰ قربانی کا جانور
استشراف اذن - کانوں کا سالم اور سیدھا ہونا
عضباء القرن - سینگ کا ٹوٹا ہونا
تداکوا - ٹوٹ پڑے
ہیم - پیاسے اونٹ
یوم الورد - پانی پینے کا دن
مثانی - وہ رسّی جس سے اونٹ کے پیر باندھے جاتے ہیں -

(۱) وہ لوگ جو حج تمتع انجام دینے والے ہیں یعنی مکہ مکرمہ کے حدود سے ۴۸ میل باہر سے آئے ہیں ان کا فریضہ ہے کہ میدان منیٰ میں ایک جانور قربان کریں لیکن جو لوگ حج تمتع میں میدان منیٰ میں نہیں ہیں - اُن کے لئے بھی روزعید اضحیٰ ایک جانور کا قربان کرنا مستحب ہے اور دونوں میں متعدد فرق پائے جاتے ہیں -

ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ واجب قربانی میں شرکت کا کوئی امکان نہیں ہے لیکن سنتی قربانی میں شرکت بھی ہوسکتی ہے -

اور دوسرا فرق یہ ہے کہ واجب قربانی کا ہر طرح سے بے عیب ہونا ضروری ہے لیکن سنتی قربانی میں اس طرح کی کوئی شرط نہیں ہے - ہوسکتا ہے کہ حضرت کا اشارہ اس خطبہ میں سنتی قربانی کی طرف ہو ورنہ واجب قربانی میں صرف کان اور آنکھ کے سلامتی کافی نہیں ہے - اس کے لئے فقہ اہلبیتؑ میں متعدد شرائط پائے جاتے ہیں -

مصادر خطبہ ۵۳ من لایحضرہ الفقیہ ۱ ص۲۶۱، مصباح المتہجد طوسیؒ ص۴۲۹، مناقب خوارزمی ص۱۰۱، کتاب صفین ص۲۰۱، الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۹۴، العقد الفرید ۲ ص۱۰۸

مصادر خطبہ ۵۴ العقد الفرید ۲ ص۱۳۵، نہایہ ابن اثیر ۲ ص۱۲۸، کتاب الجمل ابی مخنف، بحار الانوار - ارشاد مفید ص۲۳۷، احتجاج طبرسیؒ ص۲۳۶، المسترشد مفیدؒ ص۸۰

اور تمھیں دنیا میں آخر تک باقی رہنے کا موقع دے دیا جائے تو بھی تمھارے اعمال اس کی عظیم ترین نعمتوں اور ہدایت ایمان کا بدل نہیں ہو سکتے ہیں چاہے ان کی راہ میں تم کوئی کسر اٹھا کر نہ رکھو۔

۵۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں روز عید اضحیٰ کا تذکرہ ہے اور قربانی کے صفات کا ذکر کیا گیا ہے)

قربانی کے جانور کا کمال یہ ہے کہ اس کے کان بلند ہوں اور آنکھیں سلامت ہوں کہ اگر کان اور آنکھ سلامت ہیں تو گویا قربانی سالم اور مکمل ہے چاہے اس کی سینگ ٹوٹی ہوئی ہو اور وہ پیروں کو گھسیٹ کر اپنے کو قربان گاہ تک لے جائے۔

بیدرضحیٰ۔ اس مقام پر منسک سے مراد مذبح اور قربان گاہ ہے۔

۵۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آپ نے اپنی بیعت کا تذکرہ کیا ہے)

لوگ مجھ پر[1] یوں ٹوٹ پڑے جیسے وہ پیاسے اونٹ پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں جن کے نگرانوں نے انھیں آزاد چھوڑ دیا ہو اور ان کے پیروں کی رسیاں کھول دی ہوں یہانتک کہ مجھے یہ احساس پیدا ہو گیا کہ یہ مجھے مار ہی ڈالیں گے یا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ میں نے اس امر خلافت کو یوں اُلٹ پلٹ کر دیکھا ہے کہ میری نیند تک اڑ گئی ہے اور اب یہ محسوس کیا ہے کہ یا ان سے جہاد کرنا ہوگا یا پیغمبرؐ کے احکام کا انکار کر دینا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ میرے لئے جنگ کی سختیوں کا برداشت کرنا عذاب کی سختی برداشت کرنے سے آسان تر ہے اور دنیا کی موت آخرت کی موت اور تباہی سے سبک تر ہے۔

[1] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس اسلام میں روز اول سے بزور شمشیر بیعت لی جا رہی تھی اور انکار بیعت کرنے پر گھروں میں آگ لگائی جا رہی تھی یا لوگوں کو خنجر و شمشیر اور تازیانہ و دُرّہ کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ اس میں یکبارگی یہ انقلاب کیسے آگیا کہ لوگ ایک انسان کی بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے اور یہ محسوس ہونے لگا کہ جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

کیا اس کا راز یہ تھا کہ لوگ اس ایک شخص کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور شجاعت و کرم سے متاثر ہو گئے تھے۔ ایسا ہوتا تو یہ صورت حال بہت پہلے پیدا ہو جاتی اور لوگ اس شخص پر قربان ہو جاتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہو سکا جس کا مطلب یہ ہے کہ قوم نے شخصیت سے زیادہ حالات کو سمجھ لیا تھا اور یہ اندازہ کر لیا تھا کہ وہ شخص جو امت کے درمیان واقعی انصاف کر سکتا ہے اور جس کی زندگی ایک عام انسان کی زندگی کی طرح سادگی رکھتی ہے اور اس میں کسی طرح کی حرص و طمع کا گذر نہیں ہے وہ اس مرد مومن اور کل ایمان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی بیعت میں سبقت کرنا ایک انسانی اور ایمانی فریضہ ہے اور درحقیقت مولائے کائناتؑ نے اس پوری صورت حال کو ایک لفظ میں واضح کر دیا ہے کہ یہ دن درحقیقت پیاسوں کے سیراب ہونے کا دن تھا اور لوگ مدتوں سے تشنہ اور تشنہ کام تھے لہٰذا ان کا ٹوٹ پڑنا حق بجانب تھا۔ اس ایک تشبیہ سے ماضی اور حال دونوں کا مکمل اندازہ کیا جا سکتا ہے۔!

۵۵

و من كلام له (عليه السلام)

و قد استبطأ أصحابه إذنه لهم في القتال بصفين

أَمَّا قَوْلُكُمْ: أَكُلَّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةَ الْمَوْتِ؟ فَوَاللهِ مَا أُبَالِي: دَخَلْتُ (ادخلت) إِلَى الْمَوْتِ أَوْ خَرَجَ الْمَوْتُ إِلَيَّ. وَ أَمَّا قَوْلُكُمْ شَكّاً فِي أَهْلِ الشَّامِ! فَوَاللهِ مَا دَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْماً إِلَّا وَ أَنَا أَطْمَعُ أَنْ تَلْحَقَ بِي طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِي، وَ تَعْشُوَ إِلَىٰ ضَوْئِي، وَ ذٰلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقْتُلَهَا عَلَىٰ ضَلَالِهَا (ضلالتها)، وَ إِنْ كَانَتْ تَبُوءُ بِآثَامِهَا. [1]

۵۶

و من كلام له (عليه السلام)

يصف أصحاب رسول الله و ذلك يوم صفين حين أمر الناس بالصلح

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا وَ إِخْوَانَنَا وَ أَعْمَامَنَا: مَا يَزِيدُنَا ذٰلِكَ إِلَّا إِيمَاناً وَ تَسْلِيماً، وَ مُضِيّاً عَلَى اللَّقَمِ، وَ صَبْراً عَلَىٰ مَضَضِ الْأَلَمِ، وَ جِدّاً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ؛ وَ لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَالْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ، يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا: أَيُّهُمَا يَسْقِي صَاحِبَهُ كَأْسَ الْمَنُونِ، فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا، وَ مَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا. فَلَمَّا رَأَى اللهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ، وَ أَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ. حَتَّىٰ اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِياً جِرَانَهُ، وَ مُتَبَوِّئاً (مَبوّياً) أَوْطَانَهُ. وَ لَعَمْرِي لَوْ كُنَّا نَأْتِي مَا أَتَيْتُمْ: مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ، وَلَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ. وَ ايْمُ اللهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَماً، وَ لَتُتْبِعُنَّهَا نَدَماً!

۵۷

ومن كلام له (عليه السلام)

في صفة رجل مذموم، ثم في فضله (عليه السلام)

أَمَّا إِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُومِ، مُنْدَحِقُ

تعشوا الی ضوئی - چندھیائی ہوئی آنکھ سے روشنی کی طرف دیکھنا
آثام - گناہ
لقم - شاہراہ
مضض الم - درد کی شدت
تصاول - ایک دوسرے پر حملہ کرنا۔
تخالس - ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو جانا
کبت - ذلت
جران البعیر - اونٹ کے سامنے کا حصہ
احتلاب - دودھ دوھنا

[1] امام علیہ السلام نے اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ اسلام میں جنگ کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ صرف ایک وسیلہ ہے اور اس وسیلہ کو قطع فساد کے لئے اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب ہدایت کے تمام امکانات ختم ہو جاتے ہیں ورنہ اس کے بغیر جنگ ایک غارتگری ہے جہاد نہیں ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس دیانتداری سے کام کرنے والا تاریخ بشریت میں نہیں پیدا ہوا ہے جو جنگ چھیڑنے کے لئے ہدایت کے آخری امکانات کا انتظار کرے اور جنگ چھڑ جانے کے بعد بھی تلوار چلانے میں نسلوں کا جائزہ لے کر اٹھائے اور اگر ۷۰ پشت میں کوئی مومن پیدا ہونے والا ہے تو ایک صاحب ایمان کی خاطر ۶۹ پشت کے منافقین وکفار کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ روحی وارواح العالمین لہ الفداء۔

مصادر خطبہ ۵۵ کتاب صفین ص۲۹، تاریخ طبری ۴ ص۱۳
مصادر خطبہ ۵۶ کتاب صفین ص۵۲۰، ربیع الابرار باب القتل والشہادۃ جلد دوم، الغارات ابن ہلال ثقفی، کتاب الجمل واقدی، ارشاد مفید ص۱۴۱، کتاب سلیم بن قیس ص۷۷، تذکرہ ابن الجوزی ص۱۱۵
مصادر خطبہ ۵۷ کتاب الغارات۔ اصول کافی۔ تفسیر عیاشی آیت ۱۰۶ سورہ نحل، قرب الاسناد حمیری۔ انساب الاشراف ۲ ص۱۱۹، مستدرک حاکم ۲ ص۳۸۵ امالی طوسی ص۲۱۴، ارشاد مفید ص۱۵۱، الملاحم والفتن ابن طاؤس ص۵۴، کتاب الفتن نعیم بن حماد۔ کتاب الرجال کشی ص۱۰۱

۵۵۔ آپ کا ارشادِ گرامی

(جب آپ کے اصحاب نے یہ اظہار کیا کہ اہل صفین سے جہاد کی اجازت میں تاخیر سے کام لے رہے ہیں)

تمہارا یہ سوال کہ کیا یہ تاخیر موت کی ناگواری سے ہے تو خدا کی قسم مجھے موت کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میں اس کے پاس وارد ہو جاؤں یا وہ میری طرف نکل کر آجائے۔ اور تمہارا یہ خیال کہ مجھے اہل شام کے باطل کے بارے میں کوئی شک ہے۔ تو خدا گواہ ہے کہ میں نے ایک دن بھی جنگ کو نہیں ٹالا ہے مگر اس خیال سے کہ شائد کوئی گروہ مجھ سے ملحق ہو جائے اور ہدایت پا جائے اور میری روشنی میں اپنی کمزور آنکھوں کا علاج کرلے کہ یہ بات میرے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ میں اس کی گمراہی کی بنا پر اسے قتل کردوں اگرچہ اس قتل کا گناہ اُسی کے ذمہ ہوگا۔

۵۶۔ آپ کا ارشادِ گرامی

(جس میں اصحاب رسول کو یاد کیا گیا ہے اس وقت جب صفین کے موقع پر آپ نے لوگوں کو صلح کا حکم دیا تھا)۔

ہم رسول اکرم کے ساتھ اپنے خاندان کے بزرگ، بچے، بھائی بند اور چچاؤں کو بھی قتل کر دیا کرتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان اور جذبۂ تسلیم میں اضافہ ہی ہوتا تھا اور ہم برابر سیدھے راستہ پر بڑھتے ہی جا رہے تھے اور مصیبتوں کی سختیوں پر صبر ہی کرتے جا رہے تھے اور دشمن سے جہاد میں کوشش ہی کرتے جا رہے تھے۔ ہمارا سپاہی دشمن کے سپاہی سے اس طرح مقابلہ کرتا تھا جس طرح مردوں کا مقابلہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان کے درپے ہو جائیں اور ہر ایک کو یہی فکر ہو کر دوسرے کو موت کا جام پلا دیں۔ پھر کبھی ہم دشمن کو مار لیتے تھے اور کبھی دشمن کو ہم پر غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس کے بعد جب خدا نے ہماری صداقت کو آزما لیا تو ہمارے دشمن پر ذلت نازل کر دی اور ہمارے اوپر نصرت کا نزول فرما دیا یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ جم گیا اور اپنی منزل پر قائم ہو گیا۔

میری جان کی قسم اگر ہمارا کردار بھی تمہیں جیسا ہوتا تو نہ دین کا کوئی ستون قائم ہوتا اور نہ ایمان کی کوئی شاخ ہری ہوتی۔ خدا کی قسم تم اپنے کرتوت سے دودھ کے بدلے خون دوھوگے اور آخر میں پچھتاؤ گے۔

۵۷۔ آپ کا ارشادِ گرامی

(ایک قابل مذمت شخص کے بارے میں)

آگاہ ہو جاؤ کہ عنقریب تم پر ایک شخص مسلط ہوگا جس کا حلق کشادہ اور پیٹ بڑا ہوگا۔

[1] حضرت محمد بن ابی بکر کی شہادت کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن عامر حضرمی کو بصرہ میں دوبارہ فساد پھیلانے کے لئے بھیج دیا۔ وہاں حضرت کے والی ابن عباس تھے اور وہ محمد کی تعزیت کے لئے کوفہ گئے تھے۔ زیاد بن عبید ان کے نائب تھے۔ انہوں نے حضرت کو اطلاع دی۔ آپ نے بصرہ کے بنی تمیم کا عثمانی رجحان دیکھ کر کوفہ کے بنی تمیم کو مقابلہ پر بھیجنا چاہا لیکن ان لوگوں نے برادری سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت نے اپنے دور قدیم کا حوالہ دیا کہ اگر رسول اکرم کے ساتھ ہم لوگ بھی قبائلی تعصب کا شکار ہو گئے ہوتے تو آج اسلام کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ اسلام حق و صداقت کا مذہب ہے اس میں قومی اور قبائلی رجحانات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

[2] یہ ایک عظیم حقیقت کا اعلان ہے کہ پروردگار اپنے بندوں کی بہرحال مدد کرتا ہے۔ اس نے صاف کہہ دیا ہے کہ "کان حقا علینا نصر المومنین" (مومنین کی مدد ہماری ذمہ داری ہے)۔ "ان اللہ مع الصابرین" (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)۔ لیکن اس سلسلہ میں اس حقیقت کو بہرحال سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ نصرت ایمان کے اظہار کے بعد اور یہ معیت صبر کے بعد سامنے آتی ہے جب تک انسان اپنے ایمان و صبر کا ثبوت نہیں دیدیتا ہے خدائی امداد کا نزول نہیں ہوتا ہے۔ "ان تنصروا اللہ ینصرکم" (اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ نصرت الہی تحفہ نہیں ہے مجاہدات کا انعام ہے۔ پہلے مجاہدۂ نفس اس کے بعد انعام۔!

اَلْبَطْنِ، يَأْكُلُ مَا يَجِدُ، وَ يَطْلُبُ مَالاَ يَجِدُ، فَاقْتُلُوهُ، وَلَنْ تَقْتُلُوهُ! أَلَا وَإِنَّهُ [۱] سَيَأْمُرُكُمْ بِسَبِّي وَالْبَرَاءَةِ [۲] مِنِّي؛ فَأَمَّا السَّبُّ فَسُبُّونِي، فَإِنَّهُ لِي زَكَاةٌ، وَلَكُمْ نَجَاةٌ؛ وَأَمَّا الْبَرَاءَةُ فَلَا تَتَبَرَّأُوا مِنِّي؛ فَإِنِّي وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَ سَبَقْتُ إِلَى الْإِيمَانِ وَالْهِجْرَةِ.

۵۸

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

كلم به الخوارج حين اعتزلوا الحكومة و تنادوا: ان لا حكم إلا لله

أَصَابَكُمْ حَاصِبٌ، وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ آثِرٌ(آبر). أَبَعْدَ إِيمَانِي بِاللهِ، وَ جِهَادِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ، أَشْهَدُ عَلَىٰ نَفْسِي بِالْكُفْرِ! «لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذاً وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ!» فَأُوبُوا شَرَّ مَآبٍ، وَارْجِعُوا عَلَىٰ أَثَرِ الْأَعْقَابِ. أَمَا إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي ذُلّاً شَامِلاً، وَ سَيْفاً قَاطِعاً وَأَثَرَةً يَتَّخِذُهَا الظَّالِمُونَ فِيكُمْ سُنَّةً.

قال الشريف: قوله ﴿عليه السلام﴾ «و لا بقى منكم آبر» يروى على ثلاثة أوجه:

أحدها أن يكون كما ذكرناه: «آبر» بالراء، من قولهم للذى يأبر النخل- أي: يصلحه- ويروى «آثر» و هو الذي يأثر الحديث و يرويه أي يحكيه، و هو أصح الوجوه عندي، كأنه ﴿عليه السلام﴾ قال: لا بقي منكم مخبر! و يروى «آبز»- بالزاي المعجمة- و هو الواثب. و الهالك أيضاً يقال له: آبز.

۵۹

و قال ﴿عليه السلام﴾

لما عزم على حرب الخوارج، و قيل له:

إن القوم عبر واجسر النهروان!

مَصَارِعُهُمْ دُونَ النُّطْفَةِ، وَاللهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ، وَلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ.

قال الشريف، يعني بالنطفة ماء النهر، و هي أفصح كناية عن الماء و إن كان كثيراً جماً. و قد أشرنا إلى ذلك فيما تقدم عند مضيّ ما أشبهه.

سندحق - جس کا پیٹ بڑا ہوا
حاصب - تیز آندھی
آثر - داستان کا بیان کرنے والا
اوبوا شر مآب - بدترین واپسی کے ساتھ پلٹ جاؤ
اثرۃ - سرکاری فوائد کو مخصوص کرلینا

(۱) بعض بنی امیہ کے ہوا خواہوں نے اس بیان کا رُخ زیاد، حجاج اور مغیرہ بن شعبہ کی طرف موڑنا چاہا ہے حالانکہ اس کے خصوصیات بانگ دہل اعلان کررہے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ ہے اسی کا حلیہ بیان کیا گیا ہے اور اسی کو پیٹ نہ بھرنے کی سرکارؐ نے بددعا دی تھی اور اسی نے آپ پر لعنت کا حکم دیا تھا ورنہ اس کے علاوہ کسی نے اس جسارت کی ہمت نہیں کی ہے۔
معاویہ کے قتل کا حکم بھی سرکارِ دوعالم ہی نے دیا تھا جب فرمایا تھا کہ جب بھی وہ منبر پر نظر آئے اسے قتل کردینا۔ میزان الاعتدال
تہذیب التہذیب۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے مادی مصالح کے پیچھے سرکار کے کسی ارشاد کا کوئی احترام نہیں کیا۔

(۲) واضح رہے کہ اس برائت سے مراد قلبی بیزاری ہے ورنہ لفظ بیزاری کا اعلان اسی طرح جائز ہے جس طرح کہ سب وشتم کے الفاظ کا استعمال ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرتؑ نے فطرت اسلام پر پیدائش کا حوالہ دیا ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ فطرت اسلام برأت واقعی سے روک سکتی ہے کہ اس طرح انسان اسلام سے بیزار ہوجائے گا ورنہ لفظ بیزاری کے استعمال میں اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

مصادر خطبہ ۵۷ تاریخ طبری ۵ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص۱۲۳، تذکرۃ الخواص ص۱۰۱، المسترشد طبری امامی ص۱۶۲، نہایۃ ابن اثیر کلمہ آبر، انساب الاشراف بلاذری ۲ ص۳۶۹، کامل ۲ ص۱۴۱

مصادر خطبہ ۵۹ محاسن بیہقی ۱ ص۳۱۵، مروج الذہب ۲ ص۲۱۶، کامل مبرد ۲ ص۱۴۰، کتاب الخوارج مدائنی، ارشاد مفیدؒ ص۱۵۰

جو پا جائے گا کھا جائے گا اور جو نہ پائے گا اس کی جستجو میں رہے گا۔ تمھاری ذمہ داری ہوگی کہ اسے قتل کر دو مگر تم ہرگز قتل نہ کروگے۔
خیر (۵۱) وہ عنقریب تمھیں مجھے گالیاں دینے اور مجھ سے (۵۲) بیزاری کرنے کا بھی حکم دے گا۔ تو اگر گالیوں کی بات ہو تو مجھے بُرا بھلا کہہ لینا کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سامان ہے اور تمھارے لئے دشمن سے نجات کا۔ لیکن خبردار مجھ سے برائت نہ کرنا کہ میں فطرتِ اسلام پر پیدا ہوا ہوں اور میں نے ایمان اور ہجرت دونوں میں سبقت کی ہے۔

۵۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس کا مخاطب ان خوارج کو بنایا گیا ہے جو تحکیم سے کنارہ کش ہوگئے اور "لاحکم الا اللہ" کا نعرہ لگانے لگے)

خدا کرے۔ تم پر سخت آندھیاں آئیں اور کوئی تمھارے حال کا اصلاح کرنے والا نہ رہ جائے۔ کیا میں پروردگار پر ایمان لانے اور رسول اکرمؐ کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد اپنے بارے میں کفر کا اعلان کر دوں۔ ایسا کروں گا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہ جاؤں گا۔ جاؤ پلٹ جاؤ اپنی بدترین منزل کی طرف اور واپس چلے جاؤ اپنے نشانات قدم پر۔ مگر آگاہ رہو کہ میرے بعد تمھیں ہمہ گیر ذلت اور کاٹنے والی تلوار کا سامنا کرنا ہوگا اور اس طریقہ کار کا مقابلہ کرنا ہوگا جسے ظالم تمھارے بارے میں اپنی سنّت بنا لیں گے یعنی ہر چیز کو اپنے لئے مخصوص کر لینا۔

سید رضیؒ۔ حضرت کا ارشاد "لا بقی منکم آبرٌ" تین طریقوں سے نقل کیا گیا ہے:
آبرٌ۔ وہ شخص جو درخت خرمہ کو کانٹ چھانٹ کر اس کی اصلاح کرتا ہے۔
آثرٌ۔ روایت کرنے والا۔ یعنی تمھاری خبر دینے والا بھی کوئی نہ رہ جائے گا۔ اور یہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔
آبزٌ۔ کودنے والا یا ہلاک ہونے والا کہ مزید ہلاکت کے لئے بھی کوئی نہ رہ جائے گا۔

۵۹۔ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا

جب آپ نے خوارج سے جنگ کا عزم کر لیا اور نہروان کے پُل کو پار کر لیا۔

یاد رکھو! [۱] دشمنوں کی قتل گاہ دریا کے اُس طرف ہے۔ خدا کی قسم نہ ان میں کے دس باقی بچیں گے اور نہ تمھارے دس ہلاک ہو سکیں گے
سید رضیؒ۔ نطفہ سے مراد نہر کا شفاف پانی ہے۔ جو بہترین کنایہ ہے پانی کے بارے میں چاہے اس کی مقدار کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

[۱] جب امیر المومنینؑ کو یہ خبر دی گئی کہ خوارج نے سارے ملک میں فساد پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ جناب عبداللہ بن خباب بن الارت کو ان کے گھر کی عورتوں سمیت قتل کر دیا ہے اور لوگوں میں مسلسل دہشت پھیلا رہے ہیں تو آپ نے ایک شخص کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ ان ظالموں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد جب حضرت عبداللہ بن خباب کے قاتلوں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو صاف کہہ دیا کہ ہم سب قاتل ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے بنفس نفیس توبہ کی دعوت دی لیکن ان لوگوں نے اسے بھی ٹھکرا دیا۔ آخر ایک دن وہ آگیا جب لوگ ایک لاش کو لے کر آئے اور سوال کیا کہ سرکار اب فرمائیں اب کیا حکم ہے؟ تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے جہاد کا حکم دے دیا اور پروردگار کے دئے ہوئے علم غیب کی بنا پر انجام کار سے بھی باخبر کر دیا جو بقول ابن الحدید صد فیصد صحیح ثابت ہوا اور خوارج کے صرف نو افراد بچے اور حضرتؑ کے ساتھیوں میں صرف آٹھ افراد شہید ہوئے۔

٦٠

و قال (عليه السلام)

لما قتل الخوارج فقيل له: يا أمير المؤمنين، هلك القوم بأجمعهم!

كَـلَّا وَاللهِ، إِنَّهُـمْ نُطَفٌ فِي أَصْـلَابِ الرِّجَـالِ، وَ قَـرَارَاتِ النِّسَـاءِ، كُـلَّمَا نَجَمَ مِـنْهُمْ قَرْنٌ قُطِعَ، حَتَّىٰ يَكُونَ آخِرُهُمْ لُصُوصاً سَلَّابِينَ. ①

٦١

و قال (عليه السلام)

لَا تُـقَاتِلُوا (تـقتلوا) ٱلْخَـوَارِجَ بَـعْدِي؛ فَـلَيْسَ مَـنْ طَـلَبَ الْحَـقَّ فَأَخْـطَأَهُ (فاعطي)، كَمَنْ طَلَبَ ٱلْبَاطِلَ فَأَدْرَكَـهُ. ②

قال الشريف: يعني معاوية و أصحابه.

٦٢

و من كلام له (عليه السلام)

لما خوف من الغيلة

وَ إِنَّ عَـلَيَّ مِـنَ اللهِ جُـنَّةً حَـصِينَةً، فَـإِذَا جَـاءَ يَـوْمِي ٱنْـفَرَجَتْ عَـنِّي وَأَسْـلَمَتْنِي؛ فَـحِينَئِذٍ لا يَـطِيشُ السَّـهْمُ، وَلَا يَـبْرَأُ ٱلْكَـلْمُ. ③

٦٣

و من خطبة له (عليه السلام)

يحذر من فتنة الدنيا

أَلَا إِنَّ الدُّنْـيَا دَارٌ لَا يُسْـلَمُ مِـنْهَا إِلَّا فِـيهَا (بـالذمه)، وَلَا يُـنْجَىٰ بِـشَيْءٍ كَـانَ لَهَـا: ٱبْـتُلِيَ النَّـاسُ بِهَـا فِـتْنَةً، فَـمَا أَخَـذُوهُ مِـنْهَا لَهَـا أُخْـرِجُوا مِـنْهُ وَ حُـوسِبُوا عَـلَيْهِ، وَ مَـا أَخَـذُوهُ مِـنْهَا لِـغَيْرِهَا قَـدِمُوا عَـلَيْهِ وَ أَقَـامُوا فِـيهِ؛ فَـإِنَّهَا عِـنْدَ ذَوِي ٱلْـعُقُولِ كَـفَيْءِ الظِّـلِّ، بَـيْنَا تَـرَاهُ سَـابِغاً حَـتَّىٰ قَـلَصَ، وَ زَائِـداً حَـتَّىٰ نَـقَصَ. ④

٦٤

و من خطبه له (عليه السلام)

في المبادرة إلى صالح الأعمال

فَـاتَّقُوا اللهَ عِـبَادَ اللهِ، وَ بَـادِرُوا آجَـالَكُمْ بِأَعْـمَالِكُمْ، وَ ٱبْـتَاعُوا مَـا يَـبْقَىٰ لَكُـمْ بِمَـا يَـزُولُ عَـنْكُمْ، وَ تَـرَحَّلُوا فَـقَدْ جُـدَّ بِكُـمْ، وَاسْـتَعِدُّوا لِـلْمَوْتِ فَـقَدْ أَظَـلَّكُمْ، وَ كُـونُوا قَـوْماً صِـيحَ بِهِـمْ فَـانْتَبَهُوا،

① خوارج کی تاریخ دیکھی جائے تو امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد کی صداقت کا اندازہ ہوگا کہ ہر دور میں ان کا رئیس حکومتوں کے ہاتھوں تہ تیغ بھی کیا گیا ہے اور علیؑ سے غداری کرنے والوں پر کسی نے بھی اعتبار نہیں کیا جو امام معصوم سے غداری کا واقعی انجام ہے۔

② آپ کو معلوم تھا کہ میرے بعد اقتدار معاویہ کے ہاتھوں میں ہوگا اور وہ لوگوں کو خوارج سے جنگ پر آمادہ کرے گا حالانکہ خود بھی کسی خارجی سے کم نہیں ہوگا بلکہ ان سے بدتر ہوگا کہ وہ تلاش حق میں گمراہ ہو گئے تھے اور یہ تلاش باطل میں منزل تک پہنچ گیا ہے تو اگر معاویہ کے اعمال کی تاویل ہو سکتی ہے اور انھیں خطائے اجتہادی قرار دیا جا سکتا ہے تو خوارج کے اعمال کی تاویل کیوں نہیں ہو سکتی ہے۔

③ یہ موت کے بارے میں امیرالمومنینؑ کا بلند ترین نظریہ ہے کہ موت ہی سیف قاطع ہے جو رشتہ حیات کو قطع کر دیتی ہے اور یہی جنۃ واقیہ ہے جو انسان کا تحفظ کرتی ہے کہ جب تک اس کا وقت نہ آجائے کوئی طاقت کچھ بگاڑ نہیں سکتی ہے۔

④ حقیقت امر یہ ہے کہ اس دنیا کے درد کا علاج دنیا ہی ہے اور یہ مسئلہ انتہائی واضح ہے کہ دنیا کو ہدف اور مقصد بنا لیا جاتا ہے تو درد بن جاتی ہے اور اسے وسیلہ اور ذریعہ بنا لیا جاتا ہے تو دوا بن جاتی ہے۔ اب یہ انسان کی عقل کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اسے درد بنا کر رکھے گا یا دوا بنا کر اس کے ذریعہ درد آخرت کا علاج کرے گا۔

مصادر خطبہ ۶۰ (البعینہ مصادر خطبہ ۵۹)

مصادر خطبہ ۶۱ محاسن بیہقی ص ۳۸۵، مروج الذہب ۲ ص ۲۱۶، کامل مبرد ۲ ص ۱۳۰، علل الشرائع ص ۲۰۱، تہذیب شیخ طوسیؒ ۲ ص ۴۸

مصادر خطبہ ۶۲ البدایۃ والنہایہ ۸ ص ۱۲، کتاب القدر ابوداؤد ابن اسحاق السجستانی (المتوفی قبل الرضیؒ بہ ۱۳۰ عام) غرر الحکم آمدی ص ۸۹، ربیع الابرار زمخشری باب القتل والشہادۃ، کتاب صفین ص ۱۲۸

مصادر خطبہ ۶۳ غرر الحکم آمدی حرف الف اِنّ

مصادر خطبہ ۶۴ الغرر والدرر آمدی، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۴۵

۶۰۔ آپ نے فرمایا

(اس وقت جب خوارج کے قتل کے بعد لوگوں نے کہا کہ اب تو قوم کا خاتمہ ہو چکا ہے)

ہرگز نہیں۔ خدا گواہ ہے کہ یہ ابھی مردوں کے صلب اور عورتوں کے رحم میں موجود ہیں اور جب بھی ان میں کوئی سر نکالے گا اسے کاٹ دیا جائے گا یہاں تک کہ آخر میں صرف لٹیرے اور چور ہو کر رہ جائیں گے۔

۶۱۔ آپ نے فرمایا

خبردار میرے بعد خروج کرنے والوں سے جنگ نہ کرنا کہ حق کی طلب میں نکل کر بہک جانے والا اس کا جیسا نہیں ہوتا ہے جو باطل کی تلاش میں نکلے اور حاصل بھی کر لے۔

سید رضیؒ۔ آخری جملہ سے مراد معاویہ اور اس کے اصحاب ہیں۔

۶۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کو اچانک قتل سے ڈرایا گیا)

یاد رکھو میرے لئے خدا کی طرف سے ایک مضبوط و مستحکم سپر ہے۔ اس کے بعد جب میرا دن آجائے گا تو یہ سپر مجھ سے الگ ہو جائے گی اور مجھے موت کے حوالے کر دے گی۔ اس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم مندمل ہو سکے گا۔

۶۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں دنیا کے فتنوں سے ڈرایا گیا ہے)

آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دنیا ایسا گھر ہے جس سے سلامتی کا سامان اسی کے اندر سے کیا جا سکتا ہے اور کوئی ایسی شے وسیلۂ نجات نہیں ہو سکتی ہے جو دنیا ہی کے لئے ہو۔ لوگ اس دنیا کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں۔ جو لوگ دنیا کا سامان دنیا ہی کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں اور پھر حساب بھی دینا ہوتا ہے اور جو لوگ یہاں سے وہاں کے لئے حاصل کرتے ہیں وہ وہاں جا کر پا لیتے ہیں اور وہاں اسی میں مقیم ہو جاتے ہیں۔ یہ دنیا درحقیقت صاحبانِ عقل کی نظر میں ایک سایہ جیسی ہے جو دیکھتے دیکھتے سمٹ جاتا ہے اور پھیلتے پھیلتے کم ہو جاتا ہے۔

۶۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(نیک اعمال کی طرف سبقت کے بارے میں)

بندگانِ خدا! اللہ سے ڈرو اور اعمال کے ساتھ اجل کی طرف سبقت کرو۔ اس دنیا کے فانی مال کے ذریعہ باقی رہنے والی آخرت کو خرید لو اور یہاں سے کوچ کر جاؤ کہ تمہیں تیزی سے لیجایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اس قوم جیسے ہو جاؤ جسے پکارا گیا تو فوراً ہوشیار ہو گئی

لہ انسان کے قدم موت کی طرف بلا اختیار بڑھتے جا رہے ہیں اور اسے اس امر کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک دن موت کے منھ میں چلا جاتا ہے اور دائمی خسارہ اور عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے لہٰذا تقاضائے عقل و دانش یہی ہے کہ اعمال کو ساتھ لے کر آگے بڑھے گا تاکہ جب موت کا سامنا ہو تو اعمال کا سہارا رہے اور عذاب الیم سے نجات حاصل کرنے کا وسیلہ ہاتھ میں رہے۔!

مصادر خطبہ ۶۴ الغرر والدرر آمدی، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص ۱۴۵

وَ عَلِمُوا أَنَّ الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ[1] فَاسْتَبْدَلُوا؛ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَ لَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَ مَا بَيْنَ أَحَدِكُمْ وَ بَيْنَ ٱلْجَنَّةِ أَوِ ٱلنَّارِ إِلَّا ٱلْمَوْتُ أَنْ يَنْزِلَ بِهِ. وَ إِنَّ غَايَةً تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ، وَ تَهْدِمُهَا السَّاعَةُ، لَجَدِيرَةٌ بِقِصَرِ ٱلْمُدَّةِ. وَ إِنَّ غَائِباً يَحْدُوهُ ٱلْجَدِيدَانِ: اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ ٱلْأَوْبَةِ. وَ إِنَّ قَادِماً يَقْدُمُ بِالْفَوْزِ أَوِ الشِّقْوَةِ لَمُسْتَحِقٌّ لِأَفْضَلِ ٱلْعُدَّةِ. فَتَزَوَّدُوا[2] فِي الدُّنْيَا. مِنَ الدُّنْيَا، مَا تَحْرُزُونَ (تجوزون) بِهِ أَنْفُسَكُمْ غَداً. فَاتَّقَى عَبْدٌ رَبَّهُ، نَصَحَ نَفْسَهُ، وَ قَدَّمَ تَوْبَتَهُ، وَ غَلَبَ شَهْوَتَهُ، فَإِنَّ أَجَلَهُ مَسْتُورٌ عَنْهُ، وَ أَمَلَهُ خَادِعٌ لَهُ، وَالشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ بِهِ، يُزَيِّنُ لَهُ ٱلْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا، وَ يُمَنِّيهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا، إِذَا هَجَمَتْ مَنِيَّتُهُ عَلَيْهِ أَغْفَلَ مَا يَكُونُ عَنْهَا. فَيَا لَهَا حَسْرَةً عَلَى كُلِّ ذِي غَفْلَةٍ أَنْ يَكُونَ عُمُرُهُ عَلَيْهِ حُجَّةً. وَ أَنْ تُؤَدِّيَهُ أَيَّامُهُ إِلَى الشِّقْوَةِ! نَسْأَلُ اللهَ سُبْحَانَهُ أَنْ يَجْعَلَنَا وَ إِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ نِعْمَةٌ. وَلَا تُقَصِّرُ (تقتصر) بِهِ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهِ غَايَةٌ. وَلَا تَحُلُّ بِهِ بَعْدَ ٱلْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ.

٦٥

ومن خطبة له (عليه السلام)

و فيها مباحث لطيفة من العلم الالهي

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ تَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالاً، فَيَكُونَ أَوَّلاً قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِراً، وَ يَكُونَ ظَاهِراً قَبْلَ أَنْ يَكُونَ بَاطِناً؛ كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرَهُ قَلِيلٌ، وَ كُلُّ عَزِيزٍ غَيْرَهُ ذَلِيلٌ؛ وَ كُلُّ قَوِيٍّ غَيْرَهُ ضَعِيفٌ، وَ كُلُّ مَالِكٍ غَيْرَهُ مَمْلُوكٌ، وَ كُلُّ عَالِمٍ غَيْرَهُ مُتَعَلِّمٌ، وَ كُلُّ قَادِرٍ غَيْرَهُ يَقْدِرُ وَ يَعْجَزُ، وَ كُلُّ سَمِيعٍ غَيْرَهُ يَصَمُّ عَنْ لَطِيفِ ٱلْأَصْوَاتِ، وَ يُصِمُّهُ كَبِيرُهَا، وَ يَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا، وَ كُلُّ بَصِيرٍ غَيْرَهُ يَعْمَى عَنْ خَفِيِّ الْأَلْوَانِ وَلَطِيفِ الْأَجْسَامِ، وَ كُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرَهُ بَاطِنٌ، وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرَهُ غَيْرُ ظَاهِرٍ. لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ، وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ

سدیٰ - مہمل اور بے قید و بند
یحدوا - ڈھکیل رہے ہیں
حری - لائق، سزاوار
اوبہ - واپسی - مراد آمد ہے
تسویف - تاخیر
بطر - مغرور بنا دینا
صم - بہرہ پن

(۱) دنیا کے منزل نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس دنیا کی زندگی انتہائی درجہ مختصر ہے اور اس کا سامان زندگی بے پناہ ہے - اور یہ علامت ہے کہ یہ فقط زادِ راہ فراہم کرنے کے کام آتی ہے اور منزل آگے ہے جہاں مسافر کو ہر حال میں جانا ہے اور سامان کو دوسرے آنے والوں کے لئے چھوڑ کر جانا ہے جو اپنے بعد والوں کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا -

(۲) یہ زادِ راہ کی تفسیر ہے کہ آخرت کے لئے زادِ راہ سامانِ دنیا نہیں ہے بلکہ یہ زادِ راہ درحقیقت تقویٰ، اخلاص، توبہ اور خواہشات پر غلبہ ہے جس کے بغیر آخرت کے سفر میں کامیابی ناممکن ہے - مقابلہ شیطان کا ہے اور موت کا نزول اچانک ہونے والا ہے لہذا یہ زادِ راہ ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور انسان کو کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہئے نعمتیں پاکر مغرور نہ ہو جائے اور اطاعت پروردگار میں کوتاہی نہیں کرنا چاہئے -

---

مصادر خطبہ ۶۵ توحید صدوق ص ۶۹ ، عیون الحکم والمواعظ علی بن محمد بن شاکر اللیثی - غرر الحکم آمدی ص ۲۳۸

اور اس نے جان لیا کہ دنیا اس کی منزل نہیں ہے (۱) تو اسے آخرت سے بدل لیا۔ اس لئے کہ پروردگار نے تمھیں بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ مہمل چھوڑ دیا ہے اور یاد رکھو کہ تمھارے اور جنت و جہنم کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہے کہ موت نازل ہو جائے اور انجام سامنے آجائے اور وہ مدت حیات جسے ہر لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اس کی عمارت کو منہدم کر رہی ہو وہ قصیر المدۃ ہی سمجھنے کے لائق ہے اور وہ موت جسے دن و رات ڈھکیل کر آگے لا رہے ہوں اسے بہت جلد آنے والا ہی خیال کرنا چاہئے اور وہ شخص جس کے سامنے کامیابی یا ناکامی اور بدبختی آنے والی ہے اسے بہترین سامان مہیا ہی کرنا چاہئے۔ لہٰذا تم دنیا میں رہ کر دنیا سے زادِ راہ (۲) حاصل کر لو جس سے کل اپنے نفس کا تحفظ کر سکو۔ اس کا راستہ یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے ڈرے۔ اپنے نفس سے اخلاص رکھے، توبہ کو مقدم کرے۔ خواہشات پر غلبہ حاصل کرے اس لئے کہ اس کی اجل اس سے پوشیدہ ہے اور اس کی خواہش اسے مسلسل دھوکہ دینے والی ہے اور شیطان اس کے سر پر سوار ہے جو معصیتوں کو آراستہ کر رہا ہے تاکہ انسان مرتکب ہو جائے اور توبہ کی امیدیں دلاتا ہے تاکہ اس میں تاخیر کرے یہانتک کہ غفلت اور بے خبری کے عالم میں موت اس پر حملہ آور ہو جاتی ہے۔ ہائے کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ انسان کی عمر ہی اس کے خلاف حجت بن جائے اور اس کا روزگار ہی اسے بدبختی تک پہونچا دے۔ پروردگار سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمھیں ان لوگوں میں قرار دے جنھیں نعمتیں مغرور نہیں بناتی ہیں اور کوئی مقصد اطاعت خدا میں کوتاہی پر آمادہ نہیں کرتا ہے اور موت کے بعد ان پر ندامت اور رنج و غم کا نزول نہیں ہوتا ہے۔

۶۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں علم الٰہی کے لطیف ترین مباحث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس کے صفات میں تقدم (۱) و تاخر نہیں ہوتا ہے کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول رہا ہو اور باطن بننے سے پہلے ظاہر رہا ہو۔ اس کے علاوہ جسے بھی واحد کہا جاتا ہے اس کی وحدت قلت ہے اور جسے بھی عزیز سمجھا جاتا ہے اس کی عزت ذلت ہے۔ اس کے سامنے ہر قوی ضعیف ہے اور ہر مالک مملوک ہے، ہر عالم متعلم ہے اور ہر قادر عاجز ہے، ہر سننے والا لطیف آوازوں کے لئے بہرہ ہے اور اونچی آوازیں بھی اسے بہرہ بنا دیتی ہیں اور دور کی آوازیں بھی اس کی حد سے باہر نکل جاتی ہیں اور اسی طرح اس کے علاوہ ہر دیکھنے والا مخفی رنگ اور لطیف جسم کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر ظاہر غیر باطن ہے اور ہر باطن غیر ظاہر۔ اس نے مخلوقات کو اپنی حکومت کے استحکام یا زمانہ کے نتائج کے خوف سے نہیں پیدا کیا ہے۔

(۱) یہ اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ پروردگار کے صفات کمال عین ذات ہیں اور ذات سے الگ کوئی شے نہیں ہیں۔ وہ علم کی وجہ سے عالم نہیں ہے۔ بلکہ عین حقیقت علم ہے اور قدرت کے ذریعہ قادر نہیں ہے بلکہ عین قدرتِ کاملہ ہے اور جب یہ سارے صفات عین ذات ہیں تو ان میں تقدم و تاخر کا کوئی سوال ہی نہیں ہے وہ جس لحظہ اول ہے اسی لحظہ آخر بھی ہے اور جس انداز سے ظاہر ہے اسی انداز سے باطن بھی ہے۔ اس کی ذات اقدس میں کسی طرح کا تغیر قابل تصور نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ اس کی سماعت و بصارت بھی مخلوقات کی سماعت و بصارت سے بالکل الگ ہے۔ دنیا کا ہر سمیع و بصیر کسی شے کو دیکھتا اور سنتا ہے اور کسی شے کے دیکھنے اور سننے سے قاصر رہتا ہے لیکن پروردگار کی ذاتِ اقدس ایسی نہیں ہے وہ مخفی ترین مناظر کو دیکھ رہا ہے اور لطیف ترین آوازوں کو سن رہا ہے۔ وہ ایسا ظاہر ہے جو باطن نہیں ہے اور ایسا باطن ہے جو کسی عقل و فہم پر ظاہر نہیں ہو سکتا ہے۔!

عَواقِبِ زَمانٍ، وَلاَ اسْتِعانَةٍ عَلى نِدٍّ مُثاوِرٍ، وَلاَ شَرِيكٍ مُكاثِرٍ، وَلاَضِدٍّ مُنافِرٍ؛ وَ لٰكِنْ خَلاَئِقُ مَرْبُوبُونَ، وَ عِبادٌ داخِرُونَ، لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْياءِ فَيُقالَ: هُوَ كائِنٌ، وَ لَمْ يَنْأَ عَنْها فَيُقالَ: هُوَ مِنْها بائِنٌ. لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَأَ، وَلاَ تَدْبِيرُ ما ذَرَأَ، وَلاَ وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمّا خَلَقَ، وَلاَ وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيما قَضى وَ قَدَّرَ، بَلْ قَضاءٌ مُتْقَنٌ، وَ عِلْمٌ مُحْكَمٌ، وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ. الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ، الْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ!

٦٦

و من كلام له (عليه السلام)

في تعليم الحرب والمقاتلة

مَعاشِرَ الْمُسْلِمِينَ: اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ، وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ، وَ عَضُّوا عَلَى النَّواجِذِ، فَإِنَّهُ أَنْبى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهامِ. وَأَكْمِلُوا اللَّأْمَةَ، وَ قَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمادِها قَبْلَ سَلِّها وَالْحَظُوا الْخَزْرَ، وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ، وَنافِحُوا بِالظُّبا، وَصِلُوا السُّيُوفَ بِالْخُطا، وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللهِ، وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ. فَعاوِدُوا الْكَرَّ، وَاسْتَحْيُوا مِنَ الْفَرِّ، فَإِنَّهُ عارٌ فِي الْأَعْقابِ، وَ نارٌ يَوْمَ الْحِسابِ، وَ طِيبُوا عَنْ أَنْفُسِكُمْ نَفْساً، وَامْشُوا إِلَى الْمَوْتِ مَشْياً سُجُحاً، وَ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوادِ الْأَعْظَمِ، وَالرِّواقِ الْمُطَنَّبِ، فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ، فَإِنَّ الشَّيْطانَ كامِنٌ فِي كِسْرِهِ، وَ قَدْ قَدَّمَ

ند۔ مثل ونظیر (مدمقابل)
مثاور۔ محارب
شریک مکاثر۔ وہ انسان جسے اپنی کثرت پر ناز ہو
ضدمنافر۔ بلندی میں مقابلہ کرنے والا مدمقابل
مربوب۔ جس کی پرورش کی جائے۔
داخر۔ عاجز و ذلیل
لم ینأ۔ جسمانی اعتبار سے الگ ہونا
بائن۔ منفصل
ذرأ۔ خلق کیا
ولج۔ داخل ہونا
مبرم۔ محکم
شعار۔ وہ لباس جو بدن سے متصل ہو
جلباب۔ وہ چادر جو اوپر سے اوڑھی جائے
نواجذ۔ داڑھ کا آخری حصہ
انبا۔ دور تر
ہام۔ ہامہ کی جمع۔ سر۔ بدن
لامہ۔ زرہ۔ آلات جنگ
قلقلہ۔ حرکت دینا
اغماد۔ غمد کی جمع ہے۔ نیام
خزر۔ گوشۂ چشم سے غضب آلود نگاہ کرنا
شزر۔ داہنے بائیں نیزہ سے حملہ کرنا
منافحہ۔ مقابلہ و مضاربہ
ظبا۔ ظبہ کی جمع ہے تلوار
وصل الخطا۔ قدم بڑھا کر تلوار سے وار کرنا
اعقاب۔ اولاد
سجح۔ سکون و اطمینان
رواق۔ خیمہ
مطنب۔ طناب دار
ثبج۔ وسط
کسر۔ گوشہ

مصادر خطبہ ۶۶ کتاب صفین، عیون الاخبار ۱ ص۱۱۰، البیان والتبیین ۲ ص۲۴، المحاسن والمساوی ص۴۵، بشارۃ المصطفیٰ ابن القاسم الطبری ص۱۰۲
دستور معالم الحکم القاضی القضاعی ص۱۲۴، تاریخ دمشق، مروج الذہب ۲ ص۳۸۰، نہایۃ ابن اثیر، وہ د ثب

نہ اسے کسی برابر والے حملہ آور یا صاحب کثرت شریک یا ٹکرانے والے مدمقابل کے مقابلہ میں مدد لینا تھی۔ یہ ساری مخلوق اسی کی پیدا کی ہوئی اور پالی ہوئی ہے اور یہ سارے بندے اسی کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ اس نے اشیاء میں حلول نہیں کیا ہے کہ اسے کسی کے اندر سمایا ہوا کہا جائے اور نہ اتنا دور ہو گیا ہے کہ الگ تھلگ خیال کیا جائے۔ مخلوقات کی خلقت اور مصنوعات کی تدبیر اسے تھکا نہیں سکتی ہے اور نہ کوئی تخلیق اسے عاجز بنا سکتی ہے اور نہ کسی قضاء و قدر میں اسے کوئی شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ محکم اور اس کا ہر علم متقن اور اس کا ہر حکم مستحکم ہے۔ ناراضگی میں بھی اس سے امید وابستہ کی جاتی ہے اور نعمتوں میں بھی اس کا خوف لاحق رہتا ہے۔

۶۶- آپ کا ارشاد گرامی
(تعلیم جنگ کے بارے میں)

مسلمانو! خوف خدا[1] کو اپنا شعار بناؤ۔ سکون و وقار کی چادر اوڑھ لو۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جاتی ہیں۔ زرہ پوشی کو مکمل کرو۔ تلواروں کو نیام سے نکالنے سے پہلے نیام کے اندر حرکت دے لو۔ دشمن کو ترچھی نظر سے دیکھتے رہو اور نیزوں سے دونوں طرف وار کرتے رہو۔ اسے اپنی تلواروں کی باڑھ پر رکھو اور تلواروں کے حملے قدم آگے بڑھا کر کرو اور یہ یاد رکھو کہ تم پروردگار کی نگاہ میں اور رسول اکرمؐ کے ابن عم کے ساتھ ہو۔ دشمن پر مسلسل حملے کرتے رہو اور فرار سے شرم کرو کہ اس کا عار نسلوں میں رہ جاتا ہے اور اس کا انجام جہنم ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو ہنسی خوشی خدا کے حوالے کر دو اور موت کی طرف نہایت درجہ سکون و اطمینان سے قدم آگے بڑھاؤ۔ تمھارا نشانہ ایک دشمن کا عظیم لشکر اور طناب دار خیمہ ہونا چاہیئے کہ اسی کے وسط پر حملہ کرو کہ شیطان اسی کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ اس نے ایک قدم حملہ کے لئے آگے بڑھا رکھا ہے۔

---

[1] ان تعلیمات پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ایک مرد مسلم کے جہاد کا انداز کیا ہونا چاہیئے اور اسے دشمن کے مقابلہ میں کس طرح جنگ آزما ہونا چاہیئے۔ ان تعلیمات کا مختصر خلاصہ یہ ہے:

۱۔ دل کے اندر خوف خدا ہو، ۲۔ باہر سکون و اطمینان کا مظاہرہ ہو، ۳۔ دانتوں کو بھینچ لیا جائے، ۴۔ آلات جنگ کو مکمل طور پر ساتھ رکھا جائے، ۵۔ تلوار کو نیام کے اندر حرکت دے لی جائے کہ بروقت نکالنے میں زحمت نہ ہو، ۶۔ دشمن پر غیظ آلود نگاہ کی جائے، ۷۔ نیزوں کے حملے ہر طرف ہوں، ۸۔ تلوار دشمن کے سامنے رہے، ۹۔ تلوار دشمن تک نہ پہونچے تو قدم بڑھا کر حملہ کرے، ۱۰۔ فرار کا ارادہ نہ کرے، ۱۱۔ موت کی طرف سکون کے ساتھ قدم بڑھائے، ۱۲۔ جان جان آفریں کے حوالے کر دے، ۱۳۔ ہدف اور نشانہ پر نگاہ رکھے، ۱۴۔ یہ اطمینان رکھے کہ خدا ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور پیغمبرؐ کا بھائی ہماری نگاہ کے سامنے ہے۔

ظاہر ہے کہ ان آداب میں بعض آداب، تقویٰ، ایمان، اطمینان وغیرہ دائمی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض کا تعلق نیزہ و شمشیر کے دور سے ہے لیکن اسے بھی ہر دور کے آلات حرب و ضرب پر منطبق کیا جا سکتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

لِلْوَثْبَةِ يَداً وَ أَخَّرَ لِلنُّكُوصِ رِجْلاً. فَصَمْداً صَمْداً! حَتَّىٰ يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ «وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ، وَاللهُ مَعَكُمْ، وَ لَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ».

٦٧

و من كلام له (عليه السلام)

قالوا: لما انتهت إلى أميرالمؤمنين (عليه السلام) أنباء السقيفة بعد وفاة رسول الله (صلى الله عليه وآله)،

قال (عليه السلام): ما قالت الأنصار؟ قالوا: قالت: منا أمير ومنكم أمير؛ قال (عليه السلام):

فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَسَلَّمَ وَصَّىٰ بِأَنْ يُحْسَنَ إِلَىٰ مُحْسِنِهِمْ، وَيُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ؟

قالوا: و ما في هذا من الحجة عليهم؟

فقال (عليه السلام):

لَوْ كَانَتِ الْإِمَامَةُ (الامارة) فِيهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ.

ثم قال (عليه السلام):

فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قالوا: احتجت بانها شجرة الرسول صلى الله عليه و آله و سلم، فقال (عليه السلام): احْتَجُّوا بِالشَّجَرَةِ، وَأَضَاعُوا الثَّمَرَةَ.[٢]

٦٨

و من كلام له (عليه السلام)

لما قلد محمد بن أبي بكر مصر فملكت عليه و قتل

وَ قَدْ أَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ بْنَ عُتْبَةَ؛ وَ لَوْ وَلَّيْتُهُ إِيَّاهَا لَمَا خَلَّىٰ لَهُمُ الْعَرْصَةَ، وَلَا أَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ. بِلَا ذَمٍّ لِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَ لَقَدْ كَانَ إِلَيَّ حَبِيباً وَ كَانَ لِي رَبِيباً.

صمداً صمداً۔ اپنے ارادہ پر ڈٹے رہو

لن یترکم۔ کم اور ضائع نہیں کرے گا۔

عرصہ۔ صحن خانہ اور ہر میدان عمل

(١) معاویہ کی بے حیائی اور بے دینی کا بہترین نقشہ ہے کہ اولاً تو میدان میں خود نہیں آتا ہے اور غریب جاہل عوام کو آگے بڑھا کر خود خیمہ کے گوشہ میں چھپا بیٹھا ہے

اس کے بعد خیمہ کے اندر بھی سکون نہیں ہے۔ ایک قدم میدان کی طرف ہے تاکہ فوجوں کو آگے بڑھاتا رہے اور انہیں حوصلہ دلا کر ان کی گردنیں کٹواتا رہے اور ایک قدم پیچھے کی طرف ہے تاکہ سیرت قدیم کا حق ادا کرنے اور فرار کرنے کیلئے تیار رہے۔

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اسلام میں ہر دور میں ایسے ہی افراد کو حکومت کرنے کا شوق رہا ہے جن کا طرۂ امتیاز میدان جنگ سے فرار رہا ہے اور کسی ایک کو بھی اس بات کی شرم کا احساس نہیں رہا ہے کہ جن لوگوں نے کل میدان میں یہ طرز عمل دیکھا ہے ان کے دلوں میں محبت اور جذبہ اطاعت کے پیدا ہونے کا کیا امکان ہے۔

بات صرف یہ ہے کہ جب حکومت بزور طاقت ہوتی ہے تو شرم و حیا کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اطاعت اطاعت رہے اور اس میں قلب و دماغ کی ہم آہنگی شامل رہے اور یہ کام حسن عمل اور کردار نیک کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا اسی لئے اس نے حکومت میں عدالت و عصمت کی شرط لگائی تھی لیکن اہل دنیا نے اسلامی خلافت کو بھی کافرانہ حکومت کا رنگ دیدیا اور اسلام اپنی قدامت و معنویت سے محروم ہو گیا۔

(٢) کتنا حسین اور جامع تبصرہ ہے صورت حال پر۔ کہ حضرات شیخین کو سات پشت پہلے یا نو پشت پہلے شجرہ رسولؐ میں شرکت تو یاد رہ گئی لیکن جو واقعاً پیغمبرؐ کا بھائی ہے اور جسے آیۂ مباہلہ نے نفس رسولؐ قرار دیا ہے۔ اس کی قربت اور قرابت یاد نہ آئی اور اسے اس کے واقعی حق سے محروم کر دیا گیا۔

مصادر خطبہ ٦٧ نہایۃ الارب نویری ٨ ص ١٦٨، غرر الحکم آمدی ص ٣٢٦، التعجب کراجکی ص ١٣، کتاب السقیفہ جوہری۔ تاریخ طبری ٦ ص ٢٦٣، استیعاب حالات عوف بن اثاثہ، مروج الذہب، البصائر توحیدی المتوفی ٤٠٠ھ

مصادر خطبہ ٦٨ الغارات ابن ہلال الثقفی، تاریخ طبری ٦ ص ٦٣، انساب الاشراف بلاذری ٢ ص ٤٠٤

اور ایک بھاگنے کے لئے پیچھے کر رکھاہے [۱] لہٰذا تم مضبوطی سے اپنے ارادہ پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اُجالے کی طرح واضح ہو جائے اور مطمئن رہو کہ بلندی تمہارا حصہ ہے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کر سکتا ہے۔

۶۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

جب رسول اکرمؐ کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ[۱] کی خبریں پہونچیں اور آپ نے پوچھا کہ انصار نے کیا احتجاج کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا۔ تو آپ نے فرمایا:

تم لوگوں نے ان کے خلاف یہ استدلال کیوں نہیں کیا کہ رسول اکرمؐ نے تمہارے نیک کرداروں کے ساتھ حسن سلوک اور خطاکاروں سے درگذر کرنے کی وصیت فرمائی ہے؟

لوگوں نے کہا کہ اس میں کیا استدلال ہے؟

فرمایا کہ اگر امامت و امارت ان کا حصہ ہوتی تو ان سے وصیت کی جاتی نہ کہ ان کے بارے میں وصیت کی جاتی۔ اس کے بعد آپ نے سوال کیا کہ قریش کی دلیل کیا تھی؟ لوگوں نے کہا کہ وہ اپنے کو رسول اکرمؐ کے شجرہ میں ثابت کر رہے تھے۔ فرمایا کہ افسوس شجرہ سے استدلال کیا اور ثمرہ کو ضائع کر دیا [۲]

۶۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے محمد بن ابی بکر کو مصر کی ذمہ داری حوالہ کی اور انھیں قتل کر دیا گیا)

میرا ارادہ تھا کہ مصر کا حاکم ہاشم بن عتبہ[۲] کو بناؤں اور اگر انھیں بنا دیتا تو ہرگز میدان کو مخالفین کے لئے خالی نہ چھوڑتے اور انھیں موقع سے فائدہ نہ اٹھانے دیتے (لیکن حالات نے ایسا نہ کرنے دیا)۔

اس بیان کا مقصد محمد بن ابی بکر کی مذمت نہیں ہے اس لئے کہ وہ مجھے عزیز تھا اور میرا ہی پروردہ[۳] تھا۔

---

[۱] استاد احمد حسن یعقوب نے کتاب نظریہ عدالت صحابہ میں ایک مفصل بحث کی ہے کہ سقیفہ میں کوئی قانونی اجتماع انتخاب خلیفہ کے لئے نہیں ہوا تھا اور نہ کوئی اس کا ایجنڈہ تھا اور نہ سوا لاکھ صحابہ کی بستی میں سے دس بیس ہزار افراد جمع ہوئے تھے بلکہ سعد بن عبادہ کی بیماری کی بنا پر انصار عیادت کے لئے جمع ہوئے تھے اور بعض مہاجرین نے اس اجتماع کو دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ کہیں خلافت کا فیصلہ نہ ہو جائے، تو بروقت پہونچکر اس قدر ہنگامہ کیا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور فی الفور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا اور ساری کارروائی لمحوں میں یوں مکمل ہو گئی کہ سعد بن عبادہ کو پامال کر دیا گیا اور حضرت ابو بکرؓ "تاج خلافت" سر پر رکھے ہوئے سقیفہ سے برآمد ہو گئے۔ اس شان سے کہ اس عظیم مہم کی بنا پر جنازۂ رسول میں شرکت سے بھی محروم ہو گئے اور خلافت کا پہلا اثر سامنے آگیا۔

[۲] ہاشم بن عتبہ صفین میں علمدار لشکر امیر المومنین تھے۔ مرقال اُن کا لقب تھا کہ نہایت تیز رفتاری اور چابکدستی سے حملہ کرتے تھے۔

[۳] محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تھے۔ جو پہلے جناب جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور ان سے عبد اللہ بن جعفر پیدا ہوئے تھے اسکے بعد ان کی شہادت کے بعد ابو بکر کی زوجیت میں آگئیں جن سے محمد پیدا ہوئے اور ان کی وفات کے بعد مولائے کائنات کی زوجیت میں آئیں اور محمد نے آپ کے زیر اثر تربیت پائی یہ اور بات ہے کہ جب عمرو عاص نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ مصر پر حملہ کیا تو اپنے آبائی اصول جنگ کی بنا پر میدان سے فرار اختیار کیا اور بالآخر قتل ہو گئے اور لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا گیا یا بروایتے زندہ ہی جلا دیئے گئے اور معاویہ نے اس خبر کو سُن کر انتہائی مسرت کا اظہار کیا۔ (مروج الذہب)
امیر المومنینؑ نے اس موقع پر ہاشم کو اسی لئے یاد کیا تھا کہ وہ میدان سے فرار نہ کر سکتے تھے اور کسی گھر کے اندر پناہ لینے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

٦٩

و من كلام له (عليه السلام)

في توبيخ بعض أصحابه

كَمْ أُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ، وَ الثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ! كُلَّمَا حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ آخَرَ،[١] كُلَّمَا أَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ أَهْلِ الشَّامِ أَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ، وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا، وَالضَّبُعِ فِي وِجَارِهَا. الذَّلِيلُ وَاللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ! وَ مَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ. إِنَّكُمْ- وَاللهِ- لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ، قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ، وَ إِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ، وَ يُقِيمُ أَوَدَكُمْ، وَلٰكِنِّي لَا أَرَىٰ إِصْلَاحَكُمْ بِإِفْسَادِ (فسادى) نَفْسِي.[٢] أَضْرَعَ اللهُ خُدُودَكُمْ، وَأَتْعَسَ جُدُودَكُمْ! لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ، وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَإِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ!

٧٠

وقاله (عليه السلام)

في سحرة اليوم الذي ضرب فيه

مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَ أَنَا جَالِسٌ، فَسَنَحَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَاذَا لَقِيتُ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْأَوَدِ وَاللَّدَدِ؟ فَقَالَ: «ادْعُ عَلَيْهِمْ» فَقُلْتُ: أَبْدَلَنِي اللهُ بِهِمْ خَيْراً مِنْهُمْ، وَأَبْدَلَهُمْ بِي شَرّاً لَهُمْ مِنِّي.

کم۔ کبھی کثرت کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی استفہام کے لئے۔ اس مقام پر اس سے مراد الی متی ہے

بکار۔ جمع بکر۔ جوان اونٹ

عمدہ۔ جس کا کوہان اندر سے کھوکھلا ہو جائے اور باہر سے ٹھیک ہے

متداعیہ۔ پھٹا پرانا

حیصت۔ سیا جائے

تھتکت۔ پھٹ جائے

منسر۔ لشکر کا وہ دستہ جو آگے آگے چلتا ہے

انجحر۔ جُحر (سوراخ) میں گھس گیا

وجار۔ گوہ کا سوراخ

افوق۔ جس تیر کا سر نہ ہو

ناصل۔ جس تیر میں دھار نہ ہو

باحات۔ صحن خانہ

اود۔ کجی

جدود۔ حصے

تعس۔ ہلاکت

سُحرہ۔ ہنگام سحر

(١) خدا اس راہنما کی امداد کرے جس کی قوم بوسیدہ کپڑے کے مانند ہو جائے کہ جب ایک طرف سے درست کرنے کا ارادہ کرے تو دوسری طرف سے پھٹ جائے اور سارا وقت خالی لباس درست کرنے میں گذر جائے۔ پہننے کی نوبت ہی نہ آئے۔ بیوفا اور بے حیا قوم کی اس سے بہتر کوئی تشبیہ ممکن نہیں ہے اور اس کا اندازہ صرف اس رہنما کو ہو سکتا ہے جو ایسی قوم سے دوچار ہو جائے ورنہ ہر شخص اس درد کا اندازہ نہیں کر سکتا ہے۔

(٢) بعض اہل قلم نے اس کی بہترین تفسیر کی ہے کہ مال دنیا معاویہ کے ہاتھ میں قوم کو ہتھیانے کا حربہ تھا اور علیؑ کے ہاتھ میں قوم کی مخالفت اور بغاوت کا سبب تھا کہ آپ اپنی آخرت خراب کرکے لوگوں کی دنیا بنانے کے قائل نہیں تھے اور معاویہ کی نگاہ میں آخرت کا کوئی تصور نہیں تھا۔

مصادر خطبہ ٦٩ انساب الاشراف ٢ ص٤٣٨، تاریخ ابن واضح ٢ ص١٩٤، غارات ابن ہلال۔ تاریخ طبری حوادث ٣٩ھ، ارشاد مفید ص١٢٨

مصادر خطبہ ٧٠ طبقات ابن سعد ٣ ص٣٦، مقاتل الطالبین ص١١٦، العقد الفرید ٢ ص٢٩٨، ذیل امالی ابو علی القالی ص١٩٠، الامامۃ و السیاسۃ ١ ص١٦٠، المغتالین محمد بن حبیب بغدادی، استیعاب ٣ ص٢١، ارشاد مفید ص٩، الغرر و الدرر المرتضیٰ ٣ ص٤٨، انساب الاشراف ٢ ص٤٩٥، تذکرہ خواص الامۃ ص١٤٣، ذخائر العقبیٰ طبری ص١١٣

۶۹۔ آپ کا ارشاد گرامی
(اپنے اصحاب کو سرزنش کرتے ہوئے)

کب تک میں تمہارے ساتھ وہ نرمی کا برتاؤ کروں جو بیمار اونٹ کے ساتھ کیا جاتا ہے جس کا کوہان اندر سے کھوکھلا ہو گیا ہو یا اس بوسیدہ کپڑے کے ساتھ کیا جاتا ہے جسے ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتا ہے۔ [1] جب بھی شام کا کوئی دستہ تمہارے کسی دستہ کے سامنے آتا ہے تو تم میں سے ہر شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتا ہے اور اس طرح چھپ جاتا ہے جیسے سوراخ میں گوہ یا بھٹ میں بجو۔ خدا کی قسم ذلیل وہی ہوگا جس کے تم جیسے مددگار ہوں گے اور جو تمہارے ذریعہ تیر اندازی کرے گا گویا وہ سوفار شکستہ اور پیکان نداشتہ تیر سے نشانہ لگائے گا۔ خدا کی قسم تم صحن خانہ میں بہت دکھائی دیتے ہو اور پرچم لشکر کے زیر سایہ بہت کم نظر آتے ہو۔ میں تمہاری اصلاح کا طریقہ جانتا ہوں اور تمہیں سیدھا کر سکتا ہوں لیکن کیا کروں اپنے دین کو برباد کر کے تمہاری اصلاح نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ [2] خدا تمہارے چہروں کو ذلیل کرے اور تمہارے نصیب کو بدنصیب کرے۔ تم حق کو اس طرح نہیں پہچانتے ہو جس طرح باطل کی معرفت رکھتے ہو اور باطل کو اس طرح باطل نہیں قرار دیتے ہو جس طرح حق کو غلط ٹھہراتے ہو۔

۷۰۔ آپ کا ارشاد گرامی
(اس سحر کے ہنگام جب آپ کے سر اقدس پر ضربت لگائی گئی)

ابھی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک آنکھ لگ گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ رسول اکرمؐ سامنے تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میں نے آپ کی امت سے بے پناہ کجروی اور دشمنی کا مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا کہ بددعا کرو؟
تو میں نے یہ دعا کی۔ خدایا مجھے ان سے بہتر قوم دیدے اور انھیں مجھ سے سخت تر رہنما دیدے۔

[1] یہ بھی رویائے صادقہ کی ایک قسم ہے جہاں انسان واقعاً یہ دیکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے جیسے خواب کی باتوں کو بیداری کے عالم میں دیکھ رہا رسول اکرمؐ کا خواب میں آنا کسی طرح کی تردید اور تشکیک کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے لیکن یہ مسئلہ بہر حال قابل غور ہے کہ جس وصی نے اتنے سارے مصائب برداشت کر لئے اور اُف تک نہیں کی اس نے خواب میں رسول اکرمؐ کو دیکھتے ہی فریاد کیوں شروع کر دی اور جس نبی نے ساری زندگی مظالم و مصائب کا سامنا کیا اور بددعا نہیں کی، اس نے بددعا کرنے کا حکم کس طرح دے دیا۔؟
حقیقت امر یہ ہے کہ حالات اس منزل پر تھے جس کے بعد فریاد بھی برحق تھی اور بددعا بھی لازم تھی۔ اب یہ مولائے کائنات کا کمال کردار ہے کہ براہ راست قوم کی تباہی اور بربادی کی دعا نہیں کی بلکہ انھیں خود انھیں کے نظریات کے حوالہ کر دیا کہ خدایا! یہ میری نظر میں بُرے ہیں تو مجھے ان سے بہتر اصحاب دیدے اور میں ان کی نظر میں بُرا ہوں تو انھیں مجھ سے بدتر حاکم دیدے تاکہ انھیں اندازہ ہو کہ بُرا حاکم کیسا ہوتا ہے۔
مولائے کائناتؑ کی یہ دعا فی الفور قبول ہو گئی اور چند لمحوں کے بعد آپ کو معصوم بندگان خدا کا جوار حاصل ہو گیا اور شریر قوم سے نجات مل گئی۔

قال الشريف: يعنى بالأود الاعوجاج، و باللد دالخصام. و هذا من أفصح الكلام.

٧١

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذم أهل العراق

و فيها يوبخهم على ترك القتال و النصر يكاديتم، ثم تكذيبهم له

أَمَّا بَعْدُ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، فَإِنَّمَا أَنْتُمْ كَالْمَرْأَةِ الْحَامِلِ، حَمَلَتْ فَلَمَّا أَتَمَّتْ أَمْلَصَتْ وَ مَاتَ قَيِّمُهَا، وَ طَالَ تَأَيُّمُهَا، وَ وَرِثَهَا أَبْعَدُهَا. أَمَا وَاللهِ مَا أَتَيْتُكُمْ اخْتِيَاراً؛ وَلٰكِنْ جِئْتُ إِلَيْكُمْ (اتيتكم) سَوْقاً. وَ لَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: عَلِيٌّ يَكْذِبُ، قَاتَلَكُمُ اللهُ تَعَالَىٰ! فَعَلَىٰ مَنْ أَكْذِبُ؟ أَعَلَى اللهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِهِ! أَمْ عَلَىٰ نَبِيِّهِ؟ فَأَنَا أَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ! كَلَّا وَاللهِ. لٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا، وَلَمْ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهَا. وَيْلُ أُمِّهِ كَيْلاً بِغَيْرِ ثَمَنٍ! لَوْ كَانَ لَهُ وِعَاءٌ. «وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ».

٧٢

و من خطبه له (عليه السلام)

علم فيها الناس الصلاة على النبي صلى الله عليه و آله

و فيها بيان صفات الله سبحانه و صفة النبي والدعاء له

صفات الله

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ، وَدَاعِمَ الْمَسْمُوكَاتِ، وَ جَابِلَ الْقُلُوبِ عَلَىٰ فِطْرَتِهَا: شَقِيِّهَا وَ سَعِيدِهَا.

املصت - بچہ کا اسقاط کر دیا
قیم - شوہر
تایم - بیوگی
ویلمہ - اس کی ماں کے لئے ویل ہے
لہجہ - وہ کلام جو لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہو
مدحوات - زمینیں
مسموکات - بلندیاں - آسمان
جابل - جبلت قرار دینے والا
فطرۃ - پیدائش کے بعد کی ابتدائی کیفیت

(۱) اہل عراق کی حالت کے لئے عجیب و غریب تشبیہ ہے۔ گویا یہ ایک عورت ہے جو بانجھ نہیں تھی بلکہ حاملہ ہوئی۔ پھر ۹ ماہ تک مشقت بھی برداشت کی۔ اور جب ولادت کا وقت آیا تو اسقاط کر دیا یعنی زندگی کا سہارا ہاتھ سے دے دیا۔ پھر شوہر بھی مر گیا اور ایک مدت تک دوسرا شوہر بھی نصیب نہیں ہوا اور وارث بننے والا پہلے ہی ساقط ہو چکا ہے تو اب اس کی میراث بھی باہر والے ہی لے گئے۔

(۲) کہاں وہ انسان جسے باب مدینۃ العلم اور نفس رسولؐ بنایا گیا ہو اور کہاں وہ قوم جو روز اول سے ان پڑھ ہو اور آخر تک جاہل رہ جائے۔ ایسے انسان کا کلام سمجھنے کے لئے ایسے ہی سامعین درکار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر نافہم آپ پر جھوٹ کا الزام لگا دیتے تھے جس طرح رسول اکرمؐ کو بھی ساحر کذاب کا لقب دیا کرتے تھے لیکن نہ پیغمبرؐ کاذب تھا اور نہ نفس پیغمبرؐ۔ قوم اُس دور میں بھی جاہل تھی اور اس دور میں بھی نافہم تھی اور ایسی قوم سے ایسے ہی بیانات کی توقع کی جا سکتی ہے

مصادر خطبہ ۷۱ اختصاص ابن داب ص۱۵۵، ارشاد مفید ص۱۲۱، احتجاج طبرسیؒ ص۲۵۴، کافی ۲ ص۲۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۳۰۱، المجالس مفیدؒ ص۱۰۵، تذکرۃ الخواص ص۱۳۷، مجمع الامثال میدانی ۱ ص۲۳۴

مصادر خطبہ ۷۲ غریب الحدیث ابن قتیبہ، الغارات، بحار الانوار مجلسیؒ ۱۷ ص۱۶، ذیل الامالی ابوعلی القالی ص۱۰۳، تہذیب اللغۃ ازہری، نہایۃ ابن اثیر، دستور معالم الحکم قضاعی ص۱۱۹، تذکرۃ الخواص ص۱۳۶، الصحیفۃ العلویۃ السماہیجی ص۳

۷۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ
(اہل عراق کی مذمت کے بارے میں)

امابعد۔ اے اہل عراق! بس تمہاری مثال اس حاملہ عورت کی ہے جو ۹ ماہ تک بچہ کو شکم میں رکھے اور جب ولادت کا وقت آئے تو ساقط کردے اور پھر اس کا شوہر بھی مرجائے اور بیوگی کی مدت بھی طویل ہو جائے کہ قریب کا کوئی وارث نہ رہ جائے اور دور والے وارث ہو جائیں (۵۱)

خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے پاس اپنے اختیار سے نہیں آیا ہوں بلکہ حالات کے جبر سے آیا ہوں اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم لوگ مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاتے ہو۔ خدا تمہیں غارت کرے۔ میں کس کے خلاف غلط بیانی کروں گا؟ (۵۲)
خدا کے خلاف؟ جب کہ میں سب سے پہلے اس پر ایمان لایا ہوں۔
یا رسول خدا کے خلاف؟ جب کہ میں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی ہے۔
ہرگز نہیں! بلکہ یہ بات ایسی تھی جو تمہاری سمجھ سے بالاتر تھی اور تم اس کے اہل نہیں تھے۔ خدا تم سے سمجھے۔ میں تمہیں جواہر پارے ناپ ناپ کر دے رہا ہوں اور کوئی قیمت نہیں مانگ رہا ہوں۔ مگر اے کاش تمہارے پاس اس کا ظرف ہوتا۔! اور عنقریب تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

۷۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ
(جس میں لوگوں کو صلوات کی تعلیم دی گئی ہے اور صفات خدا اور رسولؐ کا ذکر کیا گیا ہے)

اے خدا! اے فرش زمین کے بچھانے والے[1] اور بلند ترین آسمانوں کو روکنے والے اور دلوں کو ان کی نیک بخت یا بدبخت فطرتوں پر پیدا کرنے والے،

---

[1] دحوالارض کے بارے میں دو طرح کے تصورات پائے جاتے ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ زمین کو آفتاب سے الگ کر کے فضائے بسیط میں لڑھکا دیا گیا اور اسی کا نام دحوالارض ہے اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دحو کے معنی فرش بچھانے کے ہیں۔ گویا کہ زمین کو ہموار بنا کر قابل سکونت بنا دیا گیا اور یہی دحوالارض ہے۔ بہرحال روایات میں اس کی تاریخ ۲۵ ذی قعدہ بتائی گئی ہے جس تاریخ کو سرکار دو عالمؐ حجۃ الوداع کے لئے مدینہ سے برآمد ہوئے تھے اور تخلیق ارض کی تاریخ مقصد تخلیق سے ہم آہنگ ہو گئی تھی۔ اس تاریخ میں روزہ رکھنا بے پناہ ثواب کا حامل ہے اور یہ تاریخ سال کے ان چار دنوں میں شامل ہے جس کا روزہ اجر بے حساب رکھتا ہے۔
۲۵ ذی قعدہ۔ ۱۷ ربیع الاول۔ ۲۷ رجب۔ ۱۸ ذی الحجہ
غور کیجئے تو یہ نہایت درجہ حسین انتخاب قدرت ہے کہ پہلا دن وہ ہے جس میں زمین کا فرش بچھایا گیا۔ دوسرا دن وہ ہے جب مقصد تخلیق کائنات کو زمین پر بھیجا گیا۔ تیسرا دن وہ ہے جب اس کے منصب کا اعلان کر کے اس کا کام شروع کرایا گیا اور آخری دن وہ ہے جب اس کا کام مکمل ہو گیا اور صاحب منصب کو "اکملت لکم دینکم" کی سند مل گئی۔

صفة النبي ﷺ

اَجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ، وَ نَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ، عَلَىٰ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُولِكَ اَلْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ، وَاَلْفَاتِحِ لِمَا اَنْغَلَقَ، وَاَلْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ، وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ اَلْأَبَاطِيلِ، وَاَلدَّامِغِ صَوْلَاتِ اَلْأَضَالِيلِ، كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ، قَائِماً بِأَمْرِكَ، مُسْتَوْفِزاً فِي مَرْضَاتِكَ، غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ، وَلَا وَاهٍ فِي عَزْمٍ، وَاعِياً لِوَحْيِكَ، حَافِظاً لِعَهْدِكَ، مَاضِياً عَلَىٰ نَفَاذِ أَمْرِكَ؛ حَتَّىٰ أَوْرَىٰ قَبَسَ اَلْقَابِسِ، وَأَضَاءَ الطَّرِيقَ لِلْخَابِطِ، وَ هُدِيَتْ بِهِ اَلْقُلُوبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ اَلْفِتَنِ وَاَلْآثَامِ، وَأَقَامَ بِمُوضِحَاتِ اَلْأَعْلَامِ، وَ نَيِّرَاتِ اَلْأَحْكَامِ، فَهُوَ أَمِينُكَ اَلْمَأْمُونُ، وَ خَازِنُ عِلْمِكَ اَلْمَخْزُونِ، وَ شَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وَ بَعِيثُكَ بِالْحَقِّ، وَ رَسُولُكَ إِلَى اَلْخَلْقِ.

الدعاء للنبي ﷺ

اَللّٰهُمَّ اَفْسَحْ لَهُ مَفْسَحاً فِي ظِلِّكَ؛ وَاَجْزِهِ مُضَاعَفَاتِ اَلْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ. اَللّٰهُمَّ وَ أَعْلِ عَلَىٰ بِنَاءِ اَلْبَانِينَ بِنَاءَهُ، وَ أَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهُ، وَأَتْمِمْ لَهُ نُورَهُ، وَاَجْزِهِ مِنِ اَبْتِعَاثِكَ لَهُ مَقْبُولَ اَلشَّهَادَةِ، مَرْضِيَّ اَلْمَقَالَةِ، ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ، وَ خُطْبَةٍ فَصْلٍ. اَللّٰهُمَّ اَجْمَعْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُ فِي بَرْدِ اَلْعَيْشِ وَ قَرَارِ النِّعْمَةِ، وَ مُنَىَ الشَّهَوَاتِ، وَأَهْوَاءِ اللَّذَّاتِ، وَ رَخَاءِ الدَّعَةِ، وَ مُنْتَهَى الطُّمَأْنِينَةِ، وَتُحَفِ اَلْكَرَامَةِ.

شرائف - شریف کی جمع ہے۔ پاکیزہ ترین
نوامی - مسلسل بڑھنے والی
ماسبق - گذشتہ نبوتیں
ماانغلق - دلوں اور عقلوں کے بند دروازے
جیشات - جیشہ کی جمع ہے۔ پتیلی کا ابال
اباطیل - باطل کی جمع ہے (غیر قیاسی)
صولات - صولہ کی جمع ہے
دامغ - دماغ پر وارد ہونے والی ضرب
اضطلع - مضبوطی کے ساتھ قیام کیا
مستوفز - تیز رفتاری سے کام کرنے والا
ناکل - پیچھے ہٹ جانے والا
قدم - میدان جنگ کی طرف سبقت
واہی - کمزور
واعی - محافظ
قبس القابس - آگ کا شعلہ جو مسافر کے لئے روشن کیا جاتا ہے
خابط - جو رات کے وقت غلط راستہ پر چلا جاتا ہے
خوضات - خوضہ کی جمع - ڈوب جانا
اعلام - علم کی جمع ہے جس نشان سے راستہ دریافت کیا جاتا ہے
علم مخزون - جو علم پروردگار نے خاص بندوں کو عطا کیا ہے
شہید - گواہ
بعیث - مبعوث
افسح لہ - وسعت عطا فرما
مضاعفات الخیر - نیکیوں کے درجات
قرار النعمہ - منزل نعمت
منی الشہوات - جمع منیہ تمنائیں اور خواہشات
رخاء الدعہ - سکون نفس کی فارغ البالی
تحف الکرامۃ - جو تحفے احتراماً دیئے جاتے ہیں

اپنی پاکیزہ ترین اور مسلسل بڑھنے والے برکات کو اپنے بندہ اور رسول حضرت محمدؐ پر قرار دے جو سابق نبوتوں کے ختم کرنیوالے، دل و دماغ کے بند دروازوں کو کھولنے والے، حق کے ذریعہ حق کا اعلان کرنے والے، باطل کے جوش و خروش کو دفع کرنے والے اور گمراہیوں کے حملوں کا سر کچلنے والے تھے۔ جو بار جس طرح ان کے حوالہ کیا گیا انھوں نے اٹھا لیا۔ تیرے امر کے ساتھ قیام کیا۔ تیری مرضی کی راہ میں تیز قدم بڑھاتے رہے۔ نہ آگے بڑھنے سے انکار کیا اور نہ ان کے ارادوں میں کمزوری آئی۔ تیری وحی کو محفوظ کیا۔ تیرے عہد کی حفاظت کی۔ تیرے حکم کے نفاذ کی راہ میں بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ روشنی کی جستجو کرنے والوں کے لئے آگ روشن کردی اور گم کردہ راہ کے لئے راستہ واضح کردیا۔ ان کے ذریعہ دلوں نے فتنوں اور گناہوں میں غرق رہنے کے بعد بھی ہدایت پالی اور انھوں نے راستہ دکھانے والے نشانات اور واضح احکام قائم کردئے۔ وہ تیرے امانتدار بندہ، تیرے پوشیدہ علوم کے خزانہ دار، روز قیامت کے لئے تیرے گواہ، حق کے ساتھ بھیجے ہوئے اور مخلوقات کی طرف تیرے نمائندہ تھے۔

خدایا ان کے لئے اپنے سایۂ رحمت میں وسیع ترین منزل قرار دیدے اور ان کے خیر کو اپنے فضل سے دوگنا چوگنا کردے۔ خدایا ان کی عمارت کو تمام عمارتوں سے بلند تر اور ان کی منزل کو اپنے پاس بزرگ تر بنادے۔ ان کے نور کی تکمیل فرما اور اپنی رسالت کے صلہ میں انھیں مقبول شہادت[1] اور پسندیدہ اقوال کا انعام عنایت کر کہ ان کی گفتگو ہمیشہ عادلانہ اور ان کا فیصلہ ہمیشہ حق و باطل کے درمیان حد فاصل رہا ہے۔

خدایا ہمیں ان کے ساتھ خوشگوار زندگی، نعمات کی منزل، خواہشات و لذات کی تکمیل کے مرکز، آرائش و طمانیت کے مقام اور کرامت و شرافت کے تحفوں کی منزل پر جمع کردے۔

---

[1] یہ اسلام کا مخصوص فلسفہ ہے جو دنیاداری کے کسی نظام میں نہیں پایا جاتا ہے۔ دنیاداری کا مشہور و معروف نظام و اصول یہ ہے کہ مقصد ہر ذریعہ کو جائز بنا دیتا ہے۔ انسان کو فقط یہ دیکھنا چاہئے کہ مقصد صحیح اور بلند ہو۔ اس کے بعد اس مقصد تک پہونچنے کے لئے کوئی بھی راستہ اختیار کرلے اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے لیکن اسلام کا نظام اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ دنیا میں مقصد اور مذہب دونوں کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس نے "ان الدین" کہہ کر اعلان کیا ہے کہ اسلام طریقۂ حیات ہے اور "عند اللہ" کہہ کر واضح کیا ہے کہ اس کا ہدف حقیقی ذات پروردگار ہے۔ لہٰذا وہ نہ غلط مقصد کو مقصد قرار دینے کی اجازت دے سکتا ہے اور نہ غلط راستہ کو راستہ قرار دینے کی۔ اس کا منشا یہ ہے کہ اس کے ماننے والے صحیح راستہ پر چلیں اور اسی راستہ کے ذریعہ منزل تک پہونچیں۔ چنانچہ مولائے کائنات نے سرکار دوعالمؐ کی اسی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ نے جاہلیت کے نقارخانہ میں آواز حق بلند کی ہے لیکن اس آواز کو بلند کرنے کا طریقہ اور راستہ بھی صحیح اختیار کیا ہے ورنہ جاہلیت میں آواز بلند کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ اس قدر شور مچاؤ کہ دوسرے کی آواز نہ سنائی دے۔ اسلام ایسے احمقانہ انداز فکر کی حمایت نہیں کرسکتا ہے۔ وہ اپنے فاتحین سے بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ حق کا پیغام حق کے راستہ سے پہونچاؤ، غارت گری اور لوٹ مار کے ذریعہ نہیں۔ یہ اسلام کی پیغام رسانی نہیں ہے۔ خدا و رسولؐ کے لئے ایذا رسانی ہے جس کا جرم انتہائی سنگین ہے اور اس کی سزا دنیا و آخرت دونوں کی لعنت ہے۔

۷۳

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

قاله لمروان بن الحكم بالبصرة

قالوا: أخذ مروان بن الحكم أسيراً يوم الجمل، فاستشفع الحسن و الحسين عليهما السلام الى امير المؤمنين ﴿عليه السلام﴾، فكلماه فيه، فخلى سبيله، فقالا له: يبايعك يا أمير المؤمنين؟ فقال ﴿عليه السلام﴾:

أَوَ لَمْ يُبَايِعْنِي بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ؟ لَا حَاجَةَ لِي فِي بَيْعَتِهِ! إِنَّهَا كَفٌّ يَهُودِيَّةٌ[1]، لَوْ بَايَعَنِي بِكَفِّهِ لَغَدَرَ بِسُبَّتِهِ. أَمَا إِنَّ لَهُ إِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ أَنْفَهُ[2]، وَ هُوَ أَبُو الْأَكْبُشِ الْأَرْبَعَةِ[3]، وَسَتَلْقَى الْأُمَّةُ مِنْهُ وَ مِنْ وَلَدِهِ يَوْماً (مَوتاً) أَحْمَرَ!

۷٤

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

لما عزموا على بيعة عثمان

لَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي؛ وَ وَاللهِ لَأُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ أُمُورُ الْمُسْلِمِينَ؛ وَلَمْ يَكُنْ فِيهَا جَوْرٌ إِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً، الْتِمَاساً لِأَجْرِ ذٰلِكَ وَ فَضْلِهِ، وَ زُهْداً فِيمَا تَنَافَسْتُمُوهُ مِنْ زُخْرُفِهِ وَ زِبْرِجِهِ.

۷٥

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

لما بلغه اتهام بني أمية له بالمشاركة في دم عثمان

أَوَلَمْ يَنْهَ بَنِي أُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي؟ أَوَ مَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهَمَتِي! وَ لَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهِ أَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي. أَنَا حَجِيجُ

---

(۱) اس مثل سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہودیت کا کردار روز اول سے غداری اور مکاری کا کردار رہا ہے اور اس کیلئے بدترین وسائل استعمال کیا کرتے تھے۔

(۲) یہ فقط تمثیل نہیں ہے۔ مروانیت کا واقعی کردار ہے اور اس کا گذارا خبیث چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز پر نہیں ہو سکتا ہے۔

(۳) اس سے مراد افراد خاندان عبدالملک سلیمان یزید اور ہشام ہی ہو سکتے ہیں جنھیں خلافت ملی ہے اور اس کے اپنے فرزند عبدالملک، بشر، عبدالعزیز اور محمد بھی ہو سکتے ہیں جن میں سے عبدالملک خلیفہ ہوا ہے اور باقی مختلف علاقوں کے عامل رہے ہیں۔

واضح رہے کہ مروان کا باپ حکم رسول اکرمؐ کے زمانہ ہی سے مدینہ سے نکال دیا گیا تھا اور آپ نے اس پر لعنت بھی کی تھی اور پھر باپ بیٹے کا داخلہ مدینہ میں بند کر دیا تھا لیکن عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں واپس بلا کر سارے امور سلطنت کا مالک مختار بنا دیا کہ یہ ان کا داماد بھی تھا اور رشتہ کا بھائی بھی اور یہی بات درحقیقت بعد میں قاتل بھی ثابت ہوئی کہ اگر اس کی نالائقیاں شامل نہ ہوتیں تو شاید انھیں کچھ دنوں اور حکومت کرنے کا موقع مل جاتا لیکن اس کی زیادتیوں نے قوم کا پیمانہ صبر لبریز کر دیا اور بالآخر خلیفہ کا قتل واقع ہو گیا اور جنازہ کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونا نصیب نہ ہو سکا اور حش کوکب یہودی نے یہودیوں کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا۔

مصادر خطبہ ۷۳ طبقات ابن سعد (حالات مروان) انساب الاشراف ۲ ص۳۶۱، ربیع الابرار زمخشری، تذکرۃ الخواص ص۸۰، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۶۵، حیوۃ الحیوان دمیری

مصادر خطبہ ۷۴ تاریخ طبری حوادث ۲۳ھ، تہذیب اللغۃ ازہری ۱ ص۳۴۱، الجمع بین الغریبین الہروی، تنبیہ الخواطر الشیخ ورام، نہایۃ ابن اثیر

مصادر خطبہ ۷۵ نہایۃ ابن اثیر (مادہ قرف) مجمع البحرین طریحی (مادہ قرف)

۷۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو مروان بن الحکم سے بصرہ میں فرمایا)

کہا جاتا ہے کہ جب مروان بن الحکم جنگ جمل میں گرفتار ہو گیا تو امام حسنؑ و حسینؑ نے[1] امیر المومنینؑ سے اس کی سفارش کی اور آپ نے اسے آزاد کر دیا تو دونوں حضرات نے عرض کی کہ یا امیر المومنینؑ! یہ اب آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

(۱) کیا اس نے قتل عثمانؓ کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی۔؟ مجھے اس کی بیعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کر بھی لے گا تو رکیک طریقہ سے اسے توڑ ڈالے گا۔ یاد رکھو اسے بھی حکومت ملے گی مگر صرف اتنی دیر جتنی دیر میں کتا اپنی ناک چاٹتا ہے۔(۲) اس کے علاوہ یہ چار بیٹوں کا باپ بھی ہے(۳) اور امت اسلامیہ اس سے اور اس کی اولاد سے بدترین دن دیکھنے والی ہے۔

۷۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جب لوگوں نے عثمانؓ کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا)

تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں اور خدا گواہ ہے کہ میں اس وقت تک حالات[2] کا ساتھ دیتا رہوں گا جب تک مسلمانوں کے مسائل ٹھیک رہیں اور ظلم صرف میری ذات تک محدود رہے تاکہ میں اس کا اجر و ثواب حاصل کر سکوں اور اس زیب و زینت دنیا سے اپنی بے نیازی کا اظہار کر سکوں جس کے لئے تم سب مرے جا رہے ہو۔

۷۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ کو خبر ملی کہ بنی امیہ آپ پر خون عثمانؓ کا الزام لگا رہے ہیں)

کیا بنی امیہ کے واقعی معلومات انھیں مجھ پر الزام تراشی سے نہیں روک سکے اور کیا جاہلوں کو میرے کارنامے اس اتہام سے باز نہیں رکھ سکے ؟ یقیناً پروردگار نے تہمت و افترا کے خلاف جو نصیحت فرمائی ہے وہ میرے بیان سے کہیں زیادہ بلیغ ہے۔ میں بہر حال ان بیدینوں پر حجت تمام کرنے والا،

---

[1] آل محمدؐ کے اس کردار کا تاریخ کائنات میں کوئی جواب نہیں ہے۔ انھوں نے ہمیشہ فضل و کرم سے کام لیا ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ امام حسنؑ و امام حسینؑ کی سفارش کو مستقبل کے حالات سے ناواقفیت بھی تصور کر لیا جائے تو امام زین العابدینؑ کے طرز عمل کو کیا کہا جا سکتا ہے جنھوں نے واقعۂ کربلا کے بعد بھی مروان کے گھر والوں کو پناہ دی ہے اور اس بے حیا نے حضرت سے پناہ کی درخواست کی ہے۔

درحقیقت یہ بھی یہودیت کی ایک شاخ ہے کہ وقت پڑنے پر ہر ایک کے سامنے ذلیل بن جاؤ اور کام نکلنے کے بعد پروردگار کی نصیحتوں کی بھی پرواہ نہ کرو۔ اللہ دین اسلام کو ہر دور کی یہودیت سے محفوظ رکھے۔

[2] امیر المومنینؑ کا مقصد یہ ہے کہ خلافت میرے لئے کسی ہدف اور مقصد حیات کا مرتبہ نہیں رکھتی ہے۔ یہ درحقیقت عام انسانیت کے لئے سکون و اطمینان فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ لہٰذا اگر یہ مقصد کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو گیا تو میرے لئے سکوت جائز ہو جائے گا اور میں اپنے اوپر ظلم کو برداشت کر لوں گا۔

دوسرا فقرہ اس بات کی دلیل ہے کہ باطل خلافت سے مکمل عدل و انصاف اور سکون و اطمینان کی توقع محال ہے لیکن مولائے کائناتؑ کا منشا یہ ہے کہ اگر ظلم کا نشانہ میری ذات ہو گی تو برداشت کر لوں گا لیکن عوام الناس ہوں گے اور میرے پاس مادی طاقت ہو گی تو ہرگز برداشت نہ کروں گا کہ یہ عہد الٰہی کے خلاف ہے۔

لَـارِقِينَ، وَ خَـصِيمُ النَّـاكِـثِينَ الْمُـرْتَابِينَ، وَ عَـلَىٰ كِـتَابِ اللهِ تُـعْرَضُ الْأَمْـثَالُ، وَ بِمَـا فِي الصُّـدُورِ تُجَـازَىٰ الْـعِبَادُ!

٧٦

و من خطبة له (عليه السلام)

في الحث على العمل الصالح

رَحِـمَ اللهُ امْـرَأً (عـبداً) سَمِـعَ حُـكْماً فَـوَعَى، وَ دُعِـيَ إِلَى رَشَـادٍ فَـدَنَا، وَ أَخَـذَ بِحُـجْزَةِ هَـادٍ فَنَجَا. رَاقَبَ رَبَّـهُ، وَ خَـافَ ذَنْـبَهُ، قَـدَّمَ خَـالِصاً، وَ عَـمِلَ صَـالِحاً(ناصحا). اكْـتَسَبَ مَـذْخُوراً، وَاجْـتَنَبَ مَحْـذُوراً، وَ رَمَـى غَـرَضاً، وَأَحْـرَزَ عِـوَضاً. كَـابَرَ هَـوَاهُ، وَ كَـذَّبَ مُـنَاهُ. جَـعَلَ الصَّـبْرَ مَـطِيَّةَ نَجَـاتِهِ، وَالتَّـقْوَىٰ عُـدَّةَ وَفَـاتِهِ. رَكِبَ الطَّـرِيقَةَ الْـغَرَّاءَ، وَ لَـزِمَ الْـمَحَجَّةَ الْـبَيْضَاءَ. اغْـتَنَمَ الْمَـهَلَ، وَ بَـادَرَ الْأَجَـلَ، وَ تَـزَوَّدَ مِـنَ الْـعَمَلِ.

٧٧

و من كلام له (عليه السلام)

و ذلك حين منعه سعيد بن العاص حقه

إِنَّ بَـنِي أُمَـيَّةَ لَـيُفَوِّقُونَنِي تُـرَاثَ مُحَـمَّدٍ صَـلَّى اللّـهُ عَـلَيْهِ وَ آلِـهِ وَسَـلَّمَ تَـفْوِيقاً، وَاللّـهِ لَـئِنْ بَـقِيتُ لَهُـمْ لَأَنْـفُضَنَّهُمْ نَـفْضَ اللَّـحَّامِ الْـوِذَامَ التَّرِبَـةَ!

قـال الشـريف: و يـروى «التـراب الوذمة». و هـو عـلى القـلب.

قـال الشـريف: و قـوله (عليه السلام) «لَيُفَوِّقُونَنِي» أي: يـعطونني مـن المـال قـليلاً كـفواق النـاقة. و هـو الحـلبة الواحـدة مـن لبـنها. والوِذام: جـمع وذمـة، و هـي الحُـزَّة مـن الكـرش أو الكـبد تـقع في التـراب فتنفض.

٧٨

و من دعاء له (عليه السلام)

من كلمات كان (عليه السلام)، يدعوبها

اَللّـهُمَّ اغْـفِرْ لِي مَـا أَنْتَ أَعْـلَمُ بِـهِ مِـنِّي، فَـإِنْ عُـدْتُ فَـعُدْ عَـلَيَّ بِـالْمَغْفِرَةِ.

مارقین - دین سے نکل جانے والے (خوارج)
ناکثین - بیعت توڑ دینے والے۔
امثال - مشتبہ معاملات
حکم - حکمت
وعی - محفوظ کر لیا
دنا - ہدایت سے قریب تر ہو گیا
حجزہ - بند کمر
اکتسب مذخوراً - وہ ثواب حاصل کر لیا جو ذخیرہ کرنے کے قابل ہے
کابر ہواہ - خواہشات پر غالب آگیا
محجہ - شاہراہ
غرّاء - روشن
مہل - مدت حیات
علی القلب - لفظ کو الٹ کر سمجھا جائیگا
حزۃ - ٹکڑا

(۱) حقیقت شناسی کا بہترین معیار کتاب خدا ہے۔ اگر بنی امیہ واقعاً حقائق سے باخبر ہونا چاہتے ہیں تو کردار عثمانؓ کو کتاب خدا سے ملا کر دیکھ لیں کہ ایسے انسان کا انجام کیا ہونا چاہئے۔ پھر مخالفین کے اعمال کا جائزہ لیں کہ انھیں ان حالات میں کیا کرنا چاہئے تھا۔
اس کے بعد جب ثواب و عذاب کا دارومدار نیت پر ہے تو جب تک کسی کی نیت کا علم نہ ہو جائے اس پر تنقید کرنا اور الزام تراشی کرنا کسی قیمت پر جائز نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس کہ بنی امیہ کو ان حقائق سے کیا تعلق ہے اور ان کے لئے کتاب خدا کس دن بنیاد زندگی بنی تھی۔

مصادر خطبہ نمبر ۸۶: تحف العقول حرانی ص۱۵۱، کنز الفوائد کراجکی ص۱۶۳، مطالب السئول شافعی ۱ ص۵۹، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر، ربیع الابرار زمخشری جلد ۱ ورقہ ۲۳۱، زہر الآداب الحصری ۱ ص۴۲، غرر الحکم آمدی، تذکرۃ الخواص ص۱۳۵، روضہ کافی ص۱۷۲،

مصادر خطبہ نمبر ۸۷: اغانی ۱۱ ص۲۹، تہذیب اللغۃ ۱۵ ص۲۰، غریب الحدیث قاسم بن سلام، المؤتلف والمختلف ابن درید، الجمع بین الغریبین، نہایۃ ابن اثیر، جمہرۃ الامثال ابو ہلال عسکری ۱ ص۱۶۵،

مصادر خطبہ نمبر ۸۸: المائۃ المختارہ ابو عثمان الجاحظ، المناقب الخوارزمی ص۲۷۲

ان عہد شکن مبتلائے تشکیک افراد کا دشمن ہوں۔ اور تمام مشتبہ معاملات کو کتاب خدا پر پیش کرنا چاہئے(۵۱) اور روز قیامت بندوں کا حساب ان کے دلوں کے مضمرات (نیتوں) ہی پر ہوگا۔

۷۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں عمل صالح پر آمادہ کیا گیا ہے)

خدا رحمت[1] نازل کرے اس بندہ پر جو کسی حکمت کو سنے تو محفوظ کرلے اور اسے کسی ہدایت کی دعوت دی جائے تو اس سے قریب تر ہو جائے اور کسی راہنما سے وابستہ ہو جائے تو نجات حاصل کرلے۔ اپنے پروردگار کو ہر وقت نظر میں رکھے اور گناہوں سے ڈرتا رہے۔ خالص اعمال کو آگے بڑھائے اور نیک اعمال کرتا رہے۔ قابل ذخیرہ ثواب حاصل کرے۔ قابل پرہیز چیزوں سے اجتناب کرے۔ مقصد کو نگاہوں میں رکھے۔ اجر سمیٹ لے۔ خواہشات پر غالب آجائے اور تمناؤں کو جھٹلادے۔ صبر کو نجات کا مرکب بنالے اور تقویٰ کو وفات کا ذخیرہ قرار دے لے۔ روشن راستہ پر چلے اور واضح شاہراہ کو اختیار کرلے۔ مہلت حیات کو غنیمت قرار دے اور موت کی طرف خود سبقت کرے اور عمل کا زاد راہ لے کر آگے بڑھے۔

۷۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب سعید بن العاص نے آپ کو آپ کے حق سے محروم کر دیا)

یہ بنی امیہ مجھے میراث پیغمبرؐ کو بھی تھوڑا تھوڑا کرکے دے رہے ہیں حالانکہ اگر میں زندہ رہ گیا تو اس طرح جھاڑ کر پھینک[2] دوں گا جس طرح قصاب گوشت کے ٹکڑے سے مٹی کو جھاڑ دیتا ہے۔

سید رضیؒ۔ بعض روایات میں "وذام ترِبہ" کے بجائے "تراب الوذمہ" ہے جو معنی کے اعتبار سے معکوس ترکیب ہے۔

"لیفوقوننی" کا مفہوم ہے مال کا تھوڑا تھوڑا کرکے دینا جس طرح کہ اونٹ کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ فواق اونٹ کا ایک مرتبہ کا دوہا ہوا دودھ ہے اور وذام وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں یعنی جگر یا آنتوں کا وہ ٹکڑا جو زمین پر گر جائے۔

۷۸۔ آپ کی دعا

(جسے برابر تکرار فرمایا کرتے تھے)

خدایا میری خاطر ان چیزوں کو معاف کردے جنہیں تو مجھ سے بہتر جانتا ہے اور اگر پھر ان امور کی تکرار ہو تو تو بھی مغفرت کی تکرار فرما۔

---

[1] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رحمت الٰہی کا دائرہ بیحد وسیع ہے اور مسلم و کافر۔ دیندار و بے دین سب کو شامل ہے۔ یہ ہمیشہ غضب الٰہی سے آگے آگے چلتی ہے۔ لیکن روز قیامت اس رحمت کا استحقاق آسان نہیں ہے۔ وہ حساب کا دن ہے اور خدائے واحد قہار کی حکومت کا دن ہے۔ لہٰذا اس دن رحمت خدا کے استحقاق کے لئے ان تمام چیزوں کو اختیار کرنا ہوگا جن کی طرف مولائے کائنات نے اشارہ کیا ہے اور ان کے بغیر رحمۃٌ للعالمین کا کلمہ اور ان کی محبت کا دعویٰ بھی کام نہیں آسکتا ہے۔ دنیا کے احکام الگ ہیں اور آخرت کے احکام الگ ہیں۔ یہاں کا نظام رحمت الگ ہے اور وہاں کا نظام مکافات و مجازات الگ۔

[2] کتنی حسین تشبیہ ہے کہ بنی امیہ کی حیثیت اسلام میں نہ جگر کی ہے نہ معدہ کی اور نہ جگر کے ٹکڑے کی۔ یہ وہ گرد ہیں جو الگ ہو جانے والے کپڑے سے چپک جاتی ہے لیکن گوشت کا استعمال کرنے والا اسے بھی برداشت نہیں کرتا ہے اور اسے جھاڑنے کے بعد ہی خریدار کے حوالے کرتا ہے تاکہ دکان بدنام نہ ہونے پائے اور تاجر ناتجربہ کار اور بدذوق نہ کہا جا سکے۔!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا وَأَيْتُ مِنْ نَفْسِي، وَ لَمْ تَجِدْ لَهُ وَفَاءً عِنْدِي. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا تَقَرَّبْتُ بِهِ إِلَيْكَ بِلِسَانِي، ثُمَّ خَالَفَهُ قَلْبِي. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي رَمَزَاتِ الْأَلْحَاظِ، وَسَقَطَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَ شَهَوَاتِ الْجَنَانِ، وَ هَفَوَاتِ اللِّسَانِ.

وایت - میں نے وعدہ کیا
الحاظ - جمع لحظ - آنکھ کا باطنی حصہ
رمزات - اشارے
سقطات - لغو
ھفوات - لغزشیں
جنان - قلب
شہوات - خواہشات
حاق بہ - گھیر لیا
کاہن - علم غیب کا بیان کرنے والے
یولیک الحمد - قابل تعریف قرار دے

۷۹
و من كلام له (ع)

قاله لبعض أصحابه لما عزم على المسير إلى الخوارج، و قد قال له: إن سرت يا أمير المؤمنين، في هذا الوقت، خشيت ألا تظفر بمرادك، من طريق علم النجوم

فقال (ع)

أَتَزْعَمُ أَنَّكَ تَهْدِي إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوءُ؟ وَ تُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِي مَنْ سَارَ فِيهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَكَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْآنَ، وَاسْتَغْنَى عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِي نَيْلِ الْمَحْبُوبِ وَ دَفْعِ الْمَكْرُوهِ؛ وَ تَبْتَغِي فِي قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِأَمْرِكَ أَنْ يُولِيَكَ الْحَمْدَ دُونَ رَبِّهِ، لِأَنَّكَ - بِزَعْمِكَ - أَنْتَ هَدَيْتَهُ إِلَى السَّاعَةِ الَّتِي نَالَ فِيهَا النَّفْعَ، وَأَمِنَ الضُّرَّ!!

ثم اقبل (ع) على الناس فقال:

أَيُّهَا النَّاسُ، إِيَّاكُمْ وَ تَعَلُّمَ النُّجُومِ، إِلَّا مَا يُهْتَدَى بِهِ فِي بَرٍّ أَوْ بَحْرٍ، فَإِنَّهَا تَدْعُو إِلَى الْكَهَانَةِ، وَالْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ، وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ، وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ! وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ! سِيرُوا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ.

۸۰
و من خطبة له (ع)

بعد فراغه من حرب الجمل؛ في ذم النساء ببيان نقصهن

مَعَاشِرَ النَّاسِ، إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِيمَانِ، نَوَاقِصُ الْحُظُوظِ،

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کل کائنات ایک خالق کی ایک مخلوق ہے اور اس کے تمام اجزا میں مکمل ارتباط و اتحاد پایا جاتا ہے۔ زمین کا کوئی ذرہ آسمان کے کسی ستارہ سے بے تعلق نہیں ہے اور آسمان کی کوئی حرکت زمین کے تغیر سے بیگانہ نہیں ہے۔ لیکن یہ رابطہ کیا ہے اور یہ تعلق کیسا ہے؟ اس کا علم سوائے پروردگار کے کسی کو نہیں ہے وہ جس کسی بندہ کو ان حقائق سے باخبر کردے تو اور بات ہے ورنہ بندہ براہ راست ان حقائق سے کسی قیمت پر باخبر نہیں ہو سکتا ہے علم نجوم کی کمزوری یہی ہے کہ انسان اس امر کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ستاروں کی حرکات کے اثرات سے باخبر ہے اور پھر انھیں اثرات کو حتمی اور یقینی بنا دیتا ہے اور پروردگار کی قدرت سے یکسر غافل ہو جاتا ہے جو بات انسان کو کسی نہ کسی وقت کفر کی سرحد تک پہنچا دیتی ہے۔

مصادر خطبہ ۷۹ کتاب فیض ابراہیم بن الحسن بن دیزیل المحدث، عیون اخبار الرضا صدوق، امالی صدوق ص۲۳۹، عیون الجواہر صدوق، فرج الہموم فی تاریخ علماء النجوم ص۵۷ - ۵۹، انساب الاشراف بلاذری ص۳۶، تذکرۃ الخواص ص۱۵۸، احتجاج طبرسی ص۳۵۷
مصادر خطبہ ۸۰ تذکرۃ الخواص، قوت القلوب ا ص۲۸۲، فروع الکافی، المسترشد الطبری الامامی ص۱۰۸

خدایا ان وعدوں کے بارے میں بھی مغفرت فرما جن کا تجھ سے وعدہ کیا گیا لیکن انھیں وفا نہ کیا جا سکا۔ خدایا ان اعمال کی بھی مغفرت فرما جن میں زبان سے تیری قربت اختیار کی گئی لیکن دل نے اس کی مخالفت ہی کی۔
خدایا آنکھوں کے طنز یہ اشاروں۔ دہن کے ناشائستہ کلمات۔ دل کی بیجا خواہشات اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو بھی معاف فرما دے۔

۷۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب جنگ خوارج کے لئے نکلتے وقت بعض اصحاب نے کہا کہ امیرالمومنینؑ اس سفر کے لئے کوئی دوسرا وقت اختیار فرمائیں۔ اس وقت کامیابی کے امکانات نہیں ہیں کہ علم نجوم کے حسابات سے یہی اندازہ ہوتا ہے)

کیا تمھارا خیال یہ ہے کہ تمھیں وہ ساعت معلوم ہے جس میں نکلنے والے سے بلائیں ٹل جائیں گی اور تم اس ساعت سے ڈرا نا چاہتے ہو جس میں سفر کرنے والا نقصانات میں گھر جائے گا؟ یاد رکھو جو تمھارے اس بیان کی تصدیق کرے گا وہ قرآن کی تکذیب کرنے والا ہوگا اور محبوب اشیاء کے حصول اور ناپسندیدہ امور کے دفع کرنے میں مدد خدا سے بے نیاز ہو جائے گا۔ کیا تمھاری خواہش یہ ہے کہ تمھارے افعال کے مطابق عمل کرنے والا پروردگار کے بجائے تمھاری ہی تعریف کرے اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں اسے اس ساعت کا پتہ بتا دیا ہے جس میں منفعت حاصل کی جاتی ہے اور نقصانات سے محفوظ رہا جاتا ہے۔

ایہا الناس! خبردار نجوم کا علم مت حاصل کرو[1] مگر اتنا ہی جس سے بر و بحر میں راستے دریافت کئے جا سکیں۔ کہ یہ علم کہانت کی طرف لے جاتا ہے اور منجم بھی ایک طرح کا کاہن (غیب کی خبر دینے والا) ہو جاتا ہے جب کہ کاہن جادوگر جیسا ہوتا ہے اور جادوگر کافر جیسا ہوتا ہے اور کافر کا انجام جہنم ہے۔ چلو نام خدا لے کر نکل پڑو۔

۸۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جنگ جمل سے فراغت کے بعد عورتوں کی مذمت کے بارے میں)

لوگو! یاد رکھو کہ عورتیں ایمان کے اعتبار سے، میراث کے حصہ کے اعتبار سے اور عقل کے اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔

---

[1] واضح رہے کہ علم نجوم حاصل کرنے سے مراد ان اثرات و نتائج کا معلوم کرنا ہے جو ستاروں کی حرکات کے بارے میں اس علم کے مدعی حضرات نے بیان کئے ہیں ورنہ اصل ستاروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا کوئی عیب نہیں ہے۔ اس سے انسان کے ایمان اور عقیدہ میں بھی استحکام پیدا ہوتا ہے اور بہت سے دوسرے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں۔ اور ستاروں کا وہ علم جو ان کے حقیقی اثرات پر مبنی ہے ایک فضل و شرف ہے اور علم پروردگار کا ایک شعبہ ہے وہ جسے چاہتا ہے عنایت کر دیتا ہے۔

امام علیہ السلام نے اولاً علم نجوم کو کہانت کا ایک شعبہ قرار دیا کہ غیب کی خبر دینے والے اپنے اخبار کے مختلف ماخذ و مدارک بیان کرتے ہیں۔ جن میں سے ایک علم نجوم بھی ہے۔ اس کے بعد جب وہ غیب کی خبریں بیان کر دیتے ہیں تو انھیں خبروں کے ذریعہ انسان کے دل و دماغ پر مسلط ہو جانا چاہتے ہیں جو جادوگری کا ایک شعبہ ہے اور جادوگری انسان کو یہ محسوس کرانا چاہتی ہے کہ اس کائنات میں عمل دخل ہمارا ہی ہے اور اس جادو کا چڑھانا اور اتارنا ہمارے ہی بس کا کام ہے، دوسرا کوئی یہ کارنامہ انجام نہیں دے سکتا ہے اور اسی کا نام کفر ہے۔

نَــوَاقِــصُ ٱلْــعُقُولِ: فَأَمَّـا نُـقْصَانُ إِيْـمَانِهِنَّ فَـقُعُودُهُنَّ عَـنِ الصَّـلَاةِ وَالصِّـيَامِ فِي أَيَّـامِ حَـيْضِهِنَّ، وَ أَمَّـا نُـقْصَانُ عُـقُولِهِنَّ فَـشَهَادَةُ آمْـرَأَتَيْنِ كَـشَهَادَةِ الرَّجُـلِ ٱلْـوَاحِـدِ، وَ أَمَّـا نُـقْصَانُ حُـظُوظِهِنَّ فَـمَوَارِيـثُهُنَّ عَـلَى ٱلْأَنْـصَافِ مِـنْ مَـوَارِيثِ الرِّجَـالِ. فَـاتَّقُوا شِرَارَ النِّسَـاءِ، وَ كُـونُوا مِـنْ خِـيَارِهِنَّ عَـلَى حَـذَرٍ، وَلَا تُـطِيعُوهُنَّ فِي ٱلْـمَعْرُوفِ حَـتَّى لَا يَـطْمَعْنَ فِي ٱلْـمُنْكَرِ.

۸۱

و من كلام له (عليه السلام)

في الزهد

أَيُّـهَا النَّـاسُ، الزَّهَـادَةُ قِـصَرُ ٱلْأَمَـلِ، وَالشُّـكْرُ عِـنْدَ (عَـنِ) النِّـعَمِ، وَالتَّـوَرُّعُ عِـنْدَ ٱلْـمَحَارِمِ، فَـإِنْ عَـزَبَ ذٰلِكَ عَـنْكُمْ فَـلَا يَـغْلِبِ ٱلْحَـرَامُ صَـبْرَكُـمْ، وَلَا تَـنْسَوْا عِـنْدَ النِّـعَمِ شُكْـرَكُـمْ. فَـقَدْ أَعْـذَرَ اللّٰهُ إِلَـيْكُمْ بِحُـجَجٍ مُسْـفِرَةٍ ظَـاهِرَةٍ، وَكُـتُبٍ بَـارِزَةِ ٱلْـعُذْرِ وَاضِـحَةٍ.

۸۲

و من كلام له (عليه السلام)

في ذم صفة الدنيا

مَـا أَصِـفُ مِـنْ دَارٍ أَوَّلُهَـا عَـنَاءٌ، وَآخِـرُهَا فَـنَاءٌ! فِي حَـلَالِهَا حِسَـابٌ، وَ فِي حَـرَامِـهَا عِـقَابٌ. مَـنِ آسْتَغْنَىٰ فِـيهَا فُـتِنَ، وَ مَـنِ آفْـتَقَرَ فِـيهَا حَـزِنَ، وَ مَـنْ سَـاعَاهَا فَـاتَتْهُ، وَ مَـنْ قَـعَدَ عَـنْهَا وَاتَـتْهُ، وَ مَـنْ أَبْـصَرَ بِهَـا بَـصَّرَتْهُ، وَ مَـنْ أَبْـصَرَ إِلَـيْهَا أَعْـمَتْهُ.

قال الشريف: أقول: و إذا تأمل المتأمل قوله (عليه السلام): «وَ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ» و جد تحته من المعنى العجيب، والغرض البعيد، ما لا تُبلغ غايته و لا يدرك غوره، لا سيما إذا قرن إليه قوله: «وَ مَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ» فإنه يجد الفرق بين «أبصر بها» و «أبصر إليها» واضحاً نيراً، و عجيباً باهراً! صلوات الله و سلامه عليه.

تورع - شبہات میں پرہیز کرنا
عزب عنکم - دور ہو جائے
اعذر - تمام عذر کا سلسلہ ختم کر دیا
بارزۃ العذر - جس کا عذر واضح ہو
عناء - رنج و تعب

(۱) ناقص الایمان ہونے کے لئے عمل کا حوالہ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان میں عمل کا بہت بڑا دخل ہے اور ظاہر ہے کہ اگر عورت کو حکم خدا کی بنا پر نماز روزہ چھوڑ دینے سے ناقص الایمان کہا جا سکتا ہے تو بے نمازی اور روزہ خور مرد کو تو مکمل طور پر بے ایمان ہی کہا جائیگا۔

(۲) عورت کے مزاج کا خاصہ یہ ہے کہ واقعات کے بیان میں جذبات کو ضرور شامل کر دیتی ہے اور یہی چیز گواہی میں نقص پیدا کر دیتی ہے ورنہ وہ شعور و ادراک کے اعتبار سے ناقص نہیں ہوتی ہے۔ اس کا نقص عقل پر جذبات کے غلبہ سے ظاہر ہوتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو مرد کو بھی ناقص العقل بنا سکتی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں اگر مرد اپنے فسق کی بنا پر قابل شہادت نہ رہ جائے تو اس کا شمار بھی ناقص العقل افراد ہی میں ہوگا کہ فسق کی تعلیم جذبات و خواہشات نے دی ہے۔ عقل نے نہیں دی ہے۔

(۳) واضح رہے کہ یہ مسئلہ صرف بہن بھائی کی میراث تک محدود ہے کہ مرنے والے کی اولاد میں بھائی کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور بہن کا کم۔ ورنہ دیگر مسائل میں ایسا کوئی قانون نہیں ہے اور بعض اوقات تو عورت کا حصہ مرد سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے

مصادر خطبہ ۸۰ معانی الاخبار صدوق ص۲۵۱، خصال صدوق ۱ ص۱۱، محاسن برقی ص۲۳۴، غرر الحکم آمدی ص۱۱۹، روضۃ الواعظین نیال ص۲۳۳، مشکوٰۃ الانوار طبرسی ص۱۰۶، تحف العقول ابن شعبہ الحرانی ص۱۰۱، ص۱۳۸

مصادر خطبہ ۸۲ کامل مبرد ا ص۹۹، امالی قالی ۲ ص۱۱۱، المجتنیٰ ابن درید ص۳۱، تحف العقول حرانی ص۱۳۸، العقد الفرید ۳ ص۱۶۲، امالی سید مرتضیٰ ا ص۱۵۳، تذکرۃ الخواص ص۱۳۶، مشکوٰۃ الانوار ص۲۴۳، غرر الحکم ص۸۶، کنز الفوائد کراجکی ص۱۶۰، مروج الذہب ۲ ص۴۳۳، اختصاص مفید ص۱۸۸، مناقب خوارزمی، کامل مبرد ا ص۱۵۲

ایمان کے اعتبار[1] سے ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایام حیض میں نماز روزہ سے بیٹھ جاتی ہیں اور عقلوں کے اعتبار سے ناقص ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوتی ہے۔ حصہ کی کمی یہ ہے کہ انھیں میراث میں حصہ مردوں کے آدھے حصہ کے برابر ملتا ہے۔ لہٰذا تم بدترین عورتوں سے بچتے رہو اور بہترین عورتوں سے بھی ہوشیار رہو اور خبردار نیک کام بھی ان کی اطاعت کی بنا پر انجام نہ دینا کہ انھیں بُرے کام کا حکم دینے کا خیال پیدا ہو جائے۔

۸۱۔ آپ کا ارشاد گرامی
(زہد کے بارے میں)

ایہا الناس! زہد امیدوں کے کم کرنے، نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے اور محرمات سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ اب اگر یہ کام تمھارے لئے مشکل ہو جائے تو کم از کم اتنا کرنا کہ حرام تمھاری قوت برداشت پر غالب نہ آنے پائے اور نعمتوں کے موقع پر شکریہ کو فراموش نہ کر دینا کہ پروردگار نے نہایت درجہ واضح اور روشن دلیلوں اور حجت تمام کرنے والی کتابوں کے ذریعہ تمھارے ہر عذر کا خاتمہ کر دیا ہے۔

۸۲۔ آپ کا ارشاد گرامی
(دنیا کے صفات کے بارے میں)

میں اس دنیا کے بارے میں کیا کہوں جس کی ابتدا رنج و غم اور انتہا فنا و نیستی ہے۔ اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عتاب۔ جو اس میں غنی ہو جائے وہ آزمائشوں میں مبتلا ہو جائے اور جو فقیر ہو جائے وہ رنجیدہ و افسردہ ہو جائے۔ جو اس کی طرف دوڑ لگائے اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور جو منھ پھیر کر بیٹھ رہے اس کے پاس حاضر ہو جائے۔ جو اس کو ذریعہ بنا کر آگے دیکھے اسے بینا بنا دے اور جو اس کو منظور نظر بنالے اسے اندھا بنا دے۔

سید رضیؒ۔ اگر کوئی شخص حضرت کے اس ارشاد گرامی "من ابصر بھا بصرتہ" میں غور کرے تو عجیب و غریب معانی اور دور رس حقائق کا ادراک کرلے گا جن کی بلندیوں اور گہرائیوں کا ادراک ممکن نہیں ہے خصوصیت کے ساتھ اگر دوسرے فقرہ "من ابصر الیھا اعمتہ" کو ملا لیا جائے تو "ابصر بھا" اور "ابصر الیھا" کا فرق اور نمایاں ہو جائے گا اور عقل مدہوش ہو جائے گی۔

---

[1] اس خطبہ میں اس نکتہ پر نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ جنگ جمل کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے اور اس کے مفاہیم میں کلیات کی طرح صورت حال اور تجربات کا بھی دخل ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ کوئی لازم نہیں ہے کہ اس کا اطلاق ہر عورت پر ہو جائے۔ دنیا میں ایسی خاتون بھی ہو سکتی ہے جو نسوانی عوارض سے پاک ہو۔ اس کی گواہی بنص قرآن تنہا قابل قبول ہو اور وہ اپنے باپ کی تنہا وارث ہو۔ ظاہر ہے کہ اس خاتون میں کسی طرح کا نقص نہیں پایا جاتا ہے جیسے جناب فاطمہؑ ۔ اور ایسی عورت بھی ہو سکتی ہے جس میں سارے نقائص پائے جاتے ہوں اور ان فطری نقائص کے ساتھ کرداری اور ایمانی نقائص بھی ہوں کہ یہ عورت ہر اعتبار سے قابل لعنت و مذمت ہو۔ قوانین کا دار و مدار نہ قسم اول پر ہو سکتا ہے اور نہ قسم دوم پر۔ قوانین کا اطلاق درمیانی قسم پر ہوتا ہے جس میں کسی طرح کا امتیاز نہ پایا جاتا ہو اور صرف فطرت نسوانی کی کار فرمائی ہو اور امیر المومنینؑ نے اسی قسم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے ورنہ اگر صرف جنگ جمل کی بنا پر یہ غیظ و غضب ہوتا تو مردوں کے خلاف بھی بیان دیتے جنھوں نے ام المومنین کی اطاعت کی تھی یا انھیں بھڑکایا تھا۔ پھر امیر المومنینؑ امام معصوم ہیں کوئی جذباتی انسان نہیں ہیں اور ان سے پہلے رسول اکرمؐ بھی یہی بات فرما چکے ہیں۔

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس اعلان کے لئے ایک مناسب موقع ہاتھ آگیا جہاں اپنی بات کو بخوبی واضح کیا جا سکتا ہے اور عورت کے اتباع کے نتائج سے باخبر کیا جا سکتا ہے۔

۸۳

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

و هي الخطبة العجيبة وتسمى «الغراء»

و فيها نعوت الله جل شأنه، ثم الوصية بتقواه ثم التنفير من الدنيا، ثم ما يلحق من دخول القيامة، ثم تنبيه الخلق إلى ما هم فيه من الاعراض، ثم فضله ﴿عليه السلام﴾ في التذكير

صفته جل شانه

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي عَلَا بِحَوْلِهِ، وَ دَنَا بِطَوْلِهِ، مَانِحِ كُلِّ غَنِيمَةٍ وَ فَضْلٍ، وَكَاشِفِ كُلِّ عَظِيمَةٍ وَأَزْلٍ. أَحْمَدُهُ عَلَىٰ عَوَاطِفِ كَرَمِهِ، وَ سَوَابِغِ نِعَمِهِ، وَ أُومِنُ بِهِ أَوَّلاً بَادِياً، وَأَسْتَهْدِيهِ قَرِيباً هَادِياً، وَأَسْتَعِينُهُ قَاهِراً قَادِراً، وَ أَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِياً نَاصِراً، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ- عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ لِإِنْفَاذِ أَمْرِهِ، وَإِنْهَاءِ عُذْرِهِ وَ تَقْدِيمِ نُذُرِهِ.

الوصية بالتقوى

أُوصِيكُمْ عِبَادَاللّٰهِ بِتَقْوَىٰ اللّٰهِ الَّذِي ضَرَبَ الْأَمْثَالَ، وَ وَقَّتَ لَكُمُ الْآجَالَ، وَأَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ[1]، وَ أَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَ أَحَاطَ (احاطكم) بِكُمُ الْإِحْصَاءَ، وَأَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَاءَ [illegible] بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ، وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ، وَأَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ [illegible] أَحْصَاكُمْ عَ[illegible] وَ وَظَّفَ لَكُمْ مُدَداً، فِي قَرَارِ خِبْرَةٍ، وَدَارِ عِبْرَةٍ، أَنْتُمْ مُخْتَبَرُونَ فِيهَا، وَ مُحَاسَبُونَ عَلَيْهَا.

التنفير من الدنيا

فَإِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَشْرَبُهَا، رَدِغٌ مَشْرَعُهَا، يُونِقُ مَنْظَرُهَا،

حول - طاقت وقدرت
طول - عطا و کرم
ازل - تنگی و شدت
سوابغ - کامل
بادی - ظاہر
انہاء عذر - دلائل کا تمام کر دینا
نذر - نذیر کی جمع ہے - ڈرانے والی خبریں
امثال - مثالیں
آجال - مدت حیات
ریاش - ظاہری لباس
ارفغ - وسیع تر بنایا
اَرْصَدَ - مہیا کیا
رفد - عطیہ
حجج بوالغ - واضح تر دلائل
وظف لکم مددا - تمہارے لئے مدت مقرر کر دی ہے
قرار خبرہ - دور امتحان
رنق - گندہ
ردغ - گل آلود
مشرع - پانی پینے کا گھاٹ
یونق - خوبصورت معلوم ہوتا ہے

[1] یوں تو پروردگار نے ہر مخلوق کو سرد و گرم زمانہ سے بچانے کے لئے فطری لباس بھی عنایت کیا ہے مگر اسے باہر سے بھی ستر پوش کے لئے لباس فراہم کر دیا ہے ورنہ یہ بھی "رخت عریانی" ہی پر گذارہ کرتا اور اسی لباس میں زندگی گذار دیتا یہ اس کی تکریم و تشریف کا تقاضا تھا کہ اسے مزید لباس سے آراستہ کر دیا گیا۔ کاش انسان اس لباس کی بھی قدر کرتا اور اس کو اس کے مقصد کے اعتبار سے استعمال کرتا؟

مصادر خطبہ ۸۳ تحف العقول الحرانی ص۱۳۶، دستور معالم الحکم قضاعی ص۵۹، غرر الحکم آمدی، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۷۷، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۱۳۲ ۲ ص۲۸۷، تذکرۃ الخواص ص۱۲۱، الحکمۃ الخالدہ ابن مسکویہ ص۱۱۲، العقد الفرید ۲ ص۱۳۳، مجمع الامثال میدانی ۲ ص۲۹، المستقصیٰ زمخشری ۱ ص۲۴۰

۸۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

اس عجیب و غریب خطبہ کو خطبہ غرّاء کہا جاتا ہے

اس خطبہ میں پروردگار کے صفات، تقویٰ کی نصیحت، دنیا سے بیزاری کا سبق، قیامت کے حالات۔ لوگوں کی بے رخی پر تنبیہ اور پھر یاد خدا دلانے میں اپنی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

ساری تعریف[1] اس اللہ کے لیے ہے جو اپنی طاقت کی بنا پر بلند اور اپنے احسانات کی بنا پر بندوں سے قریب تر ہے۔ وہ ہر فائدہ اور فضل کا عطا کرنے والا اور ہر مصیبت اور رنج کا ٹالنے والا ہے۔ میں اس کی کرم نوازیوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بنا پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ وہی اول اور ظاہر ہے اور اسی سے ہدایت طلب کرتا ہوں کہ وہی قریب اور ہادی ہے۔ اسی سے مدد چاہتا ہوں کہ وہی قادر اور قاہر ہے۔ اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں کہ وہی کافی اور ناصر ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ انھیں پروردگار نے اپنے حکم کو نافذ کرنے، اپنی حجت کو تمام کرنے اور عذاب کی خبریں پیش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

بندگانِ خدا! میں تمھیں اس خدا سے ڈرنے کی دعوت دیتا ہوں جس نے تمھاری ہدایت کے لئے مثالیں بیان کی ہیں۔ تمھاری زندگی کے لئے مدت معین کی ہے۔ تمھیں مختلف قسم کے لباس پہنائے ہیں۔ تمھارے لئے اسباب معیشت کو فراواں کر دیا ہے۔ تمھارے اعمال کا مکمل احاطہ کر رکھا ہے اور تمھارے لئے جزا کا انتظام کر دیا ہے۔ تمھیں مکمل نعمتوں اور وسیع ترعطیوں سے نوازا ہے اور موثر دلیلوں کے ذریعہ عذاب آخرت سے ڈرایا ہے۔ تمھارے اعداد کو شمار کر لیا ہے اور تمھارے لئے اس امتحان گاہ اور مقام عبرت میں مدتیں معین کر دی ہیں۔ یہیں تمھارا امتحان لیا جائے گا اور اسی کے اقوال و اعمال پر تمھارا احساب کیا جائے گا۔

یاد رکھو اس دنیا کا سرچشمہ گندہ اور اس کا گھاٹ گل آلود ہے۔ اس کا منظر خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] یوں تو امیرالمومنینؑ کے کسی بھی خطبہ کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ یہ خطبہ "خطبۂ غرّاء" کہے جانے کے قابل ہے جس میں اس قدر حقائق و معارف اور معانی و مفاہیم کو جمع کر دیا گیا ہے کہ ان کا شمار کرنا بھی طاقت بشر سے بالاتر ہے۔

آغاز خطبہ میں مالک کائنات کے بظاہر دو متضاد صفات و کمالات کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنی طاقت کے اعتبار سے انتہائی بلند تر ہے لیکن اس کے بعد بھی بندوں سے دور نہیں ہے اس لیے کہ ہر آن اپنے بندوں پر ایسا کرم کرتا رہتا ہے کہ یہ کرم اسے بندوں سے قریب تر بنائے ہوئے ہے اور اسے دور نہیں ہونے دیتا ہے۔ لفظ "بحولہ" میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس کی بلندی کسی وسیلہ اور ذریعہ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ اپنی ذاتی طاقت اور قدرت کا نتیجہ ہے ورنہ اس کے علاوہ ہر ایک کی بلندی اس کے فضل و کرم سے وابستہ ہے اور اس کے بغیر بلندی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ اگر چاہے تو بندہ کو قاب قوسین کی منزلوں تک بلند کر دے "اسریٰ بعبدہٖ"۔ اور اگر چاہے تو "صاحب معراج" کے کاندھوں پر بلند کر دے "وعلیؑ واضع اقدامہ۔ فی محل وضع اللہ یدہ"۔

اس کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی بعثت کے تین بنیادی مقاصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس بعثت کا اصل مقصد یہ تھا کہ الٰہی احکام نافذ ہو جائیں۔ بندوں پر حجت تمام ہو جائے اور انھیں قیامت میں پیش آنے والے حالات سے قبل از وقت باخبر کر دیا جائے کہ یہ کام نمائندۂ پروردگار کے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے اور یہ خدائی نمائندگی کے فوائد میں سب سے عظیم تر فائدہ ہے جس کی بنا پر انسان رسالت الٰہیہ سے کسی وقت بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔

وَ يُوبِقُ مُخْبَرُهَا. غُرُورٌ حَائِلٌ، وَضَوْءٌ آفِلٌ، وَظِلٌّ زَائِلٌ، وَ سِنَادٌ مَائِلٌ، حَتّىٰ إِذَا أَنِسَ نَافِرُهَا، وَاطْمَأَنَّ نَاكِرُهَا، قَمَصَتْ بِأَرْجُلِهَا، وَقَنَصَتْ بِأَحْبُلِهَا(اجبلها)، وَأَقْصَدَتْ بِأَسْهُمِهَا، وَأَعْلَقَتِ الْمَرْءَ أَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ قَائِدَةً لَهُ إِلَى ضَنْكِ الْمَضْجَعِ، وَ وَحْشَةِ الْمَرْجِعِ، وَ مُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ وَ ثَوَابِ الْعَمَلِ، وَ كَذٰلِكَ الْخَلَفُ بِعَقْبِ السَّلَفِ، لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَاماً وَلَا يَرْعَوِي الْبَاقُونَ اجْتِرَاماً، يَحْتَذُونَ مِثَالاً، وَ يَمْضُونَ أَرْسَالاً، إِلَىٰ غَايَةِ الْانْتِهَاءِ، وَ صَيُّورِ الْفَنَاءِ.

بعد الموت البعث

حَتّىٰ إِذَا تَصَرَّمَتِ الْأُمُورُ، وَ تَقَضَّتِ الدُّهُورُ، وَأَزِفَ النُّشُورُ، أَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَائِحِ الْقُبُورِ، وَ أَوْكَارِ الطُّيُورِ، وَأَوْجِرَةِ السِّبَاعِ، وَ مَطَارِحِ الْمَهَالِكِ، سِرَاعاً إِلَىٰ أَمْرِهِ، مُهْطِعِينَ إِلَىٰ مَعَادِهِ، رَعِيلاً صُمُوتاً، قِيَاماً صُفُوفاً، يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، عَلَيْهِمْ لَبُوسُ الِاسْتِكَانَةِ، وَضَرَعُ الِاسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ. قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ، وَانْقَطَعَ الْأَمَلُ، وَهَوَتِ الْأَفْئِدَةُ كَاظِمَةً،

یوبق - ہلاک کرنے والا
حائل - فنا ہو جانے والا
آفل - بجھ جانے والا
سناد - سہارا - تکیہ
ناکر - نہ پہچاننے والا
قمص - دونوں پیر اٹھا کر پٹک دیا
قنص - شکار
احبل - جال
علقت - گردن میں پھندہ ڈال دیا
ضنک مضجع - تنگی مرقد
معاینۃ المحل - ثواب و عذاب کی منزل
ثواب العمل - معاوضہ عمل (جزا یا سزا)
خلف - بعد میں آنے والے
سلف - پہلے جانے والے
اختترام - زندوں کو یکسر تباہ کر دینا
لایرعوی - باز نہیں آتے ہیں
اجترام - گناہ کرنا
یحتذون مثالا - انھیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں
ارسال - رَسَل کی جمع ہے - جانوروں کا گلہ
صیور - انجام
نشور - قبروں سے اٹھنا
ضرائح - جمع ضریح - گوشہ قبر
اوجرہ - جمع وجار - سوراخ
مہطعین - تیزی سے بڑھتے ہوئے۔
رعیل - گھوڑوں کی ایک جماعت
ینفذہم البصر - نگاہ ان پر حاوی ہے
لبوس - لباس
استکانہ - خضوع
ضرع - کمزوری
ہوت الافئدۃ - امیدوں سے دل خالی ہوگئے
کاظمہ - ساکت و صامت

لیکن اندر کے حالات انتہائی درجہ خطرناک ہیں۔ یہ دنیا ایک مٹ جانے والا دھوکہ۔ ایک بجھ جانے والی روشنی۔ ایک ڈھل جانے والا سایہ اور ایک گرجانے والا سہارا ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا مانوس ہوجاتا ہے اور اسے بُرا سمجھنے والا مطمئن ہوجاتا ہے تو یہ اچانک اپنے پیروں کو پٹکنے لگتی ہے اور عاشق کو اپنے جال میں گرفتار کرلیتی ہے اور پھر اپنے تیروں کا نشانہ بنالیتی ہے۔ انسان کی گردن میں موت کا پھندہ ڈال دیتی ہے اور اسے کھینچ کر تنگیٔ مرقد اور وحشت منزل کی طرف لے جاتی ہے جہاں وہ اپنا ٹھکانہ دیکھ لیتا ہے اور اپنے اعمال کا معاوضہ حاصل کرلیتا ہے اور یوں ہی یہ سلسلہ نسلوں میں چلتا رہتا ہے کہ اولاد بزرگوں کی جگہ پر آجاتی ہے۔ نہ موت چیرہ دستیوں سے بازآتی ہے اور نہ آنے والے افراد گناہوں سے بازآتے ہیں۔ پُرانے لوگوں کے نقش قدم پر چلتے رہتے ہیں اور تیزی کے ساتھ اپنی آخری منزل انتہا و فنا کی طرف بڑھتے رہتے ہیں۔

یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہوجائیں گے اور تمام زمانے بیت جائیں گے اور قیامت کا وقت قریب آجائے گا تو انھیں قبروں کے گوشوں۔ پرندوں کے گھونسلوں۔ درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت کی منزلوں سے نکالا جائے گا۔ اس کے امر کی طرف تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے اور اپنی وعدہ گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے۔ گروہ در گروہ۔ خاموش۔ صف بستہ اور استادہ۔ نگاہ قدرت ان پر حاوی اور داعیِ الٰہی کی آواز ان کے کانوں میں۔ بدن پر بیچارگی کا لباس اور خود سپردگی و ذلت کی کمزوری غالب۔ تدبیریں گم۔ امیدیں منقطع۔ دل مایوس کن خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے

لے ایک ایک لفظ پر غور کیا جائے اور دنیا کی حقیقت سے آشنائی پیدا کی جائے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ ایک دھوکہ ہے جو رہنے والا نہیں ہے ایک روشنی ہے جو بجھ جانے والی ہے۔ ایک سایہ ہے جو ڈھل جانے والا ہے اور ایک سہارا ہے جو گرجانے والا ہے۔ انصاف سے بتاؤ کیا ایسی دنیا بھی دل لگانے کے قابل اور اعتبار کرنے کے لائق ہے۔ حقیقت امر یہ ہے کہ دنیا سے عشق و محبت صرف جہالت اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے ورنہ انسان اس کی حقیقت و بیوفائی سے باخبر ہوجائے تو طلاق دئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

قیامت یہ ہے کہ انسان دنیا کی بیوفائی۔ موت کی چیرہ دستی کا برابر مشاہدہ کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود کوئی عبرت حاصل کرنے والا نہیں ہے اور ہر آنے والا دور گذشتہ دور کا انجام دیکھنے کے بعد بھی اسی راستہ پر چل رہا ہے۔

یہ حقیقت عام انسانوں کی زندگی میں واضح نہ بھی ہو تو ظالموں اور ستمگروں کی زندگی میں صبح و شام واضح ہوتی رہتی ہے کہ ہر ستمگر اپنے پہلے والے ستمگروں کا انجام دیکھنے کے بعد بھی اسی راستہ پر چل رہا ہے اور ہر مسئلہ حیات کا حل ظلم و ستم کے علاوہ کسی اور چیز کو نہیں قرار دیتا ہے۔ خدا جانے ان ظالموں کی آنکھیں کب کھلیں گی اور یہ اندھا انسان کب بینا بنے گا۔

مولائے کائنات ہی نے سچ فرمایا تھا کہ "سارے انسان سو رہے ہیں جب موت آجائے گی تو بیدار ہوجائیں گے"۔ یعنی جب تک آنکھ کھلی رہے گی بند رہے گی اور جب بند ہوجائے گی تو کھل جائے گی ــ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ

وَ خَشَعَتِ ٱلْأَصْوَاتُ مُهَيْمِنَةً، وَأَلْجَمَ ٱلْعَرَقُ، وَعَظُمَ الشَّفَقُ، وَأُرْعِدَتِ ٱلْأَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِي إِلَىٰ فَصْلِ ٱلْخِطَابِ، وَ مُقَايَضَةِ ٱلْجَزَاءِ، وَ نَكَالِ ٱلْعِقَابِ، وَ نَوَالِ الثَّوَابِ.

تنبيه الخلق

عِبَادٌ مَخْلُوقُونَ ٱقْتِدَاراً، وَ مَرْبُوبُونَ ٱقْتِسَاراً، وَ مَقْبُوضُونَ ٱحْتِضَاراً، وَ مُضَمَّنُونَ أَجْدَاثاً، وَكَائِنُونَ رُفَاتاً وَ مَبْعُوثُونَ أَفْرَاداً وَ مَدِينُونَ جَزَاءً، وَ مُمَيَّزُونَ حِسَاباً قَدْ أُمْهِلُوا فِي طَلَبِ ٱلْمَخْرَجِ، وَ هُدُوا سَبِيلَ ٱلْمَنْهَجِ وَ عُمِّرُوا مَهَلَ ٱلْمُسْتَعْتَبِ، وَ كُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّيَبِ وَ خُلُّوا لِمِضْمَارِ ٱلْجِيَادِ (الخيار) وَ رَوِيَّةِ ٱلْاِرْتِيَادِ، وَ أَنَاةِ ٱلْمُقْتَبِسِ (المقتبين) ٱلْمُرْتَادِ (المتقين)، فِي مُدَّةِ ٱلْأَجَلِ، وَ مُضْطَرَبِ ٱلْمَهَلِ.

فضل التذكير

فَيَالَهَا أَمْثَالاً صَائِبَةً، وَ مَوَاعِظَ شَافِيَةً، لَوْ صَادَفَتْ قُلُوباً زَاكِيَةً، وَأَسْمَاعاً وَاعِيَةً، وَآرَاءً عَازِمَةً، وَ أَلْبَاباً حَازِمَةً! فَاتَّقُوا اللهَ تَقِيَّةَ مَنْ سَمِعَ فَخَشَعَ، وَٱقْتَرَفَ فَاعْتَرَفَ، وَ وَجِلَ فَعَمِلَ،

مہینہ - مخفی اور پوشیدہ
الجم العرق - اتنا پسینہ بہا کہ گویا منہ تک آگیا
شفق - خوف
ارعدت - لرز اٹھے
زبرة الداعی - پکارنے والے کی گرجدار آواز
فصل الخطاب - آخری فیصلہ
مقایضہ - معاوضہ
نکال - عذاب
مربوبون - مملوک
اقتسار - قہر و غلبہ
احتضار - وقت حضور ملائکہ
اجداث - جمع جَدَث (قبر)
رفات - خاک کا ڈھیر
مدین - جسے بدلہ دیا جائے
ممیزون - منزل حساب میں الگ الگ کر دیا جانا
منہج - واضح راستہ
مَہَل المستعتب - اتنی مہلت جس میں راضی کرنے والا راضی کر سکے
سدف - جمع سدفہ - تاریکی
ریب - جمع ریبہ - شبہ
مضمار الجیاد - وہ میدان عمل جہاں مقصد کے حصول کیلئے دوڑ لگائی جاتی ہے
رویۃ الارتیاد - مقصد و مدعا کے حاصل کرنے کیلئے غور و فکر سے کام لینا
اناۃ المقتبس المرتاد - اس شخص جیسا موقع جو ہاتھ میں روشنی لے کر اپنے گمشدہ مقصد کو تلاش کر رہا ہو۔
مضطرب - حرکت عمل کی مدت
صائبہ - درست اور صحیح
اقتراف - اکتساب
وجل - خوف

اور آوازیں دب کر خاموش ہوجائیں گی۔ پسینہ منہ میں لگام لگا دے گا اور خوف عظیم ہوگا۔ کان اس پکارنے والے کی آواز سے لرز اٹھیں گے جو آخری فیصلہ سنائے گا اور اعمال کا معاوضہ دینے اور آخرت کے عقاب یا ثواب کے حصول کے لئے آواز دے گا۔
تم وہ بندے[1] ہو جو اس کے اقتدار کے اظہار کے لئے پیدا ہوئے ہو اور اس کے غلبہ و تسلّط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے ہنگام ان کی روحیں قبض کرلی جائیں گی اور انھیں قبروں کے اندر چھپا دیا جائے گا۔ یہ خاک کے اندر مل جائیں گے اور پھر الگ الگ اٹھائے جائیں گے۔ انھیں اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور حساب کی منزل میں الگ الگ کر دیا جائے گا۔ انھیں دنیا میں عذاب سے نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کے لئے مہلت دی جاچکی ہے اور انھیں روشن راستہ کی ہدایت کی جاچکی ہے۔ انھیں مرضیٔ خدا کے حصول کا موقع بھی دیا جاچکاہے اور ان کی نگاہوں سے شک کے پردے بھی اٹھائے جاچکے ہیں۔ انھیں میدان عمل میں آزاد بھی چھوڑا جاچکاہے تاکہ آخرت کی دوڑ کی تیاری کرلیں اور سوچ سمجھ کر منزل کی تلاش کرلیں اور اتنی مہلت پالیں جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور آئندہ منزل کا سامان مہیا کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔
ہائے یہ کس قدر صحیح مثالیں[2] اور شفا بخش نصیحتیں ہیں اگر انھیں پاکیزہ دل، سننے والے کان، مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہوجائیں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اس شخص کی طرح جس نے نصیحتوں کو سنا تو دل میں خشوع پیدا ہوگیا اور گناہ کیا تو فوراً اعتراف کرلیا اور خوف خدا پیدا ہوا تو عمل شروع کر دیا۔

---

[1] انسان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نہ اس کی تخلیق اتفاقات کا نتیجہ ہے اور نہ اس کی زندگی اختیارات کا مجموعہ۔ وہ ایک خالق قدیر کی قدرت کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور ایک حکیم خبیر کے اختیارات کے زیر اثر زندگی گذار رہا ہے۔ ایک وقت آئے گا جب فرشتۂ موت اس کی روح قبض کرلیگا اور اسے زمین کے اوپر سے زمین کے اندر پہونچا دیا جائے گا اور پھر ایک دن تن تنہا قبر سے نکال کر منزل حساب میں لاکر کھڑا کر دیا جائے گا اور اسے اس کے اعمال کا مکمل معاوضہ دے دیا جائے گا اور یہ کام غیر عادلانہ نہیں ہوگا اس لئے کہ اسے دنیا میں عذاب سے بچنے اور رضائے خدا حاصل کرنے کی مہلت دی جاچکی ہے۔ اسے توبہ کا راستہ بھی بتایا جاچکاہے اور عمل کے میدان کی بھی نشاندہی کی جاچکی ہے اور اس کی نگاہوں سے شک کے پردے بھی اٹھائے جاچکے ہیں اور اسے میدان عمل میں دوڑنے کا موقع بھی دیا جاچکاہے۔ اسے اس انسان جیسی مہلت بھی دی جاچکی ہے جو روشنی میں اپنے مدعا کو تلاش کرتاہے کہ ایک طرف یہ بھی خطرہ رہتاہے کہ تیز رفتاری میں مقصد سے آگے نہ نکل جائے اور ایک طرف یہ بھی احساس رہتاہے کہ کہیں چراغ بجھ نہ جائے اور اس طرح اس کی روشنی انتہائی محتاط ہوتی ہے۔

[2] اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مالک کائنات کی بیان کی ہوئی مثالیں صائب و صحیح اور اس کی نصیحتیں صحت مند اور شفا بخش ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ کوئی نسخۂ شفا صرف نسخہ کی حد تک کارآمد نہیں ہوتاہے بلکہ اس کا استعمال کرنا اور استعمال کے ساتھ پرہیز کرنا بھی ضروری ہوتاہے اور انسانوں میں اسی شرط کی کمی ہے۔ نصیحتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے چار عناصر کا ہونا لازمی ہے۔ سننے والے کان ہوں۔ طیب و طاہر دل ہوں۔ رائے میں استحکام ہو اور فکر میں ہوشیاری ہو۔ یہ چاروں عناصر نہیں ہیں تو نصیحتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوسکتاہے اور عالم بشریت کی کمزوری یہی ہے کہ انھیں عناصر میں سے کوئی نہ کوئی عنصر کم ہوجاتاہے اور وہ مواعظ و نصائح کے اثرات سے محروم رہ جاتاہے۔

وَ حَاذَرَ فَبَادَرَ وَأَيْقَنَ فَأَحْسَنَ وَ عُبِّرَ فَاعْتَبَرَ
وَ حُذِّرَ فَحَذِرَ، وَ زُجِرَ فَازْدَجَرَ وَأَجَابَ فَأَنَابَ،
وَ رَاجَعَ (رجع) فَتَابَ، وَاقْتَدَىٰ فَاحْتَذَىٰ، وَ أُرِيَ فَرَأَىٰ،
فَأَسْرَعَ طَالِباً وَ نَجَا هَارِباً فَأَفَادَ ذَخِيرَةً، وَأَطَابَ
سَرِيرَةً، وَ عَمَّرَ مَعَاداً وَ اسْتَظْهَرَ زَاداً، لِيَوْمِ رَحِيلِهِ
وَ وَجْهِ سَبِيلِهِ وَ حَالِ حَاجَتِهِ، وَ مَوْطِنِ فَاقَتِهِ،
وَ قَدَّمَ أَمَامَهُ لِدَارِ مُقَامِهِ. فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ
جِهَةَ مَا خَلَقَكُمْ لَهُ، وَاحْذَرُوا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ
مِنْ نَفْسِهِ، وَاسْتَحِقُّوا مِنْهُ مَا أَعَدَّ لَكُمْ بِالتَّنَجُّزِ
لِصِدْقِ مِيعَادِهِ، وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهِ.

التذكير بضروب النعم

و منها: جَعَلَ لَكُمْ أَسْمَاعاً لِتَعِيَ مَا عَنَاهَا، وَأَبْصَاراً
لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا، وَأَشْلَاءً جَامِعَةً لِأَعْضَائِهَا، مُلَائِمَةً
لِأَحْنَائِهَا فِي تَرْكِيبِ صُوَرِهَا، وَ مُدَدِ عُمُرِهَا، بِأَبْدَانٍ
قَائِمَةٍ بِأَرْفَاقِهَا، وَ قُلُوبٍ رَائِدَةٍ (بائدة) لِأَرْزَاقِهَا،
فِي مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهِ، وَ مُوجِبَاتِ مِنَنِهِ، وَ حَوَاجِزِ (جوائز) عَافِيَتِهِ.
وَ قَدَّرَ لَكُمْ أَعْمَاراً سَتَرَهَا عَنْكُمْ، وَ خَلَّفَ لَكُمْ عِبَراً مِنْ آثَارِ
الْمَاضِينَ قَبْلَكُمْ، مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَ مُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ.
أَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُونَ الْآمَالِ، وَ شَذَّ بِهِمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْآجَالِ.
لَمْ يَمْهَدُوا فِي سَلَامَةِ الْأَبْدَانِ، وَ لَمْ يَعْتَبِرُوا فِي أُنُفِ الْأَوَانِ.
فَهَلْ يَنْتَظِرُ أَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ إِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ؟
وَ أَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ إِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ؟ وَ أَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَاءِ
إِلَّا آوِنَةَ (اوبة) الْفَنَاءِ؟ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ(زوال) و أُزُوفِ

بَادَرَ - عمل کی طرف سبقت کی
اعتبر - عبرت حاصل کی
ازدجر - برائیوں سے رک گیا
اناب - متوجہ ہوگیا
استظہر - مہیا کیا
کنہ - آخری حصہ
میعاد - وعدہ
معاد - قیامت
مَاعَنَاہا - ضروری اور اہم امور
جَلاء - آئینہ پر صیقل کرنا - روشن کرنا
عَشَا - اندھاپن
اشلاء - شِلو کی جمع ہے اعضاء و اطراف بدن
احناء - حِنو کی جمع ہے - بدن کے پیچ و خم
ارفاق - نرم حصے
رائدہ - ہادی
مجللات - عظیم نعمتیں
خلاق - نصیب
ارہقتہم - فوراً پکڑ لیا
شذّبہم - دور کر دیا
اُنُف - ابتدا
بَضَاضہ - نرمی اور تازگی
حوانی - حَنو کی جمع ہے - کجی
غضارہ - وسعت و راحت
آونہ - آزمنہ (جمع اوان)
زیال - فراق
اُزُوف - قرب

آخرت سے[1] ڈرا تو عمل کی طرف سبقت کی۔ قیامت کا یقین پیدا کیا تو بہترین اعمال انجام دیئے۔ عبرت دلائی گئی تو عبرت حاصل کر لی۔ خوف دلایا گیا تو ڈر گیا۔ روکا گیا تو رُک گیا۔ صدائے حق پر لبیک کہی تو اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور مُڑ کر آ گیا تو توبہ کر لی۔ بزرگوں کی اقتدا کی تو ان کے نقش قدم پر چلا منظر حق دکھایا گیا تو دیکھ لیا۔ طلب حق میں تیز رفتاری سے بڑھا اور باطل سے فرار کر کے نجات حاصل کر لی۔ اپنے لئے ذخیرۂ آخرت جمع کر لیا اور اپنے باطن کو پاک کر لیا۔ آخرت کے گھر کو آباد کیا اور زاد راہ کو جمع کر لیا اس دن کے لئے جس دن یہاں سے کوچ کرنا ہے اور آخرت کا راستہ اختیار کرنا ہے اور اعمال کا محتاج ہونا ہے اور محل فقر کی طرف جانا ہے اور ہمیشہ کے گھر کے لئے سامان آگے آگے بھیج دیا۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اس جہت کی غرض سے جس کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے اور اس کا خوف پیدا کرو اس طرح جس طرح اس نے تمھیں اپنے عظمت کا خوف دلایا ہے اور اس اجر کا استحقاق پیدا کرو جس کو اس نے تمھارے لئے مہیا کیا ہے اس کے سچے وعدہ کے پورا کرنے اور قیامت کے ہول سے بچنے کے مطالبہ کے ساتھ۔

اس نے تمھیں کان عنایت کئے ہیں تاکہ ضروری باتوں کو سنیں اور آنکھیں دی ہیں تاکہ بے بصری میں روشنی عطا کریں اور جسم کے وہ حصے دئے ہیں جو مختلف اعضاء کو سمیٹنے والے ہیں اور ان کے پیچ وخم کے لئے مناسب ہیں۔ صورتوں کی ترکیب اور عمروں کی مدت کے اعتبار سے ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ جو اپنے رزق کی تلاش میں رہتے ہیں اس کی عظیم ترین نعمتوں، احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے درمیان۔ اس نے تمھارے لئے وہ عمریں قرار دی ہیں جن کو تم سے مخفی رکھا ہے اور تمھارے لئے ماضی میں گذر جانے والوں کے آثار میں عبرتیں فراہم کر دی ہیں۔ وہ لوگ جو اپنے حظ ونصیب سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور ہر بندھن سے آزاد تھے لیکن موت نے انھیں امیدوں کی تکمیل سے پہلے ہی گرفتار کر لیا اور اجل کی ہلاکت سامانیوں نے انھیں حصول مقصد سے الگ کر دیا۔ انھوں نے بدن کی سلامتی کے وقت کوئی تیاری نہیں کی تھی اور ابتدائی اوقات میں کوئی عبرت حاصل نہیں کی تھی۔ تو کیا جوانی کی تر وتازہ عمر میں رکھنے والے بڑھاپے میں کمر جھک جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور کیا صحت کی تازگی رکھنے والے مصیبتوں اور بیماریوں کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں اور کیا بقا کی مدت رکھنے والے فنا کے وقت کے منتظر ہیں جب کہ وقت زوال قریب ہو گا اور انتقال کی ساعت نزدیک تر ہو گی۔

[1] ایک مردِ مومن کی زندگی کا حسین ترین اور پاکیزہ ترین نقشہ یہی ہے لیکن یہ الفاظ فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہونے کے لئے نہیں ہیں۔ زندگی پر منطبق کرنے کے لئے اور زندگی کا امتحان کرنے کے لئے ہیں کہ کیا واقعاً ہماری زندگی میں یہ حالات اور کیفیات پائے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہماری عاقبت بخیر ہے اور ہمیں نجات کی امید رکھنا چاہئے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہمیں اس دار عبرت میں گذشتہ لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور اب سے اصلاح دنیا وآخرت کے عمل میں لگ جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ موت اچانک نازل ہو جائے اور وصیت کرنے کا موقع بھی فراہم نہ ہو سکے۔ کتنا بلیغ فقرہ ہے مولائے کائنات کا کہ گذشتہ لوگ ہر قید وبند اور ہر پابندیٔ حیات سے آزاد ہو گئے لیکن موت کے چنگل سے آزاد نہ ہو سکے اور اس نے بالآخر انھیں گرفتار کر لیا اور ان کی وعدہ گاہ تک پہونچا دیا۔

پھر جوانی میں یہ خیال کہ ضعیفی میں عمل یا توبہ کر لیں گے یہ بھی ایک وسوسۂ شیطانی ہے۔ ورنہ فرصت عمل اور ہنگام کار جوانی ہی کا زمانہ ہے۔ ضعیفی میں کام کرنے کا حوصلہ ایک وہم و مغالطہ ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ رب کریم ہر مومن کو ایسے اوہام اور وسوسوں سے محفوظ رکھے۔!

الِانْتِقَالِ، وَعَلَزِ الْقَلَقِ، وَأَلَمِ الْمَضَضِ، وَغُصَصِ الْجَرَضِ، وَتَلَفُّتِ الِاسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَالْأَقْرِبَاءِ، وَالْأَعِزَّةِ وَالْقُرَنَاءِ! فَهَلْ دَفَعَتِ الْأَقَارِبُ، أَوْ نَفَعَتِ النَّوَاحِبُ وَقَدْ غُودِرَ فِي مَحَلَّةِ الْأَمْوَاتِ رَهِيناً وَفِي ضِيقِ الْمَضْجَعِ وَحِيداً قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَامُّ جِلْدَتَهُ، وَأَبْلَتِ النَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ وَعَفَتِ الْعَوَاصِفُ آثَارَهُ وَمَحَا الْحَدَثَانِ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ الْأَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا، وَالْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا، وَالْأَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقَلِ أَعْبَائِهَا، مُوقِنَةً بِغَيْبِ أَنْبَائِهَا، لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّئِ زَلَلِهَا! أَوَلَسْتُمْ أَبْنَاءَ الْقَوْمِ وَالْآبَاءَ وَإِخْوَانَهُمْ وَالْأَقْرِبَاءَ؟ تَحْتَذُونَ أَمْثِلَتَهُمْ وَتَرْكَبُونَ قِدَّتَهُمْ وَتَطَؤُونَ جَادَّتَهُمْ؟! فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا، لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا، سَالِكَةٌ فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا! كَأَنَّ الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا، وَكَأَنَّ الرُّشْدَ فِي إِحْرَازِ دُنْيَاهَا.

التحذير من هول الصراط

وَاعْلَمُوا أَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ (سراط) وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ وَأَهَاوِيلِ زَلَلِهِ، وَتَارَاتِ أَهْوَالِهِ؛ فَاتَّقُوا اللهَ عِبَادَ اللهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ، وَأَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ، وَأَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ، وَأَظْمَأَ الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ، وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَأَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ، وَقَدَّمَ الْخَوْفَ لِأَمَانِهِ (ابانه)، وَتَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ أَقْصَدَ الْمَسَالِكِ إِلَى

...بیبی اور اضطراب
مضض - رنج وغم کا دل تک پہنچ جانا
جرض - لعاب دہن
نواحب - ناحبہ کی جمع - بلند آواز سے رونے والیاں
غُودر - چھوڑ دیا گیا
رہیناً - قیدی
ہوام - سانپ - بچھو
نواہک - جمع ناہک - بدن کو بوسیدہ کرنے والی
عَفَت - مٹا دیا
الحدثان - مصدر ہے - حوادث
معالم - جمع معلم - نشان منزل
شجبہ - ہلاک ہونے والے
بضہ - ترو تازہ
نخرہ - بوسیدہ
اعباء - جمع عبء - بوجھ
لاتستعتب - رضامندی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا ہے
زلل - لغزش
قدّہ - طریقہ
کان المعنی - گویا احکام شرعیہ کا مخاطب
مجاز - مصدر میمی ہے - گذرنا
دحض - سامان کا اٹ جانا
تارات - دفعات
انصب - تھکا دیا
اسہر - بیدار بنا دیا
ہواجر - جمع ہاجرہ دوپہر کی گرمی
ظلف - روک دیا
اوجف - تیز رفتاری سے چلا
تنکب - کنارہ کش ہو گیا
مخالج - پُرکشش ٹیڑھے راستے
وضح - شاہراہ
اقصد المسالک - سب سے سیدھا راستہ

اور بستر مرگ پر قلق کی بیچینیاں[1] اور سوز و تپش کا رنج و الم اور لعاب دہن کے پھندے ہوں گے اور وہ ہنگام ہوگا جب انسان اقربا۔ اولاد۔ اعزا۔ احباب سے مدد طلب کرنے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہوگا۔ تو کیا آجتک کبھی اقربا نے موت کو دفع کردیا ہے یا فریاد کسی کے کام آئی ہے ؟ ہرگز نہیں۔ مرنے والے کو تو قبرستان میں گرفتار کردیا گیا ہے اور تنگی قبر میں تنہا چھوڑ دیا گیا ہے اس عالم میں کہ کیڑے مکوڑے اس کی جلد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور پامالیوں نے اس کے جسم کی تازگی کو بوسیدہ کردیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار کو مٹا دیا ہے اور روزگار کے حادثات نے اس کے نشانات کو محو کردیا ہے۔ جسم تازگی کے بعد ہلاک ہوگئے ہیں اور ہڈیاں طاقت کے بعد بوسیدہ ہوگئی ہیں۔ روحیں اپنے بوجھ کی گرانی میں گرفتار ہیں اور اب غیب کی خبروں کا یقین آگیا ہے۔ اب نہ نیک اعمال میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ بدترین لغزشوں کی معافی طلب کی جاسکتی ہے۔

تو کیا تم لوگ انھیں آباء و اجداد کی اولاد نہیں ہو اور کیا انھیں کے بھائی بندے نہیں ہو کہ پھر انھیں کے نقش قدم پر چلے جارہے ہو اور انھیں کے طریقہ کو اپنائے ہوئے ہو اور انھیں کے راستہ پر گامزن ہو ؟ ۔ حقیقت یہ ہے کہ دل اپنا حصہ حاصل کرنے میں سخت ہوگئے ہیں اور راہ ہدایت سے غافل ہوگئے ہیں، غلط میدانوں میں قدم جمائے ہوئے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کا مخاطب ان کے علاوہ کوئی اور ہے اور شائد ساری عقلمندی دنیا ہی کے جمع کرلینے میں ہے۔

یاد رکھو تمھاری گذرگاہ صراط اور اس کی ہلاکت خیز لغزشیں ہیں۔ تمھیں ان لغزشوں کے ہولناک مراحل اور طرح طرح کے خطرناک منازل سے گذرنا ہے۔ اللہ کے بندو ! اللہ سے ڈرو۔ اُس طرح جس طرح وہ صاحب عقل ڈرتا ہے جس کے دل کو فکر آخرت نے مشغول کرلیا ہو اور اس کے بدن کو خوف خدا نے خستہ حال بنا دیا ہو اور شب بیداری نے اس کی بچی کھچی نیند کو بھی بیداری میں بدل دیا ہو اور امیدوں نے اس کے دل کی تپش کو پیاس میں گذار دیا ہو اور زہد نے اس کے خواہشات کو پیروں تلے روند دیا ہو اور ذکر خدا اس کی زبان پر تیزی سے دوڑ رہا ہو اور اس نے قیامت کے امن و امان کے لئے یہیں خوف کا راستہ اختیار کرلیا ہو اور سیدھی راہ پر چلنے کے لئے ٹیڑھی راہوں سے کترا کر چلا ہو اور مطلوبہ راستہ تک پہونچنے کے لئے معتدل ترین راستہ اختیار کیا ہو،

[1] ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان جب دنیا کے تمام مشاغل تمام کرکے بستر پر آئے تو اس خطبہ کی تلاوت کرے اور اس کے مضامین پر غور کرے۔ پھر اگر ممکن ہو تو کمرہ کی روشنی گل کرکے دروازہ بند کرکے قبر کا تصور پیدا کرے اور یہ سوچے کہ اگر اس وقت کسی طرح سانپ، بچھو حملہ آور ہوجائیں اور کمرہ کی آواز باہر نہ جاسکے اور دروازہ کھول کر بھاگنے کا امکان بھی نہ ہو تو انسان کیا کرے گا اور اس مصیبت سے کس طرح نجات حاصل کرے گا۔ شائد یہی تصور اسے قبر کے بارے میں سوچنے اور اس کے ہولناک مناظر سے بچنے کے راستے نکالنے پر آمادہ کرسکے۔ ورنہ دنیا کی رنگینیاں ایک لمحہ کے لئے بھی آخرت کے بارے میں سوچنے کا موقع نہیں دیتی ہیں اور کسی نہ کسی وہم میں مبتلا کرکے نجات کا یقین دلا دیتی ہیں اور پھر انسان اعمال سے یکسر غافل ہوجاتا ہے۔

النَّهْجِ الْمَطْلُوبِ؛ وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلاتُ الْغُرُورِ، وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْأُمُورِ، ظَافِراً بِفَرْحَةِ الْبُشْرَىٰ، وَ رَاحَةِ النُّعْمَىٰ، فِي أَنْعَمِ نَوْمِهِ، وَ آمَنِ يَوْمِهِ. وَ قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ حَمِيداً وَ قَدَّمَ زَادَ (ذات) الْآجِلَةِ سَعِيداً وَ بَادَرَ مِنْ وَجَلٍ وَأَكْمَشَ فِي مَهَلٍ، وَ رَغِبَ فِي طَلَبٍ وَ ذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ، وَ رَاقَبَ فِي يَوْمِهِ غَدَهُ وَ نَظَرَ قُدُماً أَمَامَهُ. فَكَفَىٰ بِالْجَنَّةِ ثَوَاباً وَ نَوَالاً وَ كَفَىٰ بِالنَّارِ عِقَاباً وَ وَبَالاً! وَ كَفَىٰ بِاللهِ مُنْتَقِماً وَ نَصِيراً! وَ كَفَىٰ بِالْكِتَابِ حَجِيجاً وَ خَصِيماً!

الوصية بالتقوى

أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ الَّذِي أَعْذَرَ بِمَا أَنْذَرَ، وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ، وَ حَذَّرَكُمْ عَدُوّاً نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيّاً، وَ نَفَثَ فِي الْآذَانِ نَجِيّاً، فَأَضَلَّ وَأَرْدَىٰ وَ وَعَدَ فَمَنَّىٰ، وَ زَيَّنَ سَيِّئَاتِ (السيات) الْجَرَائِمِ، وَ هَوَّنَ مُوبِقَاتِ الْعَظَائِمِ، حَتَّىٰ إِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِينَتَهُ، وَ اسْتَغْلَقَ رَهِينَتَهُ، أَنْكَرَ مَا زَيَّنَ، وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ، وَ حَذَّرَ مَا أَمَّنَ.

و منها في صفة خلق الانسان

أَمْ هٰذَا الَّذِي أَنْشَأَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَ شُغُفِ الْأَسْتَارِ، نُطْفَةً دِهَاقاً (دفاقا، دماقا) وَعَلَقَةً مِحَاقاً وَ جَنِيناً وَ رَاضِعاً وَ وَلِيداً وَ يَافِعاً ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْباً حَافِظاً وَلِسَاناً لَافِظاً، وَ بَصَراً لَاحِظاً، لِيَفْهَمَ مُعْتَبِراً وَيُقَصِّرَ مُزْدَجِراً حَتَّىٰ إِذَا قَامَ اعْتِدَالُهُ وَ اسْتَوَىٰ مِثَالُهُ، نَفَرَ مُسْتَكْبِراً، وَ خَبَطَ سَادِراً، مَاتِحاً فِي غَرْبِ

لم تفتلہ ۔ اسے واپس نہ کرسکی
فاتلات ۔ بھلانے والی خواہشات
لم تعم علیہ ۔ اس پر پوشیدہ نہیں ہوئے
نعمیٰ ۔ وسعت عیش
عاجلہ ۔ دنیا
بادر من وجل ۔ خوف عذاب میں عمل کیا
اکمش ۔ تیز رفتاری سے عمل کیا
قُدُم ۔ آگے بڑھنا
حجیجا و خصیما ۔ جو مخالف پر اپنے مدعا کو ثابت کرے
نجی ۔ جس سے آہستہ بات کی جائے
قرینہ ۔ نفس امارہ جس کے ساتھ ہمیشہ شیطان رہتا ہے
استدرج ۔ دھیرے دھیرے لپیٹ میں لے لینا
انکر ما زین ۔ گمراہ کرنے کے بعد بیزاری شروع کردی
شُغُف ۔ جمع شغاف ۔ غلاف قلب
دہاق ۔ اچھلنے والا
محاقا ۔ جس میں ہر شکل و صورت محو ہوجائے
یافع ۔ ۱۰ سال کے قریب کا جوان
سادر ۔ متحیر
متح الماء ۔ ڈول سے پانی نکالا
غرب ۔ ڈول

① انسان کی صورت حال یہ ہے کہ اس کے سامنے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔ نہ جنت سے بہتر کوئی راحت کی جگہ ہے اور نہ جہنم سے بدتر کوئی مصیبت کی جگہ۔ وہ ایک دوراہے پر کھڑا ہے لیکن اس کی مشکل یہ ہے کہ کتاب خدا اس کی خلاف بیان دینے کے لئے تیار ہے کہ میں نے سارے احکام واضح طور پر بیان کردیے تھے لیکن اس شخص نے میرے کسی حکم پر عمل نہیں کیا اور پروردگار بھی جہاں بہترین مددگار ہے وہیں سخت ترین انتقام لینے والا بھی ہے۔ ایسی صورت حال میں انسان کس طرح عذاب سے نجات پائے گا اور کس طرح جنت کا استحقاق پیدا کرے گا۔ یہ ایک لمحہ فکریہ ہے جس کے بارے میں ہر انسان کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا پڑے گا۔

نہ خوش فریبیوں نے اس میں اضطراب پیدا کیا ہو اور نہ مشتبہ امور نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو۔ بشارت کی مسرت اور نعمتوں کی راحت حاصل کرلی ہو۔ دنیا کی گذرگاہ سے قابل تعریف انداز سے گذر جائے اور آخرت کا زاد راہ نیک بختی کے ساتھ آگے بھیجدے۔ وہاں کے خطرات کے پیش نظر عمل میں سبقت کی اور مہلت کے اوقات میں تیز رفتاری سے قدم بڑھایا۔ طلب آخرت میں رغبت کے ساتھ آگے بڑھا اور برائیوں سے مسلسل فرار کرتا رہا۔ آج کے دن کل پر نگاہ رکھی اور ہمیشہ اگلی منزلوں کو دیکھتا رہا۔ یقیناً ثواب اور عطا کیلئے جنت اور عذاب و وبال کے لئے جہنم سے بالاتر کیا ہے اور پھر خدا سے بہتر مدد کرنے والا اور انتقام لینے والا کون ہے اور قرآن کے علاوہ حجت اور سند کیا ہے(۱)

بندگان خدا! میں تمھیں اس خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے ڈرانے والی اشیاء کے ذریعہ عذر کا خاتمہ کردیا ہے اور راستہ دکھا کر حجت تمام کردی ہے۔ تمھیں اس دشمن(۱) سے ہوشیار کردیا ہے جو خاموشی سے دلوں میں نفوذ کرجاتا ہے اور چپکے سے کان میں پھونک دیتا ہے اور اس طرح گمراہ اور ہلاک کردیتا ہے اور وعدہ کرکے امیدوں میں مبتلا کردیتا ہے۔ بدترین جرائم کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے اور مہلک گناہوں کو آسان بنادیتا ہے۔ یہانتک کہ جب اپنے ساتھی نفس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اپنے قیدی کو باقاعدہ گرفتار کرلیتا ہے تو جس کو خوبصورت بنایا تھا اسی کو منکر بنا دیتا ہے اور جسے آسان بنایا تھا اسی کو عظیم کہنے لگتا ہے اور جس کی طرف سے محفوظ بنا دیا تھا اسی سے ڈرانے لگتا ہے۔

ذرا اس مخلوق کو دیکھو جسے بنانے والے نے رحم کی تاریکیوں اور متعدد پردوں کے اندر یوں بنایا کہ اچھلتا ہوا نطفہ تھا پھر منجمد خون بنا۔ پھر جنین بنا۔ پھر رضاعت کی منزل میں آیا پھر طفل نوخیز بنا پھر جوان ہوگیا اور اس کے بعد مالک نے اسے محفوظ کرنے والا دل، بولنے والی زبان، دیکھنے والی آنکھ عنایت کردی تاکہ عبرت کے ساتھ سمجھ سکے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے۔ لیکن جب اس کے اعضاء میں اعتدال پیدا ہوگیا اور اس کا قد و قامت اپنی منزل تک پہونچ گیا تو غرور و تکبر سے اکڑ گیا اور اندھے پن کے ساتھ بھٹکنے لگا اور ہوا و ہوس کے ڈول بھر بھر کر کھینچنے لگا۔

(۱) پروردگار کا کرم ہے کہ اس نے قرآن مجید میں بار بار قصۂ آدمؑ و ابلیس کو دہرا کر اولاد آدمؑ کو متوجہ کردیا ہے کہ یہ تمھارے بابا آدمؑ کا دشمن تھا اور اسی نے انھیں جنت کی خوشگوار فضاؤں سے نکالا تھا اور پھر جب سے بارگاہ الٰہی سے نکالا گیا ہے مسلسل اولاد آدمؑ سے انتقام لینے پر تلا ہوا ہے اور ایک لمحۂ فرصت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ گناہوں کے وقت گناہوں کو معمولی اور مزین بنا دیتا ہے۔ اس کے بعد جب انسان ان کا ارتکاب کرلیتا ہے تو اس کے ذہنی کرب کو بڑھانے کے لئے گناہ کی اہمیت و عظمت کا احساس دلاتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے اسے چین سے نہیں بیٹھنے دیتا ہے۔

(۲) مالک کائنات کے کروڑوں احسانات میں سے یہ تین احسانات ایسے ہیں کہ اگر یہ نہ ہوتے تو انسان کا وجود جانوروں سے بدتر ہوکر رہ جاتا اور انسان کسی قیمت پر اشرف مخلوقات کہے جانے کے قابل نہ ہوتا۔

مالک نے پہلا کرم یہ کیا کہ دنیا کے حالات سے باخبر بنانے کے لئے آنکھیں دے دیں۔ اس کے بعد اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کیلئے زبان دے دی اور پھر معلومات سے کسی وقت بھی فائدہ اٹھانے کے لئے حافظہ دے دیا ورنہ یہ حافظہ نہ ہوتا تو بار بار اشیاء کا سامنے آنا ناممکن ہوتا اور انسان صاحب علم ہونے کے بعد بھی جاہل ہی رہ جاتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

هَوَاهُ، كَادِحاً سَعْياً لِدُنْيَاهُ، فِي لَذَّاتِ طَرَبِهِ،
وَ بَدَوَاتِ أَرَبِهِ، ثُمَّ لَا يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً،
وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً؛ فَمَاتَ فِي فِتْنَتِهِ غَرِيراً
وَ عَاشَ فِي هَفْوَتِهِ يَسِيراً (اسيراً) لَمْ يُفِدْ
عِوَضاً (غرضاً) وَلَمْ يَقْضِ مُفْتَرَضاً. دَهِمَتْهُ
فَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِي غُبَّرِ (غبر) جِمَاحِهِ.
وَ سَنَنِ مِرَاحِهِ، فَظَلَّ سَادِراً، وَ بَاتَ سَاهِراً
فِي غَمَرَاتِ الْآلَامِ، وَ طَوَارِقِ الْأَوْجَاعِ
وَالْأَسْقَامِ، بَيْنَ أَخٍ شَقِيقٍ، وَ وَالِدٍ شَفِيقٍ،
وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ جَزَعاً، وَلَادِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقاً
وَالْمَرْءُ فِي سَكْرَةٍ مُلْهِثَةٍ وَ غَمْرَةٍ كَارِثَةٍ
وَ أَنَّةٍ مُوجِعَةٍ وَ جَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ، وَ سَوْقَةٍ مُتْعِبَةٍ.
ثُمَّ أُدْرِجَ فِي أَكْفَانِهِ مُبْلِساً (مبلساً) وَجُذِبَ مُنْقَاداً
سَلِساً ثُمَّ أُلْقِيَ عَلَى الْأَعْوَادِ رَجِيعَ وَصَبٍ، وَ نِضْوَ
سَقَمٍ، تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ، وَحَشَدَةُ الْإِخْوَانِ،
إِلَى دَارِ غُرْبَتِهِ، وَ مُنْقَطَعِ زَوْرَتِهِ وَ مُفْرَدِ
وَحْشَتِهِ حَتَّى إِذَا انْصَرَفَ الْمُشَيِّعُ، وَ رَجَعَ
الْمُتَفَجِّعُ (متفجع) أُقْعِدَ فِي حُفْرَتِهِ نَجِيّاً لِبَهْتَةِ
السُّؤَالِ وَ عَثْرَةِ الِامْتِحَانِ. وَ أَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ
بَلِيَّةً نُزُولُ الْحَمِيمِ، وَ تَصْلِيَةُ الْجَحِيمِ وَ فَوْرَاتُ
السَّعِيرِ وَ سَوْرَاتُ الزَّفِيرِ (السعير)، لَافَتْرَةٌ مُرِيحَةٌ
وَلَا دَعَةٌ مُزِيحَةٌ وَلَا قُوَّةٌ حَاجِزَةٌ وَ لَامَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ،
وَلَا سِنَةٌ مُسَلِّيَةٌ، بَيْنَ أَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ،
وَ عَذَابِ السَّاعَاتِ! إِنَّا بِاللهِ عَائِذُونَ!

كادح ۔ بے پناہ کوشش کرنے والا۔
بدوات ۔ جو مرغوب شے سامنے آجائے
رزیۃ ۔ مصیبت
تقیہ ۔ خوف خدا
غریر ۔ مغرور ۔ فریب خوردہ
ہفوات ۔ بیہودہ باتیں
لم یفد ۔ لم یستفد ۔ کوئی فائدہ حاصل
نہیں کیا
دَھَمَتہُ ۔ ڈھانپ لیا
غبر جماح ۔ بچی کھچی سرکشی
سنن ۔ راستہ ۔ طریقہ
سادر ۔ متحیر
لادمہ ۔ سینہ کوٹنے والی
غمرہ ۔ شدت
انۃ ۔ درد کی چیخ
جذبہ مکربہ ۔ وقت احتضار سانس
کا کھینچاؤ
سوقہ ۔ نزع روح میں سرعت
ابلس ۔ مایوس ہوگیا
سلس ۔ آسان
رجیع ۔ مسلسل سفر سے درماندہ
نضو ۔ لاغر
حفدہ ۔ مددگار (اولاد)
حشدہ ۔ مدد میں تیزی کرنے والے
بہتۃ السوال ۔ وقت سوال کی بیخودی
عثرۃ ۔ لغزش
حمیم ۔ کھولتا پانی
تصلیہ ۔ جلانا (داخلہ جہنم)
سورہ ۔ شدت
زفیر ۔ شعلہ کی آواز
فترہ ۔ لمحہ سکون
دعہ ۔ راحت
ناجزہ ۔ حاضر
سنہ ۔ اونگھ
اطوار الموتات ۔ قسم قسم کی موت

طرب کی لذّتوں اور خواہشات کی تمناؤں میں دنیا کے لئے انتھک کوشش کرنے لگا۔ نہ کسی مصیبت کا خیال رہ گیا اور نہ کسی خوف و خطر کا اثر رہ گیا۔ فتنوں کے درمیان فریب خوردہ مر گیا اور مختصر سی زندگی کو بیہودگیوں میں گذار گیا۔ نہ کسی اجر کا انتظام کیا اور نہ کسی فریضہ کو ادا کیا۔ اسی باقیماندہ سرکشی کے عالم میں مرگ بار مصیبتیں اس پر ٹوٹ پڑیں اور وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ اب راتیں جاگنے میں گذر رہی تھیں کہ شدید قسم کے آلام تھے اور طرح طرح کے امراض و اسقام۔ جب کہ حقیقی بھائی اور مہربان باپ اور فریاد کرنے والی ماں اور اضطراب سے سینہ کوبی کرنے والی بہن بھی موجود تھی لیکن انسان سکرات موت کی مدہوشیوں۔ شدید قسم کی بدحواسیوں۔ دردناک قسم کی فریادوں اور کرب انگیز قسم کی نزع کی کیفیتوں اور تھکا دینے والی شدّتوں میں مبتلا تھا۔

اس کے بعد اسے مایوسی کے عالم میں کفن میں لپیٹ دیا گیا اور وہ نہایت درجہ آسانی اور خود سپردگی کے ساتھ کھینچا جانے لگا اس کے بعد اسے تختہ پر لٹا دیا گیا اس عالم میں کہ خستہ حال اور بیماریوں سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اولاد اور برادری کے لوگ اسے اٹھا کر اس گھر کی طرف لے جا رہے تھے جو غربت کا گھر تھا اور جہاں ملاقاتوں کا سلسلہ بند تھا اور تنہائی کی وحشت کا دور دورہ تھا یہاں تک کہ جب مشایعت کرنے والے واپس آگئے اور گریہ و زاری کرنے والے پلٹ گئے تو اسے قبر میں دوبارہ اٹھا کر بٹھا دیا گیا سوال و جواب کی دہشت اور امتحان کی لغزشوں کا سامنا کرنے کے لئے۔ اور وہاں کی سب سے بڑی مصیبت تو کھولتے ہوئے پانی کا نزول اور جہنم کا ورود ہے جہاں آگ بھڑک رہی ہوگی اور شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ نہ کوئی راحت کا وقفہ ہوگا اور نہ سکون کا لمحہ۔ نہ کوئی طاقت عذاب کو روکنے والی ہوگی اور نہ کوئی موت سکون بخش ہوگی۔ حد یہ ہے کہ کوئی تسلّی بخش نیند بھی نہ ہوگی۔ طرح طرح کی موتیں ہوں گی اور دمبدم کا عذاب۔ بیشک ہم اس منزل پر پروردگار کی پناہ کے طلبگار ہیں۔

لہ ہائے رے انسان کی بیکسی۔ ابھی غفلت کا سلسلہ تمام نہ ہوا تھا اور لذّت اندوزیِ حیات کا تسلسل قائم تھا کہ اچانک حضرت ملک الموت نازل ہو گئے اور ایک لمحہ کی مہلت دیئے بغیر لیجانے کے لئے تیار ہو گئے۔ انسان صحرا بیابان اور ویرانہ دشت و جبل میں نہیں ہے گھر کے اندر ہے۔ اِدھر اولاد اُدھر احباب۔ اِدھر مہربان باپ اُدھر سر و سینہ پیٹنے والی ماں۔ اِدھر حقیقی بھائی اُدھر قربان ہونے والی بہن۔ لیکن کوئی کرب موت کے لمحہ میں تخفیف بھی نہیں کرا سکتا ہے اور نہ مرنے والے کے کسی کام آسکتا ہے بلکہ اس سے زیادہ کربناک یہ منظر ہے کہ اس کے بعد اپنے ہی ہاتھوں سے کفن میں لپیٹا جا رہا ہے اور سانس لینے کے لئے بھی کوئی راستہ نہیں چھوڑا جا رہا ہے اور پھر نہایت درجہ ادب و احترام سے قبر کے اندھیرے میں ڈال کر چاروں طرف سے بند کر دیا جاتا ہے کہ کوئی سوراخ بھی نہ رہنے پائے اور ہوا یا روشنی کا گذر بھی نہ ہونے پائے۔

کسی کے منھ سے نہ نکلا ہمارے دفن کے وقت
کہ خاک ان پہ نہ ڈالو یہ ہیں نہائے ہوئے

اور اتنا ہی نہیں بلکہ حضرات خود بھی خاک ڈالنے ہی کو محبت کی علامت اور دوستی کے حق کی ادائیگی تصور کر رہے ہیں:

مٹھیوں میں خاک لے کر دوست آئے وقتِ دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

-انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

عِبَادَاللهِ، أَيْنَ الَّذِينَ عُمِّرُوا فَنَعِمُوا، وَ عُلِّمُوا فَفَهِمُوا، وَأُنْظِرُوا فَلَهَوْا، وَسُلِّمُوا فَنَسُوا! أُمْهِلُوا طَوِيلاً وَ مُنِحُوا جَمِيلاً وَ حُذِّرُوا أَلِيماً، وَ وُعِدُوا جَسِيماً(جميلا)! احْذَرُوا الذُّنُوبَ الْمُوَرِّطَةَ وَالْعُيُوبَ الْمُسْخِطَةَ.

أُولِي الْأَبْصَارِ وَالْأَسْمَاعِ، وَالْعَافِيَةِ وَالْمَتَاعِ، هَلْ مِنْ مَنَاصٍ أَوْ خَلَاصٍ. أَوْ مَعَاذٍ أَوْ مَلَاذٍ، أَوْ فِرَارٍ أَوْ مَحَارٍ! أَمْ لَا؟ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ! أَمْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ! أَمْ بِمَاذَا تَغْتَرُّونَ! وَ إِنَّمَا حَظُّ أَحَدِكُمْ مِنَ الْأَرْضِ، ذَاتِ الطُّولِ وَالْعَرْضِ، قِيدُ قَدِّهِ، مُتَعَفِّراً عَلَىٰ خَدِّهِ! الْآنَ عِبَادَاللهِ وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ، وَالرُّوحُ مُرْسَلٌ، فِي فَيْنَةِ الْإِرْشَادِ، وَرَاحَةِ الْأَجْسَادِ، وَ بَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ، وَمَهَلِ الْبَقِيَّةِ، وَأُنُفِ الْمَشِيَّةِ، وَإِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَانْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ، قَبْلَ الضَّنْكِ وَالْمَضِيقِ، وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوقِ، وَ قَبْلَ قُدُومِ الْغَائِبِ الْمُنْتَظَرِ وَإِخْذَةِ الْعَزِيزِ الْمُقْتَدِرِ.

قال الشريف: و في الخبر: أنه لما خطب بهذه الخطبة اقشعرت لها الجلود، و بكت العيون، ورجفت القلوب. و من الناس من يسمي هذه الخطبة: «الغراء».

٨٤

و من خطبة له ﴿ع﴾

في ذكر عمرو بن العاص

عَجَباً لِابْنِ النَّابِغَةِ![①] يَزْعُمُ لِأَهْلِ الشَّامِ أَنَّ فِيَّ دُعَابَةً، وَ أَنِّي امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ: أُعَافِسُ وَ أُمَارِسُ! لَقَدْ قَالَ بَاطِلاً، وَ نَطَقَ آثِماً. أَمَا- وَ شَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ- إِنَّهُ لَيَقُولُ فَيَكْذِبُ، وَ يَعِدُ فَيُخْلِفُ وَ يُسْأَلُ فَيَبْخَلُ، وَ يَسْأَلُ فَيُلْحِفُ، وَ يَخُونُ الْعَهْدَ، وَ يَقْطَعُ الْإِلَّ؛ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَأَيُّ زَاجِرٍ وَ آمِرٍ هُوَ! مَا لَمْ تَأْخُذِ

مورطہ ۔ ہلاک
مناص ۔ چھٹکارا
محار ۔ دنیا میں واپسی
قید قد ۔ مقدار قامت
متعفراً ۔ خاک آلود
خناق ۔ گلے کا پھندہ
اہمال ۔ ڈھیلا ہونا
فینہ ۔ وقت
باحہ ۔ صحن
انف ۔ ابتدا ء
حوبہ ۔ حاجت
انفساح ۔ وسعت
ضنک ۔ شدت
روع ۔ خوف
زہوق ۔ اضمحلال
غالب منتظر ۔ موت
نابغہ ۔ وہ عورت جو بدکاری میں شہرت رکھتی ہو
دعابہ ۔ مزاح
تلعابہ ۔ کھیل کود میں لگا رہنے والا
معافسہ ۔ ہنسی مذاق کرنا
الحاف ۔ اصرار
الّ ۔ قرابت

① عمرو عاص کی ماں جاہلیت میں کافی شہرت رکھتی تھی اس لئے اسے ابن النابغہ کہا گیا ہے اور اس کا کردار بھی اس کے نسب کی بہترین دلیل تھا کہ اتنا بڑا جھوٹ کوئی صحیح نسب والا نہیں بول سکتا ہے ۔

مصادر خطبہ ۸۴ عیون الاخبار ۳ ص ۱۰، العقد الفرید ۲ ص ۲۵۶، الامتاع والموانسہ توحیدی ۳ ص ۱۸۳، المحاسن والمساوی ص ۵۹، انساب الاشراف ۲ ص ۱۴۵، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۳۱، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص ۱۱، ۳ ص ۵۹، ۴ ص ۸۹

بندگانِ خدا ! کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں عمریں دی گئیں تو خوب مزے اڑائے اور بتایا گیا تو سب سمجھ گئے لیکن مہلت دی گئی تو غفلت میں پڑ گئے، صحت و سلامتی دی گئی تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انھیں کافی طویل مہلت دی گئی اور کافی اچھی نعمتیں دی گئیں اور انھیں دردناک عذاب سے ڈرایا بھی گیا اور بہترین نعمتوں کا وعدہ بھی کیا گیا۔ لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اب تم لوگ مہلک گناہوں سے پرہیز کرو اور خدا کو ناراض کرنے والے عیوب سے دور رہو۔ تم صاحبان سماعت و بصارت اور اہل عافیت و ثروت ہو بتاؤ کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارہ کی کوئی گنجائش ہے۔ کوئی ٹھکانہ یا پناہ گاہ ہے۔ کوئی جائے فرار یا دنیا میں واپسی کی کوئی صورت ہے؟ اور اگر نہیں ہے تو کدھر بہکے جا رہے ہو اور کہاں تم کو لے جایا جا رہا ہے یا کس دھوکہ میں پڑے ہو۔؟

یاد رکھو اس طویل و عریض زمین میں تمھاری قسمت صرف بقدر قامت جگہ ہے جہاں رخساروں کو خاک پر رہنا ہے۔

بندگانِ خدا ! ابھی موقع ہے۔ رسی ڈھیلی ہے۔ روح آزاد ہے۔ تم ہدایت کی منزل اور جسمانی راحت کی جگہ پر ہو۔ مجلسوں کے اجتماع میں ہو اور بقیہ زندگی کی مہلت سلامت ہے اور راستہ اختیار کرنے کی آزادی ہے اور توبہ کی مہلت ہے اور جگہ کی وسعت ہے قبل اس کے کہ تنگی لحد۔ ضیق مکان۔ خوف اور جانکنی کا شکار ہو جاؤ اور قبل اس کے کہ وہ موت آجائے جس کا انتظار ہو رہا ہے اور وہ پروردگار اپنی گرفت میں لے لے جو صاحب عزت و غلبہ اور صاحب طاقت و قدرت ہے۔

سید رضیؒ۔ کہا جاتا ہے کہ جب حضرتؑ نے اس خطبہ کو ارشاد فرمایا تو لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل لرزنے لگے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو "خطبۂ غرّاء" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

۸۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں عمرو عاص کا ذکر کیا گیا ہے)

تعجب ہے نابغہ کے بیٹے سے[1] ۔ کہ یہ اہل شام سے بیان کرتا ہے کہ میرے مزاج میں مزاح پایا جاتا ہے اور میں کوئی کھیل تماشہ والا انسان ہوں اور ہنسی مذاق میں لگا رہتا ہوں۔ یقیناً اس نے یہ بات غلط کہی ہے اور اس کی بنا پر گنہگار بھی ہوا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بدترین کلام غلط بیانی ہے اور یہ جب بولتا ہے تو جھوٹ ہی بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی ہی کرتا ہے اور جب اس سے کچھ مانگا جاتا ہے تو بخل ہی کرتا ہے اور جب خود مانگتا ہے تو چمٹ جاتا ہے۔ عہد و پیمان میں خیانت کرتا ہے۔ قرابتوں میں قطع رحم کرتا ہے۔ جنگ کے وقت دیکھو تو کیا کیا امر و نہی کرتا ہے جب تک تلواریں اپنی منزل پر زور نہ پکڑ لیں۔

السُّيُوفُ مَآخِذَهَا، فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ أَكْبَرُ مَكِيدَتِهِ أَنْ يَمْنَحَ الْقَرْمَ (قوم) سُبَّتَهُ. أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَيَمْنَعُنِي مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ، وَ إِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْآخِرَةِ، إِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتَّىٰ شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ أَتِيَّةً، وَ يَرْضَخَ لَهُ عَلَىٰ تَرْكِ الدِّينِ رَضِيخَةً.

۸۵

و من خطبه له (ع)

وفيها صفات ثمان من صفات الجلال

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ: الْأَوَّلُ لَا شَيْءَ قَبْلَهُ، وَ الْآخِرُ لَا غَايَةَ لَهُ، لَا تَقَعُ الْأَوْهَامُ لَهُ عَلَىٰ صِفَةٍ، وَلَا تَعْقِدُ الْقُلُوبُ مِنْهُ عَلَىٰ كَيْفِيَّةٍ، وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيضُ، وَلَا تُحِيطُ بِهِ الْأَبْصَارُ وَالْقُلُوبُ.

ومنها: فَاتَّعِظُوا عِبَادَ اللهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ، وَاعْتَبِرُوا بِالْآيِ السَّوَاطِعِ، وَ ازْدَجِرُوا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ، وَانْتَفِعُوا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ، فَكَأَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ، وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْأُمْنِيَّةِ، وَ دَهِمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْأُمُورِ، وَالسِّيَاقَةُ إِلَى الْوِرْدِ الْمَوْرُودِ، وَ«كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ»: سَائِقٌ يَسُوقُهَا إِلَىٰ مَحْشَرِهَا، وَ شَاهِدٌ يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا.

و منها في صفة الجنة

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ، وَ مَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ، لَا يَنْقَطِعُ نَعِيمُهَا، وَلَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا، وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا، وَلَا يَبْأَسُ (يياس) سَاكِنُهَا.

۸٦

و من خطبة له (ع)

و فيها بيان صفات الحق جل جلاله، ثم عظة الناس بالتقوى والمشورة

قَدْ عَلِمَ السَّرَائِرَ، وَ خَبَرَ الضَّمَائِرَ، لَهُ الْإِحَاطَةُ بِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْغَلَبَةُ

سُبّۃ ۔ عقبی شرمگاہ
اَتیّہ ۔ عطیہ
رضیخہ ۔ مال قلیل
الآئی ۔ جمع آیہ ۔ دلیل
سواطع ۔ روشن اور واضح
بوالغ ۔ مکمل طور پر واضح
نذر ۔ ڈرانے والی چیزیں
مفظعات ۔ دہشتناک
ورد ۔ چشمہ (موت)
یبأس ۔ محتاج ہوگیا

(۱) یہ ابن عاص کی بے حیائی کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے مولائے کائنات کی تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کر دیا تھا اور جب آپ نے منہ پھیر لیا تو فوراً فرار کر گیا ۔ بالکل وہی انداز جو میدان اُحد میں طلحہ بن ابی طلحہ نے اختیار کیا تھا اور جس کی نقل عمرو عاص کے بعد بسر بن ابی ارطاہ نے کی اور اس طرح تمام دشمنان علیؑ اپنی حقیقت کو بے نقاب کرتے رہے اور مورخین اسلام کی طرف سے عظیم ترین القاب اور خلفاء اسلام کے دربار سے بہترین انعامات وصول کرتے رہے اور شرافتِ انسانی ان حالات پر آٹھ آٹھ آنسو روتی رہی ۔
بریں عقل و دانش بباید گریست

مصادر خطبہ ۸۵ حلیۃ الاولیاء ۱ صـ۷۸، عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی، تذکرہ الخواص صـ۱۳۱، مطالب السؤول ابن طلحہ شافعی ۱ صـ۱۴۰،
مصادر خطبہ ۸۶ الاخبار الطوال صـ۱۳۵، تحف العقول صـ۱۰۰-۱۰۱، محاسن برقی صـ۲۳۳-۲۳۴، المجالس مفیدؒ صـ۱۲۰، مشکوۃ الانوار طبرسیؒ صـ۱۵۶،
غرر الحکم آمدی ۔ کتاب صفین نصر بن مزاحم صـ۱۰، من لا یحضرہ الفقیہ ۱ صـ۱۳۲

ورنہ جب ایسا ہو جاتا ہے تو اس کا سب سے بڑا حربہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے سامنے اپنی پشت کو پیش کر دے۔ (۱) خدا گواہ ہے کہ مجھے کھیل کود سے یادِ موت نے روک رکھا ہے اور اسے حرفِ حق سے نسیانِ آخرت نے روک رکھا ہے۔ اس نے معاویہ کی بھی اس وقت تک نہیں کی جب تک اس سے یہ طے نہیں کر لیا کہ اسے کوئی ہدیہ دے گا اور اس کے سامنے ترکِ دین پر کوئی تحفہ پیش کرے گا۔

۸۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں پروردگار کے آٹھ صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ ایسا اول ہے جس سے پہلے کچھ نہیں ہے اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ خیالات اس کی کسی صفت کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں اور دل اس کی کوئی کیفیت طے نہیں کر سکتا ہے۔ اس کی ذات کے نہ اجزا ہیں اور نہ ٹکڑے اور نہ وہ دل و نگاہ کے احاطہ کے اندر آسکتا ہے۔

بندگانِ خدا! مفید عبرتوں سے نصیحت حاصل کرو اور واضح نشانیوں سے عبرت لو۔ بلیغ ڈرانے والی چیزوں سے اثر قبول کرو اور ذکر و موعظت سے فائدہ حاصل کرو۔ یہ سمجھو کہ گویا موت اپنے پنجے تمہارے اندر گاڑ چکی ہے اور امیدوں کے رشتے تم سے منقطع ہو چکے ہیں اور دہشت ناک حالات نے تم پر حملہ کر دیا ہے اور آخری منزل کی طرف لے جانے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یاد رکھو کہ "ہر نفس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہے اور ایک گواہ رہتا ہے"۔ ہنکانے والا قیامت کی طرف کھینچ کر لے جا رہا ہے اور گواہی دینے والا اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔

صفاتِ جنّت

اس کے درجات مختلف (۱) اور اس کی منزلیں پست و بلند ہیں لیکن اس کی نعمتیں ختم ہونے والی نہیں ہیں اور اس کے باشندوں کو کہیں اور کوچ کرنا نہیں ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والا کبھی بوڑھا نہیں ہوتا ہے اور اس کے رہنے والوں کو فقر و فاقہ سے سابقہ نہیں پڑتا ہے۔

۸۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں صفاتِ خالق "جلّ جلالہ" کا ذکر کیا گیا ہے اور پھر لوگوں کو تقویٰ کی نصیحت کی گئی ہے)

بیشک وہ پوشیدہ اسرار کا عالم اور دلوں کے رازوں سے باخبر ہے۔ اسے ہر شے پر احاطہ حاصل ہے اور وہ ہر شے پر غالب ہے۔

---

(۱) بعض اوقات یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب جنّت میں ہر نعمت کا انتظام ہے اور وہاں کی کوئی خواہش مسترد نہیں ہو سکتی ہے تو ان درجات کا فائدہ ہی کیا ہے۔ پست منزل والا جیسے ہی بلند منزل کی خواہش کرے گا وہاں پہونچ جائے گا اور یہ سب درجات بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔ لیکن اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ جنت ان لوگوں کا مقام نہیں ہے جو اپنی منزل نہ پہچانتے ہوں اور اپنی اوقات سے بلند تر جگہ کی ہوس رکھتے ہوں۔ ہوس کا مقام جہنم ہے جنّت نہیں ہے۔ جنت والے اپنے مقامات کو پہچانتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ بلند مقامات والوں کے خادم اور نوکر ہیں تو خدمت کے سہارے دیگر نوکروں کی طرح بلند منازل تک پہونچ جائیں جس کی طرف امامؑ نے اشارہ فرمایا ہے کہ "ہمارے شیعہ ہمارے ساتھ جنّت میں ہمارے درجہ میں ہوں گے"۔

لِكُلِّ شَيْءٍ، وَالْقُوَّةُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ.

عظة الناس

فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ مِنْكُمْ فِي أَيَّامِ مَهَلِهِ، قَبْلَ إِرْهَاقِ أَجَلِهِ، وَ فِي فَرَاغِهِ قَبْلَ أَوَانِ شُغُلِهِ، وَ فِي مُتَنَفَّسِهِ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ، وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهِ وَقَدَمِهِ، وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ دَارِ ظَعْنِهِ لِدَارِ إِقَامَتِهِ. فَاللهَ اللهَ أَيُّهَا النَّاسُ، فِيمَا اسْتَحْفَظَكُمْ (احفظكم) مِنْ كِتَابِهِ، وَاسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوقِهِ، فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثاً وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى، وَلَمْ يَدَعْكُمْ فِي جَهَالَةٍ وَلَا عَمًى قَدْ سَمَّىٰ آثَارَكُمْ، وَ عَلِمَ أَعْمَالَكُمْ، وَ كَتَبَ آجَالَكُمْ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكُمْ «الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ» وَ عَمَّرَ فِيكُمْ نَبِيَّهُ أَزْمَاناً، حَتَّىٰ أَكْمَلَ لَهُ وَ لَكُمْ- فِيمَا أَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهِ- دِينَهُ الَّذِي رَضِيَ لِنَفْسِهِ؛ وَأَنْهَىٰ إِلَيْكُمْ- عَلَىٰ لِسَانِهِ- مَحَابَّهُ مِنَ الْأَعْمَالِ وَ مَكَارِهَهُ، وَ نَوَاهِيَهُ وَ أَوَامِرَهُ، وَأَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ، وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وَ قَدَّمَ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ، وَأَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ. فَاسْتَدْرِكُوا بَقِيَّةَ أَيَّامِكُمْ، وَاصْبِرُوا لَهَا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّهَا قَلِيلٌ فِي كَثِيرِ الْأَيَّامِ الَّتِي تَكُونُ مِنْكُمْ فِيهَا الْغَفْلَةُ، وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ؛ وَلَا تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ، فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ، وَ لَا تُدَاهِنُوا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْإِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ. عِبَادَ اللهِ، إِنَّ أَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهِ؛ وَ إِنَّ أَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاهُمْ لِرَبِّهِ؛ وَالْمَغْبُونُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهُ، وَالْمَغْبُوطُ مَنْ سَلِمَ لَهُ دِينُهُ، «وَالسَّعِيدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ». وَالشَّقِيُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَ غُرُورِهِ. وَاعْلَمُوا أَنَّ «يَسِيرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ،»[1] وَ مُجَالَسَةَ أَهْلِ الْهَوَىٰ مَنْسَاةٌ لِلْإِيمَانِ، وَ مَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ. جَانِبُوا الْكَذِبَ فَإِنَّهُ مُجَانِبٌ لِلْإِيمَانِ. الصَّادِقُ عَلَىٰ شَفَا مَنْجَاةٍ وَ كَرَامَةٍ. وَ الْكَاذِبُ عَلَىٰ شَرَفِ مَهْوَاةٍ وَ مَهَانَةٍ. وَلَا تَحَاسَدُوا، فَإِنَّ الْحَسَدَ[2] يَأْكُلُ الْإِيمَانَ «كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ»، «وَلَا تَبَاغَضُوا فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ»، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَمَلَ يُسْهِي الْعَقْلَ، وَ يُنْسِي الذِّكْرَ. فَأَكْذِبُوا الْأَمَلَ فَإِنَّهُ غُرُورٌ، وَ صَاحِبُهُ مَغْرُورٌ.

ارہاق اجل - موت کا تلافی کی راہ میں حائل ہونا
کظم - حلق
سمّی آثارکم - تمہارے اعمال بیان کردیئے ہیں
عمر نبیّہ - ایک مدت تک باقی رکھا ہے
محاب - نیک اعمال
ظلمہ - ظالم کی جمع ہے
مداہنہ - باطن کے خلاف کا مظاہرہ
مغبون - فریب خوردہ
مغبوط - جس پر شک کیا جائے
ریاء - دوسروں کو دکھانے کے لئے عمل انجام دینا
منسأۃ - محل نسیان
محضرۃ - محل حضور
حالقہ - محو کر دینے والا

[1] غیر خدا کے لئے عمل انجام دینا اسے خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دینے کے مرادف ہے اور اسی کا نام شرک ہے۔ کاش دنیا داری کے لئے دین کا کام کرنے والے اور دولت یا شہرت کے لئے مذہبی امور کے انجام دینے والے اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوتے۔ روایات میں وارد ہوا ہے کہ روز قیامت ریاکار کو اس کے حوالہ کر دیا جائے گا جسے دکھلانے کے لئے عمل انجام دیا تھا۔

[2] یاد رہے کہ حسد ایمان کو جلا کر فنا کر دیتا ہے اور محبت علیؑ کا دوسرا نام ایمان ہے لہذا حسد کا جذبہ محبت اہلبیتؑ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر کسی شخص میں حسد پایا جاتا ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے دل میں محبت اہلبیتؑ کا گذر نہیں ہے ورنہ محبت ہرگز حسد کو اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیتی اور محب اہلبیتؑ کس سے حسد کرے گا اس سے بڑی دولت اور کس کے پاس ہے۔ کیا کائنات میں محبت آل محمدؐ سے بالاتر بھی کوئی عزت اور دولت پائی جاتی ہے کہ محب اہلبیتؑ اسے دیکھ کر حسد کا شکار ہو جائے۔ استغفر اللہ!

ر طاقت رکھنے والا ہے۔

موعظہ

تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ مہلت کے دنوں میں عمل کرے قبل اس کے کہ موت حائل ہو جائے اور فرصت کے دنوں میں کام کرے
ل اس کے کہ مشغول ہو جائے۔ ابھی جب کہ سانس لینے کا موقع ہے قبل اس کے کہ گلا گھونٹ دیا جائے۔ اپنے نفس اور اپنی منزل کے لئے
امان مہیا کر لے اور اس کوچ کے گھر سے اس قیام کے گھر کے لئے زاد راہ فراہم کر لے۔

لوگو! اللہ کو یاد رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اس کتاب کے بارے میں جس کا تم کو محافظ بنایا گیا ہے اور ان حقوق کے بارے میں جن کا تم
امانتدار قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے تم کو بیکار نہیں پیدا کیا ہے اور نہ مہمل چھوڑ دیا ہے اور نہ کسی جہالت اور تاریکی میں رکھا ہے تمہارے
لئے آثار کو بیان کر دیا ہے۔ اعمال کو بتا دیا ہے اور مدت حیات کو لکھ دیا ہے۔ وہ کتاب نازل کر دی ہے جس میں ہر شے کا بیان پایا جاتا ہے
ر ایک مدت تک اپنے پیغمبرؐ کو تمہارے درمیان رکھ چکا ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے لئے اپنے اس دین کو کامل کر دیا ہے جسے اس نے پسندیدہ
رار دیا ہے اور تمہارے لئے پیغمبرؐ کی زبان سے ان تمام اعمال کو پہونچا دیا ہے جن کو وہ دوست رکھتا ہے یا جن سے نفرت کرتا ہے۔ اپنے
مر و نواہی کو بتا دیا ہے اور دلائل تمہارے سامنے رکھ دئے ہیں اور حجت تمام کر دی ہے اور ڈرانے دھمکانے کا انتظام کر دیا ہے
ر عذاب کے آنے سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا ہے۔ لہٰذا اب جتنے دن باقی رہ گئے ہیں انھیں میں تدارک کر لو اور اپنے نفس کو صبر
آمادہ کر لو کہ یہ دن ایام غفلت کے مقابلہ میں بہت تھوڑے ہیں جب تم نے موعظہ سننے کا بھی موقع نہیں نکالا۔ خبردار اپنے نفس
آزاد مت چھوڑو ورنہ یہ آزادی تم کو ظالموں کے راستہ پر لے جائے گی اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتو ورنہ یہ تمھیں مصیبتوں
جھونک دے گا۔

بندگانِ خدا! اپنے نفس کا سب سے سچا مخلص وہی ہے جو پروردگار کا سب سے بڑا اطاعت گذار ہے اور اپنے نفس سے سب سے بڑا خیانت کرنے والا
ہے جو اپنے پروردگار کا معصیت کار ہے۔ خسارہ میں وہ ہے جو خود اپنے نفس کو گھاٹے میں رکھے اور قابلِ رشک وہ ہے جس کا دین سلامت
جائے۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے نصیحت حاصل کر لے اور بدبخت وہ ہے جو خواہشات کے دھوکہ میں آجائے۔

یاد رکھو کہ مختصر سا شائبۂ ریاکاری بھی ایک طرح کا شرک ہے[۱] اور خواہش پرستوں کی صحبت بھی ایمان سے غافل بنانے والی ہے اور شیطان کو
سامنے لانے والی ہے۔ جھوٹ سے پرہیز کرو کہ وہ ایمان سے کنارہ کش رہتا ہے۔ سچ بولنے والا ہمیشہ نجات اور کرامت کے کنارہ
ہے اور جھوٹ بولنے والا ہمیشہ تباہی اور ذلت کے دہانہ پر رہتا ہے۔ خبردار ایک دوسرے سے حسد نہ کرنا کہ[۲] "حسد ایمان کو اس طرح
جاتا ہے جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے"۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھنا کہ بغض ایمان کا صفایا کر دیتا ہے
د رکھو کہ خواہش عقل کو بھلا دیتی ہے اور ذکر خدا سے غافل بنا دیتی ہے۔ خواہشات کو جھٹلاؤ کہ یہ صرف دھوکہ ہیں اور ان کا ساتھ
والا ایک فریب خوردہ انسان ہے اور کچھ نہیں ہے۔

ب چاہیں اہل دنیا کی محفلوں کا جائزہ لے لیں۔ دنیا بھر کی مہمل باتیں۔ کھیل کود کے تذکرے۔ سیاست کے تبصرے۔ لوگوں کی غیبت، پاکیزہ
دوں پر تہمت۔ تاش کے پتے۔ شطرنج کے مہرے وغیرہ نظر آجائیں گے تو کیا ایسی محفلوں میں ملائکہ مقربین بھی حاضر ہوں گے۔ یقیناً یہ مقامات شیاطین
ور ایمان سے غفلت کے مراحل ہیں جن سے اجتناب ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور اس کے بغیر تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۸۷

ومن خطبة له (عليه السلام)

وهي في بيان صفات المتقين و صفات الفساق و التنبيه إلى مكان العترة الطيبة والظن الخاطىء لبعض الناس

عِبَادَ اللهِ، إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادِاللهِ إِلَيْهِ عَبْداً أَعَانَهُ اللهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ، فَاسْتَشْعَرَ ٱلْحُزْنَ، وَ تَجَلْبَبَ الْخَوْفَ؛ فَزَهَرَ مِصْبَاحُ ٱلْهُدَى فِي قَلْبِهِ، وَ أَعَدَّ ٱلْقِرَىٰ لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهِ، فَقَرَّبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلْبَعِيدَ، وَ هَوَّنَ الشَّدِيدَ. نَظَرَ فَأَبْصَرَ(فاقصر)، وَ ذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ، وَٱرْتَوَىٰ مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهُ مَوَارِدُهُ، فَشَرِبَ نَهَلاً، وَ سَلَكَ سَبِيلاً جَدَداً. قَدْ خَلَعَ سَرَابِيلَ الشَّهَوَاتِ، وَ تَخَلَّىٰ مِنَ ٱلْهُمُومِ، إِلَّا هَمّاً وَاحِداً ٱنْفَرَدَ بِهِ، فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ ٱلْعَمَىٰ، وَ مُشَارَكَةِ أَهْلِ ٱلْهَوَىٰ، وَ صَارَ مِنْ مَفَاتِيحِ أَبْوَابِ ٱلْهُدَىٰ، وَ مَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَىٰ. قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَهُ، وَ سَلَكَ سَبِيلَهُ وَ عَرَفَ مَنَارَهُ، وَ قَطَعَ غِمَارَهُ، وَٱسْتَمْسَكَ مِنَ ٱلْعُرَىٰ بِأَوْثَقِهَا، وَ مِنَ ٱلْحِبَالِ بِأَمْتَنِهَا، فَهُوَ مِنَ ٱلْيَقِينِ عَلَىٰ مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ، قَدْ نَصَبَ نَفْسَهُ للهِ- سُبْحَانَهُ- فِي أَرْفَعِ ٱلْأُمُورِ، مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ. وَ تَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَىٰ أَصْلِهِ، مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ، كَشَّافُ عَشَوَاتٍ (خشوات) مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ، دَلِيلُ فَلَوَاتٍ، يَقُولُ فَيُفْهِمُ، وَ يَسْكُتُ فَيَسْلَمُ، قَدْ أَخْلَصَ للهِ فَاسْتَخْلَصَهُ، فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ، وَأَوْتَادِ أَرْضِهِ. قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ ٱلْعَدْلَ، فَكَانَ أَوَّلَ عَدْلِهِ نَفْيُ ٱلْهَوَىٰ عَنْ نَفْسِهِ، يَصِفُ ٱلْحَقَّ وَ يَعْمَلُ بِهِ،لَا يَدَعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا، وَلَا مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا، قَدْ أَمْكَنَ ٱلْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَائِدُهُ وَ إِمَامُهُ، يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهُ، وَ يَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ.

صفات الفساق

وَ آخَرُ قَدْ تَسَمَّىٰ عَالِماً وَلَيْسَ بِهِ، فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ، وَ أَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ أَشْرَاكاً مِنْ حَبَائِلِ (حبال) غُرُورٍ، وَ قَوْلِ زُورٍ؛ قَدْ حَمَلَ ٱلْكِتَابَ عَلَىٰ آرَائِهِ(رايه)؛ وَ عَطَفَ ٱلْحَقَّ عَلَىٰ أَهْوَائِهِ، يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ ٱلْعَظَائِمِ، وَ يُهَوِّنُ كَبِيرَ ٱلْجَرَائِمِ، يَقُولُ: أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ، وَ فِيهَا وَقَعَ، وَ يَقُولُ: أَعْتَزِلُ ٱلْبِدَعَ، وَ بَيْنَهَا ٱضْطَجَعَ، [1]

استشعر و تجلبب ۔ شعار اندر کا لباس ہے اور جلباب باہر کی چادر
زَہَرَ ۔ روشن ہوا اور چمک اٹھا
قِریٰ ۔ سامان ضیافت
نَہل ۔ پہلی مرتبہ چھلک جانا
جَدَد ۔ سخت اور ہموار زمین
غمار ۔ جمع غمر ۔ سمندر کا بڑا حصہ
عشوات ۔ مشتبہ امور
فلوات ۔ جمع فلاۃ ۔ صحرائے لق و دق
اَمَّ ۔ قصد کیا
مظنۃ ۔ محل احتمال فائدہ
ثقل ۔ سامان مسافر
عطف الحق ۔ حق کو موڑ دیا

[1] ایک عالم دین کی حقیقی شان یہی ہے کہ مسائل اس کی نگاہ میں روز روشن کی طرح واضح رہیں کتاب خدا کا اتباع کرے اخلاص نیت کے ساتھ استنباط کرے۔ فروع کو اصول کی طرف پلٹائے۔ خواہشات کو درمیان میں نہ آنے دے۔ عدل کو اپنی زندگی کا شعار بنائے۔ خوف خدا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔ حق بیان کرے تو اس پر عمل بھی کرے اور نیکیوں کو دیکھے تو ان کا ارادہ بھی کرے۔ لوگوں کے مشکلات کو حل کرے دین کے مسائل کی تبلیغ کرے۔ ہدایت کی فکر میں غرق ہو جائے گمراہی اور گمراہوں سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ ہدایت کے چشمہ سے سیراب ہو جائے اور نیکی کے راستہ پر گامزن ہو جائے رب کریم ہر صاحب ایمان کو ایسے کردار کی توفیق عنایت فرمائے۔

مصادر خطبہ ۸۷ ربیع الابرار زمخشری باب الغرو الشرف ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۳۲

۸۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں متقین اور فاسقین کے صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے)

بندگانِ خدا! اللہ کی نگاہ میں سب سے محبوب بندہ وہ ہے جس کی خدا نے اس کے نفس کے خلاف مدد کی ہے اور اس نے اندر حزن اور باہر خوف کا لباس پہن لیا ہے۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے اور اس نے آنے والے دن کی مہمانی کا انتظام کرلیا ہے۔ اپنے نفس کے لئے آنے والے بعید (موت) کو قریب کرلیا ہے اور سخت مرحلہ کو آسان کرلیا ہے۔ دیکھا ہے تو بصیرت پیدا کی ہے اور خدا کو یاد کیا ہے تو عمل میں کثرت پیدا کی ہے۔ ہدایت کے اس چشمۂ شیریں و خوشگوار سے سیراب ہوگیا ہے جس پر وارد ہونے کو آسان بنا دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں خوب چھک کر پی لیا ہے اور سیدھے راستہ پر چل پڑا ہے۔ خواہشات کے لباس کو جُدا کردیا ہے اور تمام افکار سے آزاد ہوگیا ہے صرف ایک فکر آخرت باقی رہ گئی ہے جس کے زیر اثر گمراہی کی منزل سے نکل آیا ہے اور اہل ہوا و ہوس کی شرکت سے دور ہوگیا ہے۔ ہدایت کے دروازہ کی کلید بن گیا ہے اور گمراہی کے دروازوں کا قفل بن گیا ہے۔ اپنے راستہ کو دیکھ لیا ہے اور اُسی پر چل پڑا ہے۔ ہدایت کے منارہ کو پہچان لیا ہے اور گمراہیوں کے دھارے کو طے کرلیا ہے۔ مضبوط ترین وسیلہ سے وابستہ ہوگیا ہے اور محکم ترین رسّی کو پکڑ لیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے یقین میں بالکل نورِ آفتاب جیسی روشنی رکھتا ہے۔ اپنے نفس کو بلند ترین امور کی خاطر راہ خدا میں آمادہ کرلیا ہے کہ ہر آنے والے مسئلہ کو حل کردے گا اور فروع کو ان کی اصل کی طرف پلٹا دے گا۔ وہ تاریکیوں کا چراغ ہے اور اندھیروں کا روشن کرنے والا۔ مبہمات کی کلید ہے تو مشکلات کا دفع کرنے والا اور پھر صحراؤں میں رہنمائی کرنے والا۔ وہ بولتا ہے تو بات کو سمجھا لیتا ہے اور چُپ رہتا ہے تو سلامتی کا بندوبست کرلیتا ہے۔ اس نے اللہ سے اخلاص برتا ہے تو اللہ نے اسے اپنا بندۂ مخلص بنا لیا ہے۔ اب وہ دین خدا کا معدن ہے اور زمین خدا کا رکن اعظم۔ اس نے اپنے نفس کے لئے عدل کو لازم قرار دے لیا ہے اور اس کے عدل کی پہلی منزل یہ ہے کہ خواہشات کو اپنے نفس سے دور کردیا ہے اور اب حق ہی کو بیان کرتا ہے اور اسی پر عمل کرتا ہے۔ نیکی کی کوئی منزل ایسی نہیں ہے جس کا قصد نہ کرتا ہو اور کوئی ایسا احتمال نہیں ہے جس کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔ اپنے امور کی زمام کتاب خدا کے حوالہ کردی ہے اور اب وہی اس کی قائد اور پیشوا ہے جہاں اس کا سامان اترتا ہے وہیں وارد ہوجاتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔

اس کے برخلاف ایک شخص وہ بھی ہے جس نے اپنا نام عالم رکھ لیا ہے حالانکہ علم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جاہلوں سے جہالت کو حاصل کیا ہے اور گمراہوں سے گمراہی کو۔ لوگوں کے واسطے دھوکہ کے پھندے اور مکر و فریب کے جال بچھا دئے ہیں۔ کتاب کی تاویل اپنی رائے کے مطابق کی ہے اور حق کو اپنے خواہشات کی طرف موڑ دیا ہے۔ لوگوں کو بڑے بڑے جرائم کی طرف سے محفوظ بناتا ہے اور ان کے لئے گناہانِ کبیرہ کو بھی آسان بنا دیتا ہے۔ کہتا یہی ہے کہ میں شبہات کے مواقع پر توقف کرتا ہوں لیکن واقعاً انھیں میں گر پڑتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں بدعتوں سے الگ رہتا ہوں حالانکہ انھیں کے درمیان اُٹھتا بیٹھتا ہے۔ (۱)

فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ، وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوانٍ. لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَىٰ فَيَتَّبِعَهُ، وَلَا بَابَ الْعَمَىٰ فَيَصُدَّ عَنْهُ. وَ ذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ!

عترة النبي (ﷺ)

«فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ»! وَ «أَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ»! وَ الْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ، وَ الْآيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَالْمَنَارُ مَنْصُوبَةٌ. فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَكَيْفَ تَعْمَهُونَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ! وَهُمْ أَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ أَعْلَامُ الدِّينِ، وَأَلْسِنَةُ الصِّدْقِ! فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ، وَرِدُوهُمْ وُرُودَ الْهِيمِ الْعِطَاشِ.

أَيُّهَا النَّاسُ، خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: «إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلَىٰ مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ» فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا تَعْرِفُونَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيمَا تُنْكِرُونَ، وَأَعْذِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ - وَ هُوَ أَنَا -. أَلَمْ أَعْمَلْ فِيكُمْ بِالثَّقَلِ الْأَكْبَرِ! وَ أَتْرُكْ فِيكُمُ الثَّقَلَ الْأَصْغَرَ! قَدْ رَكَزْتُ فِيكُمْ رَايَةَ الْإِيمَانِ، وَ وَقَفْتُكُمْ عَلَىٰ حُدُودِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَأَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي، وَ فَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِي وَ فِعْلِي، وَأَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْأَخْلَاقِ مِنْ نَفْسِي، فَلَا تَسْتَعْمِلُوا الرَّأْيَ فِيمَا لَا يُدْرِكُ قَعْرَهُ الْبَصَرُ، وَلَا تَتَغَلْغَلُ إِلَيْهِ الْفِكَرُ.

ظن خاطئ

و منها: حَتَّىٰ يَظُنَّ الظَّانُّ أَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُولَةٌ عَلَىٰ بَنِي أُمَيَّةَ، تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا، وَ تُورِدُهُمْ صَفْوَهَا، وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا، وَ كَذَبَ الظَّانُّ لِذٰلِكَ. بَلْ هِيَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُونَهَا بُرْهَةً، ثُمَّ يَلْفِظُونَهَا جُمْلَةً!

۸۸

ومن خطبة له (ع)

وفيها بيان للاسباب التي تهلك الناس

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْصِمْ (يفصم) جَبَّارِي دَهْرٍ قَطُّ إِلَّا بَعْدَ تَمْهِيلٍ وَ رَخَاءٍ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ أَحَدٍ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا بَعْدَ أَزْلٍ وَ بَلَاءٍ!

(۱) یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی مادی موت سے مرجانے والا ہر انسان واقعی مردہ اور میت نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی کبھی انسان کی واقعی زندگی کا آغاز ہی مرنے کے بعد ہوتا ہے ورنہ دار دنیا میں تو اس کی زندگی موت جیسی ہی شمار کی جاتی ہے۔
قرآن مجید نے شہداء راہ خدا کی حیات کا متعدد اعتبارات سے تذکرہ کیا ہے۔ کبھی انھیں مردہ کہنے پر پابندی عائد کی ہے اور کبھی مردہ خیال کرنے پر اور اس کے بعد ان کی زندگی کا اقرار نہ کرنے والوں کو بے شعور قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب شہید راہ خدا کا یہ مرتبہ ہے تو عترت پیغمبر اسلام کا مرتبہ تو یقیناً اس سے بالاتر ہوگا جس کی طرف اس خطبہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ انھیں بہترین منزل قرآن پر قرار دو اور انھیں سرچشمہ حقائق و معارف سمجھ کر ان کے پاس آؤ۔

(۲) قرآن و اہلبیتؑ کو ان کی عظمت و جلالت اور ان کے پلہ کے بھاری ہونے کی بنا پر ثقلین سے تعبیر کیا گیا ہے۔
قرآن کتاب خدا ہے لہٰذا اسے ثقل اکبر کہا گیا ہے اور اہلبیتؑ عترت پیغمبرؐ ہیں لہٰذا انھیں ثقل اصغر کہا گیا ہے ورنہ اس حدیث مبارک کی بنا پر دونوں میں کسی طرح کا افتراق نہیں ہے بلکہ مکمل اتحاد و اتفاق ہے اور منزل نجات تک لے جانے میں دونوں کا برابر کا دخل ہے بلکہ اس اعتبار سے اہلبیتؑ کا دخل زیادہ ہے کہ ان کا عمل انسان کو منزل نجات تک لے جاتا ہے اور قرآن صرف ہدایات اور بیانات پیش کرتا ہے - اپنے عمل نمونوں کا اظہار نہیں کرتا ہے۔

(۳) کتنی حسین تعبیر ہے اس اقتدار بنی امیہ کی جسے صرف امامت کی نگاہ دیکھ رہی تھی ورنہ ہر شخص زندگی سے مایوس ہو چکا تھا اور حضرت کا یہ بیان ہر دور کیلئے ایک پیغام امن و سکون ہے کہ ظالم کا اقتدار دیر تک نہیں رہ سکتا ہے اور مظلوم کی حکومت آخر زمانہ میں بہرحال قائم ہونے والی ہے۔

مصادر خطبہ ۸۷ روضہ کافی الکلینی ص۶۳، ارشاد مفید ص۱۴۳، نہایہ ابن اثیر ص۳۶

اس کی صورت انسانوں جیسی ہے لیکن دل جانوروں جیسا ہے۔ نہ ہدایت کے دروازہ کو پہچانتا ہے کہ اس کا اتباع کرے اور نہ گمراہی کے راستہ کو جانتا ہے کہ اس سے الگ رہے۔ یہ درحقیقت ایک چلتی پھرتی میت ہے اور کچھ نہیں ہے

تو آخر تم لوگ کدھر جا رہے ہو اور تمھیں کس سمت موڑا جا رہا ہے؟ جب کہ نشانات قائم ہیں اور آیات واضح ہیں۔ منارے نصب کئے جا چکے ہیں اور تمھیں بھٹکایا جا رہا ہے اور تم بھٹکے جا رہے ہو۔ دیکھو تمھارے درمیان تمھارے نبی کی عترت موجود ہے۔ یہ سب حق کے زمام دار دین کے پرچم اور صداقت کے ترجمان ہیں۔ انھیں قرآن کریم کی بہترین منزل پر جگہ دو اور ان کے پاس اس طرح وارد ہو جس طرح پیاسے اونٹ چشمہ پر وار ہوتے ہیں۔

لوگو! حضرت خاتم النبیینؐ کے اس ارشاد گرامی پر عمل کرو کہ "ہمارا مرنے والا میت نہیں ہوتا ہے (۵۱) اور ہم میں سے کوئی مرور زمانہ سے بوسیدہ نہیں ہوتا ہے"۔ خبردار وہ نہ کہو جو تم نہیں جانتے ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات حق اسی میں ہوتا ہے جسے تم نہیں پہچانتے ہو اور جس کے خلاف تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اس کے عذر کو قبول کرلو اور وہ میں ہوں۔ کیا میں نے ثقل اکبر قرآن پر عمل نہیں کیا ہے اور کیا ثقل اصغر اہلبیتؑ کو تمھارے درمیان نہیں رکھا ہے (۵۲)۔ میں نے تمھارے درمیان ایمان کے پرچم کو نصب کر دیا ہے اور تمھیں حلال و حرام کے حدود سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنے عدل کی بنا پر تمھیں لباس عافیت پہنایا ہے اور اپنے قول و فعل کی نیکیوں کو تمھارے لئے فرش کر دیا ہے اور تمھیں اپنے بلند ترین اخلاق کا منظر دکھلا دیا ہے۔ لہٰذا خبردار جس بات کی گہرائی تک نگاہیں نہیں پہونچ سکتی ہیں اور جہاں تک فکر کی رسائی نہیں ہے اس میں اپنی رائے کو استعمال نہ کرنا۔

غلط فہمی

(بنی امیہ کے مظالم نے اس قدر دہشت زدہ بنا دیا ہے کہ) بعض لوگ خیال کر رہے ہیں کہ دنیا بنی امیہ کے دامن سے باندھ دی گئی ہے۔ انھیں کو اپنے فوائد سے فیضیاب کرے گی اور وہی اس کے چشمہ پر وارد ہوتے رہیں گے اور اب اس امت کے سر سے ان کے تازیانے اور تلواریں اٹھ نہیں سکتی ہیں۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ حکومت فقط ایک لذیذ قسم کا آب دہن ہے (۵۳) جسے تھوڑی دیر چوسیں گے اور پھر خود ہی تھوک دیں گے۔

۸۸ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں لوگوں کی ہلاکت کے اسباب بیان کئے گئے ہیں)

امابعد! پروردگار نے کسی دور کے ظالموں کی کمر اس وقت تک نہیں توڑی ہے جب تک انھیں مہلت اور ڈھیل نہیں دے دی ہے اور کسی قوم کی ٹوٹی ہوئی ہڈی کو اس وقت تک جوڑا نہیں ہے جب تک اسے مصیبتوں اور بلاؤں میں مبتلا نہیں کیا ہے۔

وَ فِي دُونِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَ مَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ، وَ مَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ وَلَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيرٍ. فَيَا عَجَباً! وَ مَا لِيَ لَا أَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَقِ عَلَى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِي دِينِهَا! لَا يَقْتَصُّونَ أَثَرَ نَبِيٍّ، وَلَا يَقْتَدُونَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ، وَلَا يُؤْمِنُونَ بِغَيْبٍ، وَلَا يَعِفُّونَ عَنْ عَيْبٍ، يَعْمَلُونَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ. اَلْمَعْرُوفُ فِيهِمْ مَا عَرَفُوا، وَالْمُنْكَرُ عِنْدَهُمْ مَا أَنْكَرُوا، مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ إِلَى أَنْفُسِهِمْ، وَ تَعْوِيلُهُمْ فِي الْمُهِمَّاتِ (المبهمات) عَلَى آرَائِهِمْ، كَأَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ إِمَامُ نَفْسِهِ، قَدْ أَخَذَ مِنْهَا فِيمَا يَرَىٰ بِعُرًى ثِقَاتٍ (وثيقات - و موثقات)، وَأَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ.

۸۹

و من خطبة له (عليه السلام)

في الرسول الأعظم صلى الله عليه و آله و بلاغ الامام عنه

أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ طُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ، وَ اعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ، وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ، وَ تَلَظٍّ (تلظى) مِنَ الْحُرُوبِ، وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ، عَلَىٰ حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ وَرَقِهَا، وَ إِيَاسٍ مِنْ ثَمَرِهَا، وَ اغْوِرَارٍ مِنْ مَائِهَا قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدَىٰ، وَ ظَهَرَتْ أَعْلَامُ الرَّدَىٰ فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِأَهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا، ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ، وَ طَعَامُهَا الْجِيفَةُ، وَ شِعَارُهَا الْخَوْفُ وَ دِثَارُهَا السَّيْفُ. فَاعْتَبِرُوا عِبَادَ اللهِ وَ اذْكُرُوا تِيكَ الَّتِي آبَاؤُكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُونَ وَ عَلَيْهَا مُحَاسَبُونَ وَ لَعَمْرِي مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُودُ وَلَا خَلَتْ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمُ الْأَحْقَابُ وَالْقُرُونُ (الدهور)، وَ مَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ مِنْ يَوْمَ كُنْتُمْ فِي أَصْلَابِهِمْ بِبَعِيدٍ. وَاللهِ مَا أَسْمَعَكُمُ الرَّسُولُ شَيْئاً إِلَّا وَهَا أَنَاذَا مُسْمِعُكُمُوهُ وَ مَا أَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُونِ أَسْمَاعِكُمْ بِالْأَمْسِ، وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْأَبْصَارُ، وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْأَفْئِدَةُ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ، إِلَّا وَ قَدْ أُعْطِيتُمْ مِثْلَهَا فِي هٰذَا الزَّمَانِ (الاوان). وَ وَاللهِ مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَيْئاً جَهِلُوهُ، وَلَا أُصْفِيتُمْ بِهِ وَ حُرِمُوهُ، وَ لَقَدْ

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کسی دور کا انسان بھی اگر عبرت حاصل کرنا چاہے تو اس کے لئے ماضی اور مستقبل دونوں عبرت کے آئینے کھلے رہتے ہیں مگر افسوس کہ انسان کی آنکھ نہیں کھلتی ہے اور اسے گذشتہ اقوام کی طرح ہی دھوکہ کھانے میں مزہ آتا ہے اور وہ اس فریب کو اپنے لئے غذائے روح تصور کرتا ہے خود اپنے عالم اسلام کو دیکھ لیجئے ابھی انگریزوں کے مظالم سے نجات نہیں ملنے پائی تھی کہ امریکہ کے پنجہ میں جکڑ گئے اور اس طرح کہ اس کی غلامی ہی کو "عبدیت پروردگار" کی بہترین تمثیل تصور کرنے لگے اور اسی میں نجات آخرت کے خواب دیکھنے لگے۔

(۲) یہ نقشہ صرف باطل مذاہب کے افراد کا نہیں ہے بلکہ مذہب حق کے پرستاروں میں بھی ایسے کردار کے افراد مل جائیںگے جو بظاہر تو مذہب حق کی طرف نسبت رکھتے ہیں لیکن حق کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے - قرآن ان کے لئے اجنبی کتاب ہے اور سیرت اہلبیتؑ اجنبی کردار۔ ان کی نگاہ میں قرآن و اہلبیتؑ کا اتباع ان پر واجب نہیں ہے بلکہ ان کی خواہشات کا احترام قرآن و اہلبیتؑ پر فرض ہے - مذہب کو مذہب کے نام پر تباہ کر رہے ہیں اور تعلیمات اہلبیتؑ کو محبت کے نام پر برباد کر رہے ہیں - ظاہر ہے کہ جب ان پر امیرالمومنینؑ کی فریاد کا کوئی اثر نہیں ہے تو کسی اور کے کلام کا کیا اثر ہو سکتا ہے - انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مصادر خطبہ ۸۹ اصول کافی ۱ ص ۶۰، الطراز السید العلوی الیمانی ۱ ص ۳۴۲

اپنے لئے جن مصیبتوں کا تم نے سامنا کیا ہے اور جن حادثات سے تم گذر چکے ہو انھیں میں سامان عبرت موجود ہے (۵۱)۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہر دل والا عقلمند نہیں ہوتا ہے اور ہر کان والا سمیع یا ہر آنکھ والا بصیر نہیں ہوتا ہے۔

کس قدر حیرت انگیز بات ہے اور میں کس طرح تعجب نہ کروں کہ یہ تمام فرقے اپنے اپنے دین کے بارے میں مختلف دلائل رکھنے کے باوجود سب غلطی پر ہیں کہ نہ نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور نہ ان کے اعمال کی پیروی کرتے ہیں۔ نہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ عیب سے پرہیز کرتے ہیں۔ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور خواہشات کے راستوں پر قدم آگے بڑھاتے ہیں۔ ان کے نزدیک معروف وہی ہے جس کو یہ نیکی سمجھیں اور منکر وہی ہے جس کا یہ انکار کردیں۔ مشکلات میں ان کا مرجع خود ان کی ذات ہے اور مبہم مسائل میں ان کا اعتماد صرف اپنی رائے پر ہے۔ گویا کہ ان میں کا ہر شخص اپنے نفس کا امام ہے (۵۲) اور اپنی ہر رائے کو مستحکم وسائل اور مضبوط دلائل کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

۸۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(رسول اکرمؐ اور تبلیغ امام کے بارے میں)

اللہ نے انھیں اس دور میں بھیجا جب رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا اور امتیں خواب غفلت میں پڑی ہوئی تھیں۔ فتنے سر اٹھائے ہوئے تھے اور جملہ امور میں ایک انتشار کی کیفیت تھی اور جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا کی روشنی گجلائی ہوئی تھی اور اس کا فریب واضح تھا۔ باغِ زندگی کے پتے زرد ہوگئے تھے اور ثمرات حیات سے مایوسی پیدا ہوچلی تھی۔ پانی بھی تہ نشین ہوچکا تھا اور ہدایت کے منارے بھی مٹ گئے تھے اور ہلاکت کے نشانات بھی نمایاں تھے۔ یہ دنیا اپنے اہل کو ترش روئی سے دیکھ رہی تھی اور اپنے طلبگاروں کے سامنے منھ بگاڑ کر پیش آرہی تھی۔ اس کا ثمرہ فتنہ تھا اور اس کی غذا مُردار۔ اس کا اندرونی لباس خوف تھا اور بیرونی لباس تلوار۔ لہٰذا بندگانِ خدا تم عبرت حاصل کرو اور ان حالات کو یاد کرو جن میں تمھارے باپ دادا اور بھائی بندہ گرفتار ہیں اور ان کا حساب دے رہے ہیں۔

میری جان کی قسم۔ ابھی ان کے اور تمھارے درمیان زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے اور نہ صدیوں کا فاصلہ ہوا ہے اور نہ آج کا دن کل کے دن سے زیادہ دور ہے جب تم انھیں بزرگوں کے صلب میں تھے۔

خدا کی قسم رسول اکرمؐ نے تمھیں کوئی ایسی بات نہیں سُنائی ہے جسے آج میں نہیں سُنا رہا ہوں اور تمھارے کان بھی کل کے کان سے کم نہیں ہیں اور جس طرح کل انھوں نے لوگوں کی آنکھیں کھول دی تھیں اور دل بنا دئے تھے ویسے ہی آج میں بھی تمھیں وہ ساری چیزیں دے رہا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ تمھیں کوئی ایسی چیز نہیں دکھلائی جارہی ہے جس سے تمھارے بزرگ ناواقف تھے اور نہ کوئی ایسی خاص بات بتائی جارہی ہے جس سے وہ محروم رہے ہوں۔

نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِيَّةُ جَائِلاً خِطَامُهَا رِخْواً بِطَانُهَا فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ مَا أَصْبَحَ فِيهِ أَهْلُ الْغُرُورِ، فَإِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُودٌ إِلَى أَجَلٍ مَعْدُودٍ.

۹۰

و من خطبة له (عليه السلام)

و تشمل على قدم الخالق و عظم مخلوقاته، و يختمها بالوعظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ، وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، الَّذِي لَمْ يَزَلْ قَائِماً دَائِماً؛ إِذْ لَا سَمَاءٌ ذَاتُ أَبْرَاجٍ، وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ إِرْتَاجٍ، وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ وَلَا جَبَلٌ ذُو فِجَاجٍ وَلَا فَجٌّ ذُو اعْوِجَاجٍ وَلَا أَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ، وَلَا خَلْقٌ ذُو اعْتِمَادٍ: ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَ وَارِثُهُ وَ إِلٰهُ الْخَلْقِ وَ رَازِقُهُ، وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِي مَرْضَاتِهِ: يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيدٍ، وَ يُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيدٍ.

قَسَمَ أَرْزَاقَهُمْ وَأَحْصَى آثَارَهُمْ وَأَعْمَالَهُمْ، وَ عَدَدَ أَنْفُسِهِمْ، وَ خَائِنَةَ أَعْيُنِهِمْ وَ مَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الضَّمِيرِ، وَ مُسْتَقَرَّهُمْ وَ مُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْأَرْحَامِ وَالظُّهُورِ إِلَى أَنْ تَتَنَاهَى بِهِمُ الْغَايَاتُ.

هُوَالَّذِي اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلَى أَعْدَائِهِ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ، وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهُ لِأَوْلِيَائِهِ فِي شِدَّةِ نِقْمَتِهِ، قَاهِرُ مَنْ عَازَّهُ وَ مُدَمِّرُ مَنْ شَاقَّهُ وَ مُذِلُّ مَنْ نَاوَاهُ وَ غَالِبُ مَنْ عَادَاهُ مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ، وَ مَنْ سَأَلَهُ أَعْطَاهُ، وَ مَنْ أَقْرَضَهُ قَضَاهُ، وَ مَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ.

عِبَادَاللّٰهِ زِنُوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُوزَنُوا، وَ حَاسِبُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَ تَنَفَّسُوا قَبْلَ ضِيقِ الْخِنَاقِ، وَانْقَادُوا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ لَمْ يُعَنْ عَلَى نَفْسِهِ حَتَّى يَكُونَ لَهُ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا لَا زَاجِرٌ وَلَا وَاعِظٌ.

(۱) آپ قوم کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ میرے دور میں عمل کے امکانات کہیں زیادہ ہیں۔ ابھی موقع ہے کہ گذشتہ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہوئے عمل کی راہ میں قدم آگے بڑھاؤ ورنہ اس کے بعد وہ دور آنے والا ہے جب تمہاری مثال اس سوار کی ہوگی جس کی اونٹنی کی مہار بھی جھول جائے اور تنگ بھی ڈھیلا ہو جائے کہ وہ کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔ جب نظام دنیا خود ہی تباہ کن ہو جائے تو اہل دنیا کی تباہی میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر دور کے لئے ایک بہترین سبق ہے کہ تاریخ بشریت کے اعتبار سے اب تک ہر دور کے بعد دوسرا دور بدتر یا سخت تر ہی آ رہا ہے لہذا جو انسان آج کے حالات سے استفادہ نہیں کرتا ہے اور کل کا انتظار کرتا ہے اس سے زیادہ جاہل اور بدحواس کوئی انسان نہیں ہے کون جانے کہ کل کا دن کونسی سختی اور تنگی لے کر آنے والا ہے کہ مسجدوں کے دروازے بند ہو جائیں دینی مراکز پر پہرے بٹھا دیے جائیں۔ رجال دین پر پابندی عائد ہو جائے مسائل دین کا بیان ممنوع قرار پا جائے لہذا جب تک یہ ساری آزادیاں حاصل ہیں۔ احکام حاصل کر لو۔ مساجد میں سجدۂ پروردگار کر لو ——— دینی مراکز میں حاضری کا شرف حاصل کر لو۔ علماء اعلام کے بیانات سے استفادہ کر لو ایسا نہ ہو کہ خدا نخواستہ مستقبل میں حسرت و اندوہ کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے جس کا تجربہ معدوم سوویت یونین کی ریاستوں۔ فلسطین کے علاقوں اور افغانستان کے شہروں میں کیا جا چکا ہے۔ اشتراکیت کے نتائج دیکھ چکے ہو تو اب سرمایہ داری کے مظالم کا انتظار کرنا سراسر دانش مندی کے خلاف ہے۔

مصادر خطبہ نمبر ۹۰ عیون الحکم والمواعظ الواسطی۔ غرر الحکم آمدی ص ۱۹۵، نہایہ ابن اثیر ۲ ص ۳۴۵

(۱) دیکھو تم پر ایک مصیبت نازل ہو گئی ہے اس اونٹنی کے مانند جس کی نکیل جھول رہی ہو اور جس کا تنگ ڈھیلا ہو گیا ہو لہٰذا خبردار تمھیں پہلے فریب خوردہ لوگوں کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے کہ یہ عیش دنیا ایک پھیلا ہوا سایہ ہے جس کی مدت معین ہے اور پھر سمٹ جائے گا۔

۹۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں معبود کے قِدَم اور اس کی مخلوقات کی عظمت کا تذکرہ کرتے ہوئے موعظہ پر اختتام کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو بغیر دیکھے معروف ہے اور بغیر سوچے پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سے قائم اور دائم ہے جب نہ یہ برجوں والے آسمان تھے اور نہ بلند دروازوں والے حجابات۔ نہ اندھیری رات تھی اور نہ ٹھہرے ہوئے سمندر۔ نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ تھے اور نہ ٹیڑھی ترچھی پہاڑی راہیں۔ نہ بچھے ہوئے فرش والی زمین تھی اور نہ کس بل والی مخلوقات۔ وہی مخلوقات کا ایجاد کرنے والا ہے اور وہی آخر میں سب کا وارث ہے۔ وہی سب کا معبود ہے اور سب کا رازق ہے۔ شمس و قمر اسی کی مرضی سے مسلسل حرکت میں ہیں کہ ہر نئے کو پُرانا کر دیتے ہیں اور ہر بعید کو قریب تر بنا دیتے ہیں۔

اسی نے سب کے رزق کو تقسیم کیا ہے اور سب کے آثار و اعمال کا احصار کیا ہے۔ اسی نے ہر ایک کی سانسوں کا شمار کیا ہے اور ہر ایک کی نگاہ کی خیانت اور سینہ کے چھپے ہوئے اسرار اور اصلاب و ارحام میں ان کے مراکز کا حساب رکھا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی آخری منزل تک پہونچ جائیں۔ وہی وہ ہے جس کا غضب دشمنوں پر اس کی وسعتِ رحمت کے باوجود شدید ہے اور اس کی رحمت اس کے دوستوں کے لئے اس کے شدتِ غضب کے باوجود وسیع ہے۔ جو اس پر غلبہ پیدا کرنا چاہے اس کے حق میں قاہر ہے اور جو کوئی اس سے جھگڑا کرنا چاہے اس کے حق میں تباہ کرنے والا ہے۔ ہر مخالفت کرنے والے کا ذلیل کرنے والا اور ہر دشمنی کرنے والے پر غالب آنے والا ہے۔ جو اس پر توکل کرتا ہے اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جو اس سے سوال کرتا ہے اسے عطا کر دیتا ہے۔ جو اسے قرض دیتا ہے اسے ادا کر دیتا ہے اور جو اس کا شکریہ ادا کرتا ہے اس کو جزا دیتا ہے۔

بندگانِ خدا۔ اپنے آپ کو تول لو قبل اس کے کہ تمھارا وزن کیا جائے اور اپنے نفس کا محاسبہ کر لو قبل اس کے کہ تمھارا حساب کیا جائے۔ گلے کا پھندہ تنگ ہونے سے پہلے سانس لے لو اور زبردستی لے جائے جانے سے پہلے از خود جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یاد رکھو کہ جو شخص خود اپنے نفس کی مدد کر کے اسے نصیحت اور تنبیہ نہیں کرتا ہے اس کو کوئی دوسرا نہ نصیحت کر سکتا ہے اور نہ تنبیہ کر سکتا ہے۔

---

(۱) یوں تو پروردگار کی کسی صفت اور اس کے کسی کمال میں اس کا کوئی مثل و نظیر یا شریک و وزیر نہیں ہے لیکن انسانی زندگی کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ چار صفات انتہائی اہم ہیں:

۱۔ وہ اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور انھیں دوسروں کا دست نگر نہیں بننے دیتا ہے۔

۲۔ وہ ہر سوال کرنے والے کو عطا کرتا ہے اور کسی طرح کی تفریق کا قائل نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سوال نہ کرنے والوں کو بھی عطا کرتا ہے۔

۳۔ وہ ہر قرضہ کو ادا کر دیتا ہے حالانکہ ہر قرض دینے والا اسی کے دئے ہوئے مال میں سے قرض دیتا ہے اور اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

۴۔ وہ شکریہ ادا کرنے والوں کو بھی انعام دیتا ہے جب کہ وہ اپنے فریضہ کو ادا کرتے ہیں اور کوئی نیا کارِ خیر انجام نہیں دیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ان لوگوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس بات کا شکریہ نہ ادا کریں کہ ہمیں دیا ہے اور "دوسروں کو نہیں دیا ہے" کہ یہ اس کے کرم کی توہین ہے شکریہ نہیں ہے۔ شکریہ اس بات کا ہے کہ ہمیں یہ نعمت دی ہے۔ اگرچہ دوسروں کو بھی مصلحت کے مطابق دوسری نعمتوں سے نوازا ہے۔

۹۱

ومن خطبة له ﴿ع﴾

تعرف بخطبة الأشباح و هي من جلائل خطبه ﴿ع﴾

روى مسعدة بن صدقة عن الصادق جعفربن محمد عليهما السلام أنه قال: خطب أميرالمؤمنين ﴿ع﴾ بهذه الخطبة على منبر الكوفة، و ذلك أن رجلا أتاه فقال له يا أميرالمؤمنين صف لنا ربنا مثلما نراه عياناً لنزداد له حباً و به معرفة، فغضب ونادى: الصلاة جامعة، فاجتمع الناس حتى غص المسجد بأهله، فصعدالمنبر و هو مغضب متغير اللون، فحمدالله و أثنى عليه و صلى على النبي صلى الله عليه و آله، ثم قال:

وصف الله تعالى

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِي لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُودُ وَلَا يُكْدِيهِ الْإِعْطَاءُ وَالْجُودُ؛ إِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ، وَ كُلُّ مَانِعٍ مَذْمُومٌ مَا خَلَاهُ؛ وَ هُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ وَ عَوَائِدِ الْمَزِيدِ وَالْقِسَمِ؛ عِيَالُهُ الْخَلَائِقُ: ضَمِنَ أَرْزَاقَهُمْ، وَ قَدَّرَ أَقْوَاتَهُمْ وَ نَهَجَ سَبِيلَ الرَّاغِبِينَ إِلَيْهِ، وَالطَّالِبِينَ مَا لَدَيْهِ، وَ لَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِأَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْأَلْ الْأَوَّلُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ لَهُ قَبْلٌ فَيَكُونَ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَالْآخِرُ الَّذِي لَيْسَ لَهُ بَعْدٌ فَيَكُونَ شَيْءٌ بَعْدَهُ وَالرَّادِعُ أَنَاسِيَّ الْأَبْصَارِ عَنْ أَنْ تَنَالَهُ أَوْ تُدْرِكَهُ مَا اخْتَلَفَ عَلَيْهِ دَهْرٌ فَيَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ وَلَا كَانَ فِي مَكَانٍ فَيَجُوزَ عَلَيْهِ الْاِنْتِقَالُ، وَ لَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ، وَضَحِكَتْ عَنْهُ أَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ (فلق) اللُّجَيْنِ وَالْعِقْيَانِ وَ نُثَارَةِ الدُّرِّ وَ حَصِيدِ الْمَرْجَانِ (۱) مَا أَثَّرَ ذٰلِكَ فِي جُودِهِ وَ لَا أَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهُ. وَ لَكَانَ عِنْدَهُ مِنْ ذَخَائِرِ الْأَنْعَامِ مَا لَا تُنْفِدُهُ مَطَالِبُ الْأَنَامِ، لِأَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِي لَا يَغِيضُهُ سُؤَالُ السَّائِلِينَ وَ يُبْخِلُهُ إِلْحَاحُ الْمُلِحِّينَ.

صفاته تعالى في القرآن

فَانْظُرْ أَيُّهَا السَّائِلُ: فَمَا دَلَّكَ الْقُرْآنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهِ فَائْتَمَّ بِهِ

اشباح - اشخاص - مراد ملائکہ ہیں
یفرہ - وفور سے نکلا ہے - اضافہ
یکدیہ - فقیر و مفلس بنا دیتا ہے
اناسی - انسان کی جمع ہے اور انسان حلقہ چشم کے نقطہ بینائی کا نام ہے
تنفس معادن - جواہرات کے راستوں کا کھول دینا ہے
ضحک اصداف - سیپی کے منھ کا کھل جانا ہے
فلز - قیمتی دھات
لجین - خالص چاندی
عقیان - خالص سونا
نثارہ - وہ موتی جو نثار ئے جائیں
حصید مرجان - مرجان کو کاٹ کر جو جوہر حاصل کیا جائے
انفد - ختم کر دیا
یغیض - غیض (نقص)
یبخلہ - کسی کو بخیل پانا
ائتم بہ - اسی کی اقتدا کرو اور ویسا ہی بیان کرو

(۱) مولائے کائنات کے اس ارشاد میں ادبی عنصر سے زیادہ علمی عنصر کام کر رہا ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ امت کو پہاڑوں کے تنفس اور صدف کے تبسم سے بھی آگاہ کر دیں اور مرجان کی نباتی حیثیت کی طرف بھی متوجہ کر دیں تاکہ مستقبل بعید میں جب ان حقائق سے پردہ اٹھایا جائے تو عالم انسانیت کو اسلام کے ذمہ داروں کی عظمت کا اندازہ ہو اور وہ دین الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

(۲) کرم الٰہی کے سامنے انسانی مطالبات کم پڑ سکتے ہیں لیکن خزانۂ قدرت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی ہے۔ اس لئے کہ مطالبات حکم بشر کے مطابق ہیں اور خزانۂ قدرت خالق کے مطابق ہے۔

مصادر خطبہ ۹۱ العقد الفرید ۲ ص ۔ توحید صدوق ص ۳۴ ، ربیع الابرار زمخشری باب الملائکہ جلد اول ، نہایہ ابن اثیر ، فرج المهموم السید ابن طاؤس ص

۹۱- آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(اس خطبہ کو خطبۂ اشباح کہا جاتا ہے جسے آپ کے جلیل ترین خطبات میں شمار کیا گیا ہے)

مسعدہ بن صدقہ نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے یہ خطبہ منبر کوفہ سے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب ایک شخص نے آپ سے یہ تقاضا کیا کہ پروردگار کے اوصاف اس طرح بیان کریں کہ گویا وہ ہماری نگاہ کے سامنے ہے تاکہ ہماری معرفت اور محبت الٰہی میں اضافہ ہو جائے۔ آپ کو اس بات پر غصہ آگیا اور آپ نے نماز جماعت کا اعلان فرما دیا۔ مسجد مسلمانوں سے چھلک اٹھی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اس عالم میں خطبہ ارشاد فرمایا کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور غیظ و غضب کے آثار نمودار تھے۔ حمد و ثنائے الٰہی اور صلوات و سلام کے بعد ارشاد فرمایا:

. . . .

ساری تعریف اس پروردگار کے لئے ہے جس کے خزانہ میں فضل و کرم کے روک دینے اور عطاؤں کے منجمد کر دینے سے اضافہ نہیں ہوتا ہے اور جود و کرم کے تسلسل سے کمی نہیں آتی ہے۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ ہر عطا کرنے والے کے یہاں کمی ہو جاتی ہے اور اس کے ماسوا ہر نہ دینے والا قابل مذمت ہوتا ہے۔ وہ مفید ترین نعمتوں اور مسلسل روزیوں کے ذریعہ احسان کرنے والا ہے۔ مخلوقات اس کی ذمہ داری میں ہیں اور اس نے سب کے رزق کی ضمانت دی ہے اور روزی معین کر دی ہے۔ اپنی طرف توجہ کرنے والوں اور اپنے عطایا کے سائلوں کے لئے راستہ کھول دیا ہے اور مانگنے والوں کو نہ مانگنے والوں سے زیادہ عطا نہیں کرتا ہے۔ وہ ایسا اول ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں ہے کہ اس سے پہلے کوئی ہو جائے اور ایسا آخر ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ اس کے بعد کوئی رہ جائے۔ وہ آنکھوں کی بینائی کو اپنی ذات تک پہونچنے اور اس کا ادراک کرنے سے روکے ہوئے ہے۔ اس پر زمانہ اثر انداز نہیں ہوتا ہے کہ حالات بدل جائیں اور وہ کسی مکان میں نہیں ہے کہ وہاں سے منتقل ہو سکے۔ اگر وہ ان تمام جواہرات کو عطا کر دے جو پہاڑوں کے معدن اپنی سانسوں سے باہر نکالتے ہیں یا جنھیں سمندر کے صدف مسکرا کر باہر پھینک دیتے ہیں چاہے وہ چاندی ہو یا سونا۔ موتی ہوں یا مرجان۔ تو بھی اس کے کرم پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور نہ اس کے خزانوں کی وسعت میں کوئی کمی آسکتی ہے اور اس کے پاس نعمتوں کے وہ خزانے رہ جائیں گے جنھیں مانگنے والوں کے مطالبات ختم نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایسا جواد و کریم ہے کہ نہ سائلوں کا سوال اس کے یہاں کمی پیدا کر سکتا ہے اور نہ مفلسوں کا اصرار اسے بخیل بنا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں صفات پروردگار

صفات خدا کے بارے میں سوال کرنے والو! قرآن مجید نے جن صفات[1] کی نشان دہی کی ہے انھیں کا اتباع کرو

[1] اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن مجید نے جتنے صفات بیان کر دئے ہیں ان کے علاوہ دیگر اسماء و صفات کا اطلاق نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض علماء اعلام کا خیال ہے کہ اسماء الٰہیہ توقیفیہ ہیں اور نصوص آیات و روایات کے بغیر کسی نام یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ بلکہ اس ارشاد کا واضح سا مفہوم یہ ہے کہ جن صفات کی قرآن کریم نے نفی کر دی ہے ان کا اطلاق جائز نہیں ہے چاہے کسی زبان اور کسی لہجہ ہی میں کیوں نہ ہو۔

وَاسْتَضِئْ بِنُورِ هِدَايَتِهِ، وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِي الْكِتَابِ عَلَيْكَ فَرْضُهُ، وَلَا فِي سُنَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَئِمَّةِ الْهُدَى أَثَرُهُ؛ فَكِلْ عِلْمَهُ إِلَى اللهِ سُبْحَانَهُ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مُنْتَهَى حَقِّ اللهِ عَلَيْكَ وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّاسِخِينَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِينَ أَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوبَةِ دُونَ الْغُيُوبِ، الْإِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوا تَفْسِيرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوبِ، فَمَدَحَ اللهُ - تَعَالَى - اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِهِ عِلْماً، وَسَمَّى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهِ رُسُوخاً[1] فَاقْتَصِرْ عَلَى ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللهِ سُبْحَانَهُ عَلَى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ. هُوَ الْقَادِرُ الَّذِي إِذَا ارْتَمَتِ الْأَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهِ، وَ حَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِي عَمِيقَاتِ غُيُوبِ مَلَكُوتِهِ وَ تَوَلَّهَتِ الْقُلُوبُ إِلَيْهِ، لِتَجْرِيَ فِي كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهِ وَ غَمَضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُولِ فِي حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهِ رَدَعَهَا وَ هِيَ تَجُوبُ مَهَاوِيَ سُدَفِ الْغُيُوبِ، مُتَخَلِّصَةً إِلَيْهِ - سُبْحَانَهُ - فَرَجَعَتْ إِذْ جُبِهَتْ مُعْتَرِفَةً بِأَنَّهُ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الاعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهِ وَلَا تَخْطُرُ بِبَالِ أُولِي الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِنْ تَقْدِيرِ جَلَالِ عِزَّتِهِ الَّذِي ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهُ، وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذَى عَلَيْهِ، مِنْ خَالِقٍ مَعْبُودٍ كَانَ قَبْلَهُ، وَ أَرَانَا مِنْ مَلَكُوتِ قُدْرَتِهِ وَ عَجَائِبِ مَا نَطَقَتْ بِهِ آثَارُ حِكْمَتِهِ، وَاعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ إِلَى أَنْ يُقِيمَهَا بِمِسَاكِ قُوَّتِهِ، مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارِ قِيَامِ الْحُجَّةِ لَهُ عَلَى مَعْرِفَتِهِ، فَظَهَرَتِ الْبَدَائِعُ الَّتِي أَحْدَثَتْهَا آثَارُ صَنْعَتِهِ، وَأَعْلَامُ حِكْمَتِهِ فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهُ وَ دَلِيلاً عَلَيْهِ وَ إِنْ كَانَ خَلْقاً صَامِتاً فَحُجَّتُهُ بِالتَّدْبِيرِ نَاطِقَةٌ وَ دَلَالَتُهُ عَلَى الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ فَأَشْهَدُ أَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ أَعْضَاءِ خَلْقِكَ وَ تَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ

کِل علمہ - اس کے علم کو مالک کے حوالہ کردو
سدد - سدّہ کی جمع ہے
ارتمت - افکار سے آگے نکل جانا
منقطع - انتہا
مبرا - خالص
تولہت - شدت عشق
غمضت - فکر کی راہوں کی باریکیاں
ردع - روک دینا
مھاوی - ہلاکت کے مقامات
سُدف - سدفہ کی جمع ہے - رات کا ایک حصہ
جُبہت - مایوس واپس کردی گئی
جور - راستہ سے انحراف
رویّات - رویّہ کی جمع ہے - فکر
ابتدع - بلا نمونہ کے عدم سے وجود میں لے آنا
احتذیٰ علیہ - اس پر قیاس کیا ہو
مِساک - روکنے والی طاقت
حقاق - حُقّہ کی جمع ہے - ہڈیوں کا سرا

[1] جب اس حقیقت کا اعلان کردیا گیا کہ راسخون فی العلم وہ افراد ہیں جنھیں یہ معلوم ہے کہ کن حقائق کا علم ممکن ہے اور کون سی باتیں انسانی ادراک سے بالاتر ہیں - تو ضرورت تھی کہ اپنے رسوخ فی العلم کے اثبات کے لئے ان حقائق کی نشاندہی کردی جائے اور اس سلسلہ میں چار باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے -

(۱) مالک کی قدرت کی آخری حدوں کا ادراک - (۲) اس کے اقتدار کے عمیق غیب کی اطلاع -
(۳) اس کی صفات کی کیفیت کا تصور - (۴) اس کی ذات اقدس کا علم -

ظاہر ہے کہ یہ امور انسانی ادراکات سے بالاتر ہیں لہٰذا ان میں دخل اندازی حدود عظمت الٰہیہ میں دخل اندازی کے مرادف ہے اور یہ جہل ہے - رسوخ علم نہیں ہے -

اسی کے نور ہدایت سے روشنی حاصل کرو اور جس علم کی طرف شیطان متوجہ کرے اور اس کا کوئی فریضہ نہ کتاب الٰہی میں موجود ہو نہ سنتِ پیغمبرؐ اور ارشادات ائمہ ہدیٰ میں تو اس کا علم پروردگار کے حوالے کر دو کہ یہی اس کے حق کی آخری حد ہے اور یہ یاد رکھو راسخون فی العلم وہی افراد ہیں جنھیں غیب الٰہی کے سامنے پڑے ہوئے پردوں کے اندر درانہ داخل ہونے سے اس امر نے بے نیاز بنا دیا ہے وہ اس پوشیدہ غیب کا اجمالی اقرار رکھتے ہیں اور پروردگار نے ان کے اسی جذبہ کی تعریف کی ہے کہ جس چیز کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا اس کے بارے میں اپنی عاجزی کا اقرار کر لیتے ہیں اور اسی صفت کو اس نے رسوخ سے تعبیر کیا ہے کہ جس بات کی تحقیق ان کے ذمہ نہیں ہے اس کی گہرائیوں میں جانے کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔ (۱)

تم بھی اسی بات پر اکتفا کرو اور اپنی عقل کے مطابق عظمت الٰہی کا اندازہ نہ کرو کہ ہلاک ہونے والوں میں شمار ہو جاؤ۔

دیکھو وہ ایسا قادر ہے کہ جب فکریں اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لئے آگے بڑھتی ہیں اور ہر طرح کے وسوسہ سے پاکیزہ خیال اس کی سلطنت کے پوشیدہ اسرار کو اپنی زد میں لانا چاہتا ہے اور دل والہانہ طور پر اس کے صفات کی کیفیت معلوم کرنے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور عقل کی راہیں اس کی ذات کا علم حاصل کرنے کے لئے صفات کی رسائی سے آگے بڑھنا چاہتی ہیں تو وہ انھیں اس عالم میں اس واپس کر دیتا ہے کہ وہ عالم غیب کی گہرائیوں کی راہیں طے کر رہی ہوتی ہیں اور مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں جس کے نتیجہ میں عقلیں اس اعتراف کے ساتھ پلٹ آتی ہیں کہ غلط فکروں سے اس کی معرفت کی حقیقت کا ادراک نہیں ہو سکتا ہے اور صاحبانِ فکر کے دلوں میں اس کے جلال و عزت کا ایک شمہ بھی خطور نہیں کر سکتا ہے۔

اس نے مخلوقات کو بغیر کسی نمونہ کو نگاہ میں رکھے ہوئے ایجاد کیا ہے اور کسی ماسبق کے خالق و معبود کے نقشہ کے بغیر پیدا کیا ہے۔ اس نے اپنی قدرت کے اختیارات، اپنی حکمت کے منہ بولتے آثار اور مخلوقات کے لئے اس کے سہارے کی احتیاج کے اقرار کے ذریعہ اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ ہم اس کی معرفت پر دلیل قائم ہونے کا اقرار کر لیں کہ جن جدید ترین اشیاء کو اس کے آثار صنعت نے ایجاد کیا ہے اور نشانہائے حکمت نے پیدا کیا ہے وہ سب بالکل واضح ہیں اور ہر مخلوق اس کے وجود کے لئے ایک مستقل حجت اور دلیل ہے کہ اگر وہ خاموش بھی ہے تو اس کی تدبیر بول رہی ہے اور اس کی دلالت ایجاد کرنے والے پر قائم ہے۔

خدایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے بھی تیری مخلوقات کے اعضاء کے اختلاف اور ان کے جوڑوں کے سروں کے ملنے سے تیری حکمت کی تدبیر کے لئے تیری شبیہ قرار دیا۔

---

(۱) انسان کی غفلت کی آخری حد یہ ہے کہ وہ وجود و حکمت الٰہی کی دلیل تلاش کر رہا ہے جب کہ اس نے ادنیٰ تامل سے کام لیا ہوتا تو اسے اندازہ ہو جاتا کہ جس نگاہ سے آثار قدرت کو تلاش کر رہا ہے اور جس دماغ سے دلائل حکمت کی جستجو کر رہا ہے یہ دونوں اپنی زبان بے زبانی سے آواز دے رہے ہیں کہ اگر کوئی خالق حکیم اور صانع کریم نہ ہوتا تو ہمارا وجود بھی نہ ہوتا۔ ہم اس کی عظمت و حکمت کے بہترین گواہ ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے دلائل حکمت و عظمت کا تلاش کرنا بغل میں کٹورہ رکھ کر شہر میں ڈھنڈورہ پیٹنے کے مترادف ہے اور یہ کار عقلاء نہیں ہے۔

الْمُحْتَجِبَةِ لِتَدْبِيرِ حِكْمَتِكَ لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيرِهِ عَلَىٰ مَعْرِفَتِكَ وَ لَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْيَقِينُ بِأَنَّهُ لَا نِدَّ لَكَ، وَ كَأَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ تَبَرُّؤَ التَّابِعِينَ مِنَ الْمَتْبُوعِينَ إِذْ يَقُولُونَ: «تَاللّٰهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ. إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ»! كَذَبَ الْعَادِلُونَ بِكَ، إِذْ شَبَّهُوكَ بِأَصْنَامِهِمْ، وَ نَحَلُوكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوقِينَ بِأَوْهَامِهِمْ، وَ جَزَّأُوكَ تَجْزِئَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ وَ قَدَّرُوكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوَىٰ، بِقَرَائِحِ عُقُولِهِمْ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَيْءٍ مِنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ مُحْكَمَاتُ آيَاتِكَ وَ نَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ، وَ إِنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الَّذِي لَمْ تَتَنَاهَ فِي الْعُقُولِ، فَتَكُونَ فِي مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفاً، وَلَا فِي رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُونَ مَحْدُوداً مُصَرَّفاً.

و منها: قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَأَحْكَمَ تَقْدِيرَهُ، و دَبَّرَهُ فَأَلْطَفَ تَدْبِيرَهُ، وَ وَجَّهَهُ لِوِجْهَتِهِ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُودَ مَنْزِلَتِهِ، وَلَمْ يَقْصُرْ دُونَ الْانْتِهَاءِ إِلَىٰ غَايَتِهِ، وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ إِذْ أُمِرَ بِالْمُضِيِّ عَلَىٰ إِرَادَتِهِ، فَكَيْفَ وَ إِنَّمَا صَدَرَتِ الْأُمُورُ عَنْ مَشِيئَتِهِ؟ الْمُنْشِئُ أَصْنَافَ الْأَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ آلَ إِلَيْهَا، وَلَا قَرِيحَةِ غَرِيزَةٍ أَضْمَرَ عَلَيْهَا، وَلَا تَجْرِبَةٍ أَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُورِ، وَلَا شَرِيكٍ أَعَانَهُ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْأُمُورِ، فَتَمَّ خَلْقُهُ بِأَمْرِهِ، وَ أَذْعَنَ لِطَاعَتِهِ، وَ أَجَابَ إِلَىٰ دَعْوَتِهِ، لَمْ يَعْتَرِضْ دُونَهُ رَيْثُ الْمُبْطِئِ وَلَا أَنَاةُ الْمُتَلَكِّئِ، فَأَقَامَ مِنَ الْأَشْيَاءِ أَوَدَهَا، وَ نَهَجَ حُدُودَهَا، وَ لَاءَمَ بِقُدْرَتِهِ بَيْنَ مُتَضَادِّهَا، وَ وَصَلَ أَسْبَابَ قَرَائِنِهَا[1]، وَ فَرَّقَهَا أَجْنَاساً مُخْتَلِفَاتٍ فِي الْحُدُودِ وَ الْأَقْدَارِ، وَالْغَرَائِزِ وَالْهَيْئَاتِ، بَدَايَا خَلَائِقَ أَحْكَمَ صُنْعَهَا، وَ فَطَرَهَا عَلَىٰ مَا أَرَادَ وَابْتَدَعَهَا!

و منها في صفة السماء

وَ نَظَمَ بِلَا تَعْلِيقٍ رَهَوَاتِ فُرَجِهَا، وَ لَاحَمَ صُدُوعَ انْفِرَاجِهَا

احتجاب مفاصل ۔ گوشت اور کھال سے بند ہونا
عادلون بک ۔ دوسروں کی طرف عدول کرنے والے
نحلوک ۔ عطا کردیا
حلیہ ۔ صفات
قدروک ۔ قیاس کیا
مکیف ۔ مخصوص کیفیت والا
مصرف ۔ جس پر عقلیں تصرف کریں
استصعب ۔ رام نہیں ہو سکا
غریزہ ۔ طبیعت ۔ مزاج
افادہ ۔ استفادہ
ریث ۔ سستی اور کوتاہی
اناۃ ۔ سوچ بچار
متلکئ ۔ بہانہ باز
اود ۔ کجی
نہج ۔ معین کردیا
قرائن ۔ جمع قرینہ ۔ نفس ۔ ساتھی
غرائز ۔ طبائع
بدایا ۔ جمع بدیٔ ۔ صنعت
رہوات ۔ جمع رہوۃ ۔ بلند جگہ
فرج ۔ جمع فرجہ ۔ خالی جگہ
لاحم ۔ جوڑ دیا
صدوع ۔ جمع صدع ۔ شگاف

(۱) بعض حضرات کا خیال ہے کہ قرائن سے مراد نفس ہے جسے جسم کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔
اور بعض حضرات کا خیال ہے کہ خود مختلف قسم کے اجسام ہیں جن میں ارتباط پیدا کر دیا گیا ہے۔

اس نے اپنے ضمیر کے غیب کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اس کے دل میں یہ یقین پیوست نہیں ہوا کہ تیرا کوئی مثل نہیں ہے اور گویا اس نے یہ پیغام نہیں سُنا کہ ایک دن مرید اپنے پیر و مرشد سے یہ کہہ کر بیزاری کریں گے کہ "بخدا ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جب تم کو رب العالمین کے برابر قرار دے رہے تھے۔ بے شک تیرے برابر قرار دینے والے جھوٹے ہیں کہ انھوں نے تجھے اپنے اصنام سے تشبیہ دی ہے اور اپنے اوہام کی بنا پر تجھے مخلوقات کا حلیہ عطا کر دیا ہے اور اپنے خیالات کی بنا پر جسموں کی طرح تیرے ٹکڑے کر دئے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ سے تجھے مختلف طاقتوں والی مخلوقات کے پیمانے پر ناپ تول دیا ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جس نے بھی تجھے کسی کے برابر قرار دیا اس نے تیرا ہمسر بنا دیا اور جس نے تیرا ہمسر بنا دیا اس نے آیات محکمات کی تنزیل کا انکار کر دیا ہے اور واضح ترین دلائل کے بیانات کو جھٹلا دیا ہے۔ بے شک تو وہ خدا ہے جو عقلوں کی حدوں میں نہیں آسکتا ہے کہ افکار کی روانی میں کیفیوں کی زد میں آجائے اور نہ غور و فکر کی جولانیوں میں سما سکتا ہے کہ محدود اور تصرفات کا پابند ہو جائے۔

(ایک دوسرا حصہ)

مالک نے ہر مخلوق کی مقدار معین کی ہے اور محکم ترین معین کی ہے اور ہر ایک کی تدبیر کی ہے اور لطیف ترین تدبیر کی ہے ہر ایک کو ایک رُخ پر لگا دیا ہے تو اس نے اپنی منزلت کے حدود سے تجاوز بھی نہیں کیا ہے اور انتہا تک پہونچنے میں کوتاہی بھی نہیں کی ہے اور مالک کے ارادہ پر چلنے کا حکم دے دیا گیا تو اس سے سرتابی بھی نہیں کی ہے اور یہ ممکن بھی کیسے تھا جب کہ سب اس کی مشیت سے منظر عام پر آئے ہیں۔ وہ تمام اشیاء کا ایجاد کرنے والا ہے بغیر اس کے کہ فکر کی جولانیوں کی طرف رجوع کرے یا طبیعت کی داخلی روانی کا سہارا لے یا حوادث زمانہ کے تجربات سے فائدہ اٹھائے یا عجیب و غریب مخلوقات کے بنانے میں کسی شریک کی مدد کا محتاج ہو۔

اس کی مخلوقات اس کے امر سے تمام ہوئی ہے اور اس کی اطاعت میں سربسجود ہے۔ اس کی دعوت پر لبیک کہتی ہے اور اس راہ میں نہ دیر کرنے والے کی سستی کا شکار ہوتی ہے اور نہ حیلہ و حجت کرنے والے کی ڈھیل میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس نے اشیاء کی کجی کو سیدھا رکھا ہے۔ ان کے حدود کو مقرر کر دیا ہے۔ اپنی قدرت سے ان کے متضاد عناصر میں تناسب پیدا کر دیا ہے اور نفس و بدن کا رشتہ جوڑ دیا ہے۔ انھیں حدود و مقادیر، طبائع و ہیئات کی مختلف جنسوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے جس کی صنعت مستحکم رکھی ہے اور اس کی فطرت و خلقت کو اپنے ارادہ کے مطابق رکھا ہے۔

(کچھ آسمان کے بارے میں)

اس نے بغیر کسی چیز سے وابستہ کئے آسمانوں کے نشیب و فراز کو منظم کر دیا ہے اور اس کے شگافوں کو ملا دیا ہے

وَ وَشَّجَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ أَزْوَاجِهَا، وَ ذَلَّلَ لِلْهَابِطِينَ بِأَمْرِهِ، وَالصَّاعِدِينَ بِأَعْمَالِ خَلْقِهِ، حُزُونَةَ مِعْرَاجِهَا وَ نَادَاهَا بَعْدَ إِذْ هِيَ دُخَانٌ، فَالْتَحَمَتْ (فالتجمت) عُرَىٰ أَشْرَاجِهَا، وَ فَتَقَ بَعْدَ الارْتِتَاقِ صَوَامِتَ أَبْوَابِهَا، وَ أَقَامَ رَصَداً مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلَىٰ نِقَابِهَا، وَأَمْسَكَهَا مِنْ أَنْ تَمُورَ فِي خَرْقِ الْهَوَاءِ بِأَيْدِهِ (بانده، رانده)، وَ أَمَرَهَا أَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِأَمْرِهِ، وَ جَعَلَ شَمْسَهَا آيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا، وَ قَمَرَهَا آيَةً مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا، وَ أَجْرَاهُمَا فِي مَنَاقِلِ مَجْرَاهُمَا، وَ قَدَّرَ سَيْرَهُمَا (مسيرهما) فِي مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا، لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا، وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِينَ وَ الْحِسَابُ بِمَقَادِيرِهِمَا، ثُمَّ عَلَّقَ فِي جَوِّهَا فَلَكَهَا، وَنَاطَ بِهَا زِينَتَهَا، مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَ مَصَابِيحِ كَوَاكِبِهَا، وَرَمَىٰ مُسْتَرِقِي السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا، وَأَجْرَاهَا عَلَىٰ أَذْلَالِ تَسْخِيرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا(معودها)، وَ مَسِيرِ سَائِرِهَا، وَهُبُوطِهَا وَ صُعُودِهَا، وَ نُحُوسِهَا وَ سُعُودِهَا.[1]

و منها في صفة الملائكة

ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهُ لِإِسْكَانِ سَمَاوَاتِهِ، وَ عِمَارَةِ الصَّفِيحِ الْأَعْلَىٰ مِنْ مَلَكُوتِهِ، خَلْقاً بَدِيعاً مِنْ مَلَائِكَتِهِ، وَ مَلَأَ بِهِمْ فُرُوجَ فِجَاجِهَا، وَحَشَا بِهِمْ فُتُوقَ أَجْوَائِهَا(اجوابها)، وَ بَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِينَ مِنْهُمْ فِي حَظَائِرِ الْقُدُسِ، وَ سُتُرَاتِ الْحُجُبِ، وَ سُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ، وَوَرَاءَ ذَلِكَ الرَّجِيجِ (الزجيج) الَّذِي تَسْتَكُّ مِنْهُ الْأَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُورٍ تَرْدَعُ الْأَبْصَارَ عَنْ بُلُوغِهَا، فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلَىٰ حُدُودِهَا. وَأَنْشَأَهُمْ عَلَىٰ صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ، وَأَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ(موتلفات)، «أُولِي أَجْنِحَةٍ» تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهِ، لَا يَنْتَحِلُونَ مَا ظَهَرَ فِي

وشج - مضبوطی سے باندھ دیا
ازواج - امثال
قرائن - دوسرے اجرام فلک
ہابط و صاعد - سفلی و علوی ارواح
حزونۃ - صعوبت و ناہمواری
اشراج - جمع شرج - کنڈا
صوامت - جس میں کوئی خلا نہ ہو
رصد - محافظ
شہب ثواقب - انتہائی تیز روشنی والے ستارے
نقاب - جمع نقب - شگاف
تمور - فضا میں تڑپ سکیں
اید - قوت
ممحوۃ - جس کی روشنی کبھی کبھی ختم ہوجاتی ہے
مناقل مجراہا - وہ حالات جن میں اپنے مدار سے منتقل ہوجاتے ہیں
فلک - جس جگہ ستاروں کو ثابت کیا گیا ہے
دراری - کواکب
اذلال - جمع ذل - واضح راستہ
صفیح - آسمان
اجواء - جمع جو - فضا
زجل - بلند آواز - گونج
حظائر - جمع حظیرہ - ٹھہرا - منزل
قدس - پاکیزگی
سترات - جمع سترہ - پردہ
سرادقات - جمع سرادق - سراپردہ
رجیج - زلزلہ و اضطراب
تستک - کان بہرے ہوجائیں
سبحات نور - طبقات نور
خاسئہ - ناکام و نامراد

(۱) واضح رہے کہ یہ سعد و نحس مختلف آثار کے اعتبار سے ہیں جن کا ظہور ستاروں سے ہوتا رہتا ہے۔ اس کا کوئی تعلق اس سعد و نحس سے نہیں ہے جس کا تذکرہ علم نجوم میں پایا جاتا ہے اور جس پر اعتبار کرنے سے ائمہ معصومین نے شدت سے منع فرمایا ہے اور بدشگونی کو یکسر خلاف اسلام قرار دیا ہے۔

اور انھیں آپس میں ایک دوسرے کیساتھ جکڑ دیا ہے اور اس کا حکم لے کر اترنے والے اور بندوں کے اعمال کو لے کر جانے والے فرشتوں کے لئے بلندی کی ناہمواریوں کو ہموار کر دیا ہے۔ ابھی یہ آسمان دھوئیں کی شکل میں تھے کہ مالک نے انھیں آواز دی اور ان کے تسموں کے رشتے آپس میں جڑ گئے، اور ان کے دروازے بند رہنے کے بعد کھل گئے۔ پھر اس نے ان کے سوراخوں پر ٹوٹتے ہوئے ستاروں کے نگہبان کھڑے کر دئے اور اپنے دست قدرت سے اس امر سے روک دیا کہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر اُدھر چلے جائیں۔

انھیں حکم دیا کہ اس کے حکم کے سامنے سراپا تسلیم کھڑے رہیں۔ ان کے آفتاب کو دن کے لئے روشن نشانی اور ماہتاب کو رات کی دھندلی نشانی قرار دے دیا اور دونوں کو ان کے بہاؤ کی منزل پر ڈال دیا ہے اور ان کی گذرگاہوں میں رفتار کی مقدار معین کر دی ہے تاکہ ان کے ذریعہ دن اور رات کا امتیاز قائم ہو سکے اور ان کی مقدار سے سال وغیرہ کا حساب کیا جا سکے۔ پھر فضائے بسیط میں سب کے مدار معلق کر دئے اور ان سے اس زینت کو وابستہ کر دیا جو چھوٹے چھوٹے تاروں اور بڑے بڑے ستاروں کے چراغوں سے پیدا ہوئی تھی آوازوں کے چرانے والوں کے لئے ٹوٹتے تاروں سے سنگسار کا انتظام کر دیا اور انھیں بھی اپنے جبر و قہر کی راہوں پر لگا دیا کہ جو ثابت ہیں وہ ثابت رہیں۔ جو سیار ہیں وہ سیار رہیں۔ بلند و پست نیک و بد سب اسی کی مرضی کے تابع رہیں۔

(اوصاف ملائکہ کا حصہ)

اس کے بعد اس نے آسمانوں کو آباد کرنے اور اپنی سلطنت کے بلند ترین طبقہ کو بسانے[1] کے لئے ملائکہ جیسی انوکھی مخلوق کو پیدا کیا اور ان سے آسمانی راستوں کے شگافوں کو پُر کر دیا اور فضا کی پہنائیوں کو معمور کر دیا۔ انھیں شگافوں کے درمیان تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس کی چار دیواری، عظمت کے حجابات، بزرگی کے سراپردوں کے پیچھے گونج رہی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ نور کی وہ تجلیاں ہیں جو نگاہوں کو وہاں تک پہونچنے سے روک دیتی ہیں اور، ناکام ہو کر اپنی حدوں پر ٹھہر جاتی ہیں۔

اس نے ان فرشتوں کو مختلف شکلوں اور الگ الگ پیمانوں کے مطابق پیدا کیا ہے۔ انھیں بال و پر عنایت کئے ہیں اور وہ اس کے جلال و عزت کی تسبیح میں مصروف ہیں۔ مخلوقات میں اس کی نمایاں صنعت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے ہیں۔

[1] واضح رہے کہ ملائکہ اور جنات کا مسئلہ غیبیات سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا علم دنیا کے عام وسائل کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔ قرآن مجید نے ایمان کے لئے غیب کے اقرار کو شرط اساسی قرار دیا ہے لہذا اس مسئلہ کا تعلق صرف صاحبانِ ایمان سے ہے۔ دیگر افراد کے لئے دیگر ارشادات امامؑ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنی بات تو بہرحال واضح ہو چکی ہے کہ آسمانوں کے اندر آبادیاں پائی جاتی ہیں اور یہاں کے افراد کا وہاں زندہ نہ رہ سکنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہاں کے باشندے بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ مالک نے ہر جگہ کے باشندہ میں وہاں کے اعتبار سے صلاحیت حیات رکھی ہے اور اسے سامان زندگی عنایت فرمایا ہے۔ امام صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ پروردگار عالم نے دس لاکھ عالم پیدا کئے ہیں اور دس لاکھ آدم۔ اور ہماری زمین کے باشندے آخری آدم کی اولادیں ہیں۔ (الہیئۃ والاسلام شہرستانی)

الْخَلْقِ مِنْ صُنْعِهِ، وَلَا يَدَّعُونَ أَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ شَيْئاً مَعَهُ مِمَّا انْفَرَدَ بِهِ، «بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ، لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ» جَعَلَهُمُ اللهُ فِيمَا هُنَالِكَ أَهْلَ الْأَمَانَةِ عَلَىٰ وَحْيِهِ، وَحَمَّلَهُمْ إِلَى الْمُرْسَلِينَ وَدَائِعَ أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ، وَ عَصَمَهُمْ مِنْ رَيْبِ الشُّبُهَاتِ، فَمَا مِنْهُمْ زَائِغٌ عَنْ سَبِيلِ مَرْضَاتِهِ، وَ أَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ الْمَعُونَةِ، وَأَشْعَرَ قُلُوبَهُمْ تَوَاضُعَ إِخْبَاتِ السَّكِينَةِ، وَ فَتَحَ لَهُمْ أَبْوَاباً ذُلُلاً إِلَىٰ تَمَاجِيدِهِ، وَ نَصَبَ لَهُمْ مَنَاراً وَاضِحَةً عَلَىٰ أَعْلَامِ تَوْحِيدِهِ، لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوصِرَاتُ الْآثَامِ، وَلَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ، وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوكُ بِنَوَازِعِهَا (نوازغها) عَزِيمَةَ إِيمَانِهِمْ، وَلَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُونُ عَلَىٰ مَعَاقِدِ يَقِينِهِمْ، وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْإِحَنِ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَلَا سَلَبَتْهُمُ الْحَيْرَةُ مَا لَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهِ بِضَمَائِرِهِمْ، وَ مَا سَكَنَ مِنْ عَظَمَتِهِ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهِ فِي أَثْنَاءِ صُدُورِهِمْ، وَ لَمْ تَطْمَعْ فِيهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلَىٰ فِكْرِهِمْ، وَ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِي خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ، وَ فِي عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ، وَ فِي قَتْرَةِ الظَّلَامِ الْأَيْهَمِ، وَ مِنْهُمْ مَنْ قَدْ خَرَقَتْ أَقْدَامُهُمْ تُخُومَ الْأَرْضِ السُّفْلَىٰ، فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيضٍ قَدْ نَفَذَتْ فِي مَخَارِقِ الْهَوَاءِ، وَ تَحْتَهَا رِيحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَا عَلَىٰ حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُودِ الْمُتَنَاهِيَةِ، قَدِ اسْتَفْرَغَتْهُمْ أَشْغَالُ عِبَادَتِهِ، وَ وَصَلَتْ (وسلت، مثلت) حَقَائِقُ الْإِيمَانِ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، وَقَطَعَهُمُ الْإِيقَانُ بِهِ إِلَى الْوَلَهِ إِلَيْهِ، وَلَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهُ إِلَىٰ مَا عِنْدَ غَيْرِهِ قَدْ ذَاقُوا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهِ، وَ شَرِبُوا بِالْكَأْسِ الرَّوِيَّةِ [1] مِنْ

اخبات ـ خضوع وخشوع
ذُلُل ـ جمع ذلول ـ رام شدہ
منار ـ جمع منارہ ـ منزل نور
اعلام ـ نشان منزل
موصرات آثام ـ گناہوں کا سنگین بوجھ
ارتحلہ ـ سامان سفر لاد دیا
عُقَب ـ جمع عقبہ ـ نوبہ
نوازع ـ جمع نازعہ ـ ستارہ
معاقد ـ جمع معقد ـ محل اعتقاد
اِحَن ـ جمع اِحنۃ ـ حسد وکینہ
لاق ـ چپک گیا
تقترع ـ قرعہ ڈالن
رین ـ زنگ ـ کثافت
دُلَّح ـ جمع دالح ـ بوجھل بادل
قترہ ـ مخفی انداز
ایہم ـ جس میں راستہ نہ مل پائے
مخارق ـ جمع مخرق ـ محل شگاف
ریح ہفافہ ـ ہلکی ہوا
ولہ ـ شدت شوق
رویّہ ـ جو پیاس بجھا دے

[1] اس اعتبار سے ملائکہ کس قدر خوش قسمت اور مطمئن ہیں کہ بشریت کے جملہ خطرات سے محفوظ اور معصوم ہیں ـ نہ ان کی زندگی میں خواہشات کا گذر ہے کہ گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے نہ ان کے پاس مادی جسم ہے کہ گردش لیل و نہار کی بنا پر بیماریوں کا سامنا کرنا پڑے ـ نہ شکوک و اوہام کی زد پر ہیں کہ ایمان و یقین خطرہ میں پڑ جائے اور نہ مفادات کا ٹکراؤ ہے کہ بغض و حسد کا شکار ہو جائیں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان جب ان بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے تو اس کا مرتبہ ملائکہ سے بلند تر ہو جاتا ہے اور اس کی معراج کے سامنے ملائکہ کے پر جلنے لگتے ہیں!

ور کسی چیز کی تخلیق کا ادعا نہیں کرتے ہیں۔" یہ اللہ کے محترم بندے ہیں جو اس پر کسی بات میں سبقت نہیں کرتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کر رہے ہیں"۔ اللہ نے انھیں اپنی وحی کا امین بنایا ہے اور مرسلین کی طرف اپنے امر و نہی کی امانتوں کا حامل قرار دیا ہے۔ انھیں شکوک و شبہات سے محفوظ رکھا ہے کہ کوئی بھی اس کی مرضی کی راہ سے انحراف کرنے والا نہیں ہے۔ سب کو اپنی کار آمد امداد سے نوازا ہے اور سب کے دل میں عاجزی اور شکستگی کی تواضع پیدا کر دی ہے۔ ان کے لئے اپنی تمجید کی سہولت کے دروازے کھول دئے ہیں اور توحید کی نشانیوں کے لئے واضح منارے قائم کر دئے ہیں۔ ان پر گناہوں کا بوجھ بھی نہیں ہے اور انھیں شب و روز کی گردشیں اپنے ارادوں پر چلا بھی نہیں سکتی ہیں۔ شکوک و شبہات ان کے مستحکم ایمان کو اپنے خیالات کے تیروں کا نشانہ بھی نہیں بنا سکتے ہیں اور وہم و گمان ان کے یقین کی پختگی پر حملہ آور بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ ان کے درمیان حسد کی چنگاری بھی نہیں بھڑکتی ہے اور حیرت و استعجاب ان کے ضمیروں کی معرفت کو سلب بھی نہیں کر سکتے ہیں اور ان کے سینوں میں چھپے ہوئے عظمت و ہیبت و جلالت الٰہی کے ذخیروں کو چھین بھی نہیں سکتے ہیں اور وسوسوں نے کبھی یہ سوچا بھی نہیں ہے کہ ان کی فکر کو زنگ آلود بنا دیں۔
ان میں بعض وہ ہیں جنھیں بوجھل بادلوں، بلند ترین پہاڑوں اور تاریک ترین ظلمتوں کے پردوں میں رکھا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کے پیروں نے زمین کے آخری طبقہ کو پارہ کر دیا ہے اور وہ ان سفید پرچموں جیسے ہیں جو فضا کی وسعتوں کو چیر کر باہر نکل گئے ہوں۔ جن کے نیچے ایک ہلکی ہوا ہو جو انھیں ان کی حدوں پر روکے رہے۔ انھیں عبادت کی مشغولیت نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا ہے اور ایمان کے حقائق نے ان کے اور معرفت کے درمیان گہرا رابطہ پیدا کر دیا ہے اور یقین کامل نے ہر چیز سے رشتہ توڑ کر انھیں مالک کی طرف مشتاق بنا دیا ہے۔ ان کی رغبتیں مالک کی نعمتوں سے ہٹ کر کسی اور کی طرف نہیں ہیں کہ انھوں نے معرفت کی حلاوت کا مزہ چکھ لیا ہے اور محبت کے سیراب کرنے والے جام سے سرشار ہو گئے ہیں (۱)

۱؎ بعض علماء نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ ملائکہ کا علم زمین و آسمان کے تمام طبقات کو محیط ہے لیکن بظاہر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب ان کا جسم نورانی ہے اور اس پر مادیات کا دباؤ نہیں ہے تو ان کا جسم لطیف مادیات کے تمام حدود کو توڑ سکتا ہے اور اس میں کوئی بات خلاف عقل نہیں ہے۔ نورانیت میں مختلف اشکال اختیار کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور وہ مختلف صورتوں میں سامنے آسکتے ہیں۔
ملائکہ کے نورانی اجسام کی وسعت حیرت انگیز نہیں ہے۔ وہ زمین کی آخری تہ سے آسمان کی آخری بلندی تک احاطہ کر سکتے ہیں۔ حیرت انگیز اس کساریانی کی وسعت ہے جس میں اس گروہ ملائکہ کا سردار بھی سما جاتا ہے اور چادر کی وسعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔
۲؎ ظاہر ہے کہ جس کی زندگی میں دنیا کے مسائل تجارت و زراعت، ملازمت و صنعت اور رشتہ و قرابت شامل نہ ہوں اس سے زیادہ عبادت کون کر سکتا ہے اور اس سے زیادہ عبادات کو کون وقت دے سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جن کی زندگی میں زراعت بھی ہے اور تجارت بھی، صنعت بھی ہے اور سیاست بھی۔ رشتہ بھی ہے اور قرابت بھی۔ لیکن اس کے باوجود اتنی عبادت کرتے ہیں کہ مالک کو آرام کرنے کا حکم دینا پڑتا ہے اور ان کی ایک ضربت عبادت ثقلین پر بھاری ہو جاتی ہے یا وہ ایک نیند سے مرضی معبود کا سودا کر لیتے ہیں۔

مَحَبَّتِهِ، وَ تَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَاءِ قُلُوبِهِمْ وَ شِيجَةُ خِيفَتِهِ، فَحَنَوْا بِطُولِ الطَّاعَةِ آعْتِدَالَ ظُهُورِهِم، وَلَمْ يُنْفِدْ طُولُ الرَّغْبَةِ إِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ، وَلاَ أَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوعِهِمْ، وَلَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْإِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوا مَا سَلَفَ مِنْهُمْ،وَلاَ تَرَكَتْ لَهُمُ آسْتِكَانَةُ الْإِجْلاَلِ نَصِيباً فِي تَعْظِيمِ حَسَنَاتِهِمْ^①، وَلَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيهِمْ عَلَى طُولِ دُؤُوبِهِمْ، وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوا عَنْ رَجَاءِ رَبِّهِمْ، وَلَمْ تَجِفَّ لِطُولِ الْمُنَاجَاةِ أَسَلاَتُ أَلْسِنَتِهِمْ، وَلاَ مَلَكَتْهُمُ الْأَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهَمْسِ الْجُؤَارِ(الجار، الخبر) إِلَيْهِ أَصْوَاتُهُمْ، وَلَمْ تَخْتَلِفْ فِي مَقَاوِمِ (الطاعة) الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ، وَلَمْ يَثْنُوا إِلَى رَاحَةِ التَّقْصِيرِ فِي أَمْرِهِ رِقَابَهُمْ، وَلاَ تَعْدُو عَلَى عَزِيمَةِ جِدِّهِمْ بَلاَدَةُ الْغَفَلاَتِ، وَلاَ تَنْتَضِلُ فِي هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ. قَدِ اتَّخَذُوا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيرَةً لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ، وَ يَمَّمُوهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ بِرَغْبَتِهِمْ،لاَ يَقْطَعُونَ أَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهِ، وَلاَ يَرْجِعُ بِهِمُ الاسْتِهْتَارُ بِلُزُومِ طَاعَتِهِ، إِلاَّ إِلَى مَوَادَّ مِنْ قُلُوبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِنْ رَجَائِهِ وَ مَخَافَتِهِ، لَمْ تَنْقَطِعْ أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ، فَيَنُوا فِي جِدِّهِمْ، وَ لَمْ تَأْسِرْهُمُ الْأَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوا وَ شِيكَ السَّعْيِ عَلَى اجْتِهَادِهِمْ. لَمْ يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ أَعْمَالِهِمْ، وَلَوِ اسْتَعْظَمُوا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ، وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ. وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوءُ التَّقَاطُعِ، وَلاَ تَوَلاَّهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ، وَلاَ تَشَعَّبَتْهُمْ مَصَارِفُ الرِّيَبِ، وَلاَ

سویداء - نقطۂ قلب
وشیجہ - خوف خدا کی جڑیں
لم ینفد - کوئی فائدہ نہیں پہنچایا
رِبَق - جمع ربقہ - رسّی
استکانہ - خضوع وخشوع
دُؤب - مسلسل دوڑ دھوپ کرنے والا
لم تغض - کم نہیں ہوا
اسلۃ اللسان - اطراف زبان
ہمس - ہلکی آواز
جُؤار - فریاد
مقاوم - جمع مقام - صفیں
لا تعدو - حملہ آور نہیں ہوتا
انتضلت الابل - تیز رفتار سے چلا
فاقہ - حاجت
یمّموہ - اسی کا قصد کیا
استہتار - والہانہ شغف
مواد - جمع مادہ - ذخیرہ
شفقہ - خوف
یَنُوا - ونی ینی سے نکلا ہے - سستی
وشیک السعی - آسان ترین کوشش
شفقات - حالات خوف
تشعب - منتشر ہو جانا
رِیَب - جمع ریبہ - شک وشبہ

(1) یہ ہر مخلوق کی شرافت کی نشانی ہے کہ اپنے اعمال کو مالک کے کرم کے مقابلہ میں عظیم شمار نہ کرے اور یہ احساس رکھے کہ جو کچھ کیا ہے اس کے کرم سے کیا ہے اور جس قدر بھی عمل انجام دیا ہے اس پر اس کے فضل و احسان کی چھاپ لگی ہوئی ہے - بلکہ اس کا کرم زیادہ ہے اور بندہ کا عمل کم اور ایسے حالات میں غرور واستکبار کا کوئی امکان نہیں رہ جاتا ہے -

اوران کے دلوں کی تہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے جس کی بنا پر انھوں نے مسلسل اطاعت سے اپنی سیدھی کمروں کو خمیدہ بنا لیا ہے اور طول رغبت[1] کے باوجود ان کے تضرع وزاری کا خزانہ ختم نہیں ہوا ہے اور نہ کمال تقرب کے باوجود ان کے خشوع کی رسیاں ڈھیلی ہوئی ہیں اور نہ خود پسندی نے ان پر غلبہ حاصل کیا ہے کہ وہ اپنے گذشتہ اعمال کو زیادہ تصور کرنے لگیں اور نہ جلال الٰہی کے سامنے ان کے انکسار نے کوئی گنجائش چھوڑی ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا خیال کرنے لگیں[2]۔ مسلسل تعب کے باوجود انھوں نے سستی کو راستہ نہیں دیا اور نہ ان کی رغبت میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے کہ وہ مالک سے امید کے راستہ کو ترک کر دیں۔ مسلسل مناجاتوں نے ان کی نوک زبان کو خشک نہیں بنایا اور نہ مصروفیات نے ان پر قابو پا لیا ہے کہ ان کی مناجات کی خفیہ آوازیں منقطع ہو جائیں۔ نہ مقامات اطاعت میں ان کے شانے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور نہ تعمیل احکام الٰہیہ میں کوتاہی کی بنا پر ان کی گردن کسی طرف مڑ جاتی ہے۔ ان کی کوششوں کے عزائم پر نہ غفلتوں کی نادانیوں کا حملہ ہوتا ہے اور نہ خواہشات کی فریب کاریاں ان کی ہمتوں کو اپنا نشانہ بناتی ہیں۔ انھوں نے اپنے مالک صاحب عرش کو روز فقر وفاقہ کے لئے ذخیرہ بنا لیا ہے اور جب لوگ دوسری مخلوقات کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو وہ اسی کو اپنا ہدف نگاہ بنائے رکھتے ہیں۔ یہ عبادت کی انتہا کو نہیں پہونچ سکتے ہیں لہٰذا ان کا اطاعت کا والہانہ جذبہ کسی اور طرف لے جانے کے بجائے صرف امید وبیم کے ناقابل اختتام ذخیروں ہی کی طرف لے جاتا ہے۔ ان کے لئے خوف خدا کے اسباب منقطع نہیں ہوئے ہیں کہ ان کی کوششوں میں سستی پیدا کرا دیں اور نہ انھیں خواہشات نے قیدی بنایا ہے کہ وقتی کوششوں کو ابدی سعی پر مقدم کر دیں۔ یہ اپنے گذشتہ اعمال کو بڑا خیال نہیں کرتے ہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو اب تک امیدیں خوف خدا کو فنا کر دیتیں۔ انھوں نے شیطانی غلبہ کی بنیاد پر پروردگار کے بارے میں آپس میں کوئی اختلاف بھی نہیں کیا ہے اور نہ ایک دوسرے سے بگاڑ نے ان کے درمیان افتراق پیدا کیا ہے۔ نہ ان پر حسد کا کینہ غالب آیا ہے اور نہ وہ شکوک کی بنا پر آپس میں ایک دوسرے سے الگ ہوئے ہیں۔

[1] کردار کا کمال یہی ہے کہ انسانی زندگی میں نہ امید خوف پر غالب آنے پائے اور نہ قربت کا احساس خشوع وخضوع کے جذبہ کو مجروح بنا دے۔ مولائے کائنات نے اس حقیقت کا اظہار ملائکہ کے کمال کے ذیل میں فرمایا ہے لیکن مقصد یہی ہے کہ انسان اس صورت حال سے عبرت حاصل کرے اور اشرف المخلوقات ہونے کا دعویدار ہے تو کردار میں بھی دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں اشرفیت کا مظاہرہ کرے ورنہ دعوائے بے دلیل کسی منطق میں قابل قبول نہیں ہوتا ہے۔

[2] انسان جب اپنے ذاتی اعمال کا موازنہ بہت سے دوسرے افراد سے کرتا ہے تو اس میں غرور پیدا ہونے لگتا ہے کہ اس کی نمازیں، عبادتیں یا اس کے مالی کارہائے خیر دوسرے افراد سے زیادہ ہیں لیکن جب ان کا موازنہ کرم پروردگار اور جلال الٰہی سے کرتا ہے تو یہ سارے اعمال ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔
مولائے کائنات نے اسی نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے عمل کا موازنہ دوسرے افراد کے اعمال سے نہ کرو۔ موازنہ کرنے کا شوق ہے تو کرم الٰہی اور جلال پروردگار سے کرو تاکہ تمھیں اپنی اوقات کا صحیح اندازہ ہو جائے اور شیطان تمھارے اوپر غالب نہ آنے پائے۔

آقْتَتَمَتْهُمْ أَخْيَافُ(اختلاف) الْهِمَمِ، فَهُمْ أُسَرَاءُ إِيمَانٍ لَمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَلَا وَنًى وَلَا فُتُورٌ، وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ، أَوْ سَاعٍ حَافِدٌ، يَزْدَادُونَ عَلَىٰ طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ عِلْماً، وَ تَزْدَادُ عِزَّةُ رَبِّهِمْ فِي قُلُوبِهِمْ عِظَماً.

و منها في صفة الارض و دحوها على الماء

كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَىٰ مَوْرِ أَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ، تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا، وَ تَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ أَثْبَاجِهَا، وَ تَرْغُو زَبَداً كَالْفُحُولِ عِنْدَ هِيَاجِهَا، فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ لِثِقَلِ حَمْلِهَا، وَ سَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا، وَ ذَلَّ (ظل) مُسْتَخْذِياً، إِذْ تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا، فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ، سَاجِياً مَقْهُوراً وَ فِي حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَاداً أَسِيراً، وَ سَكَنَتِ الْأَرْضُ مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ، وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ، وَ شُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ (سموف) غُلَوَائِهِ، وَ كَعَمَتْهُ عَلَىٰ كِظَّةِ جَرْيَتِهِ، فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ وَلَبَدَ بَعْدَ زَيَفَانِ وَ ثَبَاتِهِ. فَلَمَّا سَكَنَ هَيْجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا وَ حَمْلِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلَىٰ أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ الْعُيُونِ مِنْ عَرَانِينِ أُنُوفِهَا، وَ فَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ بِيدِهَا وَ أَخَادِيدِهَا، وَ عَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيدِهَا وَ ذَوَاتِ الشَّنَاخِيبِ الشُّمِّ (سم) مِنْ صَيَاخِيدِهَا،

صیاخید - جمع صیخود - چٹان

اخیاف - جمع خیف - دامن کوہ
ونیٰ - سستی - دیری
اہاب - جلدِ حیوان
حافد - تیز رفتار
کبس المنہر - مٹی سے پاٹ دیا یا ڈبو دیا
مور - تیز حرکت
مستفحلہ - زبردست ہیجان والی
زاخرہ - مملو
اواذی - جمع آذی - موجوں کا بالائی حصہ
اصطفقت الاشجار - لہرانے لگے
اثباج - جمع ثبج - تھپیڑے
کلکل - سینہ
مستخذی - منکسر - شکست
تمعکت - لوٹ گیا - رگڑ دیا
اصطخاب - آواز کا بلند ہونا
ساجی - ساکن
حکمہ - لجام فرس
مدحوہ - فرش شدہ - بیضوی شکل
بأو - تکبر - غرور
غلواء - حد سے گذرا ہوا نشاط
کعم - منھ بند کر دینا
کظہ - پیٹ بھرے کی سستی
نزق - جوش و خروش
لبد - ٹھہر گیا
زیفان - مغرور چال
اکناف - اطراف
بذخ - بلند مثل شمخ
عرانین - جمع عرنین
سہوب - جمع سہب - صحرا
بید - جمع بیداء - ریگستان
اخادید - جمع اخدود - دڑے
جلامید - جمع جلمود - ٹھوس پتھر
شناخیب - جمع شنخوب - پہاڑ کی چوٹی
شم - بلند

اور نپست ہمتوں نے انھیں ایک دوسرے سے جُدا کیا ہے۔ یہ ایمان کے وہ قیدی ہیں جن کی گردنوں کو کجی، انحراف، سُستی، فتور کوئی چیز آزاد نہیں کرا سکتی ہے۔ فضائے آسمان میں ایک کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدہ گذار یا دوڑ دھوپ کرنے والا نہ ہو۔ یہ طولِ اطاعت سے اپنے رب کی معرفت میں اضافہ ہی کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت و جلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔

(زمین اور اس کے پانی پر فرش ہونے کی تفصیلات)

اس نے زمین کو تہ و بالا ہونے والی موجوں اور اتھاہ سمندر کی گہرائیوں کے اوپر[1] قائم کیا ہے جہاں موجوں کا تلاطم تھا اور ایک دوسرے کو ڈھکیلنے والی لہریں ٹکرا رہی تھیں۔ ان کا بھین ایسا ہی تھا جیسے ہیجان زدہ اونٹ کا جھاگ۔ مگر اس طوفان کو تلاطم خیز پانی کے بوجھ نے دبا دیا اور اس کے جوش و خروش کو اپنا سینہ ٹیک کر ساکن بنا دیا اور اپنے شانے ٹکا کر اس طرح دبا دیا کہ وہ ذلت و خواری کے ساتھ رام ہو گیا۔ اب وہ پانی موجوں کی گھڑ گھڑاہٹ کے بعد ساکت اور مغلوب ہو گیا اور ذلت کی لگام میں اسیر و مطیع ہو گیا اور زمین بھی طوفان خیز پانی کی سطح پر دامن[2] پھیلا کر بیٹھ گئی تھی کہ اس نے اٹھلانے، سر اٹھانے، ناک چڑھانے، جوش دکھلانے کا خاتمہ کر دیا تھا اور روانی کی بے اعتدالیوں پر بندھ باندھ دیا تھا۔ اب پانی اچھل کود کے بعد بے دم ہو گیا تھا اور جست و خیز کی سرمستیوں کے بعد ساکت ہو گیا تھا۔ اب جب پانی کا جوش اطراف زمین کے نیچے ساکن ہو گیا اور سربفلک پہاڑوں کے بوجھ نے اس کے کاندھوں کو دبا دیا تو مالک نے اُس کی ناک کے بانسوں سے چشمے جاری کر دئے اور انھیں دور دراز صحراؤں اور گڑھوں تک منتشر کر دیا اور پھر زمین کی حرکت کو پہاڑوں کی چٹانوں اور اونچی اونچی چوٹیوں والے پہاڑوں کے وزن سے معتدل بنا دیا۔

[1] واضح رہے کہ اس مقام پر اصل خلقت زمین کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ اس کی تخلیق مستقل حیثیت رکھتی ہے جیسا کہ دورِ حاضر میں علمار طبیعت کا خیال ہے یا اسے سورج سے الگ کر کے بنایا گیا ہے جیسا کہ سابق کے علمار ہیئت کہا کرتے تھے۔ اس خطبہ میں صرف زمین کے بعض کیفیات اور حالات کا ذکر کیا گیا ہے اور پروردگار کے اس احسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس نے زمین کو انسانی زندگی کا مستقر قرار دینے کے لئے کتنی دور سے اہتمام کیا ہے اور اس مخلوق کو بسانے کے لئے کتنے عظیم اہتمام سے کام لیا ہے۔ کاش انسان ان احسانات کا احساس کرتا اور اسے یہ اندازہ ہوتا کہ اس کے مالک نے اسے کس قدر عظیم قرار دیا تھا کہ اس کے قیام و استقرار کے لئے زمین و آسمان سب کو منقلب کر دیا اور اس نے اپنے کو اس قدر ذلیل کر دیا کہ ایک ایک ذرہ کائنات اور ایک ایک چپہ زمین کے لئے جان دینے کو تیار ہے اور اپنی قدر و قیمت کو یکسر نظر انداز کئے ہوئے ہے۔

[2] دحوہ کے معنی اگرچہ عام طور سے فرش شدہ کے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن لغت میں "مدحیٰ" انڈے دینے کی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ مولائے کائنات نے اس لفظ سے زمین کی بیضاوی شکل کی طرف اشارہ کیا ہو کہ دورِ حاضر کی تحقیق کی بنا پر زمین کی شکل کروی نہیں ہے بلکہ بیضاوی ہے۔

فَنَكَتْ مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ فِي قِطَعِ أَدِيمِهَا،
وَ تَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً فِي جَوْبَاتِ خَيَاشِيمِهَا وَ رُكُوبِهَا
أَعْنَاقَ سُهُولِ الْأَرَضِينَ وَ جَرَاثِيمِهَا، وَ فَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ
وَ بَيْنَهَا، وَ أَعَدَّ الْهَوَاءَ مُتَنَسَّماً لِسَاكِنِهَا، وَ أَخْرَجَ
إِلَيْهَا أَهْلَهَا عَلَىٰ تَمَامِ مَرَافِقِهَا. ثُمَّ لَمْ يَدَعْ
جُرُزَ الْأَرْضِ الَّتِي تَقْصُرُ مِيَاهُ الْعُيُونِ عَنْ رَوَابِيهَا،
وَلَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْأَنْهَارِ (الارض) ذَرِيعَةً إِلَىٰ بُلُوغِهَا
حَتَّىٰ أَنْشَأَ لَهَا نَاشِئَةَ سَحَابٍ تُحْيِي مَوَاتَهَا، وَ تَسْتَخْرِجُ
نَبَاتَهَا، أَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهِ، وَ تَبَايُنِ
قَزَعِهِ، حَتَّىٰ إِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِيهِ، وَالْتَمَعَ
بَرْقُهُ فِي كُفَفِهِ، وَلَمْ يَنَمْ وَ مِيضُهُ فِي كَنَهْوَرِ رَبَابِهِ،
وَ مُتَرَاكِمِ سَحَابِهِ، أَرْسَلَهُ سَحّاً (سحاً) مُتَدَارِكاً، قَدْ أَسَفَّ
هَيْدَبُهُ، تَمْرِيهِ الْجَنُوبُ دِرَرَ أَهَاضِيبِهِ وَ دُفَعَ شَآبِيبِهِ.
فَلَمَّا أَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَ بَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ
بِهِ مِنَ الْعِبْءِ الْمَحْمُولِ (الثقيل) عَلَيْهَا، أَخْرَجَ بِهِ مِنْ
هَوَامِدِ الْأَرْضِ النَّبَاتَ، وَ مِنْ زُعْرِ (زعن) الْجِبَالِ الْأَعْشَابَ،
فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا، وَ تَزْدَهِي بِمَا أُلْبِسَتْهُ
مِنْ رَيْطِ أَزَاهِيرِهَا، وَ حِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ
أَنْوَارِهَا، وَ جَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغاً لِلْأَنَامِ، وَرِزْقاً لِلْأَنْعَامِ،
وَ خَرَقَ الْفِجَاجَ فِي آفَاقِهَا، وَ أَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِينَ
عَلَىٰ جَوَادِّ طُرُقِهَا. فَلَمَّا مَهَدَ أَرْضَهُ، وَ أَنْفَذَ

ازاہیر - جمع ازہار - کلیاں
سُمِط - پرونے کا دھاگا لٹکا دیا
انوار - جمع نور - کلیاں
بلاغ - زندگی کا سہارا

مَیدان - حرکت و اضطراب
ادیم - سطح
تغلغل - اندر تک سرایت کرجانا
متسربہ - داخل ہوجانے والی
جوبات - جمع جوبہ - گڑھا
خیاشیم - جمع خیشوم - ناک کا سوراخ
رکوب الجبال - پہاڑوں کی بلندیاں
اعناق السہول - سطح زمین
جراثیم - زمین کے نچلے طبقات
مرافق بیت - سامان زندگی
جرز - چٹیل میدان
روابی - بلندیاں
موات - بنجر زمینیں
لمع - جمع لمعہ - بادلوں کی چمکدار ٹکڑیاں
قزع - جمع قزعہ - بادلوں کے اجزا
تمخضت - متھ دینا
کفف - جمع کفہ - اطراف
نامت النار - آگ خاموش ہوگئی
ومیض - چمک
کنہور - بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے
رباب - سفید بادل
سح - متصل و مسلسل
اسف الطائر - زمین کے قریب پرواز کی
ہیدب - دامن سحاب
تمریہ - دوہنے کے لئے تھنوں کا رگڑنا
درر - جمع درّہ دودھ
اہاضیب - جمع اہضاب بارش
شآبیب - جمع شؤبوب - موسلا دھار بارش
برک - اونٹ کی نشست
بوانیہا - تثنیہ بوان - عمود خیمہ
بعاع - بوجھل بادل
عبا - بوجھ
ہوامد - چٹیل میدان
تزدہی - خوش ہوتی ہے
ریط - جمع ریطہ - نرم کپڑا

...زوں کے اس کی سطح کے مختلف حصوں میں ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندی ...ں کے ہموار ہو جانے کی بنا پر اس کی تھرتھراہٹ رُک گئی اور مالک نے زمین سے فضا تک ایک وسعت پیدا کر دی اور ہوا کو اس کے ...وں کو سانس لینے کے لئے مہیا کر دیا اور اس کے بسنے والوں کو تمام سہولتوں کے ساتھ ٹھہرا دیا۔

...اس کے بعد زمین کے وہ چٹیل میدان جن کی بلندیوں تک چشموں اور نہروں کے بہاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا انھیں بھی یونہی ...رہنے دیا یہاں تک کہ ان کے لئے وہ بادل پیدا کر دئے جو اُن کی مُردہ زمینوں کو زندہ بنا سکیں اور نباتات کو اُگا سکیں۔

...نے ابر کی چمک دار ٹکڑیوں کو اور پراگندہ بدلیوں کو جمع کیا یہاں تک کہ جب اس کے اندر پانی کا ذخیرہ جوش مارنے لگا اور ...کے کناروں پر بجلیاں تڑپنے لگیں اور ان کی چمک سفید بادلوں کی تہوں اور تہ بہ تہ سحابوں کے اندر برابر جاری رہی تو اس نے ...کو موسلادھار بارش کے لئے بھیج دیا اس طرح کہ اس کے بوجھل حصے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انھیں مسل مسل کر برسنے ...بادل کی بوندیں اور تیز بارش کی شکل میں برسا رہی تھیں۔ اس کے بعد جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پاؤں سمیت زمین پر ٹیک ...اور پانی کا سارا لدا ہوا بوجھ اس پر پھینک دیا تو اس کے ذریعہ افتادہ زمینوں سے کھیتیاں اُگا دیں اور خشک پہاڑوں پر ...سبزہ پھیلا دیا۔ اب زمین اپنے سبزہ کی زینت سے جھومنے لگی اور شگوفوں کی اوڑھنیوں اور شگفتہ و شاداب کلیوں کے ...زیوروں سے اترانے لگی۔

...پروردگار نے ان تمام چیزوں کو انسانوں کی زندگانی کا سامان اور جانوروں کا رزق قرار دیا ہے۔ اسی نے زمین کے اطراف ...کشادہ راستے نکالے ہیں اور شاہراہوں پر چلنے والوں کے لئے روشنی کے منارے نصب کئے ہیں۔

...پھر جب زمین کا فرش بچھا لیا اور اپنا کام مکمل کر لیا۔

...اس حصۂ کلام میں مولائے کائنات نے مالک کے دو عظیم احسانات کی طرف اشارہ کیا ہے جن پر انسانی زندگی کا دار و مدار ہے اور وہ ہیں ہوا اور پانی۔ ...ہوا ان کے سانس لینے کا ذریعہ ہے اور پانی انسان کا قوام حیات ہے۔ یہ دونوں نہ ہوتے تو انسان ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

...اس کے بعد ان دونوں کی تخلیق کو مزید کارآمد بنانے کے لئے ہوا کو ساری فضا میں منتشر کر دیا اور پانی کے چشمے اگر پہاڑوں کی بلندیوں ...تک نہیں جا سکتے تھے تو بارش کا انتظام کر دیا تاکہ بلندیٔ کوہ پر رہنے والی مخلوق بھی اس سے استفادہ کر سکے اور انسانوں کی طرح جانوروں ...کی زندگی کا انتظام بھی ہو جائے۔

افسوس کہ انسان نے دنیا کی ہر معمولی سے معمولی نعمت کی قدر و قیمت کا احساس کیا ہے لیکن ان دونوں کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ...ورنہ ہر سانس پر شکر خدا کرتا اور ہر قطرۂ آب پر احسانات الٰہیہ کو یاد رکھتا اور کسی آن اس کی یاد سے غافل نہ ہوتا اور اس کے احکام ...کی مخالفت نہ کرتا۔!

أَمْرَهُ، اخْتَارَ آدَمَ، عَلَيْهِ السَّلَام، خِيرَةً مِنْ خَلْقِهِ، وَ جَعَلَهُ أَوَّلَ جِبِلَّتِهِ، وَأَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ، وَأَرْغَدَ فِيهَا أُكُلَهُ، وَ أَوْعَزَ إِلَيْهِ فِيمَا نَهَاهُ عَنْهُ، وَأَعْلَمَهُ أَنَّ فِي الْإِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهِ، وَالْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهِ؛ فَأَقْدَمَ عَلَى مَا نَهَاهُ عَنْهُ - مُوَافَاةً (موافقة) لِسَابِقِ عِلْمِهِ[1] - فَأَهْبَطَهُ بَعْدَ التَّوْبَةِ لِيَعْمُرَ أَرْضَهُ بِنَسْلِهِ، وَلِيُقِيمَ الْحُجَّةَ بِهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ أَنْ قَبَضَهُ، مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ، وَ يَصِلُ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى أَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ أَنْبِيَائِهِ، وَ مُتَحَمِّلِي وَ دَائِعِ رِسَالَاتِهِ، قَرْناً فَقَرْناً؛ حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ - حُجَّتُهُ، وَ بَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَ نُذُرُهُ. وَ قَدَّرَ الْأَرْزَاقَ فَكَثَّرَهَا وَ قَلَّلَهَا، وَ قَسَّمَهَا عَلَى الضِّيقِ وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ أَرَادَ بِمَيْسُورِهَا وَ مَعْسُورِهَا، وَلِيَخْتَبِرَ بِذٰلِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا وَ فَقِيرِهَا. ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيلَ فَاقَتِهَا، وَ بِسَلَامَتِهَا طَوَارِقَ آفَاتِهَا، وَ بِفُرَجِ أَفْرَاحِهَا غُصَصَ أَتْرَاحِهَا (ابراحها). وَ خَلَقَ الْآجَالَ فَأَطَالَهَا وَ قَصَّرَهَا، وَ قَدَّمَهَا وَ أَخَّرَهَا، وَ وَصَلَ بِالْمَوْتِ أَسْبَابَهَا، وَ جَعَلَهُ خَالِجاً لِأَشْطَانِهَا، وَ قَاطِعاً لِمَرَائِرِ أَقْرَانِهَا. عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ، وَ نَجْوَى الْمُتَخَافِتِينَ، وَ خَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ، وَ عُقَدِ عَزِيمَاتِ الْيَقِينِ، وَ مَسَارِقِ إِيمَاضِ الْجُفُونِ وَ مَا ضَمِنَتْهُ أَكْنَانُ

جِبِلّت - خلقت
مَقطع - آخری حد
عقابیل - جمع عقبولہ - شدائد
فاقہ - فقیر
فُرَج - جمع فرجہ - غم سے نجات
اتراح - جمع ترح - غم و ہلاکت
اسباب - رسیاں
خالج - کھینچنے والا
اشطان - جمع شطن - رسی
مرائر - جمع مریرہ بٹی ہوئی رسی
اقران - جمع قَرَن - وہ رسی جس سے دو اونٹوں کو باندھا جائے
تخافت - راز دارانہ گفتگو
رجم الظنون - اٹکل پچو
عقد - جمع عقدہ - دل کا عقیدہ
عزیمات - جمع عزیمہ - مستحکم و مدلل
مسارق - جمع مَسرق - محل سرقہ
ایماض - چمک
جفون - پلکیں
اکنان - جمع کِنّ - پوشیدہ جگہ

[1] بعض حضرات کا خیال ہے کہ اگر حضرت آدمؑ کا درخت جنت سے کھالینا پروردگار کے علم سابق کی بنا پر تھا تو اس کے نتیجہ میں انھیں جنت سے باہر کیوں نکال دیا گیا کیا بندہ کا یہ فریضہ بھی ہے کہ وہ مالک کے علم کی مخالفت کرے اور کیا اس کے امکان میں یہ ہے کہ مالک کے علم کو غلط ثابت کر سکے۔
حضرت آدمؑ کی طرح یہی مسئلہ ہر شخص کے عمل سے تعلق رکھتا ہے کہ مالک کائنات اگر اس کے گنہگار ہونے کے بارے میں علم رکھتا ہے تو کیا بندہ کے امکان میں یہ ہے کہ اُس کے علم کی مخالفت کر سکے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسے اس کے عمل کی سزا کیوں دی جاتی ہے؟
لیکن اس پورے مسئلہ کا جواب فقط ایک کلمہ ہے کہ اگر مالک کا علم کسی شخص کے عمل سے اس طرح متعلق ہوا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے شرارت کرے گا تو علم کی بنا پر اگرچہ شرارت ناگزیر ہے لیکن اختیار کی بنا پر انسان سزا کا بھی حقدار ہوگا - علاوہ اس کے کہ علم کسی کے عمل کا ذمہ دار نہیں ہوتا ہے اور عمل کی دنیا بہر حال اختیاری ہوتی ہے - علم اسے مجبور نہیں بنا سکتا ہے۔

م کو اپنی مخلوقات میں منتخب قرار دے دیا اور انھیں نوعِ انسانی کی فردِ اول بنا کر جنت میں ساکن کر دیا اور ان کے لئے ہر طرح
کھانے پینے کو آزاد کر دیا اور جس سے منع کرنا تھا اس کا اشارہ بھی دے دیا اور یہ بتا دیا کہ اس کے اقدام میں نافرمانی کا
پیشہ اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنے کا خطرہ ہے لیکن انھوں نے اسی چیز کی طرف رُخ کر لیا جس سے روکا گیا تھا کہ یہ بات پہلے
سے علمِ خدا میں موجود تھی ⓛ نتیجہ یہ ہوا کہ پروردگار نے توبہ کے بعد انھیں نیچے اتار دیا تاکہ اپنی نسل ؑ سے دنیا کو آباد کریں
اور ان کے ذریعہ سے اللہ بندوں پر حجت قائم کرے۔ پھر ان کو اٹھا لینے کے بعد بھی زمین کو ان چیزوں سے خالی نہیں رکھا جن کے
ذریعہ ربوبیت کی دلیلوں کی تاکید کرے اور جنھیں بندوں کی معرفت کا وسیلہ بنائے بلکہ ہمیشہ منتخب انبیاء کرام اور رسالت کے
امانت داروں کی زبانوں سے حجت کے پہونچانے کی نگرانی کرتا رہا اور یوں ہی صدیاں گذرتی رہیں یہاں تک کہ ہمارے پیغمبر
حضرت محمدؐ کے ذریعہ اس کی حجت تمام ہو گئی اور اتمامِ حجت اور تخویفِ عذاب کا سلسلہ نقطۂ آخر تک پہونچ گیا۔
اللہ نے سب کی روزیاں معین کر رکھی ہیں چاہے قلیل ہوں یا کثیر اور پھر انھیں تنگی اور وسعت کے اعتبار سے بھی تقسیم
کر دیا اور اس میں بھی عدالت رکھی ہے تاکہ دونوں کا امتحان لیا جا سکے اور غنی و فقیر دونوں کو شکر یا صبر سے آزمایا جا سکے۔ پھر
وسعتِ رزق کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرات اور سلامتی کے ساتھ نازل ہونے والی آفات کے اندیشے اور خوشی و شادمانی کی وسعت
کے ساتھ غم و الم کے گلوگیر پھندے شامل بھی کر دئے۔ زندگیوں کی طویل و قصیر مدتیں معین کیں۔ انھیں آگے پیچھے رکھا اور پھر سب کو
موت سے ملا دیا اور موت کو ان کی رسیوں کا کھینچنے والا اور مضبوط رشتوں کو پارہ پارہ کر دینے والا بنا دیا۔ وہ دلوں میں باتوں کے
چھپانے والوں کے اسرار۔ خفیہ باتیں کرنے والوں کی گفتگو۔ خیالات میں اٹکل پچو لگانے والوں کے اندازے۔ دل میں جمے
ہوئے یقینی عزائم۔ پلکوں میں دبے ہوئے کنکھیوں کے اشارے اور دلوں کی تہوں کے راز اور غیب کی گہرائیوں کے رموز
سب کو جانتا ہے۔

ۓ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب آدمؑ نے درخت کا پھل کھا کر اپنے کو زحمتوں میں مبتلا کر لیا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب انھیں روئے زمین کا خلیفہ
بنایا گیا تھا تو کیا جنت ہی میں محو استراحت رہ جاتے اور اپنے فرائض منصبی کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ یہ تو احساسِ ذمہ داری کا ایک رُخ ہے کہ انھوں نے
جنت کے راحت و آرام کو نظر انداز کرنے کا عزم کر لیا اور روئے زمین پر آگئے تاکہ اپنی نسل سے دنیا کو آباد کر سکیں اور اپنے فریضۂ منصب کو ادا کر سکیں۔
یہ اور بات ہے کہ تقاضائے احتیاط یہی تھا کہ مالکِ کائنات ہی سے گذارش کرتے کہ جہاں کے لئے ذمہ دار بنایا ہے وہاں تک جانے کا انتظام کر دے
یا کوئی راستہ بتا دے۔ اس راستہ کو ابلیس کے اشارہ کے بعد اختیار نہیں کرنا چاہئے تھا کہ اسے ابلیس اپنی فتح مبین قرار دے لے اور خلیفۃ اللہ کے
مقابلہ میں اپنے غرور کا اظہار کر سکے۔ غالباً احتیاط کے اسی تقاضہ پر عمل نہ کرنے کا نام "ترکِ اولیٰ" رکھا گیا ہے۔

الْقُلُوبِ، وَ غَيَابَاتُ (بابات) الْغُيُوبِ، وَمَا أَصْغَتْ لِاسْتِرَاقِهِ مَصَائِخُ الْأَسْمَاعِ، وَ مَصَائِفُ الذَّرِّ وَ مَشَاتِي الْهَوَامِّ، وَ رَجْعِ الْحَنِينِ مِنَ الْمُولَهَاتِ، وَ هَمْسِ الْأَقْدَامِ، وَ مُنْفَسَحِ الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ غُلُفِ الْأَكْمَامِ، وَ مُنْقَمَعِ الْوُحُوشِ مِنْ غِيرَانِ الْجِبَالِ وَ أَوْدِيَتِهَا، وَ مُخْتَبَاءِ الْبَعُوضِ بَيْنَ سُوقِ الْأَشْجَارِ وَأَلْحِيَتِهَا، وَ مَغْرِزِ الْأَوْرَاقِ مِنَ الْأَفْنَانِ، وَ مَحَطِّ الْأَمْشَاجِ مِنْ مَسَارِبِ (مشارب) الْأَصْلَابِ، وَ نَاشِئَةِ الْغُيُومِ وَ مُتَلَاحِمِهَا، وَ دُرُورِ قَطْرِ السَّحَابِ فِي مُتَرَاكِمِهَا، وَ مَا تَسْفِي الْأَعَاصِيرُ بِذُيُولِهَا، وَ تَعْفُو الْأَمْطَارُ بِسُيُولِهَا، وَ عَوْمِ (غموم) بَنَاتِ الْأَرْضِ فِي كُثْبَانِ الرِّمَالِ، وَ مُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْأَجْنِحَةِ بِذُرَا شَنَاخِيبِ الْجِبَالِ، وَ تَغْرِيدِ ذَوَاتِ الْمَنْطِقِ (النطق) فِي دَيَاجِيرِ الْأَوْكَارِ، وَ مَا أَوْعَبَتْهُ (اوعته، اودعته) الْأَصْدَافُ، وَ حَضَنَتْ عَلَيْهِ أَمْوَاجُ الْبِحَارِ، وَ مَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ، أَوْ ذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ، وَ مَا اعْتَقَبَتْ (احتقبت) عَلَيْهِ أَطْبَاقُ الدَّيَاجِيرِ، وَ سُبُحَاتُ النُّورِ، وَ أَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ، وَ حِسِّ كُلِّ حَرَكَةٍ، وَ رَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ، وَ تَحْرِيكِ كُلِّ شَفَةٍ، وَ مُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ وَ مِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَ هَمَاهِمِ كُلِّ نَفْسٍ هَامَّةٍ، وَ مَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ شَجَرَةٍ، أَوْ سَاقِطِ وَرَقَةٍ، أَوْ قَرَارَةِ نُطْفَةٍ أَوْ نُقَاعَةِ دَمٍ وَ مُضْغَةٍ أَوْ نَاشِئَةِ خَلْقٍ وَ سُلَالَةٍ، لَمْ يَلْحَقْهُ فِي ذٰلِكَ كُلْفَةٌ، وَلَا اعْتَرَضَتْهُ فِي حِفْظِ مَا ابْتَدَعَ مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ وَلَا اعْتَوَرَتْهُ فِي تَنْفِيذِ الْأُمُورِ وَ تَدَابِيرِ الْمَخْلُوقِينَ مَلَالَةٌ وَلَا فَتْرَةٌ بَلْ نَفَذَهُمْ عِلْمُهُ، وَأَحْصَاهُمْ عَدَدُهُ، وَ وَسِعَهُمْ عَدْلُهُ، وَ غَمَرَهُمْ فَضْلُهُ، مَعَ تَقْصِيرِهِمْ عَنْ كُنْهِ مَا هُوَ أَهْلُهُ.

سبحات نور - درجات واطوار نور
ہماہم - ہموم
قرارہ - مستقر
نقاعہ - اجزاء بدن کے اندر کا خون
عارضہ - مانع جو کام سے روک دے
اعتورتہ - لاحق ہوئی

غیابات الغیوب - غیب کی گہرائیاں
استراق الکلام - چھپ کر باتیں سننا
مصائخ - جمع مصاخ - کان کا سوراخ
ذرّ - چھوٹی چیونٹی
مصائف - گرمی میں رہنے کی جگہ
مشاتی - سردی میں رہنے کی جگہ
رجع الحنین - دردرسیدہ کی فریاد
مولہات - غم زدہ
ہمس - پیروں کی ہلکی چاپ
منفسح الثمرہ - پھلوں کے بڑھنے کی جگہ
ولائج - جمع ولیجہ - اندرونی غلاف
غلف - جمع غلاف
اکمام - جمع کِم - کلیوں کا خول
منقمع - چھپنے کی جگہ
غیران - جمع غار
سوق - جمع ساق - تنہ
الحیہ - جمع لحاء - چھال
افنان - شاخیں
امشاج - جمع مشیج - مخلوط
مسارب - جمع مسرب - نطفہ کی گذرگاہ
سفت - اڑا دیا
اعاصیر - جمع اعصار - بادلوں کو اڑانے والی ہوا
کثبان - جمع کثیب - ٹیلہ
ذُرا - جمع ذروہ - بلند
شناخیب - پہاڑوں کی بلندیاں
دیاجیر - جمع دیجور - تاریکی
اوعبتہ - جمع کر دیا
حضنتہ - تربیت کی
سدفہ - ظلمت
ذرّ - ظاہر ہوا
اعتقبت - یکے بعد دیگرے
اطباق - پردے

وہ ان آوازوں کو بھی سُن لیتاہے جن کے لئے کانوں کے سوراخوں کو جُھکنا پڑتا ہے۔ چیونٹیوں کے موسم گرما کے مقامات[1] اور دیگر حشرات الارض کی سردیوں کی منزل سے بھی آگاہ ہے۔ پسر مردہ عورتوں کی درد بھری فریاد اور پیروں کی چاپ بھی سن لیتاہے۔ وہ سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی حصّوں میں تیار ہونے والے پھلوں کی جگہ کو بھی جانتاہے اور پہاڑوں کے غاروں اور وادیوں میں جانوروں کی پناہ گاہوں کو بھی پہچانتاہے۔ وہ درختوں کے تنوں اور ان کے چھلکوں میں مچھروں کے چھپنے کی جگہ سے بھی باخبر ہے اور شاخوں میں پتے نکلنے کی منزل اور صلبوں کی گذرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ سحابوں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے بھی آشناہے بلکہ جن ذرات کو آندھیاں اپنے دامن سے اڑادیتی ہیں اور جن نشانات کو بارشیں اپنے سیلاب سے مٹادیتی ہیں ان سے بھی باخبر ہے۔ وہ ریت کے ٹیلوں پر زمین کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سربلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے پرندوں کے نشیمنوں کو بھی جانتاہے اور گھونسلوں کے اندھیروں میں پرندوں کے نغموں کو بھی پہچانتاہے۔ جن چیزوں کو صدف نے سمیٹ رکھاہے انھیں بھی جانتاہے اور جنھیں دریا کی موجوں نے اپنی گود میں دبا رکھاہے انھیں بھی پہچانتاہے۔ جسے رات کی تاریکی نے چھپالیاہے اسے بھی پہچانتاہے اور جس پر دن کے سورج نے روشنی ڈالی ہے اس سے بھی باخبر ہے۔ جن چیزوں پر یکے بعد دیگرے اندھیری راتوں کے پردے اور روشن دنوں کے آفتاب کی شعاعیں نور بکھیرتی ہیں وہ ان سب سے باخبر ہے۔ نشان قدم، حسّ وحرکت، الفاظ کی گونج، ہونٹوں کی جنبش، سانسوں کی منزل، ذرّات کا وزن، ذی روح کی سسکیوں کی آواز، اس زمین پر درختوں کے پھل۔ گرنے والے پتے، نطفوں کی قرارگاہ، منجمد خون کے ٹھکانے، لوتھڑے یا اس کے بعد بننے والی مخلوق یا پیدا ہوئے بچے سب کو جانتاہے اور اسے اس علم کے حصول میں کوئی زحمت نہیں ہوئی اور نہ اپنی مخلوقات کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ پیش آئی اور نہ اپنے امور کے نافذ کرنے اور مخلوقات کا انتظام کرنے میں کوئی سستی یا تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم گہرائیوں میں اُترا ہواہے اور اس نے سب کے اعداد کو شمار کر لیاہے اور سب پر اس کا عدل شامل اور فضل محیط ہے حالانکہ یہ سب اس کے شایان شان حق کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

[1] مالک کائنات کے علم کے بارے میں اس قدر دقیق بیان ایک طرف غیر حکیم فلاسفہ کے اس تصور کی تردید ہے کہ خالق حکیم کے علم کا تعلق صرف کلیات سے ہوتا ہے اور وہ جزئیات سے بہ حیثیت جزئیات باخبر نہیں ہوتاہے ورنہ اس سے بدلتے ہوئے جزئیات کے ساتھ ذات میں تغیر لازم آئے گا اور یہ بات غیر معقول ہے اور دوسری طرف انسان کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جو خالق ومالک مذکورہ تمام باریکیوں سے باخبر ہے وہ خلوت کدوں میں نامحرموں کے اجتماعات، نیم تاریک رقص گاہوں کے رقص، سڑکوں اور بازاروں کے دزدیدہ اشارات۔ اسکولوں اور دفتروں کے غیر شرعی تصرفات اور دل ودماغ میں چھپے ہوئے غیر شریفانہ تصورات وخیالات سے بھی باخبر ہے۔ اس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرّہ مخفی نہیں ہوسکتاہے۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور دل کے پوشیدہ اسرار دونوں سے مساوی طور پر اطلاع رکھتاہے۔ واللہ علیم بذات الصدور

دعاء

اَللّٰـهُمَّ أَنْتَ أَهْـلُ الْوَصْفِ الْجَمِيلِ، وَالتَّعْدَادِ الْكَثِيرِ، إِنْ تُـؤَمَّلْ فَخَيْرُ مَأْمُولٍ، وَ إِنْ تُرْجَ فَخَيْرُ (فاكرم) مَرْجُوٍّ[۱]. اَللّٰـهُمَّ وَ قَـدْ بَسَطْتَ لِي فِيمَا لَا أَمْدَحُ بِهِ غَيْرَكَ، وَلَا أُثْنِي بِهِ عَلَىٰ أَحَدٍ سِوَاكَ، وَأُوَجِّهُهُ إِلَىٰ مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ وَ مَوَاضِعِ الرِّيبَةِ، وَ عَدَلْتَ بِلِسَانِي عَنْ مَدَائِحِ الْآدَمِيِّينَ؛ وَ الثَّنَاءِ عَلَىٰ الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ. اَللّٰهُمَّ وَ لِكُلِّ مُثْنٍ عَلَىٰ مَنْ أَثْنَىٰ عَلَيْهِ مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَاءٍ، أَوْ عَارِفَةٌ مِنْ عَطَاءٍ؛ وَ قَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلاً عَلَىٰ ذَخَائِرِ الرَّحْمَةِ وَ كُنُوزِ الْمَغْفِرَةِ. اَللّٰـهُمَّ وَ هَـذَا مَقَامُ مَنْ أَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِي هُوَ لَكَ، وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقّاً لِهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ وَ بِي فَاقَةٌ إِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا إِلَّا فَضْلُكَ؛ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا إِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ، فَهَبْ لَنَا فِي هَذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ، وَ أَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْأَيْدِي إِلَىٰ سِوَاكَ؛ «إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ!» (ما تشاء)

۹۲

و من كلام له (عليه السلام)

لما اراده الناس على البيعة بعد قتل عثمان

دَعُونِي وَالْتَمِسُوا غَيْرِي؛ فَإِنَّا مُسْتَقْبِلُونَ أَمْراً لَهُ وُجُوهٌ وَأَلْوَانٌ؛ لَا تَقُومُ لَهُ الْقُلُوبُ، وَ لَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُولُ. وَ إِنَّ الْآفَاقَ قَدْ أَغَامَتْ، وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ. وَاعْلَمُوا أَنِّي إِنْ أَجَبْتُكُمْ (اجبتكم) رَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ، وَلَمْ أُصْغِ[۲] إِلَىٰ قَوْلِ الْقَائِلِ وَ عَتْبِ الْعَاتِبِ، وَ إِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ؛ وَ لَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَ أَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ، وَ أَنَا لَكُمْ وَزِيراً، خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيراً!

مثوبہ - ثواب، جزا
خلّہ - فقر وفاقہ
منّ - احسان
لاتثبت - برداشت نہیں کرسکتی
اغامت - ابر نے ڈھانک لیا
محجّہ - سیدھا راستہ
تنکرت - انجان ہوگیا - بدل گیا

(۱) مالک کائنات کے ماسوا کوئی کریم ایسا نہیں ہے جس کے یہاں ناامیدی کے امکانات نہ ہوں اور جس کے کرم کے بارے میں شک شبہ نہ کیا جاسکے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا اقتدار محدود اور ہر ایک کا خزانہ کرم متناہی ہے اور ایسے شخص کے بارے میں یا تو ناامیدی کا یقین رہتا ہے یا کم از کم شبہ ضرور رہتا ہے لیکن جس کا خزانہ غیر محدود اور جس کی قدرت لامتناہی ہے اس کے بارے میں اس طرح کے شک اور شبہ کا کوئی امکان نہیں پایا جاتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے تو یہ ظرف کی تنگی کا نتیجہ ہے۔ کرم کی محدودیت کا اثر نہیں ہے۔ کریم کے یہاں جزا بھی ہے جو عمل کے بعد ملتی ہے اور عارفہ بھی ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بغیر کسی عمل اور استحقاق کے بھی حاصل ہوجاتا ہے ایسے حالات میں اسے چھوڑ کر کسی غیر کی طرف توجہ کرنا اور مخلوقات کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرنا انسانیت کی توہین اور شرافت کی تباہی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

(۲) یہ اشارہ ہے کہ اگر حالات صحیح نہ ہوئے اور اسلام خطرہ میں دکھائی دیا تو میں ہرگز کسی امیر کے احکام کو قابل توجہ نہ قرار دوں گا۔

مصادر خطبہ ۹۲ تاریخ طبری ۶ ص۳۰۶۶ (حوادث ۳۵ھ) نہایۃ ابن اثیر (حوادث ۳۵ھ) الجمل شیخ مفید ص۴۸، تذکرہ ابن الجوزی ص۵۷

خدایا! تو ہی بہترین توصیف اور آخر تک سراہے جانے کا اہل ہے۔ تجھ سے آس لگائی جائے تو بہترین آسرا ہے اور امید رکھی جائے تو بہترین مرکز امید ہے[1]۔ تو نے مجھے وہ طاقت دی ہے جس کے ذریعہ کسی غیر کی مدح و ثنا نہیں کرتا ہوں اور اس کا رُخ ان افراد کی طرف نہیں موڑتا ہوں جو ناکامی کا مرکز اور شبہات کی منزل ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو لوگوں کی تعریف اور تیری پروردہ مخلوقات کی ثنا و صفت سے موڑ دیا ہے۔

خدایا! ہر تعریف کرنے والے کا اپنے ممدوح پر ایک حق ہوتا ہے چاہے وہ معاوضہ ہو یا انعام و اکرام۔ اور میں تجھ سے آس لگائے بیٹھا ہوں کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کی رہنمائی کرنے والا ہے۔ خدایا! یہ اس بندہ کی منزل ہے جس نے صرف تیری توحید اور یکتائی کا اعتراف کیا ہے اور تیرے علاوہ ان اوصاف و کمالات کا کسی کو اہل نہیں پایا ہے۔ پھر میں ایک احتیاج رکھتا ہوں جس کا تیرے فضل کے علاوہ کوئی علاج نہیں کر سکتا ہے اور تیرے احسانات کے علاوہ کوئی اس کا سہارا نہیں بن سکتا ہے۔ اب اس وقت مجھے اپنی رضا عنایت فرما دے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بے نیاز بنا دے کہ تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۹۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب لوگوں نے قتل عثمان کے بعد آپ کی بیعت کا ارادہ کیا)

مجھے چھوڑ دو اور جاؤ کسی اور کو تلاش کر لو۔ ہمارے سامنے وہ معاملہ ہے جس کے بہت سے رنگ اور رُخ ہیں جن کی نہ دلوں میں تاب ہے اور نہ عقلیں انھیں برداشت کر سکتی ہیں۔ دیکھو افق کس قدر ابر آلود ہے اور راستے کس قدر انجانے ہو گئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اگر میں نے بیعت کی دعوت کو قبول کر لیا تو تمھیں اپنے علم ہی کے راستے پر چلاؤں گا اور کسی کی کوئی بات یا سرزنش نہیں سنوں گا[1]۔ لیکن اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو تمھاری ہی ایک فرد کی طرح زندگی گذاروں گا بلکہ شاید تم سب سے زیادہ تمھارے حاکم کے احکام کا خیال رکھوں۔ میں تمھارے لئے وزیر کی حیثیت سے امیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر رہوں گا۔

---

[1] امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد سے تین باتوں کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے:

۱۔ آپ کو خلافت کی کوئی حرص اور طمع نہیں تھی اور نہ آپ اس کیلئے کسی طرح کی دوڑ دھوپ کے قائل تھے۔ عہدۂ الٰہی عہدیدار کے پاس آتا ہے، عہدیدار اس کی تلاش میں نہیں نکلتا ہے۔

۲۔ آپ کسی قیمت پر اسلام کی تباہی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کی نگاہ میں خلافت کے جملہ مشکلات و مصائب تھے اور قوم کی طرف سے بغاوت کا خطرہ نگاہ کے سامنے تھا لیکن اس کے باوجود اگر ملت کی اصلاح اور اسلام کی بقا کا دار و مدار اسی خلافت کے قبول کرنے پر ہے تو آپ اس راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

۳۔ آپ کی نظر میں امت کے لئے ایک درمیانی راستہ وہی تھا جس پر آج تک چل رہی تھی کہ اپنی مرضی سے کوئی امیر طے کر لے اور پھر وقتاً فوقتاً آپ سے مشورہ کرتی رہے کہ آپ مشورہ دینے سے بہر حال گریز نہیں کرتے ہیں جس کا مسلسل تجربہ ہو چکا ہے اور اسی امر کو آپ نے وزارت سے تعبیر کیا ہے۔ ورنہ جس حکومت کی امارت ناقابل قبول ہے اس کی وزارت اس سے زیادہ بدتر ہو گی۔ وزارت فقط اسلامی مفادات کی حد تک بوجھ بٹانے کی حسین ترین تعبیر ہے۔

۹۳

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها ينبهُ أمير المؤمنين على فضله و علمه و يبيّن فتنة بني امية

أَمَّا بَعْدَ حَمْدِاللهِ، وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ، أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي فَقَأْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْتَرِىءَ عَلَيْهَا أَحَدٌ غَيْرِي بَعْدَ أَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا(ظلمتها)، وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا. فَاسْأَلُونِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ فِيمَا بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِي مِئَةً وَ تُضِلُّ مِئَةً إِلَّا أَنْبَأْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَ قَائِدِهَا وَ سَائِقِهَا، وَ مُنَاخِ رِكَابِهَا، وَ مَحَطِّ رِحَالِهَا، وَ مَنْ يُقْتَلُ مِنْ أَهْلِهَا قَتْلاً، وَ مَنْ يَمُوتُ مِنْهُمْ مَوْتاً. وَلَوْ قَدْ فَقَدْتُمُونِي وَ نَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْأُمُورِ، وَحَوَازِبُ الْخُطُوبِ، لَأَطْرَقَ كَثِيرٌ مِنَ السَّائِلِينَ، وَ فَشِلَ كَثِيرٌ مِنَ الْمَسْؤُولِينَ، وَ ذٰلِكَ إِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ، وَ شَمَّرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَ ضَاقَتِ (كانت) الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضِيقاً، تَسْتَطِيلُونَ مَعَهُ أَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ، حَتَّىٰ يَفْتَحَ اللهُ لِبَقِيَّةِ الْأَبْرَارِ مِنْكُمْ.

إِنَّ الْفِتَنَ إِذَا أَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ، وَ إِذَا أَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ؛ يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ، وَ يُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ، يَحُمْنَ حَوْمَ الرِّيَاحِ، يُصِبْنَ بَلَداً وَ يُخْطِئْنَ بَلَداً. أَلَا وَ إِنَّ أَخْوَفَ الْفِتَنِ عِنْدِي عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِي أُمَيَّةَ، فَإِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ[1](ظلمة): عَمَّتْ خُطَّتُهَا، وَخَصَّتْ بَلِيَّتُهَا، وَ أَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ أَبْصَرَ فِيهَا، وَأَخْطَأَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا. وَ ايْمُ اللهِ لَتَجِدُنَّ بَنِي أُمَيَّةَ لَكُمْ أَرْبَابَ سُوءٍ بَعْدِي، كَالنَّابِ الضَّرُوسِ: تَعْذِمُ بِفِيهَا، وَ تَخْبِطُ بِيَدِهَا، وَ تَزْبِنُ بِرِجْلِهَا، وَ تَمْنَعُ دَرَّهَا. لَا يَزَالُونَ بِكُمْ حَتَّىٰ يَتْرُكُوا (لا يكون) مِنْكُمْ إِلَّا نَافِعاً لَهُمْ، أَوْ غَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ. وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ عَنْكُمْ حَتَّىٰ لَا يَكُونَ انْتِصَارُ أَحَدِكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ رَبِّهِ، وَالصَّاحِبِ مِنْ مُسْتَصْحِبِهِ،

فقاتها - آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور نکال لیں۔
غیہب - تاریکی
موج - شمول و دوام
کَلَب - پاگل کتے کی بیماری
ناعق - للکارنے والا
مُناخ - اترنے کی جگہ
کرائہ - جمع کریہہ - ناخوشگوار حالات
حوازب - جمع حازب - شدید ترین مشکلات
قلصت - سلسل جاری رہے گی
شبہت - جس میں حق و باطل مشتبہ ہو جائیں
خُطہ - پروگرام
الناب - بوڑھی اونٹنی
ضروس - دانت کاٹنے والی
تعذم - دانت سے کاٹ کھانے والی
تزبن - مارنے والی
درّ - دودھ - خیر و برکت

[1] دنیا کا ہر فتنہ ایک نگاہ رکھتا ہے اور اسی کے ذریعہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے اپنے اقدامات سے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا کہ اس کا استیصال نہ بھی ہو سکے تو آگے بڑھنے کا راستہ بھی نہ ملے لیکن اس کے باوجود آپ بنی امیہ کے فتنہ کی طرف سے سخت نگراں تھے کہ وہ شروع سے اندھا ہے اور اندھے کی آنکھ پھوڑنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ اس فتنہ نے حرم خدا و رسولؐ کو بھی نظر انداز کر دیا اور ماں بہن بیٹی کی قرابت کی طرف سے بھی آنکھیں پھوڑ لیں۔

مصادر خطبہ ۹۳ تاریخ ابن واضح ۲ ص۱۸۲، حلیۃ الاولیاء ۱ ص۶۸، الغارات ابن ہلال ثقفی، نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۳۷۷ مادہ حزب و عذم، مستدرک حاکم ۲ ص۴۶۶، جامع بیان العلم و فضلہ ابن عبدالبر ۱ ص۱۱۴، اصابہ ابن حجر ۲ ص۵۰۹، الریاض النضرہ محب طبری ص۱۹۸، تاریخ الخلفاء ص۱۲۴، الفتوحات المکیہ احمد زینی دحلان ۲ ص۳۳۷، ینابیع المودۃ قندوزی ص۲۲۴، سلیم بن قیس الہلالی ص۸۵، تاریخ یعقوبی ۲ ص۱۱۹، الفتن ابو صالح السلیلی، الفتن نعیم بن حماد الخزاعی - الملاحم والفتن ص۸۶، المختصر حسن بن سلیمان الحلی ص۹۹، خطب امیرالمومنین الجلودی

۹۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں آپ نے اپنے علم و فضل سے آگاہ کرتے ہوئے بنی امیہ کے فتنہ کی طرف متوجہ کیا ہے)

حمد و ثنائے پروردگار کے بعد ــــ لوگو! یاد رکھو[۱] میں نے فتنہ کی آنکھ کو پھوڑ دیا ہے اور یہ کام میرے علاوہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا ہے جب کہ اس کی تاریکیاں تہ و بالا ہو رہی ہیں اور اس کی دیوانگی کا مرض شدید ہو گیا ہے۔ اب تم مجھ سے جو چاہو دریافت کر لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہ جاؤں۔ اس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم اب سے قیامت تک کے درمیان جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے اور جس گروہ کے بارے میں دریافت کرو گے جو سو افراد کو ہدایت دے اور سو کو گمراہ کر دے تو میں اس کے للکارنے والے۔ کھینچنے والے۔ ہنکانے والے۔ سواریوں کے قیام کی منزل۔ سامان اتارنے کی جگہ۔ کون ان میں سے قتل کیا جائے گا۔ کون اپنی موت سے مرے گا۔ سب بتا دوں گا۔ حالانکہ اگر یہ بدترین حالات اور سخت ترین مشکلات میرے بعد پیش آئے تو دریافت کرنے والا بھی پریشانی سے سر جھکا لے گا اور جس سے دریافت کیا جائے گا وہ بھی بتانے سے عاجز رہے گا اور یہ سب اس وقت ہو گا جب تم پر جنگیں پوری تیاری کے ساتھ ٹوٹ پڑیں گی اور دنیا اس طرح تنگ ہو جائے گی کہ مصیبت کے دن طولانی محسوس ہونے لگیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ باقی ماندہ نیک بندوں کو کامیابی عطا کر دے۔

یاد رکھو فتنے جب آتے ہیں تو لوگوں کو شبہات میں ڈال دیتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو ہوشیار کر جاتے ہیں۔ یہ آتے وقت نہیں پہچانے جاتے ہیں لیکن جب جانے لگتے ہیں تو پہچان لئے جاتے ہیں۔ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد میں لے لیتے ہیں اور کسی کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یاد رکھو۔ میری نگاہ میں سب سے خوفناک فتنہ بنی امیہ کا ہے جو خود بھی اندھا ہو گا اور دوسروں کو بھی اندھیرے میں رکھے گا۔ اس کے خطوط عام ہوں گے لیکن اس کی بلا خاص لوگوں کے لئے ہو گی جو اس فتنہ میں آنکھ کھولے ہوں گے ورنہ اندھوں کے پاس سے بآسانی گذر جائے گا۔

خدا کی قسم! تم بنی امیہ کو میرے بعد بدترین صاحبان اقتدار پاؤ گے جن کی مثال اس کاٹنے والی اونٹنی کی ہو گی جو منہ سے کاٹے گی اور ہاتھ مارے گی یا پاؤں چلائے گی اور دودھ نہ دوھنے دے گی اور یہ سلسلہ یوں ہی برقرار رہے گا جس سے صرف وہ افراد بچیں گے جو ان کے حق میں مفید ہوں یا کم سے کم نقصان دہ نہ ہوں۔ یہ مصیبت تمھیں اسی طرح گھیرے رہے گی یہاں تک کہ تمھاری داد خواہی ایسے ہی ہو گی جیسے غلام اپنے آقا سے یا مرید اپنے پیر سے انصاف کا تقاضا کرے۔

---

[۱] پیغمبر اسلامؐ کے انتقال کے بعد جنازۂ رسولؐ کو چھوڑ کر مسلمانوں کی خلافت سازی۔ خلافت کے بعد امیر المومنینؑ سے مطالبۂ بیعت۔ ابوسفیان کی طرف سے حمایت کی پیش کش۔ فدک کا غاصبانہ قبضہ۔ دروازہ کا جلایا جانا۔ پھر ابوبکرؓ کی طرف سے عمرؓ کی نامزدگی۔ پھر عمرؓ کی طرف سے شوریٰ کے ذریعہ عثمانؓ کی خلافت۔ پھر طلحہ و زبیر اور عائشہ کی بغاوت اور پھر خوارج کا دین سے خروج۔ یہ وہ فتنے تھے جن میں سے کوئی ایک بھی اسلام کو تباہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اگر امیر المومنینؑ نے مکمل صبر و تحمل کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا اور سخت ترین حالات پر سکوت اختیار نہ فرمایا ہوتا۔ اسی سکوت اور تحمل کو فتنوں کی آنکھ پھوڑ دینے سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کے بعد علمی فتنوں سے بچنے کا ایک راستہ یہ بتا دیا گیا ہے کہ جو چاہو دریافت کر لو، میں قیامت تک کے حالات سے باخبر کر سکتا ہوں۔ (روحی لہ الفداء)

تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَّةً، وَ قِطَعاً جَاهِلِيَّةً، لَيْسَ فِيهَا مَنَارُ هُدىً، وَلاَ عَلَمٌ يُرَىٰ.

نَحْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ (نَجَاة) وَ لَسْنَا فِيهَا بِدُعَاةٍ، ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيجِ الأَدِيمِ: بِمَنْ يَسُومُهُمْ خَسْفاً، وَ يَسُوقُهُمْ عُنْفاً وَ يَسْقِيهِمْ بِكَأْسٍ مُصَبَّرَةٍ لاَ يُعْطِيهِمْ إِلاَّ السَّيْفَ، وَلاَ يُحْلِسُهُمْ إِلاَّ الْخَوْفَ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ[1] - بِالدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا - لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَاماً وَاحِداً وَ لَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُورٍ، لِأَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا أَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهُ فَلاَ يُعْطُونِيهِ!

۹٤

و من خطبة له (عليه السلام)

و فيها يصف الله تعالى ثم يبين فضل الرسول الكريم و اهل بيته ثم يعظ الناس

الله تعالى

فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لاَ يَبْلُغُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَلاَ يَنَالُهُ حَدْسُ (حسّ) الْفِطَنِ، الأَوَّلُ الَّذِي لاَ غَايَةَ لَهُ فَيَنْتَهِيَ، وَلاَ آخِرَ لَهُ فَيَنْقَضِيَ.

و منها في وصف الانبياء

فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي أَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَأَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ، تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الأَصْلاَبِ إِلَىٰ مُطَهَّرَاتِ الأَرْحَامِ، كُلَّمَا مَضَىٰ مِنْهُمْ سَلَفٌ، قَامَ مِنْهُمْ بِدِينِ اللهِ خَلَفٌ.

رسول الله و آل بيته (صلى الله عليه وآله)

حَتَّىٰ أَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَأَخْرَجَهُ مِنْ أَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتاً، وَ أَعَزِّ الأَرُومَاتِ مَغْرِساً: مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا أَنْبِيَاءَهُ، وَانْتَجَبَ مِنْهَا أُمَنَاءَهُ. عِتْرَتُهُ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَأُسْرَتُهُ خَيْرُ الأُسَرِ، وَ شَجَرَتُهُ خَيْرُ الشَّجَرِ؛ نَبَتَتْ فِي حَرَمٍ، وَ بَسَقَتْ فِي كَرَمٍ؛ لَهَا فُرُوعٌ طِوَالٌ، وَ ثَمَرٌ لاَ يُنَالُ، فَهُوَ إِمَامُ مَنِ اتَّقَىٰ، وَ بَصِيرَةُ مَنِ اهْتَدَىٰ،

شوہاء - بدصورت - بھیانک
مخشیہ - خوفناک
علَم - نشان ہدایت
ادیم - کھال
یسومہم خسفا - ذلت سے دوچار کریں
مصبرہ - تلخ
حِلس بعیر - اونٹ کی جھول
جزور - ذبح شدہ اونٹ
تناسخ - منتقل ہونا
منبت - نشو و نما کی جگہ
ارومات - جمع ارومہ - اصل
مغرس - اگنے کی جگہ
صدع - ظاہر کیا
عترت - اہلبیت - قریب ترین رشتہ دار
بسقت - آگے بڑھا

[1] اس مقام پر قریش سے مراد بنو امیہ ہیں جن کے آخری بادشاہ محمد بن مروان نے مقام زاب میں بنی عباس کے لشکر سے مقابلہ کیا تو سردار لشکر عبداللہ بن علی عباسی کو دیکھ کر آواز دی کہ کاش یہ پرچم علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ہاتھ میں ہوتا اور اس طرح مولائے کائنات کے اس کلام کی تصدیق ہوگئی جو آپ نے واقعہ سے ۹۰ سال پہلے ارشاد فرمایا تھا اور یہ کام الہام خداوندی اور علم لدنی کے بغیر ممکن نہیں ہے -!

مصادر خطبہ ۹۴ اصول کافی کلینیؒ ۱ ص ۱۳۴ ، العقد الفرید ابن عبد ربہ ۴ ص ۶۴ ، توحید صدوقؒ ص ۳۸

تم پر ان کا فتنہ ایسی بھیانک شکل میں وارد ہوگا جس سے ڈر لگے گا اور اس میں جاہلیت کے اجزا بھی ہوں گے۔ نہ کوئی منارۂ ہدایت ہوگا اور نہ کوئی راستہ دکھلانے والا پرچم۔

بس ہم اہلبیتؑ ہیں جو اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے اور اس کے داعیوں میں سے نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اللہ تم سے اس فتنہ کو اس طرح الگ کردے گا جس طرح جانور کی کھال اتاری جاتی ہے۔ اس شخص کے ذریعہ جو انھیں ذلیل کرے گا اور سختی سے ہنکائے گا اور موت کے تلخ گھونٹ پلائے گا اور تلوار کے علاوہ کچھ نہ دے گا اور خوف کے علاوہ کوئی لباس نہ پہنائے گا۔ وہ وقت ہوگا جب قریش کو یہ آرزو ہوگی کہ کاش دنیا اور اس کی تمام دولت دے کر ایک منزل پر مجھے دیکھ لیتے چاہے صرف اتنی دیر کے لئے جتنی دیر میں ایک اونٹ نحر کیا جاتا ہے تاکہ میں ان سے اس چیز کو قبول کرلوں جس کا ایک حصہ آج مانگتا ہوں تو وہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

۹۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں پروردگار کے اوصاف۔ رسول اکرمؐ اور اہلبیتؑ اطہار کے فضائل اور موعظہ حسنہ کا ذکر کیا گیا ہے)

بابرکت ہے وہ پروردگار جس کی ذات تک ہمتوں کی بلندیاں نہیں پہونچ سکتی ہیں اور عقل و فہم کی ذہانتیں اسے نہیں پاسکتی ہیں۔ وہ ایسا اول ہے جس کی کوئی آخری حد نہیں ہے اور ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی فنا نہیں ہے۔

(انبیاء کرامؑ) پروردگار نے انھیں بہترین مقامات پر ودیعت رکھا اور بہترین منزل میں مستقر کیا۔ وہ مسلسل شریف ترین اصلاب سے پاکیزہ ترین ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے کہ جب کوئی بزرگ گذر گیا تو دین خدا کی ذمہ داری بعد والے نے سنبھال لی۔

(رسول اکرمؐ) یہاں تک کہ الٰہی شرف حضرت محمد مصطفیٰؐ تک پہونچ گیا اور اس نے انھیں بہترین نشوونما کے معدن اور شریف ترین اصل کے مرکز کے ذریعہ دنیا میں بھیج دیا۔ اسی شجرۂ طیبہ سے جس سے انبیاء کو پیدا کیا اور اپنے امینوں کا انتخاب کیا۔ پیغمبرؐ کی عترت بہترین اور ان کا خاندان شریف ترین خاندان ہے۔ ان کا شجرہ وہ بہترین شجرہ ہے جو سرزمین حرم پر اُگا ہے اور بزرگی کے سایہ میں پروان چڑھا ہے۔ اس کی شاخیں بہت طویل ہیں اور اس کے پھل انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ وہ اہل تقویٰ کے امام اور طالبان ہدایت کے لئے سرچشمۂ بصیرت ہیں۔

لہ امیرالمومنینؑ کا یہ ارشاد گرامی اس بات کا واضح دلیل ہے کہ انبیاء کرام کے آباء و اجداد اور امہات میں کوئی ایک بھی ایمان یا کردار کے اعتبار سے ناقص اور عیب دار نہیں تھا اور اس کے بعد اس بحث کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے کہ یہ بات عقلی اعتبار سے ضروری ہے یا نہیں اور اس کے بغیر منصب کا جواز پیدا ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ اسلئے کہ اگر کافر اصلاب اور بے دین ارحام میں کوئی نقص نہیں تھا اور ناپاک ظرف منصب الٰہی کے حامل کے لئے نامناسب نہیں تھا تو اس قدر اہتمام کی کیا ضرورت تھی کہ آدمؑ سے لے کر خاتمؐ تک کسی ایک مرحلہ پر بھی کوئی ناپاک صلب یا غیر طیب رحم داخل نہ ہونے پائے۔

سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْؤُهُ، وَ شِهَابٌ سَطَعَ نُورُهُ، وَ زَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهُ؛ سِيرَتُهُ الْقَصْدُ، وَ سُنَّتُهُ الرُّشْدُ، وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ، وَ حُكْمُهُ الْعَدْلُ؛ أَرْسَلَهُ عَلَىٰ حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَ غَبَاوَةٍ مِنَ الْأُمَمِ.

عظة الناس

إِعْمَلُوا، رَحِمَكُمُ اللهُ، عَلَىٰ أَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ، فَالطَّرِيقُ نَهْجٌ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ، وَ أَنْتُمْ فِي دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلَىٰ مَهَلٍ وَ فَرَاغٍ؛ وَالصُّحُفُ مَنْشُورَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَ الْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَسْمُوعَةٌ، وَالْأَعْمَالُ مَقْبُولَةٌ.

۹۵

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

يقرر فضيلة الرسول الكريم ﴿صلى الله عليه وآله﴾

بَعَثَهُ[1] وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِي حَيْرَةٍ، وَ حَاطِبُونَ فِي فِتْنَةٍ، قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْأَهْوَاءُ، وَاسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَاءُ، وَاسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَاءُ؛ حَيَارَىٰ فِي زَلْزَالٍ مِنَ الْأَمْرِ وَ بَلَاءٍ مِنَ الْجَهْلِ، فَبَالَغَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي النَّصِيحَةِ، وَ مَضَىٰ عَلَى الطَّرِيقَةِ، وَ دَعَا إِلَى الْحِكْمَةِ، وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

۹۶

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

في الله و في الرسول الاكرم

الله تعالى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَوَّلِ فَلَا شَيْءَ قَبْلَهُ، وَالْآخِرِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ، وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهُ، وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُونَهُ.

و منها في ذكر الرسول ﴿صلى الله عليه وآله﴾

مُسْتَقَرُّهُ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ، وَ مَنْبِتُهُ أَشْرَفُ مَنْبِتٍ، فِي مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَ مَمَاهِدِ السَّلَامَةِ؛ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهُ أَفْئِدَةُ الْأَبْرَارِ، وَ ثُنِيَتْ إِلَيْهِ أَزِمَّةُ الْأَبْصَارِ، دَفَنَ اللهُ بِهِ الضَّغَائِنَ، وَأَطْفَأَ بِهِ الثَّوَائِرَ، أَلَّفَ بِهِ إِخْوَاناً وَ فَرَّقَ بِهِ أَقْرَاناً، أَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ، وَأَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ. كَلَامُهُ بَيَانٌ، وَصَمْتُهُ لِسَانٌ.

قصد - استقامت و میانہ روی
فترۃ - دو رسولوں کا درمیانی وقفہ
ہفوۃ - لغزش
نہج - واضح و مستحکم
مُستعتَب - خوشنودی کی طلبگاری
عُتبیٰ - خوشنودی
حاطبون - جمع حاطب - لکڑی جمع کرنے والا
استزلتہم - لغزشوں تک پہنچا دیا
استخفتہم - مدہوش بنا دیا
الجہلاء - بھرپور جہالت
ماہد - جمع مہد - جو چیز فرش کر دی جائے
ازمہ - جمع زمام - لگام
ضغائن - کینے
ثوائر - جمع ثائرہ - اذیت رساں دشمنی

[1] تاریخی اعتبار سے یہ دونوں حقیقتیں ناقابل انکار ہیں کہ جن حالات میں سرکار دو عالم نے تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا ہے وہ دنیا کے بدترین حالات میں سے تھے جنہیں قرآن مجید نے ضلال مبین اور کھلی ہوئی گمراہی سے تعبیر کیا ہے اور پھر ان جاہلوں اور ان پڑھ لوگوں کے درمیان جو پیغام پیش کیا ہے وہ کائنات کا عظیم ترین پیغام تھا اور یہی وجہ ہے کہ مالک نے تمام پیغامات کو منسوخ کر دیا لیکن اس پیغام کو قیامت تک کے لئے ابدی اور دائمی بنا دیا ہے جس کے قوانین بھی زندہ ہیں اور اس کا معجزہ بھی زندہ ہے بلکہ ایک ہی قرآن کو دونوں کا نمونہ بنا دیا گیا ہے۔

مصادر خطبہ ۹۵ بحار الانوار مجلسی ۱۸ ص ۲۱۹
مصادر خطبہ ۹۶ بحار الانوار مجلسی ۱۶ ص ۳۸۰

...سا چراغ ہیں جس کی روشنی لَو دے رہی ہے اور ایسا ستارہ ہیں جس کا نور درخشاں ہے اور ایسا چقماق ہیں جس کی چمک برق آسا ... ان کی سیرت میانہ روی، ان کی سنت رشد و ہدایت، ان کا کلام حرف آخر اور ان کا فیصلہ عادلانہ ہے۔ اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا ... انبیاء کا سلسلہ موقوف تھا اور بدعملی کا دور دورہ تھا اور امت غفلت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

(موعظہ) دیکھو! خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ واضح نشانیوں پر عمل کرو کہ راستہ بالکل سیدھا ہے اور وہ جنت کی ... دعوت دے رہا ہے اور تم ایسے گھر میں ہو جہاں خوشنودیٔ پروردگار حاصل کرنے کی مہلت اور فراغت حاصل ہے۔ نامۂ اعمال ... ہوئے ہیں۔ قلم قدرت چل رہا ہے۔ بدن صحیح و سالم ہیں۔ زبانیں آزاد ہیں، توبہ سُنی جا رہی ہے اور اعمال قبول کئے جا رہے ہیں۔

۹۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں رسول اکرمؐ کے فضائل و مناقب کا تذکرہ کیا گیا ہے)

اللہ نے انھیں اس وقت بھیجا جب لوگ گمراہی میں متحیر تھے[۱] اور فتنوں میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔ خواہشات نے انھیں بہکا دیا ... اور غرور نے ان کے قدموں میں لغزش پیدا کر دی تھی۔ جاہلیت نے انھیں سبک سر بنا دیا تھا اور وہ غیر یقینی حالات اور جہالت ... بلاؤں میں حیران و سرگرداں تھے۔ آپ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا، سیدھے راستہ پر چلے اور لوگوں کو حکمت اور موعظۂ حسنہ ... کی دعوت دی۔

۹۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(حضرت رب العالمین اور رسول اکرمؐ کے صفات کے بارے میں)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو ایسا اول ہے کہ اس سے پہلے کوئی شے نہیں ہے اور ایسا آخر ہے کہ اس کے بعد کوئی شے نہیں ... وہ ظاہر ہے تو اس سے مافوق کچھ نہیں ہے اور باطن ہے تو اس سے قریب تر کوئی شے نہیں ہے۔

(رسول اکرمؐ) آپ کا مستقر بہترین مستقر اور آپ کی نشو و نما کی جگہ بہترین منزل ہے یعنی کرامتوں کا معدن اور سلامتی کا مرکز۔ ... کرداروں کے دل آپ کی طرف جھکا دیے گئے ہیں اور نگاہوں کے رُخ آپ کی طرف موڑ دیے گئے ہیں۔ اللہ نے آپ کے ... کینوں کو دفن کر دیا ہے اور عداوتوں کے شعلے بجھا دیے ہیں۔ لوگوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور کفر کی برادری کو منتشر کر دیا ہے۔ ... ذلت کو عزیز بنا دیا ہے اور کفر کی عزت پر اکڑنے والوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ آپ کا کلام شریعت کا بیان ہے اور آپ کی خاموشی ... احکام کی زبان۔

---

[۱] ...علمائے اصول کی زبان میں معصوم کی خاموشی کو تقریر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہ اسی طرح حجت اور مدرک احکام ہے جس طرح معصوم کا قول و عمل ... اسناد اور سند کی حیثیت رکھتا ہے اور اس سے احکام شریعت کا استنباط و استخراج کیا جاتا ہے۔ عام انسانوں کی خاموشی دلیل رضامندی نہیں بن سکتی ہے ... معصوم کی خاموشی دلیل احکام بھی بن سکتی ہے۔

۹۷

و من خطبة له (عليه السلام)

في اصحابه و اصحاب رسول الله

اصحاب علي (عليه السلام)

وَ لَئِنْ أَمْهَلَ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوتَ أَخْذُهُ، وَ هُوَ لَهُ بِالْمِرْصَادِ عَلَىٰ مَجَازِ طَرِيقِهِ، وَ بِمَوْضِعِ الشَّجَا مِنْ مَسَاغِ رِيقِهِ. أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيَظْهَرَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِأَنَّهُمْ أَوْلَىٰ بِالْحَقِّ مِنْكُمْ، وَلٰكِنْ لِإِسْرَاعِهِمْ إِلَىٰ بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ، وَإِبْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّي. وَ لَقَدْ أَصْبَحَتِ الْأُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا، وَ أَصْبَحْتُ أَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِي. اسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوا، وَأَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوا، وَ دَعَوْتُكُمْ سِرّاً وَجَهْراً فَلَمْ تَسْتَجِيبُوا وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَلَمْ تَقْبَلُوا. أَشُهُودٌ كَغُيَّابٍ، وَ عَبِيدٌ كَأَرْبَابٍ! أَتْلُو عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُونَ مِنْهَا، وَأَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَتَفَرَّقُونَ عَنْهَا، وَ أَحُثُّكُمْ عَلَىٰ جِهَادِ أَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا آتِي عَلَىٰ آخِرِ قَوْلِي حَتَّىٰ أَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِينَ أَيَادِيَ سَبَا. تَرْجِعُونَ إِلَىٰ مَجَالِسِكُمْ، وَ تَتَخَادَعُونَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ، أُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً، وَ تَرْجِعُونَ إِلَيَّ عَشِيَّةً، كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ(الحية)، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ وَأَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ.[۱]

أَيُّهَا الْقَوْمُ الشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، الْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، الْمُبْتَلَىٰ بِهِمْ أُمَرَاؤُهُمْ. صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اللهَ وَ أَنْتُمْ تَعْصُونَهُ، وَ صَاحِبُ أَهْلِ الشَّامِ يَعْصِي اللهَ وَ هُمْ يُطِيعُونَهُ. لَوَدِدْتُ وَاللهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ الدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ، فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةً مِنْكُمْ وَأَعْطَانِي رَجُلاً مِنْهُمْ!

يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ، مُنِيتُ مِنْكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ:[۲] صُمٌّ ذَوُو أَسْمَاعٍ، وَ بُكْمٌ ذَوُو كَلَامٍ، وَ عُمْيٌ ذَوُو أَبْصَارٍ، لَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ، وَلَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ! تَرِبَتْ أَيْدِيكُمْ! يَا أَشْبَاهَ الْإِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا! كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ آخَرَ، وَاللهِ لَكَأَنِّي بِكُمْ

مرصاد - گھات
شجا - جو چیز حلق میں گلوگیر ہو جائے
مساغ الریق - لعاب دہن کی گذرگاہ
شہود - جمع شاہد - حاضر
غیّاب - جمع غائب
ایادی سبا - یعنی عرب کا مورث اعلیٰ جس کے دس فرزند تھے - اور ہمیشہ چھ کو ایک طرف اور چار کو ایک طرف رکھا کرتا تھا لیکن وقت پڑنے پر ایک بھی کام نہ آیا -
ظہر الحنیہ - کمان
اعضل - مشکل تر
تربت - فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے

(۱) امیر المومنینؑ کی عظمت کردار اور آپ کی بلند ترین سیاست کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ایسے افراد کے درمیان زندگی گذاری ہے اور کوئی ایک شخص بھی نہ ظلم کی شکایت کر سکا اور نہ حقوق میں کوتاہی کی فریاد کر سکا بلکہ اس کے برعکس آپ ہی قوم کے ظلم کا شکوہ کرتے رہے اور رعایا کے ظلم و ستم کو برداشت کرتے رہے -

(۲) آپ نے پانچ کے عدد کو تین اور دو کی شکل میں بیان کیا کہ ان میں تین اشیاء مثبت ہیں اور دو منفی اور دونوں کو ایک انداز سے بیان نہیں کیا جا سکتا ہے -

مصادر خطبہ ۹۷ کتاب سلیم بن قیس الہلالی ص۱۱۰، کافی کلینی ۲ ص۲۳۶، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص۲۰۳، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ۱ ص۸۶، ارشاد مفیدؒ، المجالس مفیدؒ ص۱۰۵، تذکرۃ الخواص ص۱۳۷، تاریخ دمشق ابن عساکر، البیان والتبیین جاحظ ۲ ص۱۶۱، انساب الاشراف بلاذری ۲، الامامۃ والسیاسہ ابن قتیبہ ۱ ص۱۲۶، المسترشد طبری امامی ص۴۳، مشکوٰۃ الانوار طبرسیؒ ص۵۵، احتجاج طبرسیؒ ص۲۵۴

۹۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں اپنے اصحاب اور اصحاب رسول اکرمؐ کا موازنہ کیا گیا ہے)

اگر پروردگار نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس کی گرفت سے باہر نکل گیا ہے۔ یقیناً وہ اس کی رہگذر اور اس کی گردن میں اچھو لگنے کی جگہ پر اس کی تاک میں ہے۔ قسم ہے اس مالک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ قوم یقیناً تم پر غالب آجائے گی۔ نہ اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ حقدار ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے امیر کے باطل کی فوراً اطاعت کر لیتے ہیں اور تم میرے حق میں ہمیشہ سستی سے کام لیتے ہو۔ تمام دنیا کی قومیں اپنے حکام کے ظلم سے خوفزدہ ہیں اور میں اپنی رعایا کے ظلم سے پریشان ہوں۔ میں نے تمھیں جہاد کے لئے آمادہ کیا مگر تم نہ اٹھے۔ موعظہ سنایا تو تم نے نہ سنا۔ علی الاعلان اور خفیہ طریقہ سے دعوت دی لیکن تم نے لبیک نہ کہی اور نصیحت بھی کی تو اسے قبول نہ کیا۔ تم ایسے حاضر ہو جیسے غائب اور ایسے اطاعت گذار ہو جیسے مالک۔ میں تمھارے لئے حکمت آمیز باتیں کرتا ہوں اور تم بیزار ہو جاتے ہو۔ بہترین نصیحت کرتا ہوں اور تم بھاگ کھڑے ہوتے ہو۔ باغیوں کے جہاد پر آمادہ کرتا ہوں اور ابھی آخر کلام تک نہیں پہونچنے پاتا ہوں کہ تم سبا کی اولاد کی طرح منتشر ہو جاتے ہو۔ اپنی محفلوں کی طرف پلٹ جاتے ہو اور ایک دوسرے کے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ میں صبح کے وقت تمھیں سیدھا کرتا ہوں اور تم شام کے وقت یوں پلٹ کر آتے ہو جیسے کمان۔ تمھیں سیدھا کرنے والا بھی عاجز آگیا اور تمھاری اصلاح بھی ناممکن ہو گئی[1]

اے وہ قوم جس کے بدن حاضر ہیں اور عقلیں غائب۔ تمھارے خواہشات گوناگوں ہیں اور تمھارے حکام تمھاری بغاوت میں مبتلا ہیں۔ تمھارا امیر اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو اور شام کا حاکم اللہ کی معصیت کرتا ہے اور اس کی قوم اس کی اطاعت کرتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ معاویہ مجھ سے درہم و دینار کا سودا کرلے کہ تم میں کے دس لے کر اپنا ایک دیدے۔

کوفہ والو! میں تمھاری وجہ سے تین طرح کی شخصیات اور دو طرح کی کیفیات سے دوچار ہوں[2]۔ تم کان رکھنے والے بہرے۔ زبان رکھنے والے گونگے اور آنکھ رکھنے والے اندھے ہو۔ تمھاری حالت یہ ہے کہ نہ میدان جنگ کے سچے جواں مرد ہو اور نہ مصیبتوں میں قابل اعتماد ساتھی۔ تمھارے ہاتھ خاک میں مل جائیں۔ تم ان اونٹوں جیسے ہو جن کے چرانے والے گم ہو جائیں کہ جب ایک طرف سے جمع کئے جائیں تو دوسری طرف سے منتشر ہو جائیں۔ خدا کی قسم۔ میں اپنے خیال کے مطابق تمھیں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ

---

(۱) خدا گواہ ہے کہ قائد کی تمام قائدانہ صلاحیتیں بیکار ہو کر رہ جاتی ہیں جب قوم اطاعت کے راستہ سے منحرف ہو جاتی ہے اور بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ انحراف بھی اگر جہالت کی بنا پر ہوتا ہے تو اس کی اصلاح کا امکان رہتا ہے لیکن مالِ غنیمت اور رشوت کا بازار گرم ہو جائے اور دولت دین کی قیمت بننے لگے تو وہاں ایک صحیح اور صالح قائد کا فرض قیادت انجام دینا تقریباً ناممکن ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے صبح و شام حالات کی فریاد ہی کرنا پڑتی ہے تاکہ قوم پر حجت تمام کر دے اور مالک کی بارگاہ میں اپنا عذر پیش کر دے۔

فِيَا إِخَالُكُمْ: أَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغَىٰ، وَ حَمِيَ الضِّرَابُ، قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْأَةِ عَنْ قُبُلِهَا. وَ إِنِّي لَعَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي، وَ مِنْهَاجٍ مِنْ نَبِيِّي، وَ إِنِّي لَعَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ أَلْقُطُهُ لَقْطاً

اصحاب رسول اللّٰہ

انْظُرُوا أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوا سَمْتَهُمْ، وَاتَّبِعُوا أَثَرَهُمْ، فَلَنْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ هُدًى، وَلَنْ يُعِيدُوكُمْ فِي رَدًى، فَإِنْ لَبَدُوا فَالْبُدُوا وَ إِنْ نَهَضُوا فَانْهَضُوا. وَلَا تَسْبِقُوهُمْ فَتَضِلُّوا، وَتَتَأَخَّرُوا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوا. لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَمَا أَرَىٰ أَحَداً يُشْبِهُهُمْ مِنْكُمْ! لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شُعْثاً غُبْراً، وَ قَدْ بَاتُوا سُجَّداً وَ قِيَاماً، يُرَاوِحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَ خُدُودِهِمْ(خدوهم)، وَ يَقِفُونَ عَلَىٰ مِثْلِ الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ! كَأَنَّ بَيْنَ أَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزَىٰ مِنْ طُولِ سُجُودِهِمْ! إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ حَتَّىٰ تَبُلَّ جُيُوبَهُمْ، وَ مَادُوا كَمَا يَمِيدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيحِ الْعَاصِفِ، خَوْفاً مِنَ الْعِقَابِ، وَرَجَاءً لِلثَّوَابِ!

۹۸

و من كلام له (ع)

يشير فيه الى ظلم بني أمية

وَاللّٰهِ لَا يَزَالُونَ حَتَّىٰ لَا يَدَعُوا لِلّٰهِ مُحَرَّماً إِلَّا اسْتَحَلُّوهُ، وَلَا عَقْداً إِلَّا حَلُّوهُ، وَ حَتَّىٰ لَا يَبْقَىٰ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا دَخَلَهُ ظُلْمُهُمْ وَ نَبَا بِهِ سُوءُ رَعْيِهِمْ(رعيتهم)، وَ حَتَّىٰ يَقُومَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ: بَاكٍ يَبْكِي لِدِينِهِ، وَ بَاكٍ يَبْكِي(يشكى) لِدُنْيَاهُ وَ حَتَّىٰ تَكُونَ نُصْرَةُ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهِ، إِذَا شَهِدَ أَطَاعَهُ، وَ إِذَا غَابَ اغْتَابَهُ، وَ حَتَّىٰ يَكُونَ أَعْظَمَكُمْ فِيهَا عَنَاءً (غنا، غناءً) أَحْسَنُكُمْ بِاللّٰهِ ظَنّاً، فَإِنْ أَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوا، وَ إِنِ ابْتُلِيتُمْ فَاصْبِرُوا، فَإِنَّ «الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ».

اخال - خیال کرتا ہوں

حمس الوغی - جنگ بھڑک اٹھے

انفراج المرأۃ - یہ کام ولادت اور خطرات کے وقت ہوتا ہے

لقط - زمین سے چن کر اٹھالینا

سمت - راستہ

لبد - ٹھہر گیا

شعثا - جس کے بال پریشان ہوں

غبر - جس کے سر پر غبار ہو

مراوحہ - ایک کے بعد ایک عمل انجام دینا

رُکَب - جمع رُکبہ - گھٹنے

مادوا - اضطراب کا شکار ہوگئے

استحلال محرم - حرام کو حلال بنالینا

بیوت المدر - اینٹ پتھر کے مکان

بیوت الوبر - خیمے

نبا بہ - چھوڑ کر دور چلا جانا

(۱) اس مقام پر امام علیہ السلام نے اصحاب اور اہلبیتؑ دونوں کا تذکرہ فرمایا ہے لیکن اصحاب کے تذکرہ میں ان کے حسن عمل اور خوبی کردار کا ذکر کیا ہے اور اہلبیتؑ کے تذکرہ میں انھیں ہادی اور رہنما کی شکل میں پیش کیا ہے۔ گویا اہلبیتؑ کا کام امت کو ہدایت دینا ہے اور اصحاب کا کام اس راہ ہدایت پر چلنا ہے تاکہ قابل ثنا وصفت قرار پاجائیں۔!

مصادر خطبہ ۹۸ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ۱ ص۱۵۱، تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی ص۱۰۰، ارشاد مفید ص۱۵۱، بحار الانوار مجلسیؒ باب الفتن

جنگ تیز ہوگئی اور میدان کارزار گرم ہوگیا تو تم فرزند ابو طالب سے اس بے شرمی کے ساتھ الگ ہو جاؤ گے جس طرح کوئی عورت برہنہ ہو جاتی ہے۔ لیکن بہرحال میں اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن رکھتا ہوں اور پیغمبرؐ کے راستہ پر چل رہا ہوں میرا راستہ بالکل روشن ہے جسے میں باطل کے اندھیروں میں بھی ڈھونڈھ لیتا ہوں۔

(اصحاب رسول اکرمؐ) دیکھو۔ اہلبیتؑ پیغمبرؐ پر نگاہ رکھو اور انھیں کے راستہ کو اختیار کرو۔ انھیں کے نقش قدم پر چلتے رہو کہ وہ نہ تمھیں ہدایت سے باہر لے جائیں گے اور نہ ہلاکت میں پلٹ کر جانے دیں گے۔ وہ ٹھہر جائیں تو ٹھہر جاؤ اور اٹھ کھڑے ہوں تو کھڑے ہو جاؤ۔ خبردار ان سے آگے نہ نکل جانا کہ گمراہ ہو جاؤ اور پیچھے بھی نہ رہ جانا کہ ہلاک ہو جاؤ۔ میں نے اصحاب پیغمبرؐ کا دور بھی دیکھا ہے مگر افسوس تم میں کا ایک بھی ان کا جیسا نہیں ہے[۱]۔ وہ صبح کے وقت اس طرح اٹھتے تھے کہ بال الجھے ہوئے، سر پر خاک پڑی ہوئی جب کہ رات سجدہ اور قیام میں گذار چکے ہوتے تھے اور کبھی پیشانی خاک پر رکھتے تھے اور کبھی رخسار۔ قیامت کی یاد میں گویا انگاروں پر کھڑے رہتے تھے اور ان کی پیشانیوں پر سجدوں کی وجہ سے بکری کے گھٹنے جیسے گھٹّے ہوتے تھے۔ ان کے سامنے خدا کا ذکر آتا تھا تو آنسو اس طرح برس پڑتے تھے کہ گریبان تک تر ہو جاتا تھا اور ان کا جسم عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح لرزتا تھا جس طرح سخت ترین آندھی کے دن کوئی درخت۔

۹۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں بنی امیہ کے مظالم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے)

خدا کی قسم یہ یوں ہی ظلم کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کوئی حرام نہ بچے گا جسے حلال نہ بنا لیں اور کوئی عہد و پیمان نہ بچے گا جسے توڑ نہ دیں اور کوئی مکان یا خیمہ باقی نہ رہے گا جس میں ان کا ظلم داخل نہ ہو جائے اور ان کا بدترین برتاؤ انھیں ترک وطن پر آمادہ نہ کر دے اور دونوں طرح کے لوگ رونے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ دنیا دار اپنی دنیا کے لئے روئے اور دیندار اپنے دین کی تباہی پر آنسو بہائے ۔۔ اور تم میں ایک کا دوسرے سے مدد طلب کرنا اسی طرح ہو جس طرح کہ غلام آقا سے مدد طلب کرے کہ سامنے آجائے تو اطاعت کرے اور غائب ہو جائے تو غیبت کرے ۔۔ اور تم میں سب سے زیادہ مصیبت زدہ وہ ہو جو خدا پر سب سے زیادہ اعتماد رکھنے والا ہو لہٰذا اگر خدا تمھیں عافیت دے تو اسے قبول کر لو ۔۔ اور اگر تمھارا امتحان لیا جائے تو صبر کرو کہ انجام کار بہرحال صاحبان تقویٰ کے لئے ہے۔!

[۱] دنیا کے ہر ظلم کے مقابلہ میں صاحبان ایمان و کردار کے لئے یہی بشارت کافی ہے کہ انجام کار صاحبان تقویٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس دنیا کی انتہا فساد اور تباہ کاری پر ہونے والی نہیں ہے بلکہ اسے ایک نہ ایک دن بہرحال عدل و انصاف سے معمور ہونا ہے۔ اُس دن ہر ظالم کو اس کے ظلم کا اندازہ ہو جائے گا اور ہر مظلوم کو اس کے صبر کا پھل مل جائے گا۔ مالک کائنات کی یہ بشارت نہ ہوتی تو صاحبان ایمان کے حوصلے پست ہو جاتے اور انھیں حالات زمانہ مایوسی کا شکار بنا دیتے لیکن اس بشارت نے ہمیشہ ان کے حوصلوں کو بلند رکھا ہے اور اسی کی بنیاد پر وہ ہر دور میں ہر ظلم سے ٹکرانے کا حوصلہ رکھے رہے ہیں۔

۹۹

و من خطبة له (ﷺ)

في التزهيد من الدنيا

نَحْمَدُهُ عَلَىٰ مَا كَانَ، وَ نَسْتَعِينُهُ مِنْ أَمْرِنَا عَلَىٰ مَا يَكُونُ، وَ نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَدْيَانِ، كَمَا نَسْأَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِي الْأَبْدَانِ.

عِبَادَاللهِ أُوصِيكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَ إِنْ لَمْ تُحِبُّوا تَرْكَهَا، وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَامِكُمْ(اجسادكم) وَ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ تَجْدِيدَهَا، فَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوا سَبِيلاً فَكَأَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوهُ، وَأَمُّوا عَلَماً فَكَأَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوهُ وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِي إِلَى الْغَايَةِ أَنْ يَجْرِيَ إِلَيْهَا حَتَّىٰ يَبْلُغَهَا! وَ مَا عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ بَقَاءُ مَنْ لَهُ يَوْمٌ لَا يَعْدُوهُ، وَ طَالِبٌ حَثِيثٌ مِنَ الْمَوْتِ يَحْدُوهُ وَ مُزْعِجٌ فِي الدُّنْيَا حَتَّىٰ يُفَارِقَهَا رَغْماً! فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَ فَخْرِهَا، وَلَا تَعْجَبُوا بِزِينَتِهَا وَ نَعِيمِهَا، وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّائِهَا وَ بُؤْسِهَا، فَإِنَّ عِزَّهَا وَ فَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ، وَ إِنَّ زِينَتَهَا وَ نَعِيمَهَا إِلَى زَوَالٍ، وَ ضَرَّاءَهَا وَ بُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ(نفاذ)، وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى انْتِهَاءٍ، وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى فَنَاءٍ. أَوَلَيْسَ لَكُمْ فِي آثَارِ الْأَوَّلِينَ مُزْدَجَرٌ، وَ فِي آبَائِكُمُ الْمَاضِينَ تَبْصِرَةٌ وَ مُعْتَبَرٌ، إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ! أَوَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْمَاضِينَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُونَ، وَ إِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِينَ لَا يَبْقَوْنَ! أَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ أَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُونَ وَ يُمْسُونَ عَلَىٰ أَحْوَالٍ شَتَّىٰ: فَمَيِّتٌ يُبْكَىٰ، وَ آخَرُ يُعَزَّىٰ، وَ صَرِيعٌ مُبْتَلًى، وَ عَائِدٌ يَعُودُ، وَ آخَرُ بِنَفْسِهِ يَجُودُ، وَ طَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهُ، وَ غَافِلٌ وَ لَيْسَ بِمَغْفُولٍ عَنْهُ؛ وَ عَلَىٰ أَثَرِ الْمَاضِي (الماضين) مَا يَمْضِي الْبَاقِي!

أَلَا فَاذْكُرُوا هَاذِمَ اللَّذَّاتِ، وَ مُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ، وَ قَاطِعَ الْأُمْنِيَاتِ، عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ (المشاورہ) لِلْأَعْمَالِ الْقَبِيحَةِ؛ وَاسْتَعِينُوا اللهَ عَلَىٰ أَدَاءِ وَاجِبِ حَقِّهِ، وَ مَا لَا يُحْصَىٰ مِنْ أَعْدَادِ نِعَمِهِ وَ إِحْسَانِهِ.

سَفر۔ مسافروں کی جماعت
امّوا۔ قصد کیا
المجری الی غایۃ۔ ایک خاص مقصد تک دوڑنے والا
یحدوہ۔ ہنکا کرلے جانے والا
نفاد۔ فنا
مزدجر۔ رک جانا
بنفسہ یجود۔ جان قربان کردینا
مساورہ۔ ارتکاب
حثیث۔ تیز رفتار
صریع۔ ہلاک
ہادم۔ قاطع

(۱) ان کلمات کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ انسان دنیا سے کنارہ کش ہوکر پہاڑوں کی چوٹیوں یا صحراؤں میں آباد ہوجائے اور نہ اس کا مقصد انسان کی زندگی کو مفلوج اور مشلول بنا دینا ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ کلمات انسان میں تازہ روح عمل پھونکنے کے مرادف ہیں کہ انسان دنیا کی حقیقت کو پہچان لے اور اس کے دھوکہ میں نہ آئے۔ عمل کرے لیکن دنیا کو میدان عمل سمجھ کر مقصد عمل سمجھ کر نہیں۔ اور مال حاصل کرے لیکن اس سے استفادہ کرنے کے لئے۔ اسے خزانوں کی زینت بنانے کے لئے نہیں۔ کہ آخرت میں ایک وبال کی شکل اختیار کرلے۔

مصادر خطبہ ۹۹ معانی الاخبار صدوق ص۱۸۳، من لایحضرہ الفقیہ صدوق ۱ ص۲۷، ۳ ص۲۰۳، امالی طوسی ص۵، مشکوٰۃ الانوار طبرسی، ص۱۰۷

۹۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں دنیا سے کنارہ کشی کی دعوت دی گئی ہے)

خدا کی حمد ہے اس پر جو ہو چکا اور اس کی امداد کا تقاضا ہے ان حالات پر جو سامنے آنے والے ہیں۔ ہم اس سے دین کی سلامتی کا تقاضا اسی طرح کرتے ہیں جس طرح بدن کی صحت و عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

بندگان خدا! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اس دنیا کو چھوڑ دو[۱] جو تمھیں بہرحال چھوڑنے والی ہے چاہے تم اس کی جدائی کو پسند نہ کرو۔ وہ تمھارے جسم کو بہرحال بوسیدہ کر دے گی تم لاکھ اس کی تازگی کی خواہش کرو۔ تمھاری اور اس کی مثال ان مسافروں جیسی ہے جو کسی راستہ پر چلے اور گویا کہ منزل تک پہونچ گئے۔ کسی نشان راہ کا ارادہ کیا اور گویا کہ اسے حاصل کر لیا اور کتنا تھوڑا وقفہ ہوتا ہے اس گھوڑا دوڑانے والے کے لئے جو دوڑاتے ہی مقصد تک پہونچ جائے۔ اس شخص کی بقا ہی کیا ہے جس کا ایک دن مقرر ہو جس سے آگے نہ بڑھ سکے اور پھر موت تیز رفتاری سے اسے ہنکا کر لے جا رہی ہو یہاں تک کہ بادل ناخواستہ دنیا کو چھوڑ دے۔ خبردار دنیا کی عزت اور اس کی سربلندی میں مقابلہ نہ کرنا اور اس کی زینت و نعمت کو پسند نہ کرنا اور اس کی دشواری اور پریشانی سے رنجیدہ نہ ہونا کہ اس کی عزت و سربلندی ختم ہو جانے والی ہے اور اس کی زینت و نعمت کو زوال آجانے والا ہے اور اس کی تنگی اور سختی بہرحال ختم ہو جانے والی ہے۔ یہاں ہر مدت کی ایک انتہا ہے اور ہر زندہ کے لئے فنا ہے۔ کیا تمھارے لئے گذشتہ لوگوں کے آثار میں سامان تنبیہ نہیں ہے؟ اور کیا آباء و اجداد کی داستانوں میں بصیرت و عبرت نہیں ہے؟ اگر تمھارے پاس عقل ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا ہے کہ جانے والے پلٹ کر نہیں آتے ہیں اور بعد میں آنے والے رہ نہیں جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ اہل دنیا مختلف حالات میں صبح و شام کرتے ہیں۔ کوئی مُردہ ہے جس پر گریہ ہو رہا ہے اور کوئی زندہ ہے تو اسے پُرسہ دیا جا رہا ہے۔ ایک بستر پر پڑا ہوا ہے تو ایک اس کی عیادت کر رہا ہے اور ایک اپنی جان سے جا رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کر رہا ہے تو موت اسے تلاش کر رہی ہے اور کوئی غفلت میں پڑا ہوا ہے تو زمانہ اس سے غافل نہیں ہے اور اس طرح جانے والوں کے نقش قدم پر رہ جانے والے چلے جا رہے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ ابھی موقع ہے اسے یاد کرو جو لذتوں کو فنا کر دینے والی۔ خواہشات کو مکدر کر دینے والی اور امیدوں کو قطع کر دینے والی ہے۔ ایسے اوقات میں جب برے اعمال کا ارتکاب کر رہے ہو اور اللہ سے مدد مانگو کہ اس کے واجب حق کو ادا کر دو اور ان نعمتوں کا شکریہ ادا کر سکو جن کا شمار کرنا ناممکن ہے۔

---

[۱] خدا جانتا ہے کہ زندگی کی اس سے حسین تر تعبیر نہیں ہو سکتی ہے کہ انسان زندگی کے پروگرام بناتا ہی رہ جاتا ہے اور موت سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے نے دم بھرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ منزل قدموں میں آگئی اور سارے حوصلے دھرے رہ گئے۔ ظاہر ہے کہ اس زندگی کی کیا حقیقت ہے کہ جس کی میعاد معین ہے اور وہ بھی زیادہ طویل نہیں ہے اور ہر حال میں پوری ہو جانے والی ہے چاہے انسان متوجہ ہو یا غافل۔ اور چاہے اسے پسند کرے یا ناپسند۔

۱۰۰

و من خطبة له (ع)

في رسول الله و أهل بيته

اَلْحَمْدُ للهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ، وَ الْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ. نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ أُمُورِهِ، وَ نَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ رِعَايَةِ حُقُوقِهِ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ. أَرْسَلَهُ بِأَمْرِهِ صَادِعاً (نَاطِقاً) وَ بِذِكْرِهِ نَاطِقاً (قَاطِعاً). فَأَدَّىٰ أَمِيناً، وَ مَضَىٰ رَشِيداً، وَ خَلَّفَ فِينَا رَايَةَ الْحَقِّ، مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ، وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ، وَ مَنْ لَزِمَهَا لَحِقَ. دَلِيلُهَا مَكِيثُ الْكَلَامِ، بَطِيءُ الْقِيَامِ، سَرِيعٌ إِذَا قَامَ. فَإِذَا أَنْتُمْ أَلَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ، وَ أَشَرْتُمْ إِلَيْهِ بِأَصَابِعِكُمْ، جَاءَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَا شَاءَ اللهُ حَتَّىٰ يُطْلِعَ اللهُ لَكُمْ مَنْ يَجْمَعُكُمْ وَ يَضُمُّ نَشْرَكُمْ، فَلَا تَطْمَعُوا (تطعنوا) فِي غَيْرِ (عين) مُقْبِلٍ، وَ لَا تَيْأَسُوا مِنْ مُدْبِرٍ، فَإِنَّ الْمُدْبِرَ عَسَىٰ أَنْ تَزِلَّ بِهِ إِحْدَىٰ قَائِمَتَيْهِ (قدميه)، وَ تَثْبُتَ الْأُخْرَىٰ، فَتَرْجِعَا حَتَّىٰ تَثْبُتَا جَمِيعاً.

أَلَا إِنَّ مَثَلَ آلِ مُحَمَّدٍ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، كَمَثَلِ نُجُومِ السَّمَاءِ: إِذَا خَوَىٰ نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ فَكَأَنَّكُمْ قَدْ تَكَامَلَتْ مِنَ اللهِ فِيكُمُ الصَّنَائِعُ، وَ أَرَاكُمْ (اتاكم) مَا كُنْتُمْ تَأْمُلُونَ.

۱۰۱

و من خطبة له (ع)

و هي احدى الخطب المشتملة على الملاحم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ كُلِّ أَوَّلٍ، وَ الْآخِرِ بَعْدَ كُلِّ آخِرٍ، وَ بِأَوَّلِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا أَوَّلَ لَهُ، وَ بِآخِرِيَّتِهِ وَجَبَ أَنْ لَا آخِرَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْإِعْلَانَ، وَ الْقَلْبُ اللِّسَانَ.

صادع - باطل کی دیواروں کو توڑنے والا
مرق - دین سے نکل گیا
زہق - ہلاک ہو گیا
مکیث - بات میں جلدی نہ کرنے والا
بطی القیام - سمجھ بوجھ کر اقدام کرنے والا
یضم نشرکم - متفرقات کو جمع کر دے گا
مُقبِل - کسی امر کی طرف رخ کرنے والا
مُدبِر - بظاہر ناکام ہو جانے والا
قائمتاہ - دونوں پیر
خوی - غائب ہو گیا
صنائع - نعمتیں

(۱) ہم شکر خدا بھی کرتے ہیں' اور اس سے مدد بھی مانگتے ہیں لیکن ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہمارا شکر صرف نعمتوں پر ہوتا ہے اس کے علاوہ شکر کا جذبہ پیدا ہی نہیں ہوتا ہے اور اسی طرح ہماری استعانت کا تعلق مال، دولت، شہرت، عزت، جاہ و منصب اور حکومت واقتدار سے ہوتا ہے لیکن مولائے کائنات نے ان دونوں امور کے لئے ایک الگ نظام پیش کیا ہے۔ شکر خدا کرو تو ہر حال میں صرف نعمتوں میں نہیں اور مدد مانگو تو اس کے حقوق کو ادا کرنے کے لئے۔ صرف دولت کی فراوانی کے لئے نہیں۔!

مصادر خطبہ ۱۰۰ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲ ص۱۹۲

مصادر خطبہ ۱۰۱ تاریخ طبری ۶ ص۴۰، نہایۃ ابن اثیر باب بار، امالی صدوق، غرر الحکم آمدی ص۳۲۹، معدن الجواہر کراجکی ص۲۲۶، محاسن بیہقی ص۴۱
حیوۃ الحیوان جاحظ ۲ ص۹۰

۱۰۰ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(رسول اکرمؐ اور آپ کے اہلبیتؑ کے بارے میں)

شکر ہے اس خدا کا جو اپنے فضل و کرم کا دامن پھیلائے ہوئے ہے اور اپنے جود و عطا کا ہاتھ بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم اس کی حمد کرتے ہیں اس کے تمام معاملات میں اور اس کی مدد چاہتے ہیں خود اس کے حقوق کا خیال رکھنے کے لئے ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں جنھیں اس نے اپنے امر کے اظہار اور اپنے ذکر کے بیان کے لئے بھیجا تو انھوں نے نہایت امانتداری کے ساتھ اس کے پیغام کو پہونچا دیا اور راہ راست پر اس دنیا سے گذر گئے اور ہمارے درمیان ایک ایسا پرچم حق چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھ جائے وہ دین سے نکل گیا اور جو پیچھے رہ جائے وہ ہلاک ہو گیا اور جو اس سے وابستہ رہے وہ حق کے ساتھ رہا۔ اس کی طرف رہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات ٹھہر کر کرتا ہے اور قیام اطمینان سے کرتا ہے لیکن قیام کے بعد پھر تیزی سے کام کرتا ہے۔ دیکھو جب تم اس کے لئے اپنی گردنوں کو جھکا دوگے اور ہر مسئلہ میں اس کی طرف اشارہ کرنے لگوگے تو اسے موت آجائے گی اور اسے لے کر چلی جائے گی۔ پھر جب تک خدا چاہے گا تمھیں اسی حال میں رہنا پڑے گا یہاں تک کہ وہ اس شخص کو منظر عام پر لے آئے، جو تمھیں ایک مقام پر جمع کر دے اور تمھارے انتشار کو دور کر دے۔ تو دیکھو جو آنے والا ہے اس کے علاوہ کسی کی طمع نہ کرو اور جو جا رہا ہے اس سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ ہو سکتا ہے کہ جانے والے کا ایک قدم اکھڑ جائے تو دوسرا جما رہے اور پھر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ دونوں قدم جم جائیں۔

دیکھو آل محمدؐ کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے کہ جب ایک ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا نکل آتا ہے۔ تو گویا اللہ کی نعمتیں تم پر تمام ہو گئی ہیں اور اس نے تمھیں وہ سب کچھ دکھلا دیا ہے جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے۔

۱۰۱ - آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جو ان خطبوں میں سے ہے جن میں حوادث زمانہ کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اوّل کے لئے ہے جو ہر ایک سے پہلے ہے اور اس آخر کے لئے ہے جو ہر ایک کے بعد ہے۔ اس کی اوّلیت کا تقاضا ہے کہ اس کا اول نہ ہو اور اس کی آخریت کا تقاضا ہے کہ اس کا کوئی آخر نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور اس گواہی میں میرا باطن ظاہر کے مطابق ہے اور میری زبان دل سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔

---

(۱) اس سے مراد خود حضرتؑ کی ذات گرامی ہے جسے حق کا محور و مرکز بنایا گیا ہے اور جس کے بارے میں رسول اکرمؐ کی دعا ہے کہ مالک حق کو اُدھر اُدھر پھیرتے جدھر جدھر علی مُڑ رہے ہوں (صحیح ترمذی) اور بعد کے فقرات میں آل محمدؐ کے دیگر افراد کی طرف اشارہ ہے جن میں مستقبل قریب میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کا دور تھا جن کی طرف اہل دنیا نے رجوع کیا اور ان کی سیاسی عظمت کا بھی احساس کیا۔ اور مستقبل بعید میں امام مہدیؑ کا دور ہے جن کے ہاتھوں امت کا انتشار دور ہوگا اور اسلام پلٹ کر اپنے مرکز پر آجائے گا۔ ظلم و جور کا خاتمہ ہوگا اور عدل و انصاف کا نظام قائم ہو جائے گا۔

أَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي، وَ لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِي، وَ لَا تَتَرَامَوْا بِالْأَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُونَهُ مِنِّي. فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ، وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ، إِنَّ الَّذِي أُنَبِّئُكُمْ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ، وَ لَا جَهِلَ السَّامِعُ. لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى ضِلِّيلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَ فَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ. فَإِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ شَكِيمَتُهُ، وَ ثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ، عَضَّتِ الْفِتْنَةُ أَبْنَاءَهَا بِأَنْيَابِهَا، وَ مَاجَتِ الْحَرْبُ بِأَمْوَاجِهَا، وَ بَدَا مِنَ الْأَيَّامِ كُلُوحُهَا، وَ مِنَ اللَّيَالِي كُدُوحُهَا فَإِذَا أَيْنَعَ زَرْعُهُ، وَ قَامَ عَلَى يَنْعِهِ (سَاقِهِ)، وَ هَدَرَتْ شَقَاشِقُهُ، وَ بَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، عُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ، وَ أَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَ الْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ. هَذَا وَ كَمْ يَخْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ وَ يَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ! وَ عَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَ يُحْصَدُ الْقَائِمُ، وَ يُحْطَمُ الْمَحْصُودُ!

۱۰۲

و من خطبة له (عليه السلام)

تجري هذا المجرى

و فيها ذكر يوم القيامة و أحوال الناس المقبلة

يوم القيامة

وَ ذَلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَ جَزَاءِ الْأَعْمَالِ، خُضُوعاً، قِيَاماً، قَدْ أَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَ رَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ، فَأَحْسَنُهُمْ حَالاً مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعاً، وَ لِنَفْسِهِ مُتَّسَعاً

لایجرمنکم - آمادہ نہ کردے
شقاق - میری مخالفت
لایستھوینکم - سرگردان نہ بنادے
لاتترامو - ایک دوسرے کی طرف اشاروں سے دیکھنا
فلق الحبہ - دانہ کو شگافتہ کیا
برأ النسمہ - روح کو خلق دیا
ضلّیل - بے حد گمراہ
نعیق - چرواہے کی آواز
فحص برایاتہ - پرچم نصب کردے
کوفان - کوفہ
فغر - کھول دیا
فاغرہ - منہ
شکیمہ - لجام کا دہانہ
کلوح الایام - سخت روزگار
کدوح اللیالی - راتوں کے زخم
ینع - پختہ خوشہ
شقاشق - جمع شقشقہ - اونٹ کے منہ سے نکلنے والا لوتھڑہ
بوارق - نیزہ و شمشیر
قاصف - تند آندھی
عاصف - تیز ہوا
تلتف القرون - لیڈروں کا ٹکراؤ
یحصد القائم - کھڑی کھیتی کا کاٹ لینا
یحطم المحصود - کٹے کھیت کا تباہ ہوجانا
نقاش الحساب - مکمل جانچ پڑتال
الجمھم العرق - پسینہ کا منہ تک آجانا
رجفت بھم الارض - زمین کا لرز جانا

مصادر خطبہ ۱۰۲ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۵۳، تحف العقول ص ۱۳۱، فروع الکافی ۴ ص ۳۱، المجالس مفیدؒ ص ۹۵، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۹۰

ایہا الناس! خبردار میری مخالفت کی غلطی نہ کرو اور میری نافرمانی کرکے حیران و سرگردان نہ ہو جاؤ اور میری بات سنتے وقت ایک دوسرے کو اشارے نہ کرو کہ اس پروردگار کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور نفوس کو ایجاد کیا ہے کہ میں جو کچھ خبر[1] دے رہا ہوں وہ رسول امی کی طرف سے ہے جہاں نہ پہونچانے والا غلط گو تھا اور نہ سننے والا جاہل تھا اور گویا کہ میں اس بدترین گمراہ کو بھی دیکھ رہا ہوں جس نے شام میں للکارا اور کوفہ کے اطراف میں اپنے جھنڈے گاڑ دئے اور اس کے بعد جب اس کا دہانہ کھل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت تر ہو گئیں تو فتنے ابناءِ زمانہ کو اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے اور جنگوں نے اپنے تھپیڑوں کی لپیٹ میں لے لیا اور دنوں کی سختیاں اور راتوں کی جراحتیں منظر عام پر آگئیں اور پھر جب اس کی کھیتی تیار ہو کر اپنے پیروں پر کھڑی ہو گئی اور اس کی سرمستیاں اپنا جوش دکھلانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں تو سخت ترین فتنوں کے جھنڈے گاڑ دئے گئے اور وہ تاریک رات اور تلاطم خیز سمندر کی طرح منظر عام پر آگئے ۔ اور کوفہ کو اس کے علاوہ بھی کتنی ہی آندھیاں پارہ پارہ کرنے والی ہیں اور اس پر سے کتنے ہی جھکڑ گذرنے والے ہیں اور عنقریب وہاں جماعتیں جماعتوں سے گتھنے والی ہیں اور کھڑی کھیتیاں کاٹ جانے والی ہیں اور کٹے ہوئے ماحصل کو بھی تباہ و برباد کر دیا جائے گا۔

۱۰۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں قیامت اور اس میں لوگوں کے حالات کا ذکر کیا گیا ہے)

وہ دن وہ ہوگا جب پروردگار اوّلین و آخرین کو دقیق ترین حساب اور اعمال کی جزا کے لئے اس طرح جمع کرے گا کہ سب خضوع و خشوع کے عالم میں کھڑے ہوں گے ۔ پسینہ ان کے دہن تک پہونچا ہوگا اور زمین لرز رہی ہوگی ۔ بہترین حال اس کا ہوگا جو اپنے قدم جمانے کی جگہ حاصل کرلے گا اور جسے سانس لینے کا موقع مل جائے گا۔

---

[1] رسول اکرم کے دور میں عبداللہ بن اُبی اور مولائے کائنات کے دور میں اشعث بن قیس جیسے افراد ہمیشہ رہے ہیں جو بظاہر صاحبانِ ایمان کی صفوں میں رہتے ہیں لیکن ان کا کام باتوں کا مذاق اُڑا کر انھیں مشتبہ بنا دینے اور قوم میں انتشار پیدا کر دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ اپنی خبروں کے مصدر و ماخذ کی طرف اشارہ کر دیں تاکہ ظالموں کو شبہ پیدا کرنے کا موقع نہ ملے اور آپ اس حقیقت کو بھی واضح کر سکیں کہ میرے بیان میں شبہ درحقیقت رسول اکرم کی صداقت میں شبہ ہے جو کفار و مشرکین مکہ بھی نہ کر سکے تو منافقین کے لئے اس کا جواز کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ۔؟

اس کے بعد آپ نے اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ اگر باقی لوگ یہ کام نہیں کر سکتے ہیں تو اس کا تعلق ان کی جہالت سے ہے رسالت کے مبدءِ فیاض سے نہیں ہے ۔ اس نے تو ہر ایک کو تعلیم دینا چاہی لیکن بے صلاحیت افراد اس فیض سے محروم رہ گئے تو کریم کا کیا قصور ہے ۔

حال مقبلة على الناس

ومنها: فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ، تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً: يَحْفِزُهَا قَائِدُهَا وَيَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا، أَهْلُهَا قَوْمٌ[1] شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ، قَلِيلٌ سَلَبُهُمْ، يُجَاهِدُهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ، فِي الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَفِي السَّمَاءِ مَعْرُوفُونَ. فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذَلِكَ، مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللهِ! لَا رَهَجَ لَهُ، وَلَا حَسَّ، وَسَيُبْتَلَى أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ، وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ!

۱۰۳

و من خطبة له (عليه السلام)

في التزهيد في الدنيا

أَيُّهَا النَّاسُ، انْظُرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصَّادِفِينَ (معرضين) عَنْهَا؛ فَإِنَّهَا وَاللهِ عَمَّا قَلِيلٍ تُزِيلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ، وَتَفْجَعُ الْمُتْرَفَ الْآمِنَ؛ لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلَّى مِنْهَا فَأَدْبَرَ، وَلَا يُدْرَى مَا هُوَ آتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرَ. سُرُورُهَا مَشُوبٌ (مشرب) بِالْحُزْنِ، وَجَلَدُ الرِّجَالِ فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ، فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا.

رَحِمَ اللهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ، وَاعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ (اقصر)، فَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيلٍ لَمْ يَكُنْ، وَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْآخِرَةِ عَمَّا قَلِيلٍ لَمْ يَزَلْ، وَكُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ، وَكُلُّ آتٍ قَرِيبٌ دَانٍ!

صفة العالم

و منها: الْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهُ، وَكَفَى بِالْمَرْءِ جَهْلاً أَلَّا يَعْرِفَ قَدْرَهُ؛ وَإِنَّ مِنْ أَبْغَضِ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى لَعَبْداً وَكَلَهُ اللهُ إِلَى نَفْسِهِ، جَائِراً عَنْ قَصْدِ السَّبِيلِ، سَائِراً بِغَيْرِ دَلِيلٍ: إِنْ دُعِيَ إِلَى

قِطَع ۔ جمع قطع ۔ ظلمت ۔ ٹکڑے
مزمومہ مرحولہ ۔ لگام اور سامان سے تیار
حفز ۔ ہنکانا
یجہدہا ۔ طاقت سے زیادہ زور ڈالنا
کَلَب ۔ شدید اذیت
سَلَب ۔ مقتول کا سامان و لباس
رَہج ۔ غبار
حسّ ۔ آواز
جوع الاغبر ۔ قحط
صارفین ۔ اعراض کرنے والے
ثاوی ۔ مقیم
مترف ۔ جس کو آزاد چھوڑ دیا جائے
مشوب ۔ مخلوط
جَلَد ۔ سختی ۔ قوت
وہن ۔ کمزوری

[1] اس لشکر سے مراد قحط اور طاعون جیسے حالات ہیں جن سے بصرہ کو دوچار ہونا پڑا ہے۔
موت احمر وبا ہے اور جوع اغبر قحط سالی جہاں ہر پہلو کے کو زمین سے آسمان تک غبار ہی غبار دکھائی دیتا ہے اور ہر طرف دھواں ہی دھواں نظر آتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۰۳ روضہ کافی ص ۱۳۹، تحف العقول ص ۱۴۳، اصول کافی ۲ ص ۲۲۵، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۳ ص ۳۵۳، ربیع الابرار زمخشری ا ص ۱۲۹، مطالب السئول ا ص ۲۰۳، دستور معالم الحکم قضاعی ص ۲۸، کتاب الفتن نعیم بن حماد الخزاعی (متوفی ۲۸۹ھ) ملاحم ابن طاؤس ص ۲۷، نہایہ ابن اثیر ہ ص ۱۳۱، حلیۃ الاولیاء ا ص ۵۶، تذکرہ ابن الجوزی ص ۳۸،

(اسی خطبہ کا ایک حصہ)

ایسے فتنے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے جس کے سامنے نہ گھوڑے کھڑے ہو سکیں گے اور نہ ان کے پرچموں کو پلٹایا جا سکے گا۔ یہ فتنے لگام و سامان کی پوری تیاری کے ساتھ آئیں گے کہ ان کا قائد انھیں ہنکا رہا ہوگا اور ان کا سوار انھیں تھکا رہا ہوگا۔ اس کی اہل ایک قوم ہو گی جس کے حملے سخت ہوں گے لیکن لوٹ مار کم اور ان کا مقابلہ راہ خدا میں صرف وہ لوگ کریں گے جو متکبرین کی نگاہ میں کمزور اور پست ہوں گے۔ وہ اہل دنیا میں مجہول اور اہل آسمان میں معروف ہوں گے۔

اے بصرہ! ایسے وقت میں تیری حالت قابل رحم ہو گی اس عذاب الٰہی کے لشکر کی بنا پر جس میں نہ غبار ہوگا نہ شور و غوغا اور عنقریب تیرے باشندوں کو سُرخ موت اور سخت بھوک میں مبتلا کیا جائے گا۔

۱۰۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(زہد کے بارے میں)

ایہا الناس! دنیا کی طرف اس طرح دیکھو جیسے وہ لوگ دیکھتے ہیں جو زہد رکھنے والے اور اس سے نظر بچانے والے ہوتے ہیں کہ عنقریب یہ اپنے ساکنوں کو ہٹا دے گی اور اپنے خوشحالوں کو رنجیدہ کر دے گی۔ اس میں جو چیز منھ پھیر کر جا چکی وہ پلٹ کر آنے والی نہیں ہے اور جو آنے والی ہے اس کا حال نہیں معلوم ہے کہ اس کا انتظار کیا جائے۔ اس کی خوشی رنج سے مخلوط ہے اور اس میں مَردوں کی مضبوطی ضعف و ناتوانی کی طرف مائل ہے۔ خبردار اس کی دل لبھانے والی چیزیں تمھیں دھوکہ میں نہ ڈال دیں کہ اس میں سے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں۔

خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جس نے غور و فکر کیا تو عبرت حاصل کی اور عبرت حاصل کی تو بصیرت پیدا کرلی کہ دنیا کی ہر موجود شے عنقریب ایسی ہو جائے گی جیسے تھی ہی نہیں اور آخرت کی چیزیں اس طرح ہو جائیں گی جیسے ابھی موجود ہیں۔ ہر گنتی میں آنے والا کم ہونے والا ہے اور ہر وہ شے جس کی امید ہو وہ عنقریب آنے والی ہے اور جو آنے والا ہے وہ گویا کہ قریب اور بالکل قریب ہے۔

(صفت عالم) عالم وہ ہے جو اپنی قدر خود پہچانے اور انسان کی جہالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنی قدر کو نہ پہچانے۔ اللہ کی نگاہ میں بدترین بندہ وہ ہے جسے اس نے اسی کے حوالہ کر دیا ہو کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹ گیا ہے اور بغیر رہنما کے چل رہا ہے۔

---

[1] حقیقت امر یہ ہے کہ انسان اپنی قدر و اوقات کو پہچان لیتا ہے تو اس کا کردار خود بخود سُدھر جاتا ہے اور اس حقیقت سے غافل ہو جاتا ہے تو کبھی قدر و منزلت سے غفلت درباداری، خوشامد، مدح بیجا، ضمیر فروشی پر آمادہ کر دیتی ہے کہ علم کو مال و جاہ کے عوض بیچنے لگتا ہے اور کبھی اوقات سے ناواقفیت مالک سے بغاوت پر آمادہ کر دیتی ہے کہ عوام الناس پر حکومت کرتے کرتے مالک کی اطاعت کا جذبہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور احکام الٰہیہ کو بھی اپنی خواہشات کے راستہ پر چلانا چاہتا ہے جو جہالت کا بدترین مظاہرہ ہے اور اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔!

حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَ إِنْ دُعِيَ إِلَىٰ حَرْثِ الْآخِرَةِ كَسِلَ! كَأَنَّ مَا عَمِلَ لَهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ؛ وَ كَأَنَّ مَا وَنَىٰ فِيهِ سَاقِطٌ عَنْهُ!

آخر الزمان

وَ مِنْهَا: وَ ذٰلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُو فِيهِ إِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ، «إِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ، وَ إِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ. أُولٰئِكَ مَصَابِيحُ الْهُدَىٰ،» وَ أَعْلَامُ السُّرَىٰ، لَيْسُوا بِالْمَسَايِيحِ وَ لَا الْمَذَايِيعِ الْبُذُرِ، أُولٰئِكَ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُمْ أَبْوَابَ رَحْمَتِهِ، وَ يَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّاءَ نِقْمَتِهِ.

أَيُّهَا النَّاسُ، سَيَأْتِي عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيهِ الْإِسْلَامُ، كَمَا يُكْفَأُ الْإِنَاءُ بِمَا فِيهِ. أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَعَاذَكُمْ مِنْ أَنْ يَجُورَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ أَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَ قَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ: «إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ وَ إِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِينَ».

قال السيد الشريف الرضي: أما قوله (ع): «كلّ مؤمن نومة» فانما أراد به الخامل الذكر القليل الشر، والمساييح: جمع مسياح، و هو الذي يسيح بين الناس بالفساد و النمائم، و المذاييع: جمع مذياع، و هوالذي إذا سمع لغيره بفاحشة أذاعها، و نوّه بها، و البذر جمع بذور و هو الذي يكثر سفهه و يلغو منطقه.

١٠٤

و من خطبة له (ع)

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّداً، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَاباً، وَ لَا يَدَّعِي نُبُوَّةً وَ لَا وَحْياً، فَقَاتَلَ بِمَنْ أَطَاعَهُ مَنْ عَصَاهُ، يَسُوقُهُمْ إِلَىٰ مَنْجَاتِهِمْ، وَ يُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ أَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ، يَحْسِرُ الْحَسِيرُ، وَ يَقِفُ الْكَسِيرُ، فَيُقِيمُ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يُلْحِقَهُ غَايَتَهُ، إِلَّا هَالِكاً لَا خَيْرَ فِيهِ، حَتَّىٰ أَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، وَ بَوَّأَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ، فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ (رحاهم) وَ اسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ، وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ مِنْ سَاقَتِهَا حَتَّىٰ تَوَلَّتْ بِحَذَافِيرِهَا، وَ اسْتَوْسَقَتْ فِي قِيَادِهَا؛ مَا ضَعُفْتُ، وَ لَا جَبُنْتُ، وَ لَا خُنْتُ، وَ لَا وَهَنْتُ، وَايْمُ اللّٰهِ

حرث - ہر بار آور عمل
ونیٰ فیہ - سُستی کی
نُوَمہ - بہت سونے والا
سُریٰ - رات کا سفر
مسابیح - جمع مسیاح فساد پھیلانے والا
مذابیع - جمع مذیاع - برائیاں پھیلانے والا
بُذُر - جمع بَذُور - احمق اور بدکلام
یبتلیکم - امتحان لے گا
حسیر - تھکا ماندہ
کسیر - ٹوٹا ہوا - کمزور
استدارت رحاہم - دولت کا کنایہ ہے
قناۃ - نیزہ - بہتر حالات کا کنایہ ہے

(۱) کھلی ہوئی بات ہے کہ دنیا داری میں عام طور سے وہی افراد مبتلا ہوتے ہیں جن کی سماج میں شہرت اور حیثیت ہوتی ہے انھیں کو قصر - گاڑی - فرنیچر سامان زندگی اور اسباب آرائش و نمائش کی فکر ہوتی ہے اور انھیں کو اس راہ میں فساد - غیبت - چغلخوری - حسد - کارشکنی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے - ورنہ جو انسان ان ہنگاموں سے الگ ایک وقت کی روٹی پر بھی گزارا کر لیتا ہے اور معمولی لباس و مکان پر بھی زندگی گزار لیتا ہے - اسے ان ہنگاموں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے اور یہی درحقیقت نجات کا بہترین راستہ ہے -

مصادر خطبہ ۱۰۴ ارشاد مفید ص۱۵۴ ، خصائص ص۸ ، مجمع الامثال میدانی ۲ ص۳۲۹

(ﷺ) ہے دنیا کے کاروبار کی دعوت دی جائے تو عمل پر آمادہ ہو جاتا ہے اور آخرت کے کام کی دعوت دی جائے تو سست ہو جاتا ہے۔ گویا کہ جو کچھ کیا ہے وہی واجب تھا اور جس میں سستی برتی ہے وہ اس سے ساقط ہے۔

(آخر زمانہ) وہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں صرف وہی مومن نجات پا سکے گا جو گویا کہ سو رہا ہوگا کہ مجمع میں آئے تو لوگ اسے پہچان نہ سکیں اور غائب ہو جائے تو کوئی تلاش نہ کرے۔ یہی لوگ ہدایت کے چراغ اور راتوں کے مسافروں کے لئے نشان منزل ہوں گے۔ نہ اِدھر اُدھر لگاتے پھریں گے اور نہ لوگوں کے عیوب کی اشاعت کریں گے۔ ان کے لئے اللہ رحمت کے دروازے کھول دے گا اور ان سے عذاب کی سختیوں کو دور کر دے گا۔

لوگو! عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں اسلام کو اسی طرح الٹ دیا جائے گا جس طرح برتن کو اس کے سامان سمیت الٹ دیا جاتا ہے۔

لوگو! اللہ نے تمہیں اس بات سے پناہ دے رکھی ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے لیکن تمہیں اس بات سے محفوظ نہیں رکھا ہے کہ تمہارا امتحان نہ کرے۔ اس مالک جل جلالہ نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ "اس میں ہماری کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور ہم بہرحال تمہارا امتحان لینے والے ہیں"۔

سید شریف رضیؒ۔ مومن کے نُوَمَہ (خوابیدہ) ہونے کا مطلب اس کا گمنام اور بے شر ہونا ہے اور مسابیح۔ مسیاح کی جمع ہے اور وہ وہ شخص ہے کہ جسے کسی کا عیب معلوم ہو جائے تو اس کی اشاعت کے بغیر چین نہ پڑے۔ بُذُر۔ بذور کی جمع ہے یعنی وہ شخص جس کی حماقت زیادہ ہے اور اس کی گفتگو لغویات پر مشتمل ہو۔

۱۰۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

امابعد! اللہ نے حضرت محمدؐ کو اس دور میں بھیجا ہے جب عرب میں نہ کوئی کتاب پڑھا جانتا تھا اور نہ نبوت اور وحی کا ادعا کرنے والا تھا۔ آپ نے اطاعت گذاروں کے سہارے نافرمانوں سے جہاد کیا کہ انھیں منزل نجات کی طرف لے جانا چاہتے تھے اور قیامت کے آنے سے پہلے ہدایت دے دینا چاہتے تھے۔ جب کوئی تھکا ماندہ رُک جاتا تھا اور کوئی ٹوٹا ہوا ٹھہر جاتا تھا تو اس کے سر پر کھڑے ہو جاتے تھے کہ اس منزل تک پہونچا دیں مگر یہ کہ کوئی ایسا لاخیرا ہو جس کے مقدر میں ہلاکت ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے لوگوں کو مرکز نجات سے آشنا بنا دیا اور انھیں ان کی منزل تک پہونچا دیا ان کی چکی چلنے لگی اور ان کے ٹیڑھے سیدھے ہو گئے۔

اور خدا کی قسم! میں بھی ان کے ہنکانے والوں میں سے تھا یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دئے گئے۔ اس درمیان میں میں نہ کمزور ہوا نہ بزدلی کا شکار ہوا۔ نہ میں نے خیانت کی اور نہ سستی کا اظہار کیا۔

ﷺ یہ امام علیہ السلام کی زندگی کا بہترین نقشہ ہے اور اسی کی روشنی میں دوسرے کرداروں کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جنھیں میدان تاریخ نے تو پہچانا ہے لیکن میدان جہاد ان کی گرد قدم سے بھی محروم رہ گیا۔ مگر افسوس کہ جانی پہچانی شخصیتیں اجنبی ہو گئیں اور اجنبی شہر کے مشاہیر بن گئے۔!

لَأَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتَّىٰ أُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهِ!¹

قال السيد الشريف الرضي: و قد تقدم مختار هذه الخطبة، إلا إنني وجدتها في هذه الرواية على خلاف ما سبق من زيادة و نقصان، فأوجبت الحال إثباتها ثانية.

۱۰۵

و من خطبة له (عليه السلام)

في بعض صفات الرسول الكريم و تهديد بني أمية و عظة الناس

الرسول الكريم (صلى الله عليه و آله)

حَتَّىٰ بَعَثَ اللهُ مُحَمَّداً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، شَهِيداً، وَ بَشِيراً، وَ نَذِيراً، خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلاً، وَ أَنْجَبَهَا كَهْلاً، وَ أَطْهَرَ الْمُطَهَّرِينَ شِيمَةً، وَ أَجْوَدَ الْمُسْتَمْطَرِينَ دِيمَةً.

بنو أمية

فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِي لَذَّتِهَا، وَ لَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رِضَاعِ أَخْلَافِهَا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا صَادَفْتُمُوهَا جَائِلاً خِطَامُهَا، قَلِقاً وَضِينُهَا، قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ أَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُودِ، وَ حَلَالُهَا بَعِيداً غَيْرَ مَوْجُودٍ، وَ صَادَفْتُمُوهَا، وَاللهِ، ظِلّاً مَمْدُوداً إِلَىٰ أَجَلٍ مَعْدُودٍ. فَالْأَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَأَيْدِيكُمْ فِيهَا مَبْسُوطَةٌ؛ وَأَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوفَةٌ، وَ سُيُوفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ، وَ سُيُوفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوضَةٌ. أَلَا وَ إِنَّ لِكُلِّ دَمٍ ثَائِراً، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِباً، وَإِنَّ الثَّائِرَ فِي دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِي حَقِّ نَفْسِهِ، وَ هُوَ اللهُ الَّذِي لَا يُعْجِزُهُ مَنْ طَلَبَ، وَلَا يَفُوتُهُ مَنْ هَرَبَ. فَأُقْسِمُ بِاللهِ، يَا بَنِي أُمَيَّةَ، عَمَّا قَلِيلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِي أَيْدِي غَيْرِكُمْ وَ فِي دَارِ عَدُوِّكُمْ! أَلَا إِنَّ أَبْصَرَ الْأَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ طَرْفُهُ! أَلَا إِنَّ أَسْمَعَ الْأَسْمَاعِ مَا وَعَى التَّذْكِيرَ وَ قَبِلَهُ!

وعظ الناس

أَيُّهَا النَّاسُ، اسْتَصْبِحُوا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُتَّعِظٍ، وَامْتَاحُوا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ.

لابقرنّ - بقربشگافتہ کرنا
شیمہ - اخلاق
دیمہ - بارش
اخلاف - جمع خِلف - اونٹنی کے تھن کا سرا
خِطام - مہار
وضین - تنگ کر
سِدر - بیر
مخضود - جس کے کانٹے نکال دیئے جائیں
شاغرہ - خالی
امتاحوا - پانی کھینچ لیا
رُوّقت - صاف کر دیا گیا

¹ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کے نیک بندے فقیر رہے ہیں اور نہ دولت بیزار - ان کا دولت سے تمام تر اختلاف اس کے غلط تصرف اور خطرناک انجام کی بنا پر رہا ہے ورنہ جس کے قبضہ میں دولت خدیجہ آجائے اسے فقیر نہیں کہا جاسکتا ہے اور جس کے ہاتھوں میں قوت ردّ الشمس ہو اسے مفلس و مسکین نہیں تصور کیا جاسکتا ہے - تمام اسخیاء سے زیادہ سخی اور تمام کریموں سے زیادہ کریم ہونا غربت اور فقر کی بنا پر نہیں ہوتا ہے - مال کے صحیح تصرف اور غربا سے واقعی ہمدردی کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۰۵ بحار الانوار مجلسیؒ ۸ ص ۶۶۵، ارشاد مفیدؒ ص ۱۶۰، تفسیر علی بن ابراہیم ا ص ۳۸۴، مسترشد طبری امامی ص ۴۳

خدا کی قسم۔ میں باطل کا پیٹ چاک کر کے اس کے پہلو سے حق کو بہر حال نکال لوں گا۔ (۱)

سید رضیؒ۔ اس خطبہ کا ایک انتخاب پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ لیکن چونکہ اس روایت میں قدرے کمی اور زیادتی پائی جاتی تھی لہذا حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اسے دوبارہ اس شکل میں بھی درج کر دیا جائے۔

۱۰۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں رسول اکرمؐ کے اوصاف۔ بنی امیہ کی تہدید اور لوگوں کی نصیحت کا تذکرہ کیا گیا ہے)

(رسول اکرمؐ)۔ یہانتک کہ پروردگار نے حضرت محمدؐ کو امت کے اعمال کا گواہ۔ ثواب کی بشارت دینے والا۔ عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیج دیا۔ آپ بچپنے میں بہترین مخلوقات اور سن رسیدہ ہونے پر اشرف کائنات تھے۔ عادات کے اعتبار سے تمام پاکیزہ افراد سے زیادہ پاکیزہ اور باران رحمت کے اعتبار سے ہر سحاب رحمت سے زیادہ کریم و جواد تھے۔

(بنی امیہ)۔ یہ دنیا تمہارے لئے اسی وقت اپنی لذتوں سمیت خوشگوار بنی ہے اور تم اس کے فوائد حاصل کرنے کے قابل بنے ہو جب تم نے دیکھ لیا کہ اس کی مہار جھول رہی ہے اور اس کا تنگ ڈھیلا ہو گیا ہے۔ اس کا حرام ایک قوم کے نزدیک بغیر کانٹے والی بیر کی طرح مزہ دار ہو گیا ہے اور اس کا حلال بہت دور تک ناپید ہو گیا ہے اور خدا کی قسم تم اس دنیا کو ایک مدت تک پھیلے ہوئے سایہ کی طرح دیکھو گے کہ زمین ہر ٹوکنے والے سے خالی ہو گئی ہے اور تمہارے ہاتھ کھل گئے ہیں اور قائدین کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تمہاری تلواریں ان کے سروں پر لٹک رہی ہیں اور ان کی تلواریں نیام میں ہیں لیکن یاد رکھو کہ ہر خون کا ایک انتقام لینے والا اور ہر حق کا ایک طلبگار ہوتا ہے اور ہمارے خون کا منتقم گویا خود اپنے حق میں فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ وہ پروردگار ہے جسے کوئی مطلوب عاجز نہیں کر سکتا ہے اور جس سے کوئی فرار کرنے والا بھاگ نہیں سکتا ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں اے بنی امیہ کہ عنقریب تم اس دنیا کو اغیار کے ہاتھوں اور دشمنوں کے دیار میں دیکھو گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بہترین نظر وہ ہے جو خیر میں ڈوب جائے اور بہترین کان وہ ہیں جو نصیحت کو سن لیں اور قبول کر لیں۔

(موعظہ) لوگو! ایک باعمل نصیحت کرنے والے کے چراغ ہدایت سے روشنی حاصل کر لو اور ایک ایسے صاف چشمہ سے سیراب ہو جاؤ جو ہر آلودگی سے پاک و پاکیزہ ہے۔

---

(۱) اس جملہ میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ غاصب افراد نے جن اموال کو ہضم کر لیا ہے۔ وہ ایک دن ان کا شکم چاک کر کے اس میں سے نکال لیا جائے گا اور اس امر کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ حق ابھی فنا نہیں ہوا ہے۔ اسے باطل نے دبا دیا ہے اور گویا کہ اپنے شکم کے اندر چھپا لیا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت پائی جاتی ہے کہ میں اس شکم کو چاک کر کے اس حق کو منظر عام پر لے آؤں اور باطل کے ہر راز کو بے نقاب کر دوں۔

عِبَادَاللهِ، لَا تَرْكَنُوا إِلَىٰ جَهَالَتِكُمْ، وَ لَا تَنْقَادُوا لِأَهْوَائِكُمْ، فَإِنَّ النَّازِلَ بِهٰذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ، يَنْقُلُ الرَّدَىٰ عَلَىٰ ظَهْرِهِ مِنْ مَوْضِعٍ إِلَىٰ مَوْضِعٍ، لِرَأْيٍ يُحْدِثُهُ بَعْدَ رَأْيٍ؛ يُرِيدُ أَنْ يُلْصِقَ مَا لَا يَلْتَصِقُ، وَ يُقَرِّبَ مَا لَا يَتَقَارَبُ! فَاللهَ اللهَ أَنْ تَشْكُوا إِلَىٰ مَنْ لَا يُشْكِي (لَايَبْكِي) شَجْوَكُمْ وَ لَا يَنْقُضُ بِرَأْيِهِ مَا قَدْ أَبْرَمَ لَكُمْ. إِنَّهُ لَيْسَ عَلَى الْإِمَامِ إِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ: الْإِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ، وَالْإِجْتِهَادُ فِي النَّصِيحَةِ، وَالْإِحْيَاءُ لِلسُّنَّةِ، وَ إِقَامَةُ الْحُدُودِ عَلَىٰ مُسْتَحِقِّيهَا، وَإِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلَىٰ أَهْلِهَا. فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيحِ نَبْتِهِ، وَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُشْغَلُوا بِأَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ أَهْلِهِ، وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تَنَاهَوْا عَنْهُ، فَإِنَّمَا أُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِي!

۱۰٦

و من خطبة له (ع)

و فيها يبين فضل الاسلام و يذكر الرسول الكريم ثم يلوم اصحابه

دين الاسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي شَرَعَ الْإِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَائِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَأَعَزَّ أَرْكَانَهُ عَلَىٰ مَنْ غَالَبَهُ، فَجَعَلَهُ أَمْناً لِمَنْ عَلِقَهُ، وَ سِلْماً لِمَنْ دَخَلَهُ(عقله)، وَ بُرْهَاناً لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهِ، وَ شَاهِداً لِمَنْ خَاصَمَ عَنْهُ، وَ نُوراً لِمَنِ اسْتَضَاءَ بِهِ، وَ فَهْماً لِمَنْ عَقَلَ، وَلُبّاً لِمَنْ تَدَبَّرَ، وَ آيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَ تَبْصِرَةً لِمَنْ عَزَمَ، وَ عِبْرَةً لِمَنِ اتَّعَظَ، وَ نَجَاةً لِمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِمَنْ تَوَكَّلَ، وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِمَنْ صَبَرَ فَهُوَ أَبْلَجُ الْمَنَاهِجِ وَأَوْضَحُ الْوَلَائِجِ وَ مُشْرَفُ الْمَنَارِ، مُشْرِقُ الْجَوَادِّ، مُضِيءُ الْمَصَابِيحِ، كَرِيمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيعُ الْغَايَةِ، جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافِسُ السُّبْقَةِ، شَرِيفُ الْفُرْسَانِ. التَّصْدِيقُ

شفا جرف ہار - سیلاب زدہ دیوار کا گرتا ہوا کنارہ
ردیٰ - ہلاکت
یُشکی - شکایت کا ازالہ کر دینا
شجو - حاجت
سہمان - جمع سہم - حصے
تصویح - خشک کر دینا
مستثار - طلب ظہور (ثور)
عَلِقَہ - وابستہ ہوگیا
جُنہ - سپر
ابلج المناہج - واضح ترین راستہ
ولائج - جمع ولیجہ - راستہ
مشرف - بلندی
جوادّ - جمع جادہ - راستہ
کریم المضمار - جو مقابلہ میں آگے نکل جائے
حَلبہ - گھوڑوں کا گروہ
سبقہ - انعام

(ے) کھلی ہوئی بات ہے کہ سارے کام حکومت و اقتدار کے بغیر انجام نہیں پا سکتے ہیں لہذا یہ تصور کرنا کہ امام ہمیشہ حکومت سے بیزار ہوتا ہے اور اس کا کام اقتدار سے علیحدگی پسند کرنا ہوتا ہے ایک خوشنا تصور ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے - اسلام ترک دنیا کا نام نہیں ہے - اصلاح دنیا کا نام ہے !

مصادر خطبہ ۱۰۶ احیاء العلوم غزالی - تحف العقول ص۱۲۶، اصول کافی ۲ ص۴۹، ذیل الامالی ابو علی القالی ص۱۷۱، قوت القلوب ابو طالب مکی ا ص۲۲، حلیۃ الاولیاء ا ص۴۳، ص۸۴، خصال صدوق ا ص۱۰۰، دستور معالم الحکم قاضی قضاعی ص۱۲۱، بحار الانوار ۸ ص۲۳۹، کتاب سلیم بن قیس ص۳۷، المجالس مفیدؒ ص۱۶۲، تذکرہ ابن الجوزی ص۱۲۷، امالی طوسیؒ ا ص۳۵،

اللہ کے بندو! دیکھو اپنی جہالت کی طرف جھکاؤ مت پیدا کرو اور اپنی خواہشات کے غلام نہ بن جاؤ کہ اس منزل پر آجانے والا گویا سیلاب زدہ دیوار کے کنارہ پر کھڑا ہے اور ہلاکتوں کو اپنی پشت پر لادے ہوئے اِدھر سے اُدھر منتقل ہو رہا ہے۔ ان افکار کی بنا پر جو بگڑ چکے ہیں دیگرے ایجاد کرتا رہے گا اور ان پر ایسے دلائل قائم کرے گا جو ہرگز چسپاں نہ ہوں گے اور اس سے قریب تر بھی نہ ہوں گے۔ خدارا خیال رکھو کہ اپنی فریاد اس شخص سے کرو جو اس کا ازالہ نہ کر سکے اور اپنی رائے سے حکم الٰہی کو توڑ نہ سکے۔

یاد رکھو کہ امام کی ذمہ داری صرف وہ ہے جو پروردگار نے اس کے ذمہ رکھی ہے کہ بلیغ ترین موعظہ کرے نصیحت کی کوشش کرے۔ سنت کو زندہ کرے۔ مستحقین پر حدود کا اجرا کرے اور حقداروں تک میراث کے حصے پہونچا دے۔[1]

دیکھو علم کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ اس کا سبزہ خشک ہو جائے اور تم اسے صاحبان علم سے حاصل کرنے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاؤ۔ منکرات سے روکو اور خود بھی بچو کہ تمہیں روکنے کا حکم رکنے کے بعد دیا گیا ہے۔

۱۰۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں اسلام کی فضیلت اور رسول اسلامؐ کا تذکرہ کرتے ہوئے اصحاب کی ملامت کی گئی ہے)

ساری تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اسلام کا قانون معین کیا تو اس کے ہر گھاٹ کو وارد ہونے والے کے لئے آسان بنا دیا اور اس کے ارکان کو ہر مقابلہ کرنے والے کے مقابلہ میں مستحکم بنا دیا۔ اس نے اس دین کو وابستگی اختیار کرنے والوں کے لئے جائے امن اور اس کے دائرہ میں داخل ہو جانے والوں کے لئے محل سلامتی بنا دیا ہے۔ یہ دین اپنے ذریعہ کلام کرنے والوں کے لئے برہان اور اپنے ذریعہ سے مقابلہ کرنے والوں کے لئے شاہد قرار دیا گیا ہے۔ یہ روشنی حاصل کرنے والوں کے لئے نور۔ سمجھنے والوں کے لئے فہم۔ فکر کرنے والوں کے لئے مغز کلام، تلاش منزل کرنے والوں کے لئے نشانِ منزل، صاحبان عزم کے لئے سامانِ بصیرت۔ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت۔ تصدیق کرنے والوں کے لئے نجات۔ اعتماد کرنے والوں کے لئے قابلِ اعتماد۔ اپنے امور کو سپرد کر دینے والوں کے لئے راحت اور صبر کرنے والوں کے لئے سپر ہے۔ یہ بہترین راستہ اور واضح ترین داخلہ کی منزل ہے۔ اس کے مینار بلند، راستے روشن، چراغ ضوبار، میدان عمل باوقار اور مقصد بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے اور اس کی طرف سبقت اور اس کا انعام ہر ایک کو مطلوب ہے۔ اس کے شہسوار باعزت ہیں۔

---

[1] اس مقام پر مولائے کائناتؑ نے اسلام کے چودہ صفات کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں نوع بشر کے تمام اقسام کا احاطہ کر لیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اس اسلام کے برکات سے دنیا کا کوئی انسان محروم نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی شخص کسی طرح کے برکات کا طلبگار ہو اسے اسلام کے دامن میں اس برکت کا حصول ہو سکتا ہے اور وہ اپنے مطلوب زندگی کو حاصل کر سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اسلام خالص ہو اور اس کی تفسیر واقعی انداز سے کی جائے ورنہ گندے گھاٹ سے پیاسا سیراب نہیں ہو سکتا ہے اور کمزور ارکان کے سہارے پر کوئی شخص غلبہ نہیں حاصل کر سکتا ہے۔

مِنْهَاجُهُ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ، وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ، وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ، وَالْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ.

و منها في ذكر النبي (ﷺ)[1]

حَتَّى أَوْرَى قَبَساً لِقَابِسٍ، وَ أَنَارَ عَلَماً لِحَابِسٍ، فَهُوَ أَمِينُكَ الْمَأْمُونُ، وَ شَهِيدُكَ يَوْمَ الدِّينِ، وَ بَعِيثُكَ نِعْمَةً، وَ رَسُولُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً. اللَّهُمَّ اقْسِمْ لَهُ مَقْسَماً مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهِ مُضَعَّفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ. اللَّهُمَّ أَعْلِ عَلَى بِنَاءِ الْبَانِينَ(الناس) بِنَاءَهُ! وَ أَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهُ، وَ شَرِّفْ عِنْدَكَ مَنْزِلَهُ، وَ آتِهِ الْوَسِيلَةَ، وَ أَعْطِهِ السَّنَاءَ وَالْفَضِيلَةَ، وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ غَيْرَ خَزَايَا، وَ لَا نَادِمِينَ، وَ لَا نَاكِبِينَ، وَ لَا نَاكِثِينَ، وَ لَا ضَالِّينَ، وَ لَا مُضِلِّينَ، وَ لَا مَفْتُونِينَ.

قال الشريف: و قد مضى هذا الكلام فيما تقدم، إلا أننا كررناه هاهنا لما في الروايتين من الاختلاف.

و منها في خطاب أصحابه

وَ قَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللهِ تَعَالَى لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا إِمَاؤُكُمْ، وَ تُوصَلُ بِهَا جِيرَانُكُمْ، وَ يُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ، وَ لَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهُ، وَ يَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً، وَ لَا لَكُمْ عَلَيْهِ إِمْرَةٌ. وَ قَدْ تَرَوْنَ عُهُودَ اللهِ مَنْقُوضَةً فَلَا تَغْضَبُونَ! وَ أَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ آبَائِكُمْ تَأْنَفُونَ! وَكَانَتْ أُمُورُ اللهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ، وَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ، وَإِلَيْكُمْ تَرْجِعُ، فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ، وَأَلْقَيْتُمْ إِلَيْهِمْ أَزِمَّتَكُمْ، وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورَ اللهِ فِي أَيْدِيهِمْ، يَعْمَلُونَ بِالشُّبُهَاتِ، وَ يَسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ، وَ ايْمُ اللهِ، لَوْ فَرَّقُوكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ، لَجَمَعَكُمُ اللهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ!

١٠٧

و من كلام له (ع)

في بعض أيام صفين

وَ قَدْ رَأَيْتُ جَوْلَتَكُمْ، وَ انْحِيَازَكُمْ عَنْ صُفُوفِكُمْ، تَحُوزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ (الطغاة)، وَ أَعْرَابُ أَهْلِ الشَّامِ، وَ أَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ،

اوریٰ ۔ آگ روشن کردی
قبس ۔ شعلہ
حابس ۔ جو حیرت زدہ ہوکر ناقہ کو روک دے
انار لہ علماً ۔ بلندی پر آگ روشن کردی
بعیث ۔ مبعوث
مقسم ۔ حصہ
نزُول ۔ میزبان کا سامان
سناء ۔ بلندی
خزایا ۔ جمع خزیان ۔ رسوا
ناکب ۔ منحرف
ناکث ۔ عہد توڑنے والا
طغام ۔ اوباش
لہامیم ۔ جمع لہمیم ۔ سبقت کرنے والا

(۱) اس خطبہ میں تین باتیں خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہیں ۔
۱۔ رسول اکرمؐ کے اوصاف کو امام علیہ السلام سے بہتر کوئی دوسرا انسان بیان نہیں کرسکتا ہے کہ آپ نے سرکار کے ساتھ زندگی کے تیس سال گذارے ہیں اور اتنا وقت کسی دوسرے مسلمان کو نصیب نہیں ہوا ہے ۔
۲۔ سرکار دو عالمؐ نے امت اسلامیہ کو اتنا سربلند کردیا تھا کہ لوگ اس کی ہیبت سے خوفزدہ رہتے تھے ۔ اگرچہ اس کے کمال کردار کی بنا پر اس کے حملوں سے خوفزدہ نہیں تھے ۔
۳۔ بنی امیہ قوم میں کس قدر انتشار کیوں نہ پیدا کردیں ۔ انقلابی جماعتیں ایک دن متحد ہوجائیں گی اور وہ بنی امیہ کے لئے بدترین دن ہوگا جب ان کے تخت و تاج کا جنازہ نکل جائے گا اور ان کے مظالم کے ہاتھوں ان کے اقتدار کا خاتمہ ہوجائے گا ۔!

مصادر خطبہ ۱۰۶ تاریخ طبری ۶ ص ۱۴۳ ، فروع کافی کتاب الجہاد ص ۴۰ ، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۵۶ ، بحار الانوار کتاب الفتن

اس کا راستہ تصدیق خدا و رسولؐ ہے اور اس کا منارہ نیکیاں ہیں۔ موت ایک مقصد ہے جس کے لئے دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان ہے اور قیامت اس کے اجتماع کی منزل ہے اور پھر جنت اس مقابلہ کا انعام ہے۔

(رسول اکرمؐ) یہانتک کہ آپ نے ہر روشنی کے طلبگار کے لئے آگ روشن کر دی اور ہر گم کردہ راہ ٹھہرے ہوئے مسافر کے لئے نشان منزل روشن کر دئے۔

پروردگار! وہ تیرے معتبر امانتدار اور روز قیامت کے گواہ ہیں۔ تو نے انھیں نعمت بنا کر بھیجا اور رحمت بنا کر نازل کیا ہے۔

خدایا! تو اپنے انصاف سے ان کا حصہ عطا فرما اور پھر اپنے فضل و کرم سے اُن کے خیر کو دُگنا چوگنا کر دے۔

خدایا! ان کی عمارت کو تمام عمارتوں سے بلند تر بنا دے اور اپنی بارگاہ میں ان کی باعزت طور پر میزبانی فرما اور ان کی منزلت کو بلندی عطا فرما۔ انھیں وسیلہ اور رفعت و فضیلت کرامت فرما اور ہمیں ان کے گروہ میں محشور فرما جہاں نہ رُسوا ہوں اور نہ شرمندہ ہوں، نہ حق سے منحرف ہوں نہ عہد شکن ہوں۔ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کُن اور نہ کسی فتنہ میں مبتلا ہوں۔

سید رضیؒ۔ یہ کلام اس سے پہلے بھی گذر چکا ہے لیکن ہم نے اختلاف روایات کی بنا پر دوبارہ نقل کر دیا ہے۔

(اپنے اصحاب سے خطاب فرماتے ہوئے) تم اللہ کی دی ہوئی کرامت سے اس منزل پر پہونچ گئے جہاں تمھاری کنیزوں کا بھی احترام ہونے لگا اور تمھارے ہمسایہ سے بھی اچھا برتاؤ ہونے لگا۔ تمھارا احترام وہ لوگ بھی کرنے لگے جن پر نہ تمھیں کوئی فضیلت حاصل تھی اور نہ ان پر تمھارا کوئی احسان تھا اور تم سے وہ لوگ بھی خوف کھانے لگے جن پر نہ تم نے کوئی حملہ کیا تھا اور نہ تمھیں کوئی اقتدار حاصل تھا۔ مگر افسوس کہ تم عہد خدا کو ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور تمھیں غصہ بھی نہیں آتا ہے جب کہ تمھارے باپ دادا کے عہد کو توڑا جاتا ہے تو تمھیں غیرت آجاتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ اللہ کے امور تم ہی پر وارد ہوتے تھے اور تمھارے ہی پاس سے باہر نکلتے تھے اور پھر تمھاری ہی طرف پلٹ کر آتے تھے لیکن تم نے ظالموں کو اپنی منزلوں پر قبضہ دے دیا اور ان کی طرف اپنی زمام امر بڑھا دی اور انھیں سارے امور سپرد کر دئے کہ وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں اور خواہشات میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور خدا گواہ ہے کہ اگر یہ تمھیں ہر ستارہ کے نیچے منتشر کر دیں گے تو بھی خدا تمھیں اس دن جمع کر دے گا جو ظالموں کے لئے بدترین دن ہوگا۔

۱۰۷۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(صفین کی جنگ کے دوران)

میں نے تمھیں بھاگتے ہوئے اور اپنی صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا جب کہ تمھیں شام کے جفا کار اوباش اور دیہاتی بدو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے تھے حالانکہ تم عرب کے جواں مرد بہادر اور شرف کے راس و رئیس تھے۔

وَ يَآفِيخُ الشَّرَفِ، وَالْأَنْفُ الْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ. وَ لَقَدْ شَفَىٰ وَ حَاوِحَ صَدْرِي أَنْ رَأَيْتُكُمْ بِأَخَرَةٍ تَحُوزُونَهُمْ كَمَا حَازُوكُمْ، وَ تُزِيلُونَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا أَزَالُوكُمْ، حَسّاً (حَتّاً) بِالنِّصَالِ، وَ شَجْراً (شَجْواً) بِالرِّمَاحِ، تَرْكَبُ أُوْلَاهُمْ أُخْرَاهُمْ كَالْإِبِلِ الْهِيمِ الْمَطْرُودَةِ؛ تُرْمَىٰ عَنْ حِيَاضِهَا، وَ تُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا!

۱۰۸

و من خطبة له (ع)

و هي من خطب الملاحم

الله تعالى

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّي لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ، وَ الظَّاهِرِ لِقُلُوبِهِمْ بِحُجَّتِهِ. خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، إِذْ كَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيقُ إِلَّا بِذَوِي الضَّمَائِرِ وَ لَيْسَ بِذِي ضَمِيرٍ فِي نَفْسِهِ. خَرَقَ عِلْمُهُ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ، وَأَحَاطَ بِغُمُوضِ عَقَائِدِ السَّرِيرَاتِ

و منها في ذكر النبي (ص)

اِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْأَنْبِيَاءِ، وَ مِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَ ذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ، وَ سُرَّةِ الْبَطْحَاءِ، وَ مَصَابِيحِ الظُّلْمَةِ، وَ يَنَابِيعِ الْحِكْمَةِ.

و منها: طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ، قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَ أَحْمَىٰ (امضى) مَوَاسِمَهُ، يَضَعُ ذٰلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ، مِنْ قُلُوبٍ عُمْيٍ، وَ آذَانٍ صُمٍّ، وَأَلْسِنَةٍ بُكْمٍ؛ مُتَتَبِّعٌ بِدَوَائِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ، وَ مَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ؛

فتنة بني أمية

لَمْ يَسْتَضِيئُوا بِأَضْوَاءِ الْحِكْمَةِ؛ وَ لَمْ يَقْدَحُوا بِزِنَادِ الْعُلُومِ الثَّاقِبَةِ؛ فَهُمْ فِي ذٰلِكَ كَالْأَنْعَامِ السَّائِمَةِ، وَالصُّخُورِ الْقَاسِيَةِ.

قَدِ انْجَابَتِ السَّرَائِرُ لِأَهْلِ الْبَصَائِرِ، وَ وَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَابِطِهَا (لأهلها)، وَ أَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَ ظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا. مَا لِي أَرَاكُمْ أَشْبَاحاً بِلَا أَرْوَاحٍ، وَ أَرْوَاحاً بِلَا أَشْبَاحٍ، وَ نُسَّاكاً بِلَا صَلَاحٍ، وَ تُجَّاراً بِلَا أَرْبَاحٍ، وَ أَيْقَاظاً نُوَّماً، وَ شُهُوداً غُيَّباً،

یآفیخ - جمع یافوخ - بلندی سر
وحاوح - جمع وَحْوَحَہ - کراہنے کی آوازیں
آخرۃ - آخرکار
حَسّ - قتل
شجر - نیزہ بازی
ہیم - پیاسے اونٹ
تذاد - ہنکائے جارہے ہیں
ذوی الضمائر - صاحبان قلب ودماغ
سترات - جمع سترہ - پردہ
مشکوٰۃ - فانوس
ذوابہ - پیشانی
بطحاء - وادی مکہ
مواسم - جمع میسم - داغنے کے آلات
انجابت - ہموار ہوگئے
خابط - راستہ چلنے والا

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میدان جنگ سے فرار ایک بدترین عمل اور سخت ترین عذاب کا سبب ہے اور اس امر کو صرف اس صورت میں معاف کیا جا سکتا ہے جب مجاہد اپنی جگہ کو بہترین جگہ کی تلاش میں ترک کردے اور دوبارہ دشمن پر حملہ کرکے اس کی شرارتوں کا بدلہ لے جیسا کہ صفین کے موقع پر ہوا کہ مولائے کائنات کے غیرت دلانے سے اہل عراق نے دوبارہ میدان کا رخ کیا اور دشمن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔

مصادر خطبہ ۱۰۸ غرر الحکم آمدی ص۲۰۳، ربیع الابرار زمخشری باب تبدل الاحوال

جس کی اونچی ناک اور چوٹی کی بلندی والے افراد تھے۔ میرے سینہ کی کراہنے کی آوازیں اس وقت دب سکتی ہیں جب میں یہ دیکھ لوں کہ تم انھیں اسی طرح اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہو جس طرح وہ تمھیں لئے ہوئے تھے اور ان کو ان کے مواقف سے اسی طرح ڈھکیل رہے ہو جس طرح انھوں نے تمھیں ہٹا دیا تھا کہ انھیں تیروں کی بوچھار کا نشانہ بنائے ہوئے ہو اور نیزوں کی زد پر اس طرح لئے ہوئے ہو کہ پہلی صف کو آخری صف پر الٹ رہے ہو جس طرح پیاسے اونٹ ہنکائے جاتے ہیں جب انھیں تالابوں سے دور پھینک دیا جاتا ہے اور گھاٹ سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ (۹۱)

۱۰۸۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں ملاحم اور حوادث وفتن کا ذکر کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی مخلوقات کے سامنے تخلیقات کے ذریعہ جلوہ گر ہوتا ہے اور ان کے دلوں پر دلیلوں کے ذریعہ روشن ہوتا ہے۔ اس نے تمام مخلوقات کو بغیر سوچ بچار کی زحمت کے پیدا کیا ہے کہ سوچنا صاحبان دل وضمیر کا کام ہے اور وہ ان باتوں سے بلند تر ہے۔ اس کے علم نے پوشیدہ اسرار کے تمام پردوں کو چاک کر دیا ہے اور وہ تمام عقائد کی گہرائیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(رسول اکرمؐ) اس نے آپ کا انتخاب انبیاء کرام کے شجرہ۔ روشنی کے فانوس، بلندی کی پیشانی، ارض بطحا کی ناف زمین ظلمت کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں کے درمیان سے کیا ہے۔

آپ وہ طبیب تھے جو اپنی طبابت کے ساتھ چکر لگا رہا ہو کہ اپنے مرہم کو درست کر لیا ہو اور داغنے کے آلات کو تپا لیا ہو کہ جن اندھے دل، بہرے کان، گونگی زبان پر ضرورت پڑے فوراً استعمال کر دے۔ اپنی دوا کو لئے ہوئے غفلت کے مراکز اور حیرت کے مقامات کی تلاش میں لگا ہوا ہو۔

(فتنۂ بنی امیہ) ان ظالموں نے حکمت کی روشنی سے نور حاصل نہیں کیا اور علوم کے چقماق کو رگڑ کر چنگاری نہیں پیدا کی۔ اس مسئلہ میں ان کی مثال چرنے والے جانوروں اور سخت ترین پتھروں کی ہے۔

بے شک اہل بصیرت کے لئے اسرار نمایاں ہیں اور حیران و سرگرداں لوگوں کے لئے حق کا راستہ روشن ہے۔ آنے والی ساعت نے اپنے چہرہ سے نقاب کو الٹ دیا ہے اور تلاش کرنے والوں کے لئے علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں۔ آخر کیا ہو گیا ہے کہ میں تمھیں بالکل بے جان پیکر اور بلا پیکر روح کی شکل میں دیکھ رہا ہوں ــــ تم وہ عبادت گذار ہو جو اندر سے صالح نہ ہو اور وہ تاجر ہو جس کو کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہ بیدار ہو جو خواب غفلت میں ہو اور وہ حاضر ہو جو بالکل غیر حاضر ہو۔

وَ نَاظِرَةٌ عَمْيَاءُ، وَ سَامِعَةٌ صَمَّاءُ، وَ نَاطِقَةٌ بَكْمَاءُ! رَايَةُ ضَلَالٍ قَدْ قَامَتْ عَلَىٰ قُطْبِهَا، وَ تَفَرَّقَتْ بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا، وَ تَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا. قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ ٱلْمِلَّةِ، قَائِمٌ عَلَى الضِّلَّةِ؛ فَلَا يَبْقَىٰ يَوْمَئِذٍ مِنْكُمْ إِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ ٱلْقِدْرِ، أَوْ نُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ ٱلْعِكْمِ، تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ ٱلْأَدِيمِ، وَ تَدُوسُكُمْ دَوْسَ ٱلْحَصِيدِ، وَ تَسْتَخْلِصُ ٱلْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمُ ٱسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ ٱلْحَبَّةَ (حبة) ٱلْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ ٱلْحَبِّ.

أَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ ٱلْمَذَاهِبُ، وَ تَتِيهُ بِكُمُ ٱلْغَيَاهِبُ، وَ تَخْدَعُكُمُ ٱلْكَوَاذِبُ؟ وَ مِنْ أَيْنَ تُؤْتَوْنَ، وَ أَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ؟ فَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ، وَ لِكُلِّ غَيْبَةٍ إِيَابٌ، فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ، وَ أَحْضِرُوهُ قُلُوبَكُمْ، وَ ٱسْتَيْقِظُوا إِنْ هَتَفَ بِكُمْ. وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ (عقله)، فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ ٱلْأَمْرَ فَلْقَ ٱلْخَرَزَةِ (الجوزة)، وَ قَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ. فَعِنْدَ ذٰلِكَ أَخَذَ ٱلْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَ رَكِبَ ٱلْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ، وَ عَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ، وَ قَلَّتِ الدَّاعِيَةُ (الراعية)، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ ٱلْعَقُورِ، وَ هَدَرَ فَنِيقُ ٱلْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ، وَ تَوَاخَى النَّاسُ عَلَى ٱلْفُجُورِ، وَ تَهَاجَرُوا عَلَى الدِّينِ، وَ تَحَابُّوا عَلَى ٱلْكَذِبِ، وَ تَبَاغَضُوا عَلَى الصِّدْقِ. فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ ٱلْوَلَدُ غَيْظاً، وَٱلْمَطَرُ قَيْظاً، وَ تَفِيضُ اللِّئَامُ فَيْضاً، وَ تَغِيضُ ٱلْكِرَامُ غَيْضاً، وَ كَانَ أَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَاباً، وَ سَلَاطِينُهُ سِبَاعاً، وَ أَوْسَاطُهُ أُكَّالاً، وَ فُقَرَاؤُهُ أَمْوَاتاً، وَ غَارَ (عار) الصِّدْقُ، وَ فَاضَ ٱلْكَذِبُ، وَٱسْتُعْمِلَتِ ٱلْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ، وَ تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوبِ، وَ صَارَ ٱلْفُسُوقُ نَسَباً، وَ ٱلْعَفَافُ عَجَباً، وَ لُبِسَ ٱلْإِسْلَامُ لُبْسَ ٱلْفَرْوِ مَقْلُوباً [1]

۱۰۹

و من خطبة له (ع)

في بيان قدرة الله و انفراده بالعظمة و امر البعث

قدرة الله

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ، وَ كُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ: غِنَىٰ كُلِّ فَقِيرٍ، وَ عِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَ قُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَ مَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ. مَنْ تَكَلَّمَ

قامت علی قطبہا - استحکام کا استعارہ ہے

شُعَب - جمع شعبہ - شاخ

تکیلکم - اکٹھا ہلاکت کی گرفت میں لے لیتا ہے -

تخبطکم - جھٹکا دیتا ہے

ثفالہ - تہ نشین

نفاضہ - جھاڑن

عِکم - تھیلا

عَرک - رگڑنا

ادیم - کھال

حصید - کٹا ہوا غلہ

بطینہ - موٹا

ربانی - خدا رسیدہ

ہتف بکم - آواز دی

رائد - قوم کی بھلائی کے لئے آگے آگے چلنے والا

قرف الصمغہ - چھال - گوند

فنیق - نر اونٹ

کظوم - سکون

قیظ - شدید گرمی

غیض - سمٹ جانا

[1] اس خطبہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کی نظر میں زمانہ کی ساری تباہی اور بربادی کا راز حالات کی بے اعتدالی اور حکام کا ظلم و جور ہے - جب تک سربراہان ملت نیک کردار اور انصاف ور نہیں ہوں گے - حالات کی اصلاح کا امکان نہیں ہے - معاشرہ کا ذمہ دار اور نگراں فاسد اور ظالم ہوجاتا ہے تو معاشرہ کے ظلم و فساد میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی ہے -

مصادر خطبہ ۱۰۹ العقد الفرید ۴ ص۶۶ ، ربیع الابرار زمخشری باب الملائکہ ، غرر الحکم آمدی (صفت النبیؐ)

اندھی آنکھ۔ بہرے کان اور گونگی زبان۔ گمراہی کا پرچم اپنے مرکز پر جم چکا ہے اور اس کی شاخیں ہر سو پھیل چکی ہیں۔ وہ تمھیں اپنے پیمانہ میں تول رہا ہے اور اپنے ہاتھوں اِدھر اُدھر بہکا رہا ہے۔ اس کا قائد ملت سے خارج اور ضلالت پر قائم ہے۔ اس دن تم سے کوئی باقی نہ رہ جائے گا مگر اسی مقدار میں جتنا پتیلی کا تہ دیگ ہوتا ہے یا تھیلی کے جھاڑے ہوئے ریزے۔ یہ گمراہی تمھیں اسی طرح مسل ڈالے گی جس طرح چمڑہ مسلا جاتا ہے اور اسی طرح پامال کر دے گی جس طرح کٹی ہوئی زراعت روندی جاتی ہے اور مومن خالص کو تمھارے درمیان سے اس طرح چن لے گی جس طرح پرندہ باریک دانوں سے موٹے دانوں کو نکال لیتا ہے۔

آخر تم کو یہ غلط راستے کدھر لئے جا رہے ہیں اور تم اندھیروں میں کہاں بہک رہے ہو اور تم کو جھوٹی امیدیں کس طرح دھوکہ دے رہی ہیں۔ کدھر سے لائے جا رہے ہو اور کدھر بہکائے جا رہے ہو۔ ہر مدت کا ایک نوشتہ ہوتا ہے اور غیبت کے لئے ایک واپسی ہوتی ہے لہذا اپنے خدا رسیدہ عالم کی بات سنو۔ اس کے لئے دلوں کو حاضر کرو، وہ آواز دے تو بیدار ہو جاؤ۔ ہر نمائندہ کو اپنی قوم سے سچ بولنا چاہئے۔ اس کی پراگندگی کو جمع کرنا چاہئے۔ اس کے ذہن کو حاضر رکھنا چاہئے۔ اب تمھارے رہنما نے تمھارے لئے مسئلہ کو اس قدر واشگاف کر دیا ہے جس طرح مہرہ کو چیرا جاتا ہے اور اس طرح چھیل ڈالا ہے جس طرح گوند کھرچا جاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود باطل نے اپنا مرکز سنبھال لیا ہے اور جہل اپنے مرکب پر سوار ہو گیا ہے اور سرکشی بڑھ گئی ہے اور حق کی آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندہ کی طرح حملہ کر دیا ہے اور باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے اور لوگوں نے فسق و فجور کی برادری قائم کر لی ہے اور سب نے مل کر دین کو نظر انداز کر دیا ہے۔ جھوٹ پر دوستی کی بنیادیں قائم ہو گئی ہیں اور سچائی پر ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے ہیں۔ ایسے حالات میں بیٹا باپ کے لئے غیظ و غضب کا سبب ہوگا اور بارش گرمی کا باعث ہوگی۔ کمینے لوگ پھیل جائیں گے اور شریف لوگ سمٹ جائیں گے۔ اس دور کے عوام بھیڑئیے ہوں گے اور سلاطین درندے۔ درمیانی طبقہ والے کھانے والے اور فقراء و مساکین مُردے ہوں گے۔ سچائی کم ہو جائے گی اور جھوٹ پھیل جائے گا۔ محبت کا استعمال صرف زبان سے ہوگا اور عداوت دلوں کے اندر پیوست ہو جائے گی۔ زناکاری نسب کی بنیاد ہوگی اور عفت ایک عجیب و غریب شے ہو جائے گی۔ اسلام یوں الٹ دیا جائے گا جیسے کوئی پوستین کو اُلٹا پہن لے (۱۰۱)

۱۰۹۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(قدرت خدا، عظمت الٰہی اور روز محشر کے بارے میں)

ہر شے اس کی بارگاہ میں سر جھکائے ہوئے ہے اور ہر چیز اسی کے دم سے قائم ہے۔ وہ ہر فقیر کی دولت کا سہارا اور ہر ذلیل کی عزت کا آسرا ہے۔ ہر کمزور کی طاقت وہی ہے اور ہر فریادی کی پناہ گاہ وہی ہے۔ وہ ہر بولنے والے کے نطق کو سُن لیتا ہے

سَمِعَ نُطْقَهُ، وَ مَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ، وَ مَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ، وَ مَنْ مَاتَ فَإِلَيْهِ مُنْقَلَبُهُ. لَمْ تَرَكَ ٱلْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ. بَلْ كُنْتَ قَبْلَ ٱلْوَاصِفِينَ مِنْ خَلْقِكَ. لَمْ تَخْلُقِ ٱلْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَ لَا ٱسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ، وَ لَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَ لَا يُفْلِتُكَ مَنْ أَخَذْتَ، وَ لَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَ لَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ أَطَاعَكَ، وَ لَا يَرُدُّ أَمْرَكَ مَنْ سَخِطَ قَضَاءَكَ، وَ لَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ أَمْرِكَ. كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَ كُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ. أَنْتَ ٱلْأَبَدُ فَلَا أَمَدَ لَكَ، وَ أَنْتَ ٱلْمُنْتَهَىٰ فَلَا مَحِيصَ عَنْكَ، وَ أَنْتَ ٱلْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجَىٰ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ. بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَابَّةٍ، وَإِلَيْكَ مَصِيرُ كُلِّ نَسَمَةٍ. سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ شَأْنَكَ! سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ مَا نَرَىٰ مِنْ خَلْقِكَ! وَ مَا أَصْغَرَ كُلَّ عَظِيمَةٍ فِي جَنْبِ قُدْرَتِكَ! وَ مَا أَهْوَلَ مَا نَرَىٰ مِنْ مَلَكُوتِكَ! وَ مَا أَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ! وَ مَا أَسْبَغَ نِعَمَكَ فِي ٱلدُّنْيَا، وَ مَا أَصْغَرَهَا فِي نِعَمِ ٱلْآخِرَةِ!

الملائكة الكرام

ومنها: مِنْ مَلَائِكَةٍ أَسْكَنْتَهُمْ سَمَاوَاتِكَ، وَ رَفَعْتَهُمْ [1] عَنْ أَرْضِكَ، هُمْ أَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَ أَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَ أَقْرَبُهُمْ مِنْكَ؛ لَمْ يَسْكُنُوا ٱلْأَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا ٱلْأَرْحَامَ، وَ لَمْ يُخْلَقُوا «مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ»، وَلَمْ يَتَشَعَّبْهُمْ «رَيْبُ ٱلْمَنُونِ»؛ وَ إِنَّهُمْ عَلَىٰ مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَ مَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَٱسْتِجْمَاعِ أَهْوَائِهِمْ فِيكَ، وَ كَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَ قِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ أَمْرِكَ، لَوْ عَايَنُوا كُنْهَ مَا خَفِيَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوا أَعْمَالَهُمْ، وَ لَزَرَوْا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ، وَ لَعَرَفُوا أَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، وَ لَمْ يُطِيعُوكَ حَقَّ طَاعَتِكَ.

عصيان الخلق

[2] سُبْحَانَكَ خَالِقاً وَ مَعْبُوداً! بِحُسْنِ بَلَائِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَاراً، وَ جَعَلْتَ فِيهَا مَأْدُبَةً: مَشْرَباً وَ مَطْعَماً، وَ أَزْوَاجاً وَ خَدَماً، وَ قُصُوراً، وَ أَنْهَاراً، وَ زُرُوعاً، وَ ثِمَاراً؛ ثُمَّ أَرْسَلْتَ دَاعِياً يَدْعُو إِلَيْهَا، فَلَا ٱلدَّاعِيَ أَجَابُوا، وَ لَا فِيمَا رَغَّبْتَ رَغِبُوا، وَ لَا إِلَىٰ مَا شَوَّقْتَ

لا یُفلتک ۔ بچ کر نکل جائے
مهین ۔ ذلیل ۔ حقیر
منون ۔ زمانہ
ریب ۔ تصرفات
زریٰ علیہ ۔ عیب لگایا
بلاء ۔ نعمت یا عذاب (امتحان)
مأدبہ ۔ دسترخوان

[1] ملائکہ کا مسئلہ غیبیات سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اس کے بارے میں وہی انسان تکلم کرسکتا ہے جسے مالک نے علم غیب سے نوازا ہو ورنہ اس کے بغیر کسی شخص کے لئے جائے سخن اور گنجائش کلام نہیں ہے۔
امیرالمومنینؑ کے ان کلمات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ کی منزل زمین نہیں بلکہ آسمان ہے اور ان کا علم بھی مالک کے بارے میں وسیع تر ہے اور ان کی عبادت بھی بے پناہ ہے لیکن ان سب کے باوجود مالک کی عظمت کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہے تو بشر کے لئے غرور و تکبر کی کیا گنجائش ہے جس کی مقدار اطاعت و عبادت ملائکہ سے بھی کمتر ہے۔

[2] اس گھر سے مراد جنت ہے اور داعی سے مراد سرکار دو عالمؐ ہیں جنھوں نے اس گھر کے تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور اس دسترخوان پر مدعو کیا ہے مگر افسوس کہ کھانے کے معاملہ میں ایک بچہ پر اعتبار کرلینے والے افراد بھی رسالت الٰہیہ پر اعتماد نہیں کرسکے ہیں اور اس کی طرف سے یکسر غفلت میں مبتلا ہیں ۔ نہ اگلی زندگی کا خیال ہے اور نہ وہاں کے ضروریات کے انتظام کی فکر ہے
پروردگار سب کو اس خواب غفلت سے بیداری کی توفیق عنایت فرمائے ۔

اور ہر خاموش
اس کی بازگشت
خدایا! آ
کے پہلے سے ہے
کیا ہے ۔ تو جسے
سے تیری سلطنت
سے ناراض ہو
نہیں ہوسکتا ۔
کوئی انتہا نہیں
حاصل کرنے کو
تیری ہی طرف
ہے اور تیرا
تیری اس مملکت
مکمل ہیں اور
(ملائکہ
یہ تمام مخلوقات
یہ نہ اصلاب
کا کوئی اثر
تیرے بارے
لیکن اس کے
اپنے نفس کو
حق اطاعت
تو پاک
برتاؤ کی بنا
بچھایا ہے
ایک داعی
نہ جن چیز

اور ہر خاموش رہنے والے کے راز کو جانتا ہے۔ جو زندہ ہے اس کا رزق اس کے ذمہ ہے اور جو مرگیا اس کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

خدایا! آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں ہے کہ تیرے بارے میں خبر دے سکیں۔ تو تمام توصیف کرنے والی مخلوقات کے پہلے سے ہے۔ تو نے مخلوقات کو تنہائی کی وحشت کی بنا پر نہیں خلق کیا ہے اور نہ انھیں کسی فائدہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ تو جسے حاصل کرنا چاہے وہ آگے نہیں جا سکتا ہے اور جسے پکڑنا چاہے وہ بچ کر نہیں جا سکتا ہے۔ نافرمانوں سے تیری سلطنت میں کمی نہیں آتی ہے اور اطاعت گذاروں سے تیرے ملک میں اضافہ نہیں ہوتا ہے جو تیرے فیصلہ سے ناراض ہو وہ تیرے حکم کو ٹال نہیں سکتا ہے اور جو تیرے امر سے روگردانی کرے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا ہے۔ ہر راز تیرے سامنے روشن ہے اور ہر غیب تیرے لئے حضور ہے۔ تو ابدی ہے تو تیری کوئی انتہا نہیں ہے اور تو انتہا ہے تو تجھ سے کوئی چھٹکارہ نہیں ہے۔ تو سب کی وعدہ گاہ ہے تو تجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہر زمین پر چلنے والے کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے اور ہر جاندار کی بازگشت تیری ہی طرف ہے۔ پاک و بے نیاز ہے تو۔ تیری شان کیا با عظمت ہے اور تیری مخلوقات بھی کیا عظیم الشان ہے اور تیری قدرت کے سامنے ہر عظیم شے کس قدر حقیر ہے اور تیری سلطنت کس قدر پرُ شکوہ ہے اور یہ سب تیری اس مملکت کے مقابلہ میں جو نگاہوں سے اوجھل ہے کس قدر معمولی ہے۔ تیری نعمتیں اس دنیا میں کس قدر مکمل ہیں اور پھر نعمات آخرت کے مقابلہ میں کس قدر مختصر ہیں۔

(ملائکہ مقربین) یہ تیرے ملائکہ ہیں جنھیں تو نے آسمانوں میں آباد کیا ہے[ف۱] اور زمین سے بلند تر بنایا ہے۔ یہ تمام مخلوقات سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں اور تجھ سے خوف زدہ رہتے ہیں اور تیرے قریب تر بھی ہیں۔ یہ نہ اصلاب پدر میں رہے ہیں اور نہ ارحام مادر میں اور نہ حقیر نطفہ سے پیدا کئے گئے ہیں اور نہ ان پر زمانہ کے انقلابات کا کوئی اثر ہے۔ یہ تیری بارگاہ میں ایک خاص مقام اور منزلت رکھتے ہیں۔ ان کی تمام تر خواہشات صرف تیرے بارے میں ہیں اور یہ بکثرت تیری ہی اطاعت کرتے ہیں اور تیرے حکم سے ہرگز غافل نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر تیری عظمت کی تہ تک پہونچ جائیں تو اپنے اعمال کو حقیر ترین تصور کریں گے اور اپنے نفس کی مذمت کریں گے اور انھیں معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے عبادت کا حق ادا نہیں کیا ہے اور حق اطاعت کے برابر اطاعت نہیں کی ہے۔

تو پاک و بے نیاز ہے خالقیت کے اعتبار سے بھی اور عبادت کے اعتبار سے بھی۔ میری تسبیح اس بہترین برتاؤ کی بنا پر ہے جو تو نے مخلوقات کے ساتھ کیا ہے۔ تو نے ایک گھر[ف۲] بنایا ہے۔ اس میں ایک دسترخوان بچھایا ہے۔ جس میں کھانے پینے، زوجیت، خدمت، قصر، نہر، زراعت، ثمر سب کا انتظام کر دیا ہے اور پھر ایک داعی کو اس کی طرف دعوت دینے کے لئے بھیجدیا ہے لیکن لوگوں نے نہ داعی کی آواز پر لبیک کہی اور نہ جن چیزوں کی طرف تو نے رغبت دلائی تھی راغب ہوئے اور نہ تیری تشویق کا شوق پیدا کیا۔

إِلَـيْهِ آشْتَاقُوا. أَقْبَلُوا عَلَىٰ جِيفَةٍ قَدْ آفْتَضَحُوا بِأَكْلِهَا، وَآصْطَلَحُوا عَلَىٰ حُبِّهَا، وَ مَنْ عَشِقَ شَيْئاً أَعْشَىٰ (اعمىٰ) بَصَرَهُ، وَ أَمْرَضَ قَلْبَهُ، فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيحَةٍ، وَ يَسْمَعُ بِأُذُنٍ غَيْرِ سَمِيعَةٍ، قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهُ، وَ أَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهُ، وَ وَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهُ، فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا، وَلِمَنْ فِي يَدَيْهِ شَيْءٌ مِنْهَا، حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ إِلَيْهَا، وَ حَيْثُمَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَ عَلَيْهَا؛ لَا يَنْزَجِرُ مِنَ اللّٰهِ بِزَاجِرٍ، وَ لَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ، وَ هُوَ يَرَىٰ الْمَأْخُوذِينَ عَلَىٰ الْغِرَّةِ، حَيْثُ لَا إِقَالَةَ وَ لَا رَجْعَةَ، كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوا يَجْهَلُونَ، وَجَاءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوا يَأْمَنُونَ، وَ قَدِمُوا مِنَ الْآخِرَةِ عَلَىٰ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ. فَغَيْرُ مَوْصُوفٍ مَا نَزَلَ بِهِمْ: اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَ حَسْرَةُ الْفَوْتِ[1]، فَفَتَرَتْ لَهَا أَطْرَافُهُمْ، وَ تَغَيَّرَتْ لَهَا أَلْوَانُهُمْ، ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ فِيهِمْ وُلُوجاً، فَحِيلَ بَيْنَ أَحَدِهِمْ وَبَيْنَ مَنْطِقِهِ، وَ إِنَّهُ لَبَيْنَ أَهْلِهِ يَنْظُرُ بِبَصَرِهِ، وَ يَسْمَعُ بِأُذُنِهِ، عَلَىٰ صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهِ، وَ بَقَاءٍ مِنْ لُبِّهِ، يُفَكِّرُ فِيمَ أَفْنَىٰ عُمُرَهُ، وَ فِيمَ أَذْهَبَ دَهْرَهُ! وَ يَتَذَكَّرُ أَمْوَالاً جَمَعَهَا، أَغْمَضَ فِي مَطَالِبِهَا، وَ أَخَذَهَا مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَ مُشْتَبِهَاتِهَا، قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَ أَشْرَفَ عَلَىٰ فِرَاقِهَا، تَبْقَىٰ لِمَنْ وَرَاءَهُ يَنْعَمُونَ فِيهَا، وَ يَتَمَتَّعُونَ بِهَا، فَيَكُونُ الْمَهْنَأُ لِغَيْرِهِ، وَالْعِبْءُ عَلَىٰ ظَهْرِهِ. وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ (علقت) رُهُونُهُ بِهَا، فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهُ نَدَامَةً عَلَىٰ مَا أَصْحَرَ لَهُ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ أَمْرِهِ، وَ يَزْهَدُ فِيمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيهِ أَيَّامَ عُمُرِهِ، وَ يَتَمَنَّىٰ أَنَّ الَّذِي كَانَ يَغْبِطُهُ بِهَا وَ يَحْسُدُهُ عَلَيْهَا قَدْ حَازَهَا دُونَهُ! فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِي جَسَدِهِ حَتَّىٰ خَالَطَ لِسَانُهُ سَمْعَهُ، فَصَارَ بَيْنَ أَهْلِهِ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهِ، وَ لَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهِ: يُرَدِّدُ طَرْفَهُ بِالنَّظَرِ فِي وُجُوهِهِمْ، يَرَىٰ حَرَكَاتِ أَلْسِنَتِهِمْ، وَ لَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ. ثُمَّ ازْدَادَ (زاد) الْمَوْتُ الْتِيَاطاً بِهِ، فَقُبِضَ بَصَرُهُ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهُ، وَ خَرَجَتِ الرُّوحُ مِنْ جَسَدِهِ، فَصَارَ جِيفَةً بَيْنَ أَهْلِهِ، قَدْ أَوْحَشُوا مِنْ جَانِبِهِ، وَ تَبَاعَدُوا مِنْ قُرْبِهِ. لَا يُسْعِدُ (يعد) بَاكِياً، وَ لَا يُجِيبُ دَاعِياً. ثُمَّ حَمَلُوهُ إِلَىٰ مَخَطٍّ (محط) فِي الْأَرْضِ، فَأَسْلَمُوهُ فِيهِ إِلَىٰ عَمَلِهِ، وَ انْقَطَعُوا عَنْ زَوْرَتِهِ.

اعشٰی - اندھا بنادیا
علی الغرّۃ - اچانک - دھوکہ کی حالت میں
ولوج - دخول
اغمض - حرام وحلال میں کوئی فرق نہیں کیا
تبعات - اثرات - نتائج - مطالبات
مھناً - خیر بلا مشقت
عبأ - بوجھ
غلقت رھونہ - وہ رہن جو چھڑایا نہ جاسکے
اصحر لہ - واضح ہوگیا
خالط لسانہ سمعہ - دونوں شریک مصیبت ہوگئے
التیاط - اتصال
زورہ - زیارت

(1) کاش انسان انھیں دو نکات پر غور کرلیتا تو اس کی زندگی میں عظیم انقلاب آسکتا تھا۔
کس قدر حسرت ناک وہ موقع ہوتا ہے جب زندگی کی میعاد تمام ہوجاتی ہے اور انسان دو مصیبتوں سے بیک وقت دوچار ہوجاتا ہے۔
ایک طرف نزع کے ہنگام کی کیفیت بیکسی، بے بسی، کرب، بے چینی، جان کا رگ رگ سے کھنچکر نکلنا، پیاس کی شدت سے زبان کا اینٹھ جانا ۔۔۔ اور دوسری طرف سارے سامان زندگی کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ اور یہ حسرت کہ کاش اس دنیا کے لئے اس قدر محنت نہ کی ہوتی اور اسے اپنے مستقبل کے لئے وبال جان نہ بنایا ہوتا۔
ضرورت ہے کہ انسان اس خطبہ کے فقرات کی ذہنی تصویر کشی کرے اور پھر اس سے عبرت حاصل کرے۔ ورنہ انجام کار انتہائی خطرناک ہے۔

سب اس مُردار پر ٹوٹ پڑے جس کو کھا کر رُسوا ہوئے اور سب نے اس کی محبّت پر اتفاق کر لیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی کا بھی عاشق ہو جاتا ہے وہ شے اسے اندھا بنا دیتی ہے اور اس کے دل کو بیمار کر دیتی ہے۔ وہ دیکھتا بھی ہے تو غیر سلیم آنکھوں سے اور سنتا بھی ہے تو غیر سمیع کانوں سے۔ خواہشات نے ان کی عقلوں کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور دنیا نے ان کے دلوں کو مُردہ بنا دیا ہے۔ انھیں اس سے والہانہ لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور وہ اس کے بندے ہو گئے ہیں اور ان کے غلام بن گئے ہیں۔ جن کے ہاتھ میں تھوڑی سی بھی دنیا ہے کہ جس طرف وہ جُھکتی ہے یہ بھی جُھک جاتے ہیں اور جدھر وہ مُڑتی ہے یہ بھی مڑ جاتے ہیں۔ نہ کوئی خدائی روکنے والا انھیں روک سکتا ہے اور نہ کسی واعظ کی نصیحت ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جب کہ انھیں دیکھ رہے ہیں جو اسی دھوکہ میں پکڑ لئے گئے ہیں کہ اب نہ معافی کا امکان ہے اور نہ واپسی کا۔ کس طرح ان پر وہ مصیبت نازل ہو گئی ہے جس سے ناواقف تھے اور فراق دنیا کی وہ آفت آگئی ہے جس کی طرف سے بالکل مطمئن تھے اور آخرت میں اس صورت حال کا سامنا کر رہے ہیں جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اب تو اس مصیبت کا بیان بھی ناممکن ہے جہاں ایک طرف موت کے سکرات ہیں اور دوسری طرف فراق دنیا کی حسرت۔ حالت یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے ہیں اور رنگ اُڑ گیا ہے۔ اس کے بعد موت کی دخل اندازی اور بڑھی تو وہ گفتگو کی راہ میں بھی حائل ہو گئی کہ انسان گھر والوں کے درمیان ہے۔ انھیں آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ کان سے ان کی آوازیں سن رہا ہے۔ عقل بھی سلامت ہے اور ہوش بھی برقرار ہے۔ یہ سوچ رہا ہے کہ عمر کو کہاں برباد کیا ہے اور زندگی کو کہاں گزارا ہے۔ ان اموال کو یاد کر رہا ہے جنھیں جمع کیا تھا اور ان کی جمع آوری میں آنکھیں بند کر لی تھیں کہ کبھی واضح راستوں سے حاصل کیا اور کبھی مشتبہ طریقوں سے کہ صرف ان کے جمع کرنے کے اثرات باقی رہ گئے ہیں اور ان سے جُدائی کا وقت آگیا ہے۔ اب یہ مال بعد والوں کے لئے رہ جائے گا جو آرام کریں گے اور مزے اڑائیں گے۔ یعنی مزہ دوسروں کے لئے ہوگا اور بوجھ اس کی پیٹھ پر ہوگا لیکن انسان اس مال کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور موت نے سارے حالات کو بے نقاب کر دیا ہے کہ ندامت سے اپنے ہاتھ کاٹ رہا ہے اور اس چیز سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے جس کی طرف زندگی بھر راغب تھا۔ اب یہ چاہتا ہے کہ کاش جو شخص اس سے اس مال کی بنا پر حسد کر رہا تھا یہ مال اُس کے پاس ہوتا اور اس کے پاس نہ ہوتا۔

اس کے بعد موت اس کے جسم میں مزید دراندازی کرتی ہے اور زبان کے ساتھ کانوں کو بھی شامل کر لیتی ہے کہ انسان اپنے گھر والوں کے درمیان نہ بول سکتا ہے اور نہ سُن سکتا ہے۔ ہر ایک کے چہرہ کو حسرت سے دیکھ رہا ہے۔ ان کی زبان کی جنبش کو بھی دیکھ رہا ہے لیکن الفاظ کو نہیں سُن سکتا ہے۔

اس کے بعد موت اور چپک جاتی ہے تو کانوں کی طرح آنکھوں پر بھی قبضہ ہو جاتا ہے اور روح جسم سے پرواز کر جاتی ہے۔ اب وہ گھر والوں کے درمیان ایک مُردار ہوتا ہے۔ جس کے پہلو میں بیٹھنے سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے اور لوگ دور بھاگنے لگتے ہیں۔ یہ اب نہ کسی رونے والے کو سہارا دے سکتا ہے اور نہ کسی پکارنے والے کی آواز پر آواز دے سکتا ہے۔ لوگ اسے زمین کے ایک گڑھے تک پہونچا دیتے ہیں اور اسے اس کے اعمال کے حوالہ کر دیتے ہیں کہ ملاقاتوں کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

القيامة

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ ٱلْكِتَابُ أَجَلَهُ، وَٱلْأَمْرُ مَقَادِيرَهُ، وَأُلْحِقَ آخِرُ ٱلْخَلْقِ بِأَوَّلِهِ، وَ جَاءَ مِنْ أَمْرِ اللهِ مَا يُرِيدُهُ مِنْ تَجْدِيدِ خَلْقِهِ، أَمَادَ (امار) ٱلسَّمَاءَ وَ فَطَرَهَا، وَأَرَجَّ ٱلْأَرْضَ وَ أَرْجَفَهَا، وَ قَلَعَ جِبَالَهَا وَ نَسَفَهَا، وَ دَكَّ بَعْضُهَا بَعْضاً مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهِ وَ مَخُوفِ سَطْوَتِهِ، وَأَخْرَجَ مَنْ فِيهَا، فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ إِخْلَاقِهِمْ، وَ جَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ، ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيدُهُ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا ٱلْأَعْمَالِ وَ خَبَايَا ٱلْأَفْعَالِ، وَ جَعَلَهُمْ فَرِيقَيْنِ: أَنْعَمَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ وَٱنْتَقَمَ مِنْ هٰؤُلَاءِ. فَأَمَّا أَهْلُ الطَّاعَةِ فَأَثَابَهُمْ بِجِوَارِهِ، وَ خَلَّدَهُمْ فِي دَارِهِ، حَيْثُ لَا يَظْعَنُ ٱلنُّزَّالُ، وَ لَا تَتَغَيَّرُ بِهِمُ ٱلْحَالُ، وَ لَا تَنُوبُهُمُ ٱلْأَفْزَاعُ، وَ لَا تَنَالُهُمُ ٱلْأَسْقَامُ، وَ لَا تَعْرِضُ لَهُمُ ٱلْأَخْطَارُ، وَ لَا تُشْخِصُهُمُ ٱلْأَسْفَارُ. وَ أَمَّا أَهْلُ ٱلْمَعْصِيَةِ فَأَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَ غَلَّ ٱلْأَيْدِيَ إِلَى ٱلْأَعْنَاقِ، وَ قَرَنَ ٱلنَّوَاصِيَ بِٱلْأَقْدَامِ، وَأَلْبَسَهُمْ سَرَابِيلَ ٱلْقَطِرَانِ، وَ مُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ، فِي عَذَابٍ قَدِ ٱشْتَدَّ حَرُّهُ، وَ بَابٍ قَدْ أُطْبِقَ عَلَىٰ أَهْلِهِ، فِي نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَ لَجَبٌ (جلب)، وَ لَهَبٌ سَاطِعٌ، وَ قَصِيفٌ هَائِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا وَ لَا يُفَادَىٰ أَسِيرُهَا، وَ لَا تُفْصَمُ (تقصم) كُبُولُهَا. لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنَىٰ، وَ لَا أَجَلَ لِلْقَوْمِ فَيُقْضَىٰ.

زهد النبي ﴿ﷺ﴾

و منها في ذكر النبي صلى اللّٰه عليه و آله: قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا[1] وَ صَغَّرَهَا، وَأَهْوَنَ بِهَا وَ هَوَّنَهَا، وَ عَلِمَ أَنَّ اللهَ زَوَاهَا عَنْهُ ٱخْتِيَاراً، وَ بَسَطَهَا لِغَيْرِهِ ٱحْتِقَاراً، فَأَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهِ، وَ أَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَأَحَبَّ أَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهِ، لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشاً، أَوْ يَرْجُوَ فِيهَا مَقَاماً. بَلَّغَ عَنْ رَبِّهِ مُعْذِراً، وَ نَصَحَ لِأُمَّتِهِ مُنْذِراً، وَ دَعَا إِلَى ٱلْجَنَّةِ مُبَشِّراً، وَ خَوَّفَ مِنَ النَّارِ مُحَذِّراً.

اهل البيت ﴿ع﴾

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَ مَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَ مُخْتَلَفُ ٱلْمَلَائِكَةِ، وَ مَعَادِنُ ٱلْعِلْمِ، وَ يَنَابِيعُ ٱلْحُكْمِ، نَاصِرُنَا وَ مُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ (ينتظم) الرَّحْمَةَ، وَ عَدُوُّنَا (خاذلنا) وَ مُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ ٱلسَّطْوَةَ (اللعنة).

اَمَادَ - حرکت بلانظم
فَطَرَ - شگافتہ کیا
اِخلاق - بوسیدہ ہوجانا
لاتنوبہم الافزاع - فزع - خوف
اشخصہ - عاجز کردیا
سربال - قمیص
قِطران - تارکول
مقطعات - ہر وہ لباس جس میں قطع و برید ہو
کَلَب - ہیجان
لَجَب - شور
قصیف - ہنگامہ
کبول - جمع کبل - قید
زواہا - قبض کرلیا
ریاش - بہترین لباس
مُعذِر - عذر تمام کردینے والا
مُختَلَف - محل آمد و رفت

[1] دنیا کی حقارت و ذلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مالک کائنات نے اپنے محبوب کو اس کی مادی لذتوں اور آرائشوں سے الگ رکھا ہے اور فرعون و قارون جیسے افراد کے گھر بھر دیے ہیں۔
نگاہ پروردگار میں اس کی کوئی بھی حیثیت ہوتی تو سب سے پہلے اسے اپنے محبوب کو نوازتا اس کے بعد اس کا صدقہ ساری دنیا میں تقسیم کردیتا۔!

یہاں تک کہ جب قسمت کا لکھا اپنی آخری حد تک اور امر الٰہی اپنی مقررہ منزل تک پہونچ جائے گا اور آخرین کو اولین سے ملا دیا جائے گا اور ایک نیا حکم الٰہی آجائے گا کہ خلقت کی تجدید کی جائے تو یہ امر آسمانوں کو حرکت دے کر شگافتہ کر دے گا اور زمین کو ہلا کر کھوکھلا کر دے گا اور پہاڑوں کو جڑ سے اکھاڑ کر اڑا دے گا اور ہیبت جلال الٰہی اور خوف سطوت پروردگار سے ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور زمین سب کو باہر نکال دے گی اور انھیں دوبارہ بوسیدگی کے بعد تازہ حیات دے دی جائے گی اور انتشار کے بعد جمع کر دیا جائے گا اور مخفی اعمال، پوشیدہ افعال کے سوال کے لئے سب کو الگ الگ کر دیا جائے گا اور مخلوقات دو گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک گروہ مرکز نعمات ہوگا اور دوسرا محل انتقام۔

اہل اطاعت کو اس جوار رحمت میں ثواب اور دار جنت میں ہمیشگی کا انعام دیا جائے گا جہاں کے رہنے والے کوچ نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کے حالات میں کوئی تغیر پیدا ہوتا ہے اور نہ ان پر رنج والم طاری ہوتا ہے اور نہ انھیں کوئی بیماری لاحق ہوتی ہے اور نہ کسی طرح کا خطرہ سامنے آتا ہے اور نہ سفر کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لیکن اہل معصیت کے لئے بدترین منزل ہوگی۔ جہاں ہاتھ گردن سے[۱] بندھے ہوں گے اور پیشانیوں کو پیروں سے جوڑ دیا جائے گا۔ تارکول اور آگ کے تراشیدہ لباس پہنائے جائیں گے۔ اس عذاب میں جس کی گرمی شدید ہوگی اور جس کے دروازے بند ہوں گے اور اس جہنم میں جس میں شرارے بھی ہوں گے اور شور و غوغا بھی۔ بھڑکتے ہوئے شعلے بھی ہوں گے اور ہولناک چیخیں بھی۔ نہ یہاں کے رہنے والے کوچ کریں گے اور نہ یہاں کے قیدیوں سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ یہاں کی بیڑیاں جدا ہو سکتی ہیں۔ نہ اس گھر کی کوئی مدت ہے جو تمام ہو جائے اور نہ اس قوم کی کوئی اجل ہے جو ختم کر دی جائے۔

(ذکر رسول اکرمؐ) آپ نے اس دنیا کو ہمیشہ صغیر و حقیر اور ذلیل و پست تصور کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ پروردگار نے اس دنیا کو آپ سے الگ رکھا ہے اور دوسروں کے لئے فرش کر دیا ہے تو یہ آپ کی عزت اور دنیا کی حقارت ہی کی بنیاد پر ہے لہٰذا آپ نے اس سے دل سے کنارہ کشی اختیار کی اور اس کی یاد کو دل سے بالکل نکال دیا اور یہ چاہا کہ اس کی زینتیں نگاہوں سے اوجھل رہیں تاکہ نہ عمدہ لباس زیب تن فرمائیں اور نہ کسی خاص مقام کی امید کریں۔ آپ نے پروردگار کے پیغام کو پہونچانے میں سارے عذر تمام کر دئے اور امت کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہوئے نصیحت فرمائی۔ جنت کی بشارت سنا کر اس کی طرف دعوت دی اور جہنم سے بچنے کی تلقین کر کے اس کا خوف پیدا کرایا۔

(اہل البیتؑ) ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی رفت و آمد کی جگہ، علم کے معدن اور حکمت کے چشمے ہیں۔ ہمارا مددگار اور محب ہمیشہ منتظر رحمت رہتا ہے اور ہمارا دشمن اور کینہ پرور ہمیشہ منتظر لعنت و انتقام الٰہی رہتا ہے۔

---

[۱] تعجب نہ کریں کہ خدائے رحمان و رحیم اپنے بندوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کس طرح کرے گا کہ یہ انجام انھیں لوگوں کا ہے جو دار دنیا میں اللہ کے کمزور اور نیک بندوں کے ساتھ اس سے بدتر برتاؤ کر چکے ہیں تو کیا مالک کائنات دنیا میں اختیارات دینے کے بعد آخرت میں بھی انھیں بہترین نعمتوں سے نواز دے گا اور مظلومین کا دنیا و آخرت میں کوئی پُرسان حال نہ ہوگا۔؟

١١٠

و من خطبة له ﴿ع﴾

في اركان الدين

الاسلام

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ ٱلْمُتَوَسِّلُونَ إِلَىٰ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ، ٱلْإِيمَانُ بِهِ [١] وَ بِرَسُولِهِ، وَٱلْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ، فَإِنَّهُ ذِرْوَةُ ٱلْإِسْلَامِ؛ وَكَلِمَةُ ٱلْإِخْلَاصِ فَإِنَّهَا ٱلْفِطْرَةُ؛ وَإِقَامُ ٱلصَّلَاةِ فَإِنَّهَا ٱلْمِلَّةُ؛ وَإِيتَاءُ ٱلزَّكَاةِ فَإِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ؛ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ مِنَ ٱلْعِقَابِ؛ وَحَجُّ ٱلْبَيْتِ وَٱعْتِمَارُهُ فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ ٱلْفَقْرَ وَ يَرْحَضَانِ الذَّنْبَ ؛ وَصِلَةُ الرَّحِمِ فَإِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي ٱلْمَالِ، وَ مَنْسَأَةٌ فِي ٱلْأَجَلِ؛ وَ صَدَقَةُ ٱلسِّرِّ فَإِنَّهَا تُكَفِّرُ ٱلْخَطِيئَةَ؛ وَ صَدَقَةُ ٱلْعَلَانِيَةِ فَإِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ ٱلسُّوءِ؛ وَ صَنَائِعُ ٱلْمَعْرُوفِ فَإِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ ٱلْهَوَانِ.

أَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللهِ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ الذِّكْرِ. وَٱرْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ ٱلْمُتَّقِينَ فَإِنَّ وَعْدَهُ أَصْدَقُ ٱلْوَعْدِ. وَٱقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَإِنَّهُ أَفْضَلُ ٱلْهَدْيِ، وَٱسْتَنُّوا بِسُنَّتِهِ فَإِنَّهَا أَهْدَىٰ السُّنَنِ. [٢]

فضل القرآن

وَ تَعَلَّمُوا ٱلْقُرْآنَ فَإِنَّهُ أَحْسَنُ ٱلْحَدِيثِ، وَ تَفَقَّهُوا فِيهِ فَإِنَّهُ رَبِيعُ ٱلْقُلُوبِ، وَٱسْتَشْفُوا بِنُورِهِ فَإِنَّهُ شِفَاءُ الصُّدُورِ، وَأَحْسِنُوا تِلَاوَتَهُ فَإِنَّهُ أَنْفَعُ ٱلْقَصَصِ. وَ إِنَّ ٱلْعَالِمَ ٱلْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهِ كَالْجَاهِلِ ٱلْحَائِرِ (الجائر) الَّذِي لَا يَسْتَفِيقُ مِنْ جَهْلِهِ، بَلِ ٱلْحُجَّةُ عَلَيْهِ أَعْظَمُ، وَٱلْحَسْرَةُ لَهُ أَلْزَمُ، وَ هُوَ عِنْدَ اللهِ أَلْوَمُ.

١١١

و من خطبة له ﴿ع﴾

في ذم الدنيا

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا، فَإِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، وَ تَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ، وَرَاقَتْ بِالْقَلِيلِ، وَ تَحَلَّتْ بِالْآمَالِ، وَ تَزَيَّنَتْ بِالْغُرُورِ. لَا تَدُومُ حَبْرَتُهَا، وَ لَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا. غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ، حَائِلَةٌ زَائِلَةٌ نَافِدَةٌ بَائِدَةٌ، أَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ. لَا

ذروہ - بلندی
ملت - طریقہ - شریعت
جُنّہ - حفاظت
رحض - دھو دینا
منساۃ - ٹالنے کی جگہ
الوم - اپنے نفس کو ملامت کرنے والا
حبرہ - نعمت و سرخوشی
حائلہ - متغیر
نافدہ - فانی
بائدہ - ہلاک ہونے والا
غوّالہ - مہلک

[١] ایمان باللہ یعنی اس کی ہستی اور اس کے جمال کا واقعی اعتراف
ایمان بالرسول یعنی آپ کے کمالات اور آپ کے پیغام زندگی کا مکمل اتباع
جہاد - یعنی تمام طاقتوں کا راہ خدا میں صرف کر دینا
کلمۂ اخلاص یعنی دل سے توحید کا مخلص ہونا

[٢] مولائے کائنات نے اس خطبہ میں جن وسائل کا ذکر کیا ہے اور جن کے ذریعہ انسان پروردگار سے قریب تر ہو سکتا ہے ان میں ایمان کے ساتھ نماز - جہاد - زکوٰۃ - روزہ - حج وعمرہ - صلۂ رحم اور کار خیر کے علاوہ ذکر خدا اور تعلیم و تفقہ قرآن وغیرہ بھی شامل ہیں جن کے بغیر توسل کا کوئی امکان نہیں ہے اس کے بعد سیرت کے اعتبار سے سیرت پیغمبرؐ اور ہدایت اہلبیتؑ بہترین وسیلہ ہے جس کے نمونے یہی اعمال خیر ہیں جن کا اس خطبہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۱۰ تحف العقول ص ۱۴۹، من لا یحضرہ الفقیہ ا ص ۱۳۱، علل الشرائع ص ۱۴۷، محاسن برقی ص ۲۳۳، امالی طوسیؒ ا ص ۲۲۰، بحار ۷۸ ص ۱۲۶، التمثیل والمحاضرہ ثعالبی ص ۴۳۳ (متوفی ۴۲۹ھ)

مصادر خطبہ ۱۱۱ الموفق محمد بن عمران المرزبانی المتوفی ۳۸۴ھ، تحف العقول ص ۱۲۷، دستور معالم الحکم قضاعی ص ۵۹، مطالب السئول ص ۱۴۲، نہایۃ ابن اثیر ا ص ۱۸، ۲۵، البیان والتبیین ۲ ص ۱۱۲، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۲ ص ۲۵۰، بحار ۱۸ ص ۱۹۴، الصناعتین ابو ہلال عسکری ص ۲۷۷، العقد الفرید ۲ ص ۱۶۰

۱۱۰۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(ارکانِ اسلام کے بارے میں)

اللہ والوں کے لئے اس کی بارگاہ تک پہونچنے کا بہترین وسیلہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان[۱] اور راہ خدا میں جہاد ہے کہ جہاد اسلام کی سربلندی ہے۔ اور کلمۂ اخلاص ہے کہ یہ فطرت الٰہیہ ہے اور نماز کا قیام ہے کہ یہ عین دین ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہے کہ یہ فریضۂ واجب ہے اور ماہ رمضان کا روزہ ہے کہ یہ عذاب سے بچنے کی سپر ہے اور حج بیت اللہ ہے اور عمرہ ہے کہ یہ فقر کو دور کر دیتا ہے اور گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اور صلۂ رحم ہے کہ یہ مال میں اضافہ اور اجل کے ٹالنے کا ذریعہ ہے اور پوشیدہ طریقہ سے خیرات ہے کہ یہ گناہوں کا کفارہ ہے اور علی الاعلان صدقہ ہے کہ یہ بدترین موت کے دفع کرنے کا ذریعہ ہے اور اقربا کے ساتھ نیک سلوک ہے کہ یہ ذلّت کے مقامات سے بچانے کا وسیلہ ہے۔

ذکر خدا کی راہ میں آگے بڑھتے رہو کہ یہ بہترین ذکر ہے اور خدا نے متقین سے جو وعدہ کیا ہے اس کی طرف رغبت پیدا کرو کہ اس کا وعدہ سچا ہے۔ اپنے پیغمبرؐ کی ہدایت کے راستہ پر چلو کہ یہ بہترین ہدایت ہے اور ان کی سنت کو اختیار کرو کہ یہ سب سے بہتر ہدایت کرنے والی ہے۔ (قرآن کریم) قرآن مجید کا علم حاصل کرو کہ یہ بہترین کلام ہے اور اس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے۔ اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ یہ دلوں کے لئے شفا ہے اور اس کی باقاعدہ تلاوت کرو کہ یہ مفید ترین قصّوں کا مرکز ہے۔ اور یاد رکھو کہ اپنے علم کے خلاف عمل کرنے والا عالم بھی حیران و سرگردان جاہل جیسا ہے جسے جہالت سے کبھی افاقہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اس پر حجت خدا زیادہ عظیم تر ہوتی ہے اور اس کے لئے حسرت و اندوہ بھی زیادہ لازم ہوتا ہے اور وہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ قابل ملامت ہوتا ہے۔[۲]

۱۱۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(مذمت دنیا کے بارے میں)

اما بعد! میں تم لوگوں کو دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ شیریں اور شاداب ہے لیکن خواہشات میں گھری ہوئی ہے۔ اپنی جلد مل جانے والی نعمتوں کی بنا پر محبوب بن جاتی ہے اور تھوڑی سی زینت سے خوبصورت بن جاتی ہے۔ یہ امیدوں سے آراستہ ہے اور دھوکہ سے مزین ہے۔ نہ اس کی خوشی دائمی ہے اور نہ اس کی مصیبت سے کوئی محفوظ رہنے والا ہے۔ یہ دھوکہ باز، نقصان رساں، بدل جانے والی، فنا ہو جانے والی، زوال پذیر اور ہلاک[۱] ہو جانے والی ہے۔ یہ لوگوں کو کھا بھی جاتی ہے اور مٹا بھی دیتی ہے۔

---

[۱] بعض نادانوں کا خیال ہے کہ جب دنیا باقی رہنے والی نہیں ہے اور اس کے شب و روز کا اعتبار نہیں ہے تو بہترین بات یہ ہے کہ جس قدر حاصل ہو جائے انسان حاصل کر لے اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جائے کہ کہیں دوسرے دن ہاتھ سے نکل نہ جائے۔ لیکن یہ خیال انھیں لوگوں کا ہے جو آخرت کی طرف سے یکسر غافل ہیں اور انھیں اس لطف اندوزی کے انجام کی خبر نہیں ہے ورنہ اس نکتہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تو مار گزیدہ کی طرح تڑپنے کو بستر حریر پر آرام کرنے سے زیادہ پسند کرتے اور مفلس ترین زندگی گزارنے ہی کو عافیت و آرام تصوّر کرتے۔

تَـعْدُو- إِذَا تَنَاهَتْ إِلَىٰ أُمْنِيَّةِ أَهْلِ ٱلرَّغْبَةِ فِيهَا وَالرِّضَاءِ (الرضى) بِهَا- أَنْ تَكُونَ كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَى سُبْحَانَهُ: «كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيماً تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ، وَكَانَ اللهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِراً». لَمْ يَكُنِ ٱمْرُؤٌ مِنْهَا فِي حَبْرَةٍ إِلَّا أَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً؛ وَلَمْ يَلْقَ فِي سَرَّائِهَا بَطْناً، إِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّائِهَا ظَهْراً وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيهَا دِيمَةُ رَخَاءٍ، إِلَّا هَتَنَتْ عَلَيْهِ مُزْنَةُ بَلَاءٍ! وَحَرِيٌّ (حريا) إِذَا أَصْبَحَتْ لَهُ مُنْتَصِرَةً أَنْ تُمْسِيَ لَهُ مُتَنَكِّرَةً، وَإِنْ جَانِبٌ مِنْهَا ٱعْذَوْذَبَ وَٱحْلَوْلَىٰ، أَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَأَوْبَىٰ! لَا يَنَالُ ٱمْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَباً، إِلَّا أَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَائِبِهَا تَعَباً! وَلَا يُمْسِي مِنْهَا فِي جَنَاحِ أَمْنٍ، إِلَّا أَصْبَحَ عَلَىٰ قَوَادِمِ خَوْفٍ! غَرَّارَةٌ، غُرُورٌ مَا فِيهَا، فَانِيَةٌ، فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا، لَا خَيْرَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَزْوَادِهَا إِلَّا التَّقْوَىٰ. مَنْ أَقَلَّ مِنْهَا ٱسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهُ! وَمَنِ ٱسْتَكْثَرَ مِنْهَا ٱسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوبِقُهُ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيلٍ عَنْهُ. كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا قَدْ فَجَعَتْهُ، وَذِي طُمَأْنِينَةٍ إِلَيْهَا قَدْ صَرَعَتْهُ، وَذِي أُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيراً، وَذِي نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيلاً! سُلْطَانُهَا دُوَّلٌ، وَعَيْشُهَا رَنِقٌ، وَعَذْبُهَا أُجَاجٌ، وَحُلْوُهَا صَبِرٌ، وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ، وَأَسْبَابُهَا رِمَامٌ! حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ، وَصَحِيحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ! مُلْكُهَا مَسْلُوبٌ، وَعَزِيزُهَا مَغْلُوبٌ، وَمَوْفُورُهَا مَنْكُوبٌ، وَجَارُهَا مَحْرُوبٌ (بحروب)! أَلَسْتُمْ فِي مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَطْوَلَ أَعْمَاراً، وَأَبْقَىٰ آثَاراً، وَأَبْعَدَ آمَالاً، وَأَعَدَّ عَدِيداً وَأَكْثَفَ (اكثر) جُنُوداً! تَعَبَّدُوا لِلدُّنْيَا أَيَّ تَعَبُّدٍ، وَآثَرُوهَا أَيَّ إِيْثَارٍ، ثُمَّ ظَعَنُوا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ، فَهَلْ بَلَغَكُمْ أَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْساً بِفِدْيَةٍ، أَوْ أَعَانَتْهُمْ بِمَعُونَةٍ، أَوْ أَحْسَنَتْ لَهُمْ

هشیم - سوکھی گھاس - بھوسہ
عَبرۃ - آنسو
بَطن - آمد کا کنایہ ہے
ظہر - جانے کا اشارہ ہے
طلّ - ہلکی بارش
دیمہ - پرسکون بارش
رخاء - وسعت
ہَتَنَتْ - برس پڑی
اوبیٰ - وبا نازل ہوگئی
غضارۃ - نعمت و وسعت
رغب - رغبت
ارہقت - لاحق ہوگئی
قوادم - جمع قادمہ - سامنے کے پر
یوبق - ہلاک کردیتا ہے
اُبّہہ - عظمت
نخوۃ - غرور
دُوَل - متغیر
رَنِق - مکدر
اجاج - کھارا
صَبِر - کڑوا
سمام - جمع سم - زہر
رمام - جمع رَمّہ - رسی کا ٹکڑا بوسیدہ
موفور - وافر
محروب - لٹا ہوا
ظہر قاطع - سواری جس سے راستہ طے کیا جائے
فدیہ - معاوضہ

ب اپنی طرف رغبت رکھنے والوں اور اپنے سے خوش ہوجانے والوں کی خواہشات کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے تو بالکل پروردگار کے اس
ارشاد کے مطابق ہوجاتی ہے "جیسے آسمان سے پانی نازل ہوکر زمین کے نباتات میں شامل ہوجائے اور پھر اس کے بعد وہ سبزہ
سوکھ کر ایسا تنکا ہوجائے جسے ہوائیں اڑا لے جائیں اور خدا ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے"۔ اس دنیا میں کوئی شخص خوش نہیں ہوتا ہے
مگر یہ کہ اسے بعد میں آنسو بہانا پڑے اور کوئی اس کی خوشی کو آتے نہیں دیکھتا ہے مگر یہ کہ وہ مصیبت میں ڈال کر پیٹھ دکھلا دیتی ہے اور
کہیں راحت و آرام کی ہلکی بارش نہیں ہوتی ہے مگر یہ کہ بلاؤں کا دوگڑا گرنے لگتا ہے۔ اس کی شان ہی یہ ہے کہ اگر صبح کو کسی طرف سے
بدلہ لینے کے لئے آتی ہے تو شام ہوتے ہوتے انجان بن جاتی ہے اور اگر ایک طرف سے شیریں اور خوش گوار نظر آتی ہے تو دوسرے
رخ سے تلخ اور بلاخیز ہوتی ہے۔ کوئی انسان اس کی تازگی سے اپنی خواہش پوری نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ اس کے پے درپے مصائب
کی بنا پر رنج و تعب کا شکار ہوجاتا ہے اور کوئی شخص شام کو امن و امان کے پروں پر نہیں رہتا ہے مگر یہ کہ صبح ہوتے ہوتے خوف
کے بال و پر پر لاد دیا جاتا ہے۔ یہ دنیا دھوکہ باز ہے اور اس کے اندر جو کچھ ہے سب دھوکہ ہے۔ یہ فانی ہے اور اس میں
جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔ اس کے کسی زاد راہ میں کوئی خیر نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔ اس میں سے جو کم حاصل کرتا ہے
اسی کو راحت زیادہ نصیب ہوتی ہے اور جو زیادہ کے چکر میں پڑ جاتا ہے اس کے مہلکات بھی زیادہ ہوجاتے ہیں اور یہ بہت جلد
اس سے الگ ہوجاتی ہے۔ کتنے اس پر اعتبار کرنے والے ہیں جنھیں اچانک مصیبتوں میں ڈال دیا گیا اور کتنے اس پر اطمینان کرنے
والے ہیں جنھیں ہلاک کردیا گیا اور کتنے صاحبان حیثیت تھے جنھیں ذلیل بنا دیا گیا اور کتنے اکڑنے والے تھے جنھیں حقارت کے ساتھ
دیا گیا۔ اس کی بادشاہی پلٹا کھانے والی۔ اس کا عیش مکدر۔ اس کا شیریں شور۔ اس کا میٹھا کڑوا۔ اس کی غذا زہرآلود اور
اس کے اسباب سب بوسیدہ ہیں۔ اس کا زندہ معرض ہلاکت میں ہے اور اس کا صحت مند بیماریوں کی زد پر ہے۔ اس کا ملک چھننے
والا ہے اور اس کا صاحب عزت مغلوب ہونے والا ہے۔ اس کا مالدار بدبختیوں کا شکار ہونے والا ہے اور اس کا ہمسایہ لٹنے
والا ہے۔ کیا تم انھیں کے گھروں[1] میں نہیں ہو جو تم سے پہلے طویل عمر، پائیدار آثار اور دوررس امیدوں والے تھے۔ بے پناہ سامان
مہیا کیا، بڑے بڑے لشکر تیار کئے اور جی بھر کر دنیا کی پرستش کی اور اسے ہر چیز پر مقدم رکھا لیکن اس کے بعد یوں روانہ ہوگئے
کہ نہ منزل تک پہونچانے والا زاد راہ ساتھ تھا اور نہ راستہ طے کرانے والی سواری۔ کیا تم تک کوئی خبر پہونچی ہے کہ اس دنیا
نے ان کو بچانے کے لئے کوئی فدیہ پیش کیا ہو یا ان کی کوئی مدد کی ہو یا ان کے ساتھ اچھا وقت گزارا ہو۔؟ ۱

دنیا سے عبرت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ خود اس کی تاریخ ہے کہ اس نے آج تک کسی سے وفا نہیں کی ہے۔ اس کا ایک پیسہ بھی اس وقت تک کام نہیں آتا ہے
جب تک مالک سے جدا نہیں ہوجاتا ہے اور اس کی سلطنت بھی اپنے سلطان کو فشار قبر سے نجات دینے والی نہیں ہے۔ ایسے حالات میں تاریخی حوادث سے آنکھ
بند کرلینا جہالت کے ماسوا کچھ نہیں ہے اور صاحب علم و عقل وہی ہے جو ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھائے۔

صُحبَةً! بَلْ أَرْهَقَتْهُمْ بِالْقَوَادِحِ، وَأَوْهَقَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ، وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَائِبِ، وَ عَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَ وَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَ أَعَانَتْ عَلَيْهِمْ «رَيْبَ الْمَنُونِ». فَقَدْ رَأَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا (شكرها) لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَ آثَرَهَا وَ أَخْلَدَ إِلَيْهَا، حِينَ ظَعَنُوا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْأَبَدِ. وَ هَلْ زَوَّدَتْهُمْ إِلَّا السَّغَبَ، أَوْ أَحَلَّتْهُمْ إِلَّا الضَّنْكَ، أَوْ نَوَّرَتْ لَهُمْ إِلَّا الظُّلْمَةَ، أَوْ أَعْقَبَتْهُمْ إِلَّا النَّدَامَةَ! أَفَهٰذِهِ تُؤْثِرُونَ، أَمْ إِلَيْهَا تَطْمَئِنُّونَ، أَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُونَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا، وَ لَمْ يَكُنْ فِيهَا عَلَىٰ وَجَلٍ (حذر) مِنْهَا! فَاعْلَمُوا - وَ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - بِأَنَّكُمْ تَارِكُوهَا وَ ظَاعِنُونَ عَنْهَا، وَاتَّعِظُوا فِيهَا بِالَّذِينَ قَالُوا: «مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً»: حُمِلُوا إِلَىٰ قُبُورِهِمْ فَلَا يُدْعَوْنَ رُكْبَاناً، وَ أُنْزِلُوا الْأَجْدَاثَ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيفَاناً، [ا] وَ جُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيحِ أَجْنَانٌ، وَ مِنَ التُّرَابِ أَكْفَانٌ، وَ مِنَ الرُّفَاتِ جِيرَانٌ، فَهُمْ جِيرَةٌ لَا يُجِيبُونَ دَاعِياً، وَ لَا يَمْنَعُونَ ضَيْماً، وَ لَا يُبَالُونَ مَنْدَبَةً. إِنْ جِيدُوا لَمْ يَفْرَحُوا وَ إِنْ قُحِطُوا لَمْ يَقْنَطُوا. جَمِيعٌ وَهُمْ آحَادٌ، وَ جِيرَةٌ وَهُمْ أَبْعَادٌ. مُتَدَانُونَ لَا يَتَزَاوَرُونَ، وَ قَرِيبُونَ لَا يَتَقَارَبُونَ. حُلَمَاءُ قَدْ ذَهَبَتْ أَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَاءُ قَدْ مَاتَتْ أَحْقَادُهُمْ. لَا يُخْشَىٰ فَجْعُهُمْ، وَ لَا يُرْجَىٰ دَفْعُهُمْ، اسْتَبْدَلُوا بِظَهْرِ الْأَرْضِ (الأرضين) بَطْناً، وَ بِالسَّعَةِ ضِيقاً، وَ بِالْأَهْلِ غُرْبَةً، وَ بِالنُّورِ ظُلْمَةً، فَجَاؤُوهَا كَمَا فَارَقُوهَا، حُفَاةً عُرَاةً، قَدْ ظَعَنُوا (طعنوا) عَنْهَا بِأَعْمَالِهِمْ إِلَى الْحَيَاةِ الدَّائِمَةِ وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ: «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ، وَعْداً عَلَيْنَا، إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ».

۱۱۲

ومن خطبة له (ع)

ذکر فیها ملك الموت و توفیة النفس و عجز الخلق عن وصف الله

هَلْ تُحِسُّ بِهِ إِذَا دَخَلَ مَنْزِلاً؟ أَمْ هَلْ تَرَاهُ إِذَا تَوَفَّىٰ أَحَداً؟ بَلْ كَيْفَ يَتَوَفَّى الْجَنِينَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ! أَيَلِجُ عَلَيْهِ مِنْ بَعْضِ جَوَارِحِهَا أَمِ الرُّوحُ أَجَابَتْهُ بِإِذْنِ رَبِّهَا؟ أَمْ هُوَ سَاكِنٌ مَعَهُ فِي أَحْشَائِهَا؟ كَيْفَ يَصِفُ إِلٰهَهُ مَنْ يَعْجَزُ عَنْ صِفَةِ مَخْلُوقٍ مِثْلِهِ!

ارہقتہم ۔ ڈھانک لیا
قوادح ۔ جمع قادح
ارہقتہم ۔ رَہَق ۔ اسی میں گرفتار کردیا
قوارع ۔ آفات و مصائب
ضعضعتہم ۔ ذلیل کردیا
عفرتہم ۔ خاک میں ملادیا
مناسم ۔ جمع مِنسم ۔ سُم
دان لہا ۔ خاضع ہوگیا
اخلد الیہا ۔ مائل ہوگیا
سغب ۔ بھوک
ضنک ۔ تنگی
رکبان ۔ جمع راکب
اجداث ۔ قبریں
صفیح ۔ روئے زمین
اجنان ۔ جمع جَنَن ۔ قبر
رفات ۔ بوسیدہ ہڈیاں
جیدوا ۔ ان پر بارش ہوئی
یلج ۔ داخل ہوتا ہے

[ا] ہائے کیا بیکسی ہے مرنے والوں کی کہ کاندھوں پر سوار ہیں لیکن انھیں سوار نہیں کہا جاتا ہے اور قبر میں اتار دیے گئے ہیں لیکن انھیں مہمان نہیں تصور کیا جاتا ہے اب پتھر ان کے مکانات ہیں اور خاک ان کا لباس ۔ بوسیدہ ہڈیوں کو ہمسایہ کی حیثیت حاصل ہے اور ہمسائیگی بھی ایسی کہ نہ کسی طرف سے آواز آتی ہے نہ کوئی ہمدردی کرنے والا ہے ۔ ساتھ ہیں مگر الگ اور قریب ہیں مگر دور ۔ عجیب ہمسایہ ہیں جو ہمسایہ سے ملتے نہیں ہیں اور عجیب ساتھی ہیں جو ساتھی سے ملاقات نہیں کرتے ہیں ۔ انا للہ

مصادر خطبہ ۱۱۲ عیون الحکم والمواعظ ابن شاکر اللیثی الواسطی ۔ بحار الانوار مجلسی ۷۷ ص ۴۳

ہرگز نہیں۔ بلکہ انھیں مصیبتوں میں گرفتار کردیا اور آفتوں سے عاجز و بے بس بنا دیا۔ پے در پے زحمتوں نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ان کی ناک رگڑ دی اور انھیں اپنے سُموں سے روند ڈالا اور پھر حوادث روزگار کو بھی سہارا دے دیا اور تم نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے اطاعت گذاروں، چاہنے والوں اور چپکنے والوں کے لئے بھی ایسی انجان بن گئی کہ جب انھوں نے یہاں سے ہمیشہ کے لئے کوچ کیا تو انھیں سوائے بھوک کے کوئی زاد راہ اور سوائے تنگیٔ لحد کے کوئی مکان نہیں دیا۔ ظلمت ہی ان کی روشنی قرار پائی اور ندامت ہی ان کا انجام ٹھہرا۔ تو کیا تم اسی دنیا کو اختیار کر رہے ہو اور اسی پر بھروسہ کر رہے ہو اور اسی کی لالچ میں مبتلا ہو۔ یہ اپنے سے بدظنی نہ رکھنے والوں اور احتیاط نہ کرنے والوں کے لئے بدترین مکان ہے۔ لہٰذا یاد رکھو اور تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم اسے چھوڑنے والے ہو اور اس سے کوچ کرنے والے ہو۔ ان لوگوں سے نصیحت حاصل کرو جنھوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے" اور پھر وہ بھی اپنی قبروں کی طرف اس طرح پہونچائے گئے کہ انھیں سواری بھی نصیب نہیں ہوئی اور قبروں میں اس طرح اتار دیا گیا کہ انھیں مہمان بھی نہیں کہا گیا۔[۱] پتھروں سے ان کی قبریں چُن دی گئیں اور مٹی سے انھیں کفن دے دیا گیا۔ سڑی گلی ہڈیاں ان کی ہمسایہ بن گئیں اور اب یہ سب ایسے ہمسایہ ہیں کہ کسی پکارنے والے کی آواز پر لبیک نہیں کہتے ہیں اور نہ کسی زیادتی کو روک سکتے ہیں اور نہ کسی رونے والے کی پرواہ کرتے ہیں۔ اگر ان پر موسلادھار بارش ہو تو انھیں خوشی نہیں ہوتی ہے اور اگر قحط پڑ جائے تو مایوسی کا شکار نہیں ہوتے ہیں۔ یہ سب ایک مقام پر جمع ہیں مگر اکیلے ہیں اور ہمسایہ ہیں مگر دور دور ہیں۔ ایسے ایک دوسرے کے قریب کہ ملاقات تک نہیں کرتے ہیں اور ایسے نزدیک کہ ملتے بھی نہیں ہیں۔ اب ایسے برباد ہو گئے ہیں کہ سارا کینہ ختم ہو گیا ہے اور ایسے بے خبر ہیں کہ سارا بغض و عناد مٹ گیا ہے۔ نہ ان سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے اور نہ کسی دفاع کی امید ہے۔ زمین کے ظاہر کے بجائے باطن کو اور وسعت کے بجائے تنگی کو اور ساتھیوں کے بدلے غربت کو اور نور کے بدلے ظلمت کو اختیار کر لیا ہے۔ اس کی گود میں ویسے ہی آ گئے ہیں جیسے پہلے الگ ہوئے تھے پا برہنہ اور ننگے۔ اپنے اعمال سمیت دائمی زندگی اور ابدی مکان کی طرف کوچ کر گئے ہیں جیسا کہ مالک کائنات نے فرمایا ہے "جس طرح ہم نے پہلے بنایا تھا ویسے ہی واپس لے آئیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے بہرحال انجام دینے والے ہیں"۔

۱۱۲۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں ملک الموت، ان کے قبض روح اور مخلوقات کے توصیف الٰہی سے عاجزی کا ذکر کیا گیا ہے)

کیا جس وقت ملک الموت گھر میں داخل ہوتے ہیں تمھیں کوئی احساس ہوتا ہے اور کیا انھیں روح قبض کرتے ہوئے تم نے کبھی دیکھا ہے، بھلا وہ شکم مادر میں بچہ کو کس طرح مارتے ہیں۔ کیا کسی طرف سے اندر داخل ہو جاتے ہیں یا روح ہی ان کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی نکل آتی ہے یا پہلے سے بچہ کے پہلو میں رہتے ہیں۔ سوچو! کہ جو شخص ایک مخلوق کے کمالات کو نہ سمجھ سکتا ہو وہ خالق کے اوصاف کو کیا بیان کر سکے گا۔

۱۱۳

و من خطبة له (ع)

في ذم الدنيا

وَ أُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَ لَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ. قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُورِهَا، وَ غَرَّتْ بِزِينَتِهَا. دَارُهَا هَانَتْ عَلَىٰ رَبِّهَا، فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا، وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَ حَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَ حُلْوَهَا بِمُرِّهَا. لَمْ يُصْفِهَا اللهُ تَعَالَىٰ لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلَىٰ أَعْدَائِهِ. خَيْرُهَا زَهِيدٌ وَ شَرُّهَا عَتِيدٌ. وَ جَمْعُهَا يَنْفَدُ، وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَ عَامِرُهَا يَخْرَبُ. فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَاءِ، وَ عُمُرٍ يَفْنَىٰ فِيهَا فَنَاءَ الزَّادِ، وَ مُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ! اجْعَلُوا مَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَ اسْأَلُوهُ مِنْ أَدَاءِ حَقِّهِ مَا سَأَلَكُمْ.[1]

وَاسْمِعُوا دَعْوَةَ الْمَوْتِ آذَانَكُمْ قَبْلَ أَنْ يُدْعَىٰ بِكُمْ. إِنَّ الزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا تَبْكِي قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ ضَحِكُوا، وَ يَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَ إِنْ فَرِحُوا، وَ يَكْثُرُ مَقْتُهُمْ أَنْفُسَهُمْ وَ إِنِ اغْتُبِطُوا بِمَا رُزِقُوا. قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوبِكُمْ ذِكْرُ الْآجَالِ، وَ حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْآمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا أَمْلَكَ بِكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ، وَالْعَاجِلَةُ أَذْهَبَ بِكُمْ مِنَ الْآجِلَةِ، وَ إِنَّمَا أَنْتُمْ إِخْوَانٌ عَلَىٰ دِينِ اللهِ، مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ إِلَّا خُبْثُ السَّرَائِرِ، وَ سُوءُ الضَّمَائِرِ. فَلَا تَوَازَرُونَ (تأزرون) وَ لَا تَنَاصَحُونَ، وَ لَا تَبَاذَلُونَ وَ لَا تَوَادُّونَ. مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُونَ بِالْيَسِيرِ مِنَ الدُّنْيَا تُدْرِكُونَهُ، وَ لَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيرُ مِنَ الْآخِرَةِ تُحْرَمُونَهُ! وَ يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوتُكُمْ، حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِي وُجُوهِكُمْ، وَ قِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ! كَأَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ، وَ كَأَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ. وَ مَا يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ أَنْ يَسْتَقْبِلَ أَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهِ، إِلَّا مَخَافَةُ أَنْ يَسْتَقْبِلَهُ بِمِثْلِهِ. قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلَىٰ رَفْضِ الْآجِلِ وَحُبِّ الْعَاجِلِ، وَ صَارَ دِينُ أَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلَىٰ لِسَانِهِ،[2] صَنِيعَ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهِ، وَأَحْرَزَ رِضَىٰ سَيِّدِهِ.

۱۱٤

و من خطبة له (ع)

و فيها مواعظ للناس

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ. نَحْمَدُهُ عَلَىٰ

قلعہ - اکھڑنا - کوچ کرنا
نجعہ - آب رواں کی تلاش
عتید - حاضر
اغتبطوا - ان سے حسد کیا گیا
زوی - الگ کردیا گیا
لعقہ - صرف زبان کا اقرار

[1] واضح رہے کہ مسلمانوں کے درمیان ایسا اختلاف جس میں باہمی تعاون - نصیحت - مودت اور ہمدردی کا جذبہ ختم ہوجائے اور معرکہ آرائی شروع ہوجائے بدسرشتی اور خباثت فطرت کے علاوہ کسی اور بنیاد پر نہیں ہوسکتا ہے - لیکن افکار و نظریات کا اختلاف اس سے الگ ایک شے ہے جس میں فکر کی زندگی اور ذہانت کی حیات کا راز پوشیدہ ہے اور اسی کی بنیاد پر اجتہاد کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اختلاف نظر کے باوجود باہمی مودت، تعاون اور ہمدردی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا ہے

[2] یہی وہ بات ہے جس کا اعلان امام حسینؑ نے میدان کربلا میں وارد ہونے کے بعد کیا تھا کہ اب دین صرف زبانوں کا ذائقہ بن کر رہ گیا ہے اور اس کا تحفظ مفادات کے تحفظ کے ساتھ کیا جاتا ہے ورنہ مفادات کے خطرہ میں پڑجانے کے بعد دینداروں کی تعداد خود بخود کم ہوجاتی ہے

خدا جانے یہ زبانی دین اور یہ جذباتی ایمان کب تک باقی رہے گا اور اللہ کے بندے اللہ کے احکام پر کس دن عمل کریں گے اور ان کے عمل میں اخلاص کا جوہر کب نمایاں ہوگا

مصادر خطبہ ۱۱۳ ربیع الابرار زمخشری، غرر الحکم آمدی ص۱۰۳، ص۱۸۹
مصادر خطبہ ۱۱۴ الطراز السید الیمانی ۲ ص۳۳۵، تحف العقول ص۱۵۶، ربیع الابرار زمخشری، دستور معالم الحکم قضاعی ص۳۳، غرر الحکم آمدی امالی شیخ طوسیؒ ۲ ص۱۰۰

۱۱۳۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(مذمّت دنیا میں)

میں تمہیں اس دنیا سے ہوشیار کر رہا ہوں کہ یہ کوچ کی جگہ ہے۔ آب و دانہ کی منزل نہیں ہے۔ یہ اپنے دھوکہ ہی سے آراستہ ہو گئی ہے اور اپنی آرائش ہی سے دھوکہ دیتی ہے۔ اس کا گھر پروردگار کی نگاہ میں بالکل بے ارزش ہے اسی لئے اس نے اس کے حلال کے ساتھ حرام۔ خیر کے ساتھ شر، زندگی کے ساتھ موت اور شیریں کے ساتھ تلخ کو رکھ دیا ہے اور نہ اسے اپنے اولیاء کے لئے مخصوص کیا ہے اور نہ اپنے دشمنوں کو اس سے محروم رکھا ہے۔ اس کا خیر بہت کم ہے اور اس کا شر ہر وقت حاضر ہے۔ اس کا جمع کیا ہوا ختم ہو جانے والا ہے اور اس کا ملک چھن جانے والا ہے اور اس کے آباد کو ایک دن خراب ہو جانا ہے۔ بھلا اُس گھر میں کیا خوبی ہے جو کمزور عمارت کی طرح گر جائے اور اس عمر میں کیا بھلائی ہے جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اس زندگی میں کیا حسن ہے جو چلتے پھرتے تمام ہو جائے۔

دیکھو اپنے مطلوبہ امور میں فرائض الٰہیہ کو بھی شامل کر لو اور اسی سے اس کے حق کے ادا کرنے کی توفیق کا مطالبہ کرو۔ اپنے کانوں کو موت کی آواز سنا دو قبل اس کے کہ تمہیں بُلا لیا جائے۔ دنیا میں زاہدوں کی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ خوش بھی ہوتے ہیں تو ان کا دل روتا رہتا ہے اور وہ ہنستے بھی ہیں تو ان کا رنج و اندوہ شدید ہوتا ہے۔ وہ خود اپنے نفس سے بیزار رہتے ہیں چاہے لوگ ان کے رزق سے غبطہ ہی کیوں نہ کریں۔ افسوس تمہارے دلوں سے موت کی یاد نکل گئی ہے اور جھوٹی امیدوں نے ان پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب دنیا کا اختیار تمہارے اوپر آخرت سے زیادہ ہے اور وہ عاقبت سے زیادہ تمہیں کھینچ رہی ہے۔ تم دین خدا کے اعتبار سے بھائی بھائی تھے۔ لیکن تمہیں باطن کی خباثت اور ضمیر کی خرابی نے الگ الگ کر دیا ہے کہ اب نہ کسی کا بوجھ بٹاتے ہو۔ نہ نصیحت کرتے ہو۔ نہ ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہو اور نہ ایک دوسرے سے واقعاً محبت کرتے ہو۔ (۱) آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ معمولی سی دنیا کو پاکر خوش ہو جاتے ہو اور مکمل آخرت سے محروم ہو کر رنجیدہ نہیں ہوتے ہو۔ تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے نکل جائے تو پریشان ہو جاتے ہو اور اس کا اثر تمہارے چہروں سے ظاہر ہو جاتا ہے اور اس کی علیحدگی پر صبر نہیں کر پاتے ہو جیسے وہی تمہاری منزل ہے اور جیسے اس کا سرمایہ واقعی باقی رہنے والا ہے۔ تمہاری حالت یہ ہے کہ کوئی شخص بھی دوسرے کے عیب کے اظہار سے باز نہیں آتا ہے مگر صرف اس خوف سے کہ وہ بھی اسی طرح پیش آئے گا۔ تم سب نے آخرت کو نظر انداز کرنے اور دنیا کی محبت پر اتحاد کر لیا ہے اور ہر ایک کا دین زبان کی چٹنی بن کر رہ گیا ہے۔ (۲) ایسا لگتا ہے کہ جیسے سب نے اپنا عمل مکمل کر لیا ہے اور اپنے مالک کو واقعاً خوش کر لیا ہے۔

۱۱۴۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصّہ

(جس میں لوگوں کی نصیحت کا سامان فراہم کیا گیا ہے)

ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے حمد کو نعمتوں سے اور نعمتوں کو شکریہ سے ملا دیا ہے۔ ہم نعمتوں میں اس کی حمد اسی طرح کرتے ہیں،

آلَائِـهِ، كَمَا نَحْمَدُهُ عَلَىٰ بَلَائِهِ.[1] وَ نَسْتَعِينُهُ عَلَىٰ هٰذِهِ ٱلنُّفُوسِ ٱلْبِطَاءِ عَمَّا أُمِرَتْ بِهِ السِّرَاعِ إِلَىٰ مَا نُهِيَتْ عَنْهُ. وَ نَسْتَغْفِرُهُ مِمَّا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ، وَ أَحْصَاهُ كِتَابُهُ: عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ، وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ. وَ نُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ عَايَنَ ٱلْغُيُوبَ، وَ وَقَفَ عَلَى ٱلْمَوْعُودِ، إِيمَاناً نَفَىٰ إِخْلَاصُهُ ٱلشِّرْكَ، وَ يَقِينُهُ الشَّكَّ. وَ نَشْهَدُ أَنْ لَاإِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ، شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ (تسعدان) ٱلْقَوْلَ، وَ تَرْفَعَانِ ٱلْعَمَلَ. لَا يَخِفُّ مِيزَانٌ تُوضَعَانِ فِيهِ، وَلَا يَثْقُلُ مِيزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ.

أُوصِيكُمْ، عِبَادَاللهِ، بِتَقْوَى اللهِ الَّتِي هِيَ الزَّادُ وَ بِهَا ٱلْمَعَاذُ (المعاد): زَادٌ مُبْلِغٌ، وَ مَعَاذٌ مُنْجِعٌ. دَعَا إِلَيْهَا أَسْمَعُ دَاعٍ، وَ وَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ فَأَسْمَعَ دَاعِيهَا، وَ فَازَ وَاعِيهَا.

عِبَادَاللهِ إِنَّ تَقْوَىٰ اللهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللهِ مَحَارِمَهُ، وَأَلْزَمَتْ قُلُوبَهُمْ مَخَافَتَهُ، حَتَّىٰ أَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَ أَظْمَأَتْ هَوَاجِرَهُمْ: فَأَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَٱلرِّيَّ بِالظَّمَاءِ؛ وَٱسْتَقْرَبُوا ٱلْأَجَلَ فَبَادَرُوا ٱلْعَمَلَ، وَ كَذَّبُوا ٱلْأَمَلَ فَلَاحَظُوا ٱلْأَجَلَ. ثُمَّ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَ عَنَاءٍ، وَ غِيَرٍ وَ عِبَرٍ؛ فَمِنَ ٱلْفَنَاءِ أَنَّ ٱلدَّهْرَ مُوتِرٌ قَوْسَهُ، لَا تُخْطِيءُ سِهَامُهُ، وَ لَا تُؤْسَىٰ جِرَاحُهُ (حراجه). يَرْمِي ٱلْحَيَّ بِالْمَوْتِ، وَٱلصَّحِيحَ بِالسَّقَمِ، وَالنَّاجِيَ بِالْعَطَبِ. آكِلٌ لَا يَشْبَعُ، وَ شَارِبٌ لَا يَنْقَعُ. وَ مِنَ ٱلْعَنَاءِ أَنَّ ٱلْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَأْكُلُ وَيَبْنِي مَا لَا يَسْكُنُ،[2] ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَىٰ اللهِ تَعَالَىٰ لَا مَالاً حَمَلَ، وَلَا بِنَاءً نَقَلَ! وَ مِنْ غِيَرِهَا أَنَّكَ تَرَىٰ ٱلْمَرْحُومَ مَغْبُوطاً، وَٱلْمَغْبُوطَ مَرْحُوماً، لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَّا نَعِيماً زَلَّ (زال)، وَ بُؤْساً نَزَلَ. وَ مِنْ عِبَرِهَا أَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلَىٰ أَمَلِهِ فَيَقْتَطِعُهُ حُضُورُ أَجَلِهِ. فَلَا أَمَلٌ يُدْرَكُ، وَلَا مُؤَمَّلٌ يُتْرَكُ. فَسُبْحَانَ اللهِ مَا أَعَزَّ سُرُورَهَا! وَ أَظْمَأَ رِيَّهَا! وَأَضْحَىٰ فَيْئَهَا! لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَ لَا مَاضٍ (موئل) يَرْتَدُّ. فَسُبْحَانَ اللهِ، مَا أَقْرَبَ ٱلْحَيَّ مِنَ ٱلْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ، وَ أَبْعَدَ ٱلْمَيِّتَ مِنَ ٱلْحَيِّ لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ!

بِطاء - جمع بطیء - سُستی
سراع - جمع سریع
غیر مغادر - نہ چھوڑنے والا
وعاہا - محفوظ کر لیا
حمی الشیٔ - روک دیا
ہواجر - جمع ہاجرہ - شدید گرمی
نصب - تعب
تؤسیٰ - علاج کیا ہوجاتا ہے
لاینقع - سیراب نہیں ہوتا ہے
غِیَر - تغیرات
زلّ - تیزی سے گذر گیا
اضحیٰ - سورج کا سامنا کیا
فیٔ - سایہ بعد زوال
جاءٍ - موت

[1] کمال کردار یہی ہے کہ انسان صرف نعمتوں ہی پر شکر خدا نہ کرے بلکہ اس کی طرف سے آنے والی مصیبت پر بھی شکر کرے کہ اس نے ہمیں امتحان کے قابل سمجھا ہے اور آزمائش کے ذریعہ ہمارے درجات کو بلند تر بنانا چاہا ہے یہ اور بات ہے کہ اس راہ میں توفیقات کی دعا کرتا رہے اور اس کی امداد کا مطالبہ کرتا رہے۔

[2] یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو اپنے ہی کھانے کے لئے جمع کرتے ہیں یا اپنے ہی لئے گھر بناتے ہیں۔ ورنہ آئندہ نسلوں کے لئے کام کرنا کوئی عیب نہیں ہے بلکہ انسانی کردار کا حسن ہے کہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے کام کرے بشرطیکہ اپنی عاقبت سے غافل نہ ہوجائے اور شیطان بخل کو ایثار کا نام نہ دیدے ورنہ اس طرح دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہوجائے گا کہ دنیا میں نعمتوں سے استفادہ نہ کرسکے گا اور آخرت میں بخل کا حساب دینا پڑے گا۔

اس طرح مصیبتوں میں کرتے ہیں اور اُس سے اِس نفس کے مقابلہ کے لئے مدد کے طلبگار ہیں (۵۱) جو اوامر کی تعمیل میں سُستی کرتا ہے اور نواہی کی طرف تیزی سے بڑھ جاتا ہے۔ ان تمام غلطیوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جنھیں اس کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے اور اس کی کتاب نے جمع کر رکھا ہے۔ اس کا علم قاصر نہیں ہے اور اس کی کتاب کوئی چیز چھوڑنے والی نہیں ہے۔ ہم اُس پر اسی طرح ایمان لائے ہیں جیسے غیب کا مشاہدہ کرلیا ہو اور وعدہ سے آگاہی حاصل کرلی ہو۔ ہمارے اس ایمان کے اخلاص نے شرک کی نفی کی ہے اور اس کے یقین نے شک کا ازالہ کیا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں وہ ہیں جو اقوال کو بلندی دیتی ہیں اور اعمال کو رفعت عطا کرتی ہیں۔ جہاں یہ رکھ دی جائیں وہ پلہ ہلکا نہیں ہوتاہے اور جہاں سے انھیں اٹھا لیا جائے اس پلہ میں کوئی وزن نہیں رہ جاتاہے۔

اللہ کے بندو! میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں جو تمھارے لئے زادراہ ہے اور اسی پر آخرت کا دارومدار ہے۔ یہی زادراہ منزل تک پہونچانے والا ہے اور یہی پناہ گاہ کام آنے والی ہے۔ اسی کی طرف سب سے بہتر داعی نے دعوت دے دی ہے اور اسے سب سے بہتر سننے والے نے محفوظ کر لیاہے۔ چنانچہ اس کے سنانے والے نے سنا دیا اور اس کے محفوظ کرنے والے نے کامیابی حاصل کرلی۔

اللہ کے بندو! اسی تقویٰ الٰہی نے اولیاء خدا کو محرمات سے بچا کر رکھا ہے اور ان کے دلوں میں خوفِ خدا کو لازم کر دیا ہے یہانتک کہ ان کی راتیں بیداری کی نذر ہوگئیں اور ان کے پتپتے ہوئے دن پیاس میں گذر گئے۔ انھوں نے راحت کو تکلیف کے عوض اور سیرابی کو پیاس کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ وہ موت کو قریب تر سمجھتے ہیں تو تیز عمل کرتے ہیں اور انھوں نے امیدوں کو جھٹلا دیا ہے تو موت کو نگاہ میں رکھا ہے۔ پھر یہ دنیا تو بہرحال فنا اور تکلیف، تغیر اور عبرت کا مقام ہے۔ فنا ہی کا نتیجہ ہے کہ زمانہ ہر وقت اپنی کمان چڑھائے رہتا ہے کہ اس کے تیر خطا نہیں کرتے ہیں اور اس کے زخموں کا علاج نہیں ہو پاتاہے۔ وہ زندہ کو موت سے، صحتمند کو بیماری سے اور نجات پانے والے کو ہلاکت سے مار دیتاہے۔ اس کا کھانے والا سیر نہیں ہوتاہے اور پینے والا سیراب نہیں ہوتاہے۔ اور اس کے رنج وتعب کا اثر یہ ہے کہ انسان اپنے کھانے کا سامان فراہم کرتاہے، رہنے کے لئے مکان بناتاہے اور اس کے بعد اچانک خدا کی بارگاہ کی طرف چل دیتاہے۔ نہ مال ساتھ لے جاتاہے اور نہ مکان منتقل ہو پاتاہے (۵۲)

اس کے تغیرات کا حال یہ ہے کہ جسے قابل رحم دیکھا تھا وہ قابل رشک ہوجاتاہے اور جسے قابل رشک دیکھا تھا وہ قابل رحم ہوجاتاہے۔ گویا ایک نعمت ہے جو زائل ہوگئی اور ایک بلا ہے جو نازل ہوگئی۔ اس کی عبرتوں کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنی امیدوں تک پہونچنے والا ہی ہوتاہے کہ موت اس کے سلسلہ کو قطع کر دیتی ہے اور نہ کوئی امید حاصل ہوتی ہے اور نہ امید کرنے والا ہی چھوڑا جاتاہے۔ اے سبحان اللہ۔ اس دنیا کی خوشی بھی کیا دھوکہ ہے اور اس کی سیرابی بھی کیسی تشنہ کامی ہے اور اس کے سایہ میں بھی کس قدر دھوپ ہے۔ نہ یہاں آنے والی موت کو واپس کیا جاسکتاہے اور نہ کسی جانے والے کو پلٹایا جاسکتاہے۔ سبحان اللہ زندہ مُردہ سے کس قدر جلدی ملحق ہوکر قریب تر ہوجاتاہے اور مُردہ زندہ سے رشتہ توڑ کر کس قدر دور ہوجاتاہے۔

إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِنَ ٱلشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ، وَلَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِنَ ٱلْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ. وَ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ، وَ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ ٱلْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهِ. فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ ٱلْعِيَانِ ٱلسَّمَاعُ، وَ مِنَ ٱلْغَيْبِ ٱلْخَبَرُ. وَٱعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَ زَادَ فِي ٱلْآخِرَةِ خَيْرٌ مِمَّا نَقَصَ مِنَ ٱلْآخِرَةِ وَ زَادَ فِي الدُّنْيَا: فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ رَابِحٍ وَ مَزِيدٍ خَاسِرٍ! إِنَّ ٱلَّذِي أُمِرْتُمْ بِهِ أَوْسَعُ مِنَ ٱلَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ. وَ مَا أُحِلَّ لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ.[1] فَذَرُوا مَا قَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَ مَا ضَاقَ لِمَا ٱتَّسَعَ. قَدْ تَكَفَّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ[2] وَ أُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ؛ فَلَا يَكُونَنَّ ٱلْمَضْمُونُ لَكُمْ طَلَبُهُ أَوْلَىٰ بِكُمْ مِنَ ٱلْمَفْرُوضِ عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ، مَعَ أَنَّهُ وَاللهِ لَقَدِ ٱعْتَرَضَ الشَّكُّ، وَ دَخِلَ ٱلْيَقِينُ، حَتَّىٰ كَأَنَّ الَّذِي ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَ كَأَنَّ ٱلَّذِي قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ. فَبَادِرُوا ٱلْعَمَلَ، وَ خَافُوا بَغْتَةَ ٱلْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا يُرْجَىٰ مِنْ رَجْعَةِ ٱلْعُمُرِ مَا يُرْجَىٰ مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ. مَا فَاتَ ٱلْيَوْمَ مِنَ الرِّزْقِ رُجِيَ غَداً زِيَادَتُهُ، وَ مَا فَاتَ أَمْسِ مِنَ ٱلْعُمُرِ لَمْ يُرْجَ ٱلْيَوْمَ رَجْعَتُهُ. الرَّجَاءُ مَعَ ٱلْجَائِي، وَٱلْيَأْسُ مَعَ ٱلْمَاضِي. «فَاتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ، وَ لَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ».

۱۱۵

و من خطبة له ﴿ع﴾

في الاستسقاء

اَللّٰهُمَّ قَدِ ٱنْصَاحَتْ جِبَالُنَا(حبالنا)، وَ ٱغْبَرَّتْ أَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا، وَ تَحَيَّرَتْ فِي مَرَابِضِهَا، وَ عَجَّتْ عَجِيجَ ٱلثَّكَالَىٰ عَلَىٰ أَوْلَادِهَا، وَ مَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِي مَرَاتِعِهَا، وَٱلْحَنِينَ إِلَىٰ مَوَارِدِهَا(الحسقن)! اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ أَنِينَ ٱلْآنَّةِ، وَ حَنِينَ ٱلْحَانَّةِ! اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا، وَ أَنِينَهَا فِي مَوَالِجِهَا! اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَيْكَ حِينَ ٱعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيرُ السِّنِينَ، وَ أَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ ٱلْجُودِ؛ فَكُنْتَ الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَٱلْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ. نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ ٱلْأَنَامُ، وَ مُنِعَ ٱلْغَمَامُ، وَ هَلَكَ ٱلسَّوَامُ، أَلَّا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا، وَ لَا

دخل - یقین میں شبہات شامل ہوگئے ہیں
انصاحت - خشک ہوگئے ہیں
ہامت - سرگرداں ہوگئے ہیں
مرابض - جمع مَربض - بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ
عجّت - بلند آواز سے رونا
آنّہ - بکری
حانّہ - اونٹنی
موالج - داخلہ کے راستے
مخایل - جمع مُخیلہ - جس پر برسنے کا گمان ہو
جَود - بارش
مبتئس - پریشان حال
بلاغ - کفایت
سوام - جمع سائمہ - چرنے والے جانور

[1] حیرت انگیز بات ہے کہ جب حلال کی مقدار حرام سے کہیں زیادہ ہے اور محرمات کی تعداد بالکل محدود ہے تو کیا وجہ ہے کہ انسان اپنے ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کے لئے حلال کے راستہ کو اختیار نہیں کرتا ہے اور بالآخر حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
اس کا منظر یا انسان کی بدبختی اور بدسرشتی کے سرِیا ان لوگوں پر ہے جنھوں نے حلال کو حرام بنا دیا ہے اور حرام کو فیشن اور ترقی کے اسباب میں شامل کر دیا ہے۔

[2] اس کا مطلب ہی یہ ہے کفالت انسان کو کاہل بنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ پُر اعتماد بنانے کے لئے ہے کہ محنت ضائع ہونے والی نہیں ہے اور مالک نتیجہ ضرور عنایت فرمائے گا۔

مصادر خطبہ ۱۱۵ من لایحضرہ الفقیہ ۱ صـ ۳۳۵، مصباح المتہجد طوسیؒ، ربیع الابرار زمخشری باب السحاب والمطر، اصول کافی ۵ صـ ۵۳، العقد الفرید ۴ صـ ۳۳۸، کتاب الجمل مفیدؒ صـ ۱۵، کتاب الجمل واقدی، ارشاد مفیدؒ صـ ۱۳۹، تجارب الامم ابن مسکویہ بحوالہ تاسیس الشیعہ صـ ۴۱۵، امالی طوسیؒ ۱ صـ ۱۱۰

(یاد رکھو) شر سے بدتر کوئی شے اس کے عذاب کے علاوہ نہیں ہے اور خیر سے بہتر کوئی شے اس کے ثواب کے سوا نہیں ہے۔ دنیا میں ہر شے کا سننا اس کے دیکھنے سے عظیم تر ہوتا ہے اور آخرت میں ہر شے کا دیکھنا اس کے سننے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے لہٰذا تمھارے لئے دیکھنے کے بجائے سننا اور غیب کے مشاہدہ کے بجائے خبر ہی کو کافی ہوجانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ دنیا میں کسی شے کا کم ہونا اور آخرت میں زیادہ ہونا اس سے بہتر ہے کہ دنیا میں زیادہ ہو اور آخرت میں کم ہوجائے کہ کتنے ہی کمی والے فائدہ میں رہتے ہیں اور کتنے ہی زیادتی والے گھاٹے میں رہ جاتے ہیں۔ بیشک جن چیزوں کا تمھیں حکم دیا گیا ہے ان میں زیادہ وسعت ہے بہ نسبت ان چیزوں کے جن سے روکا گیا ہے اور جنھیں حلال کیا گیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ ہیں جنھیں حرام قرار دیا گیا ہے [۱] لہٰذا قلیل کو کثیر کے لئے اور تنگی کو وسعت کی خاطر چھوڑ دو۔ پروردگار نے تمھارے رزق کی ذمہ داری لی ہے اور عمل کرنے کا حکم دیا ہے [۲] لہٰذا ایسا نہ ہو کہ جس کی ضمانت لی گئی ہے اس کی طلب اس سے زیادہ ہوجائے جس کو فرض کیا گیا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ تمھارے حالات کو دیکھ کر یہ شبہ ہونے لگتا ہے اور ایسا لگتا ہے کہ شائد جس کی ضمانت لی گئی ہے وہی تم پر واجب کیا گیا ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے اسی کو ساقط کردیا گیا ہے۔ خدارا عمل کی طرف سبقت کرو اور موت کے اچانک وارد ہوجانے سے ڈرو اس لئے کہ موت کے واپس ہونے کی وہ امید نہیں ہے جس قدر رزق کے پلٹ کر آجانے کی ہے۔ جو رزق آج ہاتھ سے نکل گیا ہے اس کے کل اضافہ کا امکان ہے لیکن جو عمر آج نکل گئی ہے اس کے کل واپس آنے کا بھی امکان نہیں ہے۔ امید آنے والے کی ہوسکتی ہے جانے والے کی نہیں اس سے تو مایوسی ہی ہوسکتی ہے " اللہ سے اس طرح ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور خبردار اس وقت تک دنیا سے نہ جانا جب تک واقعی مسلمان نہ ہوجاؤ"

۱۱۵۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(طلب بارش کے سلسلہ میں)

خدایا! ہمارے پہاڑوں کا سبزہ خشک ہوگیا ہے اور ہماری زمین پر خاک اڑ رہی ہے۔ ہمارے جانور پیاسے ہیں اور اپنی منزل کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور اپنے بچوں کے حق میں اس طرح فریادی ہیں جیسے زن پسر مُردہ۔ سب چراگاہوں کی طرف پھیرے لگانے اور تالابوں کی طرف والہانہ طور پر دوڑنے سے عاجز آگئے ہیں۔ خدایا! اب ان کی فریادی بکریوں اور اور اشتیاق آمیز پکارنے والی اونٹنیوں پر رحم فرما۔ خدایا! ان کی راہوں میں پریشانی اور منزلوں پر چیخ و پکار پر رحم فرما۔ خدایا! ہم اس وقت گھر سے نکل کر آئے ہیں جب قحط سالی کے مارے ہوئے لاغر اونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور جن سے کرم کی امید تھی وہ بادل آ آکر چلے گئے ہیں۔ اب درد کے ماروں کا تو ہی آسرا ہے اور التجا کرنے والوں کا تو ہی سہارا ہے۔ ہم اس وقت دعا کر رہے ہیں جب لوگ مایوس ہوچکے ہیں۔ بادلوں کے خیر کو روک دیا گیا ہے اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں تو خدایا ہمارے اعمال کی بنا پر ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔

تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا. وَٱنْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ ٱلْمُنْبَعِقِ، وَالرَّبِيعِ ٱلْمُغْدِقِ، وَالنَّبَاتِ ٱلْمُونِقِ، سَحًّا وَابِلاً، تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ، وَ تَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ. ٱللَّهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً، طَيِّبَةً مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً مَرِيعَةً، زَاكِياً نَبْتُهَا، ثَامِراً فَرْعُهَا، نَاضِراً وَرَقُهَا(ارزاقها)، تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُحْيِي بِهَا ٱلْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ! ٱللَّهُمَّ سُقْيَا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا، وَ تَجْرِي بِهَا وِهَادُنَا، وَ يُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَ تُقْبِلُ (تزكو) بِهَا ثِمَارُنَا، وَ تَعِيشُ بِهَا مَوَاشِينَا، وَ تَنْدَى بِهَا أَقَاصِينَا، وَ تَسْتَعِينُ بِهَا ضَوَاحِينَا؛ مِنْ بَرَكَاتِكَ ٱلْوَاسِعَةِ، وَ عَطَايَاكَ ٱلْجَزِيلَةِ(باطله)، عَلَىٰ بَرِيَّتِكَ ٱلْمُرْمِلَةِ، وَ وَحْشِكَ ٱلْمُهْمَلَةِ. وَأَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَاءً مُخْضِلَةً، مِدْرَاراً هَاطِلَةً، يُدَافِعُ ٱلْوَدْقُ مِنْهَا ٱلْوَدْقَ، وَ يَحْفِزُ ٱلْقَطْرُ مِنْهَا ٱلْقَطْرَ، غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَ لَا جَهَامٍ عَارِضُهَا، وَ لَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتَّىٰ يُخْصِبَ لِإِمْرَاعِهَا ٱلْمُجْدِبُونَ، وَ يَحْيَا بِبَرَكَتِهَا ٱلْمُسْنِتُونَ، فَإِنَّكَ «تُنْزِلُ ٱلْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا، وَ تَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَ أَنْتَ ٱلْوَلِيُّ ٱلْحَمِيدُ».

تفسير ما في هذه الخطبة من الغريب

قال السيد الشريف، رضي الله عنه، قوله ﴿عليه السلام﴾: (انْصَاحَتْ جِبَالُنَا) أي تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُولِ، يُقَالُ: انْصَاحَ الثَّوْبُ إِذَا انْشَقَّ. وَ يُقَالُ أَيضاً: انْصَاحَ النَّبْتُ وَصَاحَ وَصَوَّحَ إِذَا جَفَّ وَيَبِسَ، كُلُّهُ بِمَعْنًى. وَ قَوْلُهُ: (وَهَامَتْ دَوَابُّنَا) أيْ عَطِشَتْ، وَالْهُيَامُ: الْعَطَشُ. وَ قَوْلُهُ: (حَدَابِيرُ السِّنِينَ) جمع حِدبار، وَ هِيَ النَاقَة التي أنضاها السَّيْرُ، فشبّه بها السنة التي فشا فِيهَا الجَدْبُ، قَالَ ذوالرُّمَّةِ:

حَدَابِيرُ مَا تَنْفَكُّ إِلَّا مُنَاخَةً   عَلَى الْخَسْفِ أَوْ نَرْمِي بِهَا بَلَداً قَفْرَا

وَ قَوْلُهُ: (وَ لَا قَزَعٍ رَبَابُهَا)، الْقَزَعُ: الْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ. وَ قَوْلُهُ: (وَ لَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا) فَإِنَّ تَقْدِيرَهُ: وَ لَا ذَاتَ شَفَّانٍ

منبعق - بارش کا راستہ کھول دینے والا
اغدق المطر - پانی کی کثرت
مونق - خوبصورت
سحاً - تیز بارش
وابل - موسلا دھار
مریع - شاداب
زاکی - بڑھنے والا
ثامر - ثمرآور
نجاد - جمع نجد - بلند زمین
وہاد - پست زمین
جناب - اطراف
قاصیہ - دور دراز
ضاحیۃ الماء - جو دوپہر میں پیا جائے
مُرملہ - فقیر
مخضلہ - تر کر دینے والی
ودق - بارش
یحفز - ڈھکیلتا ہے
برق خلّب - جس کے بارش کا دھوکہ ہو
جہام - وہ بادل جس میں پانی نہ ہو
عارض - جو بادل افق پر نظر آئے
رباب - سفید ابر
قزع - ٹکڑے
ذہاب - جمع ذہبہ - بوندا باندی
مُسنتون - قحط زدہ

(۱) ایسے قحط کے مواقع پر نماز استسقاء پڑھی جاتی ہے جو نماز عید کی طرح دو رکعت ہے اور قنوت میں بارش کی دعا کی جاتی ہے۔ اس کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ پہلے ساری قوم تین روز روزہ رکھے۔ اس کے بعد صحرا میں نماز ادا کی جائے اور بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا جائے تاکہ سب بیقرار ہو کر بارگاہ احدیت میں فریاد کریں اور رحمت الٰہی کو بہر حال جوش آ جائے۔

اور ہمیں ہمارے گناہوں کی گرفت میں مت لے لینا۔ اپنے دامن رحمت کو ہمارے اوپر پھیلا دے برسنے والے بادل، موسلادھار برسات اور حسین سبزہ کے ذریعہ۔ ایسی برسات جس سے مُردہ زمینیں زندہ ہو جائیں اور گئی ہوئی بہار واپس آجائے۔ خدایا! ایسی سیرابی عطا فرما جو زندہ کرنے والی سیراب بنانے والی۔ کامل وشامل۔ پاکیزہ و مبارک، خوشگوار وشاداب ہو جس کی برکت سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں۔ شاخیں بارآور ہو جائیں۔ پتے ہرے ہو جائیں۔ کمزور بندوں کو اٹھنے کا سہارا مل جائے۔ مُردہ زمینوں کو زندگی عطا ہو جائے۔ خدایا! ایسی سیرابی عطا فرما جس سے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں۔ نہریں جاری ہو جائیں۔ آس پاس کے علاقے شاداب ہو جائیں۔ پھل نکلنے لگیں۔ جانور جی اٹھیں۔ دور دراز کے علاقے بھی تر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی تیری اس وسیع برکت اور عظیم عطا سے مستفیض ہو جائیں جو تیری تباہ حال مخلوق اور آوارہ گرد جانوروں پر ہے۔ ہم پر ایسی بارش نازل فرما جو پانی سے شرابور کر دینے والی۔ موسلادھار مسلسل برسنے والی ہو جس میں قطرات، قطرات کو ڈھکیل رہے ہوں اور بوندیں، بوندوں کو تیزی سے آگے بڑھا رہی ہوں۔ نہ اس کی بجلی دھوکہ دینے والی ہو اور نہ اس کے بادل پانی سے خالی ہوں۔ نہ اس کے ابر کے سفید ٹکڑے بکھرے ہوں اور نہ صرف ٹھنڈے جھونکوں کی بوندا باندی ہو۔ ایسی بارش ہو کہ قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کے شکار اس کی برکت سے جی اٹھیں۔ اس لئے کہ تو ہی مایوسی کے بعد پانی برسانے والا اور دامانِ رحمت کا پھیلانے والا ہے اور تو ہی قابل حمد و ستائش، سرپرست و مددگار ہے۔

سید رضیؒ۔ انصاحت جبالنا۔ یعنی پہاڑوں میں خشک سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں کہ انصاح الثوب کپڑے کے پھٹ جانے کو کہا جاتا ہے۔ یا اس کے معنی گھاس کے خشک ہو جانے کے ہیں کہ صَاحَ۔ اِنصاح ایسے مواقع پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

ھامت دوابنا۔ یعنی پیاسے ہیں اور ھیام یہاں عطش کے معنی میں ہے۔

حدابیر السنین۔ حدبار کی جمع ہے۔ وہ اونٹ جسے سفر لاغر بنا دے۔ گویا کہ قحط زدہ سال کو اس اونٹ سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ذو الرمہ شاعر نے کہا تھا:

حدابیر ماتنفك الا مناخة ۔۔۔ علی الخسف او نرمی بھا بلدا قفرا

(یہ لاغر اور کمزور اونٹنیاں ہیں جو سختی جھیل کر بیٹھ گئی ہیں یا پھر بے آب و گیاہ صحرا میں لے جانے پر چلی جاتی ہیں)

لا قزع ربابھا۔ قزع۔ بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے۔

لا شفان ذھابھا۔ اصل میں "ذات شفان" ہے۔ شفان ٹھنڈی ہوا کو کہا جاتا ہے اور ذہاب ہلکی پھوار کا نام ہے۔ یہاں لفظ "ذات" حذف ہو گیا ہے۔

ذِهَـابُهَا. وَالشَّـفَّانُ: الرِّيحُ البَـارِدَةُ، وَالذِّهَـابُ: الأَمْـطَارُ اللَّـيِّنَةُ. فَـحَذَفَ (ذَاتَ) لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهِ.

۱۱٦

و من خطبة له ﴿؏﴾

و فيها ينصح أصحابه

أَرْسَلَهُ دَاعِياً إِلَىٰ ٱلْحَقِّ وَ شَاهِداً عَلَىٰ ٱلْخَـلْقِ، فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهِ غَيْرَ وَانٍ وَ لَا مُقَصِّرٍ، وَ جَاهَدَ فِي اللهِ أَعْدَاءَهُ غَيْرَ وَاهِنٍ وَ لَا مُعَذِّرٍ. إِمَامُ مَنِ ٱتَّقَىٰ، وَ بَصَرُ (بصيرة) مَنِ ٱهْتَدَىٰ.

و منها: وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ عَنْكُمْ غَيْبُهُ، إِذاً لَخَرَجْتُمْ إِلَىٰ الصُّعُدَاتِ تَبْكُونَ عَلَى أَعْمَالِكُمْ، وَتَلْتَدِمُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ، وَلَتَرَكْتُمْ أَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ (خارس) لَهَا وَ لَا خَالِفَ عَلَيْهَا، وَلَهَمَّتْ كُلَّ ٱمْرِىءٍ مِنْكُمْ نَفْسُهُ، لَا يَلْتَفِتُ إِلَىٰ غَيْرِهَا؛ وَلَكِنَّكُمْ نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَأَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ، فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ. وَلَوَدِدْتُ أَنَّ اللهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَ بَيْنَكُمْ، وَأَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ أَحَقُّ بِي مِنْكُمْ. قَوْمٌ وَاللهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ ٱلْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ، مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ. مَضَوْا قُدُماً عَلَىٰ الطَّرِيقَةِ، وَأَوْجَفُوا عَلَىٰ ٱلْمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَىٰ ٱلدَّائِمَةِ، وَٱلْكَرَامَةِ ٱلْبَارِدَةِ. أَمَا وَاللهِ، لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ ٱلْمَيَّالُ؛ يَأْكُلُ خَضِرَتَكُمْ، وَ يُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ، إِيهٍ أَبَا وَ ذَحَةَ![1]

قال الشريف: الْوَذَحَةُ: الخُنْفَسَاءُ. و هذا القول يومىء به إلى الحجاج، وله مع الوذحة حديث ليس هذا موضع ذكره.

۱۱۷

من كلام له ﴿؏﴾

يوبخ البخلاء بالمال والنفس

فَلَا أَمْوَالَ بَذَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَ لَا أَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي

وان - سست
واہن - کمزور
مُعذر - جس کا عذر ثابت نہ ہو سکے
صُعدات - جمع صعید - راستے
التدام - سینہ کوٹنا
خالف - جانشین
ہمّت - رنجیدہ کر دیا
میامین - جمع میمون - مبارک
مراجیح - حلماء
مقاویل - جمع مِقوال - سلیقہ مند بات کرنے والا
متاریک - جمع متراک - بالکل چھوڑ دینے والا
قدُم - آگے بڑھنا
رجیف - تیز رفتاری
محجّۃ - سیدھا راستہ
کرامہ باردہ - خوشگوار
ذیّال - لمبے دامن والے

[1] تاریخ جن چند منحوس افراد کے تذکرہ سے سیاہ ہو گئی ہے ان میں ایک حجاج بھی شامل ہے جو شکل و صورت کے اعتبار سے بھی منحوس تھا اور کردار و عمل کے اعتبار سے بھی بدترین خلائق تھا۔ اس کی نظر میں نہ خانہ خدا کا کوئی احترام تھا اور نہ دین خدا کا انسانی کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر پست کردار تھا کہ اس کے جسم کو غلاظتوں میں پیدا ہوئے جانوروں نے اپنا مرکز بنا لیا تھا اور یہی بالآخر اس کی موت کا بھی سبب ہو گیا جس کے بعد آخرت کی ذلت کے ساتھ دنیا کی رسوائی بھی مقدر ہو گئی۔

مصادر خطبہ ۱۱٦ العقد الفرید ۶ ص ۲۴۹، مروج الذہب مسعودی (متوفی ۳۳۳ھ) ۳ ص ۱۵۰، تہذیب اللغۃ ازہری، ص ۱۰۱، البلدان ابن فقیہ ص ۱۸۱، الجمع بین الغریبین احمد بن محمد الہروی، نہایۃ ابن اثیر ۲ ص ۲۴۱، ۵ ص ۱۷۰، کنز العمال ۶ ص ۸۷، ارشاد دیلمی ا ص ۳۳، من لا یحضرہ الفقیہ صدوق ا ص ۲۷۵

مصادر خطبہ ۱۱۷

۱۱۶۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(جس میں اپنے اصحاب کو نصیحت فرمائی ہے)

اللہ نے پیغمبرؐ کو اسلام کی طرف دعوت دینے والا اور مخلوقات کے اعمال کا گواہ بنا کر بھیجا تو آپ نے پیغام الٰہی کو مکمل طور سے پہنچا دیا۔ نہ کوئی سستی کی اور نہ کوئی کوتاہی۔ دشمنانِ خدا سے جہاد کیا اور اس راہ میں نہ کوئی کمزوری دکھلائی اور نہ کسی حیلہ اور بہانہ کا سہارا لیا۔ آپ متقین کے امام اور طلبگاران ہدایت کے لئے آنکھوں کی بصارت تھے۔

اگر تم ان تمام باتوں کو جان لیتے جو تم سے مخفی رکھی گئی ہیں اور جن کو میں جانتا ہوں تو صحراؤں میں نکل جاتے۔ اپنے اعمال پر گریہ کرتے اور اپنے کئے پر سر و سینہ پیٹتے اور سارے اموال کو اس طرح چھوڑ کر چل دیتے کہ نہ ان کا کوئی نگہبان ہوتا اور نہ وارث اور ہر شخص کو صرف اپنی ذات کی فکر ہوتی۔ کوئی دوسرے کی طرف رخ بھی نہ کرتا۔ لیکن افسوس کہ تم نے اس سبق کو بالکل بھلا دیا جو تمھیں یاد کرایا گیا تھا اور ان ہولناک مناظر کی طرف سے یکسر مطمئن ہو گئے جن سے ڈرایا گیا تھا۔ تو تمھاری رائے بھٹک گئی اور تمھارے امور میں انتشار پیدا ہو گیا اور میں یہ چاہنے لگا کہ کاش اللہ میرے اور تمھارے درمیان جدائی ڈال دیتا اور مجھے ان لوگوں سے ملا دیتا جو میرے لئے زیادہ سزا تھے۔ وہ لوگ جن کی رائے مبارک اور جن کا حلم ٹھوس ہے۔ حق کی باتیں کرتے ہیں اور بغاوت و سرکشی سے کنارہ کرنے والے ہیں۔ انھوں نے راستہ پر قدم آگے بڑھائے اور راہ راست پر تیزی سے بڑھتے چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں دائمی آخرت اور پُرسکون کرامت حاصل کر لی۔

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی قسم تم پر وہ نوجوان بنی ثقیف کا مسلط کیا جائے گا جس کا قد طویل ہو گا اور وہ لہرا کر چلنے والا ہو گا۔ تمھارے سبزہ کو ہضم کر جائے گا اور تمھاری چربی کو پگھلا دے۔ ہاں ہاں اے ابو ذحہ(۱) کچھ اور۔

"سید رضیؒ۔ ذحہ گندہ کیڑے کا نام۔ ابو ذحہ کا اشارہ حجاج کی طرف ہے اور اس کا ایک قصہ ہے جس کے ذکر کا یہ مقام نہیں ہے"۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حجاج نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کیڑے نے اسے موقع پا کر کاٹ لیا اور اس کے اثر سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

۱۱۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں جان و مال سے بخل کرنے والوں کی سرزنش کی گئی ہے)

نہ تم نے مال کو اس کی راہ میں خرچ کیا جس نے تمھیں عطا کیا تھا اور نہ جان کو اس کی خاطر خطرہ میں ڈالا جس نے اسے پیدا کیا تھا

(۱) امیر المومنینؑ کی زندگی کا عظیم ترین المیہ ہے کہ آنکھ کھولنے کے بعد سے ۳۰ سال تک رسول اکرمؐ کے ساتھ گذارے۔ اس کے بعد چند مخلص اصحاب کرام کا ساتھ رہا اس کے بعد جب زمانہ نے پلٹا کھایا اور اقتدار قدموں میں آیا تو ایک طرف ناکثین، قاسطین اور خوارج کا سامنا کرنا پڑا اور دوسری طرف اپنے گرد کوفہ کے بیوفاؤں کا مجمع لگ گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص اس حال کو دیکھ کر اس ماضی کی تمنا نہ کرے تو اور کیا کرے اور اس کے ذہن سے اپنا ماضی کس طرح نکل جائے۔

خَلَقَهَا. تَكْرُمُونَ بِاللهِ عَلَىٰ عِبَادِهِ، وَ لَا تُكْرِمُونَ اللهَ فِي عِبَادِهِ! فَاعْتَبِرُوا بِنُزُولِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَانْقِطَاعِكُمْ عَنْ أَوْصَلِ (اصل ـ اهل) إِخْوَانِكُمْ!

۱۱۸

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

في الصالحين من أصحابه

أَنْتُمُ الْأَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْإِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَأْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ (يوم) النَّاسِ. بِكُمْ أَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَأَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ. فَأَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ (جلية) مِنَ الْغِشِّ، سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ؛ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ!

۱۱۹

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

وقد جمع الناس وحضهم على الجهاد فسكتوا ملياً

فقال ﴿عليه السلام﴾: مَا بَالُكُمْ أَمُخْرَسُونَ أَنْتُمْ؟ فقال قوم منهم: يا أمير المؤمنين، إن سرت سرنا معك.

فقال ﴿عليه السلام﴾: مَا بَالُكُمْ! لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ! وَ لَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ! أَفِي مِثْلِ هَذَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَخْرُجَ؟ وَ إِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هَذَا رَجُلٌ مِمَّنْ أَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ وَ ذَوِي بَأْسِكُمْ، وَ لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَ بَيْتَ الْمَالِ وَ جِبَايَةَ الْأَرْضِ، وَالْقَضَاءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، وَالنَّظَرَ فِي حُقُوقِ (حق) الْمُطَالِبِينَ، ثُمَّ أَخْرُجَ فِي كَتِيبَةٍ أَتْبَعُ أُخْرَىٰ، أَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِي الْجَفِيرِ الْفَارِغِ، وَ إِنَّمَا أَنَا قُطْبُ الرَّحَا، تَدُورُ عَلَيَّ وَ أَنَا بِمَكَانِي، فَإِذَا فَارَقْتُهُ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا، وَاضْطَرَبَ ثِفَالُهَا. هَذَا لَعَمْرُ اللهِ الرَّأْيُ السُّوءُ. وَاللهِ لَوْ لَا رَجَائِي الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَائِي الْعَدُوَّ - وَلَوْ قَدْ حُمَّ لِي لِقَاؤُهُ - لَقَرَّبْتُ رِكَابِي ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا أَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوبٌ وَ شَمَالٌ؛ طَعَّانِينَ عَيَّابِينَ، حَيَّادِينَ رَوَّاغِينَ. إِنَّهُ لَا غَنَاءَ فِي كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ

كَرُمَ الشئی ۔ عزیز و نفیس
جُنَن ۔ جمع جُنّہ ۔ سپر
باس ۔ شدت
بطانہ ۔ خواص
تسدید ۔ توفیق استقامت
قِدح ۔ ناتراشیدہ تیر
جفیر ۔ ترکش
استحار ۔ متحیر ہوگیا
ثِفال ۔ جس کھال پر چکی رکھی جاتی ہے
حُمّ ۔ مقدر ہو
قرّبتُ رکابی ۔ اونٹ کو سواری کیلئے حاضر کردیا
شخصتُ عنکم ۔ دور ہو جانا
غَنَاء ۔ فائدہ

(۱) خطبہ ۱۱۸ اور ۱۱۹ کے درمیان یہ نمایاں فرق پایا جاتا ہے کہ ۱۱۸ کا تعلق جنگ جمل سے ہے جس میں آپ کے اصحاب نے اپنی شجاعت جوانمردی اور ثابت قدمی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ میدان کا فیصلہ ایک ہی دن میں ہوگیا اور آپ کے حق میں ہوگیا۔ لیکن ۱۱۹ کا تعلق ایسے افراد سے ہے جو آپ کو میدان میں لاکر اس طرح دشمنوں کے حوالے کردینا چاہتے تھے جس طرح بعض اصحاب رسول آپ کو احد کے میدان میں کفار کے حوالے کرکے پہاڑوں کی طرف فرار کرگئے تھے۔ اس لئے آپ نے اس قدر سخت لہجہ میں گفتگو فرمائی ہے۔!

مصادر خطبہ ۱۱۸ تاریخ طبری ۳ ص۹۵، الامامۃ والسیاسۃ ص۱۲۱، کتاب الجمل واقدی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ۲ ص۲۵۹

مصادر خطبہ ۱۱۹ نہایۃ ابن اثیر ۱ ص۲۱۵

تم اللہ کے نام پر بندوں میں عزت حاصل کرتے ہو اور بندوں کے بارے میں اللہ کا احترام نہیں کرتے ہو۔ خدارا اس بات سے عبرت حاصل کرو کہ عنقریب انھیں منازل میں نازل ہونے والے ہو جہاں پہلے لوگ نازل ہو چکے ہیں اور قریب ترین بھائیوں سے کٹ کر رہ جانے والے ہو۔[1]

۱۱۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنے اصحاب میں نیک کردار افراد کے بارے میں)

تم حق کے سلسلہ میں مددگار اور دین کے معاملہ میں بھائی ہو۔ جنگ کے روز میری سپر اور تمام لوگوں میں میرے راز دار ہو۔ میں تمھارے ہی ذریعہ روگردانی کرنے والوں پر تلوار چلاتا ہوں اور راستہ پر آنے والوں کی اطاعت کی امید رکھتا ہوں لہٰذا خدارا میری مدد کرو اس نصیحت کے ذریعہ جس میں ملاوٹ نہ ہو اور کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو کہ خدا کی قسم میں لوگوں کی قیادت کے لئے تمام لوگوں سے اولیٰ اور احق ہوں۔

۱۱۹۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ نے لوگوں کو جمع کر کے جہاد کی تلقین کی اور لوگوں نے سکوت اختیار کر لیا تو فرمایا)

تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ اس پر ایک جماعت نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ! آپ چلیں۔ ہم چلنے کے لئے تیار ہیں۔

فرمایا تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تمھیں ہدایت کی توفیق نہ دے اور تمھیں سیدھا راستہ نصیب نہ ہو۔ کیا ایسے حالات میں میرے لئے مناسب ہے کہ میں ہی نکلوں؟۔ ایسے موقع پر اس شخص کو نکلنا چاہئے جو تمھارے بہادروں اور جوانمردوں میں میرا پسندیدہ ہو اور ہرگز مناسب نہیں ہے کہ میں لشکر، شہر، بیت المال، خراج کی فراہمی، قضاوت، مطالبات کرنے والوں کے حقوق کی نگرانی کا سارا کام چھوڑ کر نکل جاؤں اور لشکر لے کر دوسرے لشکر کا پیچھا کروں اور اس طرح جنبش کرتا رہوں جس طرح خالی ترکش میں تیر۔ میں خلافت کی چکی کا مرکز ہوں جسے میرے گرد چکر لگانا چاہئے کہ اگر میں نے مرکز چھوڑ دیا تو اس کی گردش کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا اور اس کے نیچے کی بساط بھی جابجا ہو جائے گی۔ خدا کی قسم یہ بدترین رائے ہے اور وہی گواہ ہے کہ اگر دشمن کا مقابلہ کرنے میں مجھے شہادت کی آرزو نہ ہوتی۔ جب کہ وہ مقابلہ میرے لئے مقدر ہو چکا ہو۔ تو میں اپنی سواریوں کو قریب کر کے ان پر سوار ہو کر تم سے بہت دور نکل جاتا اور پھر تمھیں اس وقت تک یاد بھی نہ کرتا جب تک شمالی اور جنوبی ہوائیں چلتی رہیں۔ تم طنز کرنے والے۔ عیب لگانے والے۔ کنارہ کشی کرنے والے اور صرف شور مچانے والے ہو۔ تمھارے اعداد کی کثرت کا کیا فائدہ ہے[۱۵]

[1] ایسے لوگ ہر دور میں دینداروں میں بھی رہے ہیں اور دنیا داروں میں بھی۔ جو قوم سے ہر طرح کے احترام کے طلبگار ہوتے ہیں اور قوم کا کسی طرح کا احترام نہیں کرتے ہیں۔ لوگوں سے دین خدا کی ٹھیکہ داری کے نام پر ہر طرح کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں اور خود کسی طرح کی قربانی کا ارادہ نہیں کرتے ہیں ان کی نظر میں دین خدا دنیا کمانے کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ درحقیقت بدترین تجارت ہے کہ انسان دین کی عظیم و شریف دولت کو دے کر دنیا جیسی حقیر و ذلیل شے کو حاصل کرنے کا منصوبہ بنائے۔ ظاہر ہے کہ جب دینداروں میں ایسے کردار پیدا ہو جاتے ہیں تو دنیا داروں کا کیا ذکر ہے انھیں تو بہرحال اس سے بدتر ہونا چاہئے۔!

مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوبِكُمْ. لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ الَّتِي لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا إِلَّا هَالِكٌ، مَنِ اسْتَقَامَ فَإِلَى الْجَنَّةِ، وَ مَنْ زَلَّ فَإِلَى النَّارِ!

۱۲۰

و من كلام له ﴿عليه السلام﴾

يذكر فضله و يعظ الناس

تَاللَّهِ لَقَدْ عُلِّمْتُ تَبْلِيغَ الرِّسَالَاتِ، وَ إِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَ تَمَامَ الْكَلِمَاتِ. وَ عِنْدَنَا - أَهْلَ الْبَيْتِ - أَبْوَابُ الْحُكْمِ وَضِيَاءُ الْأَمْرِ. أَلَا وَ إِنَّ شَرَائِعَ الدِّينِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلَهُ قَاصِدَةٌ. مَنْ أَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَ غَنِمَ، وَ مَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَ نَدِمَ. اعْمَلُوا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَائِرُ، «وَ تُبْلَى فِيهِ السَّرَائِرُ». وَ مَنْ لَا يَنْفَعُهُ حَاضِرُ لُبِّهِ ① فَعَازِبُهُ عَنْهُ أَعْجَزُ، وَ غَائِبُهُ أَعْوَزُ. وَ اتَّقُوا نَاراً حَرُّهَا شَدِيدٌ، وَ قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَ حِلْيَتُهَا حَدِيدٌ، وَ شَرَابُهَا صَدِيدٌ. أَلَا وَ إِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللَّهُ تَعَالَى لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ، خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُورِثُهُ مَنْ لَا يَحْمَدُهُ.

۱۲۱

و من خطبة له ﴿عليه السلام﴾

بعد ليلة الهرير

و قد قام إليه رجل من أصحابه فقال: نهيتنا عن الحكومة ثم أمرتنا بها، فلم ندر أي الأمرين أرشد؟ فصفق ﴿عليه السلام﴾ إحدى يديه على الأخرى ثم قال:

هَذَا جَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ! أَمَا وَاللَّهِ لَوْ أَنِّي حِينَ أَمَرْتُكُمْ بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوهِ الَّذِي يَجْعَلُ اللَّهُ فِيهِ خَيْراً، فَإِنِ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ وَ إِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ، وَ إِنْ أَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ الْوُثْقَى، وَلَكِنْ بِمَنْ وَإِلَى مَنْ؟ أُرِيدُ أَنْ أُدَاوِيَ بِكُمْ وَ أَنْتُمْ دَائِي، كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ، وَ هُوَ يَعْلَمُ أَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا! اللَّهُمَّ قَدْ مَلَّتْ أَطِبَّاءُ هَذَا الدَّاءِ الدَّوِيِّ، وَ كَلَّتِ النَّزَعَةُ بِأَشْطَانِ الرَّكِيِّ! أَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِينَ دُعُوا إِلَى الْإِسْلَامِ فَقَبِلُوهُ، وَ قَرَؤُوا الْقُرْآنَ فَأَحْكَمُوهُ، وَ هِيجُوا إِلَى الْجِهَادِ فَوَلِهُوا وَ لَهَ اللِّقَاحِ إِلَى أَوْلَادِهَا، وَ سَلَبُوا

هالک - یقینی ہلاک ہوجانے والا
عدات - جمع عدہ - وعدہ
قاصدہ - سیدھا
عازب - غائب
عوز - ناپید ہوگیا
صدید - پیپ
لسان - ذکر جمیل
ضلع - میلان
عقدہ - جس کا معاہدہ ہو
الداء الدوی - شدید درد والا مرض
کلّت - کمزور ہوگیا
رکی - جمع رکیہ - کنواں
اشطان - جمع شطن - رسّی
لقاح - جمع لقوح - اونٹنی

① عقل حاضر انسان کی اپنی عقل ہے جس پر دوسرے افراد کا اثر نہیں ہوتا ہے - ایسی عقل نہ کبھی خیانت کرتی ہے اور نہ دھوکہ دیتی ہے لیکن جب انسان اپنی خالص عقل میں دوسروں کی عقل کو بھی شامل کرلیتا ہے تو دوسروں کی عقل حاضر ہوجاتی ہے اور اپنی عقل غائب ہوجاتی ہے اور پھر ہلاکت کے امکانات ضعیف ہوجاتے ہیں علاوہ اس کے کہ انسان معصوم عقل پر اعتماد کرے کہ اس میں گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہوتا ہے -

مصادر خطبہ نمبر ۱۲۰ کتاب سلیم بن قیس ص ۱۳۲، غرر الحکم آمدی ص ۸۱-۸۲

مصادر خطبہ نمبر ۱۲۱ العقد الفرید ۲ ص ۱۶۵، مطالب السؤول ۱ ص ۱۰۱، ارشاد مفید ص ۱۳۹، اختصاص مفید، احتجاج طبرسی ۱ ص ۲۷۳، ربیع الابرار ۱ ص ۱۳۰، غرر الحکم آمدی - المستقصی زمخشری ۲ ص ۲۶۰

تمہارے دل یکجا نہیں ہیں۔ میں نے تم کو اس واضح راستہ پر چلانا چاہا جس پر چل کر کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا ہے مگر یہ کہ ہلاکت اس کا مقدر ہو۔ اس راہ پر چلنے والے کی واقعی منزل جنت ہے اور یہاں پھسل جانے والے کا راستہ جہنم ہے۔

۱۲۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اپنی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے)

خدا کی قسم ۔ مجھے پیغام الٰہی کے پہونچانے، وعدۂ الٰہی کے پورا کرنے اور کلمات الٰہیہ کی مکمل وضاحت کرنے کا علم دیا گیا ہے۔ ہم اہلبیتؑ کے پاس حکمتوں کے ابواب اور مسائل کی روشنی موجود ہے۔ یاد رکھو ۔ دین کی تمام شریعتوں کا مقصد ایک ہے اور اس کے سارے راستے درست ہیں۔ جو ان راستوں کو اختیار کرے گا وہ منزل تک پہونچ بھی جائے گا اور فائدہ بھی حاصل کرلے گا اور جو راستہ ہی میں ٹھہر جائے گا وہ بہک بھی جائے گا اور شرمندہ بھی ہوگا۔ عمل کرو اس دن کے لئے جس کے لئے ذخیرے فراہم کئے جاتے ہیں اور جس دن نیتوں کا امتحان ہوگا اور جس کو اپنی موجود عقل فائدہ نہ پہونچائے اسے دوسروں کی غائب اور دور ترین عقل کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے۔ اس آگ سے ڈرو جس کی تپش شدید۔ گہرائی بعید۔ آرائش حدید اور پینے کی شے صدید (پیپ) ہے۔ یاد رکھو۔ وہ ذکر خیر جو پروردگار کسی انسان کے لئے باقی رکھتا ہے وہ اس مال سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے جسے انسان اُن لوگوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے جو تعریف تک نہیں کرتے ہیں۔

۱۲۱۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

جب لیلۃ الہریر کے بعد آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ آپ نے پہلے ہمیں حکم بنانے سے روکا اور پھر اسی کا حکم دے دیا تو آخر ان دونوں میں سے کون سی بات صحیح تھی؟ تو آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ افسوس یہی اُس کی سزا ہوتی ہے جو عہد و پیمان[۱] کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یاد رکھو اگر میں تم کو اس ناگوار امر (جنگ) پر مامور کر دیتا جس میں یقیناً اللہ نے تمہارے لئے خیر رکھا تھا۔ اس طرح کہ تم سیدھے رہتے تو تمھیں ہدایت دیتا اور ٹیڑھے ہو جاتے تو سیدھا کر دیتا اور انکار کرتے تو اس کا علاج کرتا تو یہ انتہائی مستحکم طریقہ کار ہوتا۔ لیکن یہ کام کس کے ذریعہ کرتا اور کس کے بھروسہ پر کرتا۔ میں تمہارے ذریعہ قوم کا علاج کرنا چاہتا تھا لیکن تمھیں تو میری بیماری ہو۔ یہ تو ایسا ہی ہوتا جیسے کانٹے سے کانٹا نکالا جائے جب کہ اس کا جھکاؤ اسی کی طرف ہو۔ خدایا! گواہ رہنا کہ اس موذی مرض کے اطباء عاجز آچکے ہیں اور اس کنویں سے رسی نکالنے والے تھک چکے ہیں۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کر لی اور انھوں نے قرآن کو پڑھا تو باقاعدہ عمل بھی کیا اور جہاد کے لئے آمادہ کئے گئے تو اس طرح شوق سے آگے بڑھے جس طرح اونٹنی اپنے بچوں کی طرف بڑھتی ہے۔

[۱] مقصد یہ ہے کہ تم لوگوں نے مجھ سے اطاعت کا عہد و پیمان کیا تھا لیکن جب میں نے صفین میں جنگ جاری رکھنے پر اصرار کیا تو تم نے نیزوں پر قرآن دیکھ کر جنگ بندی کا مطالبہ کر دیا اور اپنے عہد و پیمان کو نظر انداز کر دیا ظاہر ہے کہ ایسے اقدام کا ایسا ہی نتیجہ ہوتا ہے جو سامنے آگیا تو اب فریاد کرنے کا کیا جواز ہے؟

السُّيُوفَ أَغْمَادَهَا، وَ أَخَذُوا بِأَطْرَافِ الْأَرْضِ زَحْفاً زَحْفاً، وَ صَفّاً صَفّاً. بَعْضٌ هَلَكَ، وَ بَعْضٌ نَجَا. لَا يُبَشَّرُونَ بِالْأَحْيَاءِ، وَ لَا يُعَزَّوْنَ عَنِ الْمَوْتَى[۱]. مُرْهُ الْعُيُونِ مِنَ الْبُكَاءِ، خُمْصُ الْبُطُونِ مِنَ الصِّيَامِ، ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَاءِ، صُفْرُ الْأَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ. عَلَى وُجُوهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِينَ. أُولَئِكَ إِخْوَانِي الذَّاهِبُونَ. فَحَقَّ لَنَا أَنْ نَظْمَأَ إِلَيْهِمْ، وَ نَعَضَّ الْأَيْدِي عَلَى فِرَاقِهِمْ. إِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ، وَ يُرِيدُ أَنْ يَحُلَّ دِينَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَ يُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ، وَ بِالْفُرْقَةِ الْفِتْنَةَ. فَاصْدِفُوا عَنْ نَزَغَاتِهِ وَ نَفَثَاتِهِ، وَاقْبَلُوا النَّصِيحَةَ مِمَّنْ أَهْدَاهَا إِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوهَا عَلَى أَنْفُسِكُمْ.

۱۲۲

و من كلام له (عليه السلام)

قاله للخوارج، و قد خرج إلى معسكرهم و هم مقيمون على إنكار الحكومة، فقال (عليه السلام):

أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ. قَالَ: فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ، فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً، وَ مَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً، حَتَّى أُكَلِّمَ كُلّاً مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ. وَ نَادَى النَّاسَ، فَقَالَ: أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَأَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ، فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا. ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ، مِنْ جُمْلَتِهِ أَنْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَ غِيلَةً، وَمَكْراً وَ خَدِيعَةً: إِخْوَانُنَا وَ أَهْلُ دَعْوَتِنَا، اسْتَقَالُونَا وَ اسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ، فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ؟ فَقُلْتُ لَكُمْ: هَذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ، وَ بَاطِنُهُ عُدْوَانٌ، وَ أَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَ آخِرُهُ نَدَامَةٌ. فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ، وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ، وَ عَضُّوا عَلَى الْجِهَادِ بِنَوَاجِذِكُمْ، وَ لَا تَلْتَفِتُوا إِلَى نَاعِقٍ نَعَقَ: إِنْ أُجِيبَ أَضَلَّ، وَ إِنْ تُرِكَ ذَلَّ[۲]. وَ قَدْ كَانَتْ هَذِهِ الْفَعْلَةُ، وَ قَدْ رَأَيْتُكُمْ أَعْطَيْتُمُوهَا. وَاللهِ لَئِنْ أَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ

مرہ - جمع امرہ - سفید چشم
خمص - دُبلے
ذبلت - خشک ہوگئے
یسنّی - آسان بنا دیتا ہے
فاصدفوا - کنارہ کش رہو
نزغات - وسوسے
اعقلوہا - اپنے نفس پر گرہ باندھ لو

(۱) راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کی واقعی شان یہی ہوتی ہے کہ وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد کا رخ کرتے ہیں اور ان کی نگاہ میں موت کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا ہے۔ وہ زندگی کے طلبگار نہیں ہوتے ہیں کہ اسے بشارت تصور کریں اور نہ موت سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ اسے تعزیت کا موضوع قرار دیں۔ ان کی تمام تر فکر یہ ہوتی ہے کہ حق سربلند ہو جائے اور باطل پست و پامال ہو جائے۔ چاہے اس نتیجہ کی کسی قدر قیمت کیوں نہ ادا کرنا پڑے۔

(۲) دنیا میں ہمیشہ دو طرح کے افراد ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہوتی ہے جسے ایمان عزیز ہوتا ہے اور جان عزیز نہیں ہوتی ہے اور ایک قسم وہ ہوتی ہے جو جان بچانے کے لئے ایمان کو بھی قربان کر دیتی ہے لشکر معاویہ اور مولائے کائنات کے نظریات کا بنیادی فرق یہی تھا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولا کے ساتھیوں نے بھی مولا کے افکار کا ساتھ نہیں دیا اور صرف جنگ سے بچنے کے لئے معاویہ کے فریب کو قبول کر لیا جس کا انجام قیامت تک کی تباہی کے علاوہ کچھ نہ تھا

مصادر خطبہ ۱۲۲ احتجاج طبرسیؒ ۱ ص۲۷۴، معارف ابن قتیبہ ۲ ص۱۳۶

نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا اور دستہ دستہ، صف بصف آگے بڑھ کر تمام اطراف زمین پر قبضہ کر لیا۔ ان میں چلے گئے اور بعض باقی رہ گئے۔ انھیں نہ زندگی کی بشارت سے دلچسپی تھی اور نہ مُردوں کی تعزیت سے (۱) ان کی آنکھیں دراہیں گریہ سے سفید ہو گئی تھیں۔ پیٹ روزوں سے دھنس گئے تھے، ہونٹ دعا کرتے کرتے خشک ہو گئے تھے۔ چہرے شب بیداری زرد ہو گئے تھے اور چہروں پر خاکساری کی گرد پڑی ہوئی تھی۔ یہی میرے پہلے والے بھائی تھے جن کے بارے میں ہمارا ہے کہ ہم ان کی طرف پیاسوں کی طرح نگاہ کریں اور ان کے فراق میں اپنے ہی ہاتھ کاٹیں۔

یقیناً شیطان تمھارے لئے اپنی راہوں کو آسان بنا دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ ایک ایک کر کے تمھاری ساری گرہیں کھول دے۔ تمھیں اجتماع کے بجائے افتراق دے کر فتنوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے لہٰذا اس کے خیالات اور اس کی جھاڑ پھونک سے منھ پھیرے رہو اور اس شخص کی نصیحت قبول کرو جو تمھیں نصیحت کا تحفہ دے رہا ہے اور اپنے دل میں اس کی گرہ باندھ لو۔

۱۲۲۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب آپ خوارج کے اس پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے جو تحکیم کے انکار پر اڑا ہوا تھا۔ اور فرمایا)

کیا تم سب ہمارے ساتھ صفین میں تھے؟ لوگوں نے کہا بعض افراد تھے اور بعض نہیں تھے! فرمایا تو تم دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤ۔ صفین والے الگ اور غیر صفین والے الگ۔ تاکہ میں ہر ایک سے اس کے حال کے مطابق گفتگو کروں۔

اس کے بعد قوم سے پکار کر فرمایا کہ تم سب خاموش ہو جاؤ اور میری بات سنو اور اپنے دلوں کو بھی میری طرف متوجہ رکھو اگر میں کسی بات کی گواہی طلب کروں تو ہر شخص اپنے علم کے مطابق جواب دے سکے۔ (یہ کہہ کر آپ نے ایک طویل گفتگو فرمائی جس کا ایک حصہ یہ تھا:)

ذرا بتلاؤ کہ جب صفین والوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے نیزوں پر قرآن بلند کر دئے تھے تو کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ سب ہمارے بھائی اور ہمارے ساتھ کے مسلمان ہیں۔ اب ہم سے معافی کے طلبگار ہیں اور کتاب خدا سے فیصلہ چاہتے ہیں لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور انھیں سانس لینے کا موقع دے دیا جائے۔ میں نے تمھیں سمجھایا تھا کہ اس کا ظاہر ایمان ہے لیکن باطن صرف ظلم اور تعدی ہے۔ اس کی ابتدا رحمت و راحت ہے لیکن اس کا انجام شرمندگی اور ندامت ہے لہٰذا اپنی حالت پر قائم رہو اور اپنے راستہ کو مت چھوڑو اور جہاد پر دانتوں کو بھینچے رہو اور کسی بکواس کرنے والے کی بکواس کو مت سنو کہ اس کے قبول کر لینے میں گمراہی ہے اور نظر انداز کر دینے میں ذلت ہے۔ لیکن جب تحکیم کی بات طے ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ تمھیں لوگوں نے اس کی رضامندی دی تھی (۲)۔ حالانکہ خدا گواہ ہے کہ اگر میں نے اس سے انکار کر دیا ہوتا تو اس سے مجھ پر کوئی فریضہ عائد نہ ہوتا۔

فَرِيضَتَهَا، وَ لَا حَمَّلَنِي اللهُ ذَنْبَهَا. وَ واللهِ إِنْ جِئْتُهَا إِنِّي لَلْمُحِقُّ الَّذِي يُتَّبَعُ؛ وَ إِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِي. مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ: فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، وَ إِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُورُ عَلَى الْآبَاءِ وَ الْأَبْنَاءِ وَالْإِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلَى كُلِّ مُصِيبَةٍ وَ شِدَّةٍ إِلَّا إِيمَاناً. وَ مُضِيّاً عَلَى الْحَقِّ، وَ تَسْلِيماً لِلْأَمْرِ، وَ صَبْراً عَلَى مَضَضِ الْجِرَاحِ. وَلَكِنَّا إِنَّمَا أَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ إِخْوَانَنَا فِي الْإِسْلَامِ عَلَى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالِاعْوِجَاجِ، وَالشُّبْهَةِ وَالتَّأْوِيلِ. فَإِذَا طَمِعْنَا فِي خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللهُ بِهَا شَعَثَنَا، وَ نَتَدَانَى بِهَا إِلَى الْبَقِيَّةِ فِيمَا بَيْنَنَا، رَغِبْنَا فِيهَا، وَ أَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا

۱۲۳

و من كلام له (عليه السلام)

قاله لأصحابه في ساحة الحرب بصفين

وَ أَيُّ امْرِىءٍ مِنْكُمْ أَحَسَّ مِنْ نَفْسِهِ رَبَاطَةَ جَأْشٍ؟ عِنْدَاللِّقَاءِ، وَ رَأَى مِنْ أَحَدٍ مِنْ إِخْوَانِهِ فَشَلاً فَلْيَذُبَّ عَنْ أَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَفْسِهِ، فَلَوْ شَاءَ اللهُ لَجَعَلَهُ مِثْلَهُ. إِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيثٌ لَا يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ، وَ لَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ. إِنَّ أَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ! وَ الَّذِي نَفْسُ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِيَدِهِ، لَأَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ أَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِيتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللهِ!

و منه: وَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ: لَا تَأْخُذُونَ حَقّاً. وَ لَا تَمْنَعُونَ ضَيْماً. قَدْ خُلِّيتُمْ وَالطَّرِيقَ، فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ، وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ.

۱۲٤

و من كلام له (عليه السلام)

في حث أصحابه على القتال

فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَأَخِّرُوا الْحَاسِرَ، وَ عَضُّوا عَلَى الْأَضْرَاسِ، فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ؛ وَالْتَوُوا فِي أَطْرَافِ الرِّمَاحِ، فَإِنَّهُ أَمْوَرُ لِلْأَسِنَّةِ؛ وَ غُضُّوا الْأَبْصَارَ فَإِنَّهُ أَرْبَطُ لِلْجَأْشِ، وَأَسْكَنُ

خصلہ - وسیلہ
لم شعثہ - پراگندگی کو جمع کر دیا
نتدانی بہا - قریب ہو جائیں
رباطۃ الجاش - اطمینان قلب
فشل - کمزوری - بزدلی
فلیذب - دور کرے
نجدہ - شجاعت
کشیش الضباب - جمع ضبّ سوسمار
تلوّم - ٹھہر گیا
دارع - زرہ پوش
حاسر - بغیر زرہ والا
انبیٰ - دور کر دینے والا
ہام - جمع ہامہ - سر
التووا - مڑ جاؤ
امْوَر - زیادہ چکر دینے والا

(۱) یہ امیرالمومنینؑ کا حوصلہ تھا کہ اپنے مقابلہ میں آکر جنگ کرنے والوں کو بھی برادران اسلام کا نام دے رہے تھے اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ جب تک انحراف میں شبہ اور تاویل کی گنجائش باقی رہتی ہے - اسلام کا حکم جاری رہتا ہے لیکن جب قصداً عناد اور دشمنی کا اظہار کیا جاتا ہے تو اسلام بھی رخصت ہو جاتا ہے - میدان جنگ میں آنے والوں کو مسلمان کہا جا سکتا ہے لیکن اس کا کوئی تعلق سربراہ لشکر سے نہیں ہے -

مصادر خطبہ ۱۲۳ ربیع الابرار زمخشری باب تبدل - غرر الحکم آمدی ص ۳۲۰ ، العقد الفرید ۲ ص ۲۸۲ کافی کتاب الجہاد ص ۳۴۲ ، وافی کتاب الجہاد ص ۲۷ ، الجمل مفیدؒ ص ۱۰۳ ، ارشاد مفید ص ۱۱۹

مصادر خطبہ ۱۲۴ کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۳۵ ، تاریخ طبری ۶ ص ۹ ، کافی ۵ ص ۳۹ ، الفتوح احمد بن اعثم کوفی ۳ ص ۴۳ ، عیون الاخبار ابن قتیبہ ۱ ص ۱۱۰ ، کتاب سلیم بن قیس ص ۱۴۰ ، ارشاد مفید ص ۱۲۶ ، مروج الذہب ۲ ص ۳۹۵

اور نہ پروردگار مجھے گنہگار قرار دیتا اور اگر میں نے اسے اختیار کیا ہوتا تو میں ہی وہ صاحب حق تھا جس کا اتباع ہونا چاہئے تھا کہ کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے کبھی جدائی نہیں ہوئی۔ ہم رسول اکرمؐ کے زمانے میں اس وقت جنگ کرتے تھے جب مقابلہ پر خاندانوں کے بزرگ۔ بچے۔ بھائی بند اور رشتہ دار ہوتے تھے لیکن ہر مصیبت و شدت پر ہمارے ایمان میں اضافہ ہی ہوتا تھا اور ہم امر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے تھے۔ راہ حق میں بڑھتے ہی جاتے تھے اور زخموں کی ٹیس پر صبر ہی کرتے تھے مگر افسوس کہ اب ہمیں مسلمان بھائیوں سے جنگ کرنا پڑ رہی ہے[51] کہ ان میں کجی۔ انحراف۔ شبہ اور غلط تاویلات کا دخل ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی راستہ نکل آئے جس سے خدا ہمارے انتشار کو دور کر دے اور ہم ایک دوسرے سے قریب ہو کر رہے سہے تعلقات کو باقی رکھ سکیں تو ہم اسی راستہ کو پسند کریں گے اور دوسرے راستے سے ہاتھ روک لیں گے۔

۱۲۳۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو صفین کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا تھا)

دیکھو! اگر تم سے کوئی شخص بھی جنگ کے وقت اپنے اندر قوت قلب اور اپنے کسی بھائی میں کمزوری کا احساس کرے تو اس کا فرض ہے کہ اپنے بھائی سے اسی طرح دفاع کرے جس طرح اپنے نفس سے کرتا ہے کہ خدا چاہتا تو اُسے بھی ویسا ہی بنا دیتا لیکن اس نے تمھیں ایک خاص فضیلت عطا فرمائی ہے۔

دیکھو! موت ایک تیز رفتار طلبگار ہے جس سے نہ کوئی ٹھہرا ہوا بچ سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا بچ نکل سکتا ہے اور بہترین موت شہادت ہے۔ قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضۂ قدرت میں فرزند ابو طالب کی جان ہے کہ میرے لئے تلوار کی ہزار ضربیں اطاعت خدا سے الگ ہو کر بستر پر مرنے سے بہتر ہیں۔

گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ ویسی ہی آوازیں نکال رہے ہو جیسی سوساروں کے جسموں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہیں کہ نہ اپنا حق حاصل کر رہے ہو اور نہ ذلت کا دفاع کر رہے ہو جب کہ تمھیں راستہ پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اور نجات اسی کے لئے ہے جو جنگ میں کود پڑے اور ہلاکت اسی کے لئے ہے جو دیکھتا ہی رہ جائے۔

۱۲۴۔ آپ کا ارشاد گرامی

(اپنے اصحاب کو جنگ پر آمادہ کرتے ہوئے)

زرہ پوش افراد کو آگے بڑھاؤ اور بے زرہ لوگوں کو پیچھے رکھو۔ دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سر سے اچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کے اطراف سے پہلوؤں کو بچائے رکھو کہ اس سے نیزوں کے رُخ پلٹ جاتے ہیں۔ نگاہوں کو نیچا رکھو کہ اس سے قوت قلب میں اضافہ ہوتا ہے اور حوصلے بلند رہتے ہیں۔

لِلْقُلُوبِ؛ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ، فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ. وَ رَايَتَكُمْ فَلَا تُمِيلُوهَا وَلَا تُخِلُّوهَا، وَ لَا تَجْعَلُوهَا إِلَّا بِأَيْدِي شُجْعَانِكُمْ، وَالْمَانِعِينَ الذِّمَارَ مِنْكُمْ؛ فَإِنَّ الصَّابِرِينَ عَلَىٰ نُزُولِ الْحَقَائِقِ هُمُ الَّذِينَ يَحُفُّونَ بِرَايَاتِهِمْ، وَ يَكْتَنِفُونَهَا: حِفَافَيْهَا، وَوَرَاءَهَا، وَ أَمَامَهَا؛ لَا يَتَأَخَّرُونَ عَنْهَا فَيُسْلِمُوهَا، وَ لَا يَتَقَدَّمُونَ عَلَيْهَا فَيُفْرِدُوهَا. أَجْزَأَ امْرُؤٌ قِرْنَهُ، وَ آسَىٰ أَخَاهُ بِنَفْسِهِ، وَلَمْ يَكِلْ قِرْنَهُ إِلَىٰ أَخِيهِ فَيَجْتَمِعَ عَلَيْهِ قِرْنُهُ وَ قِرْنُ أَخِيهِ. وَ ايْمُ اللهِ لَئِنْ فَرَرْتُمْ مِنْ سَيْفِ الْعَاجِلَةِ(الاخرة)، لَا تَسْلَمُوا مِنْ سَيْفِ الْآخِرَةِ، وَأَنْتُمْ لَهَامِيمُ الْعَرَبِ، وَالسَّنَامُ الْأَعْظَمُ. إِنَّ فِي الْفِرَارِ مَوْجِدَةَ اللهِ، وَالذُّلَّ اللَّازِمَ، وَالْعَارَ الْبَاقِيَ. وَ إِنَّ الْفَارَّ لَغَيْرُ مَزِيدٍ فِي عُمُرِهِ، وَ لَا مَحْجُوزٍ(محجوب) بَيْنَهُ وَ بَيْنَ يَوْمِهِ. مَنِ الرَّائِحُ إِلَى اللهِ كَالظَّمْآنِ يَرِدُ الْمَاءَ؟ الْجَنَّةُ تَحْتَ أَطْرَافِ الْعَوَالِي؛ الْيَوْمَ تُبْلَى الْأَخْبَارُ! وَاللهِ لَأَنَا أَشْوَقُ إِلَىٰ لِقَائِهِمْ مِنْهُمْ إِلَىٰ دِيَارِهِمْ. اللّٰهُمَّ فَإِنْ رَدُّوا الْحَقَّ فَافْضُضْ جَمَاعَتَهُمْ، وَشَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ، وَأَبْسِلْهُمْ بِخَطَايَاهُمْ. إِنَّهُمْ لَنْ يَزُولُوا عَنْ مَوَاقِفِهِمْ دُونَ طَعْنٍ دِرَاكٍ: يَخْرُجُ مِنْهُمُ النَّسِيمُ؛ وَ ضَرْبٍ يَفْلِقُ الْهَامَ، وَ يُطِيحُ الْعِظَامَ، وَ يُنْدِرُ السَّوَاعِدَ وَالْأَقْدَامَ؛ وَ حَتَّىٰ يُرْمَوْا بِالْمَنَاسِرِ تَتْبَعُهَا الْمَنَاسِرُ؛ وَ يُرْجَمُوا بِالْكَتَائِبِ تَقْفُوهَا الْحَلَائِبُ(الجلائب)؛ وَ حَتَّىٰ يُجَرَّ بِبِلَادِهِمُ الْخَمِيسُ يَتْلُوهُ الْخَمِيسُ؛ وَ حَتَّىٰ تَدْعَقَ الْخُيُولُ فِي نَوَاحِرِ أَرْضِهِمْ. وَ بِأَعْنَانِ مَسَارِبِهِمْ وَ مَسَارِحِهِمْ.

قال السيد الشريف: أقولُ: الدَّعْقُ: الدَّقُّ. أيْ تَدُقُّ الخُيُولُ بِحَوَافِرِهَا أَرْضَهُمْ. وَ نَوَاحِرُ أرْضِهِم: مُتَقَابِلَاتُهَا. وَ يُقَالُ: مَنَازِلُ بَنِي فُلَانٍ تَتَنَاحَرُ، أيْ تَتَقَابَلُ.

۱۲۵

و من كلام له (عليه السلام)

في التحكيم

و ذلك بعد سماعه لأمر الحكمين

ذمار ۔ جس کی ذمہ داری عائد ہو جائے
حقائق ۔ جمع حاقہ ۔ مصیبت
یحفوّن بالرایات ۔ اس کے گرد حلقہ بنا لیتے ہیں
یکتنفونہا ۔ اس کا احاطہ کر لیتے ہیں
حفافیہا ۔ جانبین
اجزأ امرؤ قرنہ ۔ ہر شخص اپنے مقابل کے لئے کافی ہو جائے
لم یکل قرنہ لاخیہ ۔ مقابل کی ذمہ داری دوسرے پر نہ ڈالے
لہامیم ۔ جمع لہمیم ۔ سربلند
موجدہ ۔ غضب
عوالی ۔ نیزے
تبلی ۔ امتحان لیا جاتا ہے
ابسلہ ۔ ہلاکت کے حوالے کر دیا
دراک ۔ مسلسل
یندر ۔ گرا دیں
مناسر ۔ جمع منسر ۔ لشکر کا ایک حصہ
کتائب ۔ جمع کتیبہ ۔ سو سے ہزار افراد تک
حلائب ۔ جمع حلبہ ۔ لشکر کے دستے
دعق ۔ روند ڈالا
اعنان ۔ اطراف
مسارب ۔ چرنے کے راستے

مصادر خطبہ ۱۲۵ تاریخ طبری ۶ ص ۳۴ ، تذکرۃ الخواص ص ۱۰۱ ، ارشاد مفید ص ۱۵۷ ، احتجاج طبرسیؒ ص ۲۷۵

وازیں دیکھی رکھو کہ اس سے کمزوری دور ہوتی ہے۔ دیکھو اپنے پرچم کا خیال رکھنا۔ وہ نہ جھکنے پائے اور نہ اکیلا رہنے پائے۔ اسے صرف بہادر افراد اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھ میں رکھنا کہ مصائب پر صبر کرنے والے ہی پرچموں کے گرد جمع ہوتے ہیں اور داہنے بائیں۔ آگے، پیچھے ہر طرف سے گھیرا ڈال کر اس کا تحفظ کرتے ہیں۔ نہ اس سے پیچھے رہ جاتے ہیں کہ اسے دشمنوں کے حوالے کردیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ وہ تنہا رہ جائے۔

دیکھو۔ ہر شخص اپنے مقابل کا خود مقابلہ کرے اور اپنے بھائی کا بھی ساتھ دے اور خبردار اپنے مقابل کو اپنے ساتھی کے حوالہ نہ کر دینا کہ اس پر یہ اور اس کا ساتھی دونوں مل کر حملہ کردیں۔

خدا کی قسم اگر تم دنیا کی تلوار سے بچ کر بھاگ بھی نکلے تو آخرت کی تلوار سے بچ کر نہیں جا سکتے ہو۔ پھر تم تو عرب کے جوانمرد اور سربلند افراد ہو۔ تمھیں معلوم ہے کہ فرار میں خدا کا غضب بھی ہے اور ہمیشہ کی ذلت بھی ہے۔ فرار کرنے والا نہ اپنی عمر میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ اپنے وقت کے درمیان حائل ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اللہ کی طرف یوں جائے جس طرح پیاسا پانی کی طرف جاتا ہے۔ جنت نیزوں کے اطراف کے سایہ میں ہے آج ہر ایک کے حالات کا امتحان ہو جائے گا۔ خدا کی قسم مجھے دشمنوں سے جنگ کا اشتیاق اس سے زیادہ ہے جتنا انھیں اپنے گھروں کا اشتیاق ہے۔ خدایا۔ یہ ظالم اگر حق کو رد کر دیں تو ان کی جماعت کو پراگندہ کردے۔ ان کے کلمہ کو متحد نہ ہونے دے۔ ان کو ان کے کئے کی سزا دیدے کہ یہ اس وقت تک اپنے موقف سے نہ ہٹیں گے جب تک نیزے ان کے جسموں میں نسیم سحر کے راستے نہ بنا دیں اور تلواریں ان کے سروں کو شگافتہ، ہڈیوں کو چور چور اور ہاتھ پیر کو شکستہ نہ بنادیں اور جب تک ان پر لشکر کے بعد لشکر اور سپاہ کے بعد سپاہ حملہ آور نہ ہو جائیں اور ان کے شہروں پر مسلسل فوجوں کی یلغار نہ ہو اور گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند نہ ڈالیں اور ان کی چراگاہوں اور سبزہ زاروں کو پامال نہ کردیں۔

۱۲۵۔ آپ کا ارشاد گرامی

(تحکیم کے بارے میں۔ حکمین کی داستان سننے کے بعد)

حقیقت امر یہ ہے کہ انسان کی زندگی کی ہر تشنگی کا علاج جنت کے علاوہ کہیں نہیں ہے۔ یہ دنیا صرف ضروریات کی تکمیل کے لئے بنائی گئی ہے اور بڑے سے بڑے انسان کا حصہ بھی اس کے خواہشات سے کمتر ہے ورنہ سارے روئے زمین پر حکومت کرنے والا بھی اس سے بیشتر کا خواہش مند رہتا ہے اور دامان زمین میں اس سے زیادہ کی وسعت نہیں ہے۔ یہ صرف جنت ہے جس کے بارے میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ وہاں ہر خواہش نفس اور لذت نگاہ کی تسکین کا سامان موجود ہے۔ اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہاں تک جانے کا راستہ کیا ہے۔ مولائے کائنات نے اپنے ساتھیوں کو اسی نکتہ کی طرف متوجہ کیا ہے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے اور اس کا راستہ صرف میدان جہاد ہے لہٰذا میدان جہاد کی طرف اس طرح بڑھو جس طرح پیاسا پانی کی طرف بڑھتا ہے کہ اسی راہ میں ہر جذبۂ دل کی تسکین کا سامان پایا جاتا ہے اور پھر دین خدا کی سربلندی سے بالاتر کوئی شرف بھی نہیں ہے۔

إنّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ، وَ إِنَّمَا حَكَّمْنَا الْقُرْآنَ. هٰذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْتُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ، لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ.[1] وَ إِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ. وَ لَمَّا دَعَانَا الْقَوْمُ إِلَىٰ أَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْآنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَىٰ، وَ قَدْ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ: «فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ» فَرَدُّهُ إِلَى اللهِ أَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهِ، وَرَدُّهُ إِلَى الرَّسُولِ أَنْ نَأْخُذَ بِسُنَّتِهِ؛ فَإِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِي كِتَابِ اللهِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ بِهِ، وَإِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَنَحْنُ أَحَقُّ النَّاسِ وَأَوْلَاهُمْ بِهَا. وَ أَمَّا قَوْلُكُمْ: لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ أَجَلاً فِي التَّحْكِيمِ؟ فَإِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ، وَ يَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ، وَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ فِي هٰذِهِ الْهُدْنَةِ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ؛ وَ لَا تُؤْخَذُ بِأَكْظَامِهَا، فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ، وَ تَنْقَادَ لِأَوَّلِ الْغَيِّ. إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدَاللهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ أَحَبَّ إِلَيْهِ - وَ إِنْ نَقَصَهُ وَ كَرَثَهُ - مِنَ الْبَاطِلِ وَ إِنْ جَرَّ إِلَيْهِ فَائِدَةً وَ زَادَهُ. فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَ مِنْ أَيْنَ أُتِيتُمْ! اسْتَعِدُّوا لِلْمَسِيرِ إِلَىٰ قَوْمٍ حَيَارَىٰ عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُونَهُ، وَ مُوزَعِينَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُونَ بِهِ، جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ، نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيقِ. مَا أَنْتُمْ بِوَثِيقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا، وَ لَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ إِلَيْهَا. لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ أَنْتُمْ! أُفٍّ لَكُمْ! لَقَدْ لَقِيتُ مِنْكُمْ بَرْحاً، يَوْماً أُنَادِيكُمْ وَ يَوْماً أُنَاجِيكُمْ، فَلَا أَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَاءِ(اللقا) وَ لَا إِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَاءِ!

۱۲۶

ومن كلام له (عليه السلام)

لما عوتب على التسوية في العطاء

أَتَأْمُرُونِّي (تأمرونى) أَنْ أَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيمَنْ وُلِّيتُ عَلَيْهِ! وَاللهِ لَا

دفّتین - دونوں اطراف
اکظام - جمع کظم - گلا
کرثہ - غمزدہ کردے
موزعین - جسے آمادہ کردیا جائے
لایعدلونہ - کوئی بدل تلاش نہیں کرتے ہیں
نکب - جمع ناکب - منحرف
ما انتم بوثیقہ - تم قابل اعتماد نہیں ہو
زافرۃ - انصار و اعوان
حشّاش - جمع حاشّ - آگ بھڑکانے والا
برح - شدت
یوم النداء - روز جنگ
یوم النجاء - جس دن راز کی باتیں کی جائیں

(1) عجیب و غریب ہے کہ جب لشکر شام نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو قوم نے آواز بلند کردی کہ ہم قرآن سے فیصلہ چاہتے ہیں اور جب امیرالمومنینؑ نے قرآن کی حاکمیت کا فیصلہ کردیا تو اسے یکسر نظرانداز کردیا گیا اور صرف مکر و فریب کی بنیاد پر فیصلہ کردیا گیا امام علیہ السلام نے اس نکتہ کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اگرچہ اسلام کا بنیادی مدرک قرآن مجید ہے لیکن اسے سمجھنے کے لئے افراد درکار ہیں یہ کام ہر شخص کے بس کا نہیں ہے - ایسا ہوتا تو سرکار دوعالمؐ تنہا قرآن چھوڑ کر چلے جاتے اور عترت و اہلبیتؑ کا ذکر نہ کرتے - عترت و اہلبیتؑ کا ذکر اسی لئے کیا گیا ہے کہ قرآن کا سمجھنا ان کے علاوہ کسی کے بس کا کام نہیں ہے

مصادر خطبہ نمبر ۱۲۶ الامامۃ والسیاسۃ ۱ ص ۱۵۳ ، تحف العقول حرانی ص ۱۳۱ ، فروع کافی ۴ ص ۳۱ ، مجالس مفیدؒ ص ۹۵ ، امالی طوسیؒ ۱ ص ۱۹۰ بحار الانوار مجلسیؒ کتاب الغارات

یاد رکھو۔ ہم نے افراد کو حکم نہیں بنایا تھا بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا اور قرآن وہی کتاب ہے جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ خود نہیں بولتا ہے اور اسے ترجمان کی ضرورت ہوتی ہے اور ترجمان افراد ہی ہوتے ہیں[1]۔ اس قوم نے ہمیں دعوت دی کہ ہم قرآن سے فیصلہ کرائیں تو ہم تو قرآن سے روگردانی کرنے والے نہیں تھے جب کہ پروردگار نے فرمادیا ہے کہ اپنے اختلافات کو خدا اور رسول کی طرف موڑ دو اور خدا کی طرف موڑنے کا مطلب اس کی کتاب سے فیصلہ کرانا ہی ہے اور رسولؐ کی طرف موڑنے کا مقصد بھی سنت کا اتباع کرنا ہے اور یہ طے ہے کہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تو اس کے سب سے زیادہ حقدار ہم ہی ہیں اور اسی طرح سنت پیغمبر کے لئے سب سے اولیٰ و اقرب ہم ہی ہیں۔

اب تمھارا یہ کہنا کہ آپ نے تحکیم کی مہلت کیوں دی؟ تو اس کا راز یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کہ بے خبر باخبر ہو جائے اور باخبر تحقیق کرلے کہ شائد پروردگار اس وقفہ میں امت کے امور کی اصلاح کر دے اور اس کا گلا نہ گھونٹا جائے کہ تحقیق حق سے پہلے گمراہی کے پہلے ہی مرحلہ میں بھٹک جائے۔ اور یاد رکھو کہ پروردگار کے نزدیک بہترین انسان وہ ہے جسے حق پر عملدرآمد کرنا (چاہے اس میں نقصان ہی کیوں نہ ہو) باطل پر عمل کرنے سے زیادہ محبوب ہو (چاہے اس میں فائدہ ہی کیوں نہ ہو)۔ تو آخر تمھیں کدھر لے جایا جا رہا ہے اور تمھارے پاس شیطان کدھر سے آگیا ہے۔ دیکھو اس قوم سے جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ جو حق کے معاملہ میں اس طرح سرگرداں ہے کہ اسے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا ہے اور باطل پر اس طرح اتار دی گئی ہے کہ سیدھے راستہ پر آنا ہی نہیں چاہتی ہے۔ یہ کتاب خدا سے الگ اور راہ حق سے منحرف ہیں مگر تم بھی قابل اعتماد افراد اور لائق تمسک شرف کے پاسبان نہیں ہو۔ تم آتش جنگ کے بھڑکانے کا بدترین ذریعہ ہو۔ تم پر حیف ہے میں نے تم سے بہت تکلیف اٹھائی ہے۔ تمھیں علی الاعلان بھی پکارا ہے اور آہستہ بھی سمجھایا ہے لیکن تم نہ آواز جنگ پر سچے شریف ثابت ہوئے اور نہ رازداری پر قابل اعتماد ساتھی نکلے۔

۱۲۶۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جب عطایا کی برابری پر اعتراض کیا گیا)

کیا تم مجھے اس بات پر آمادہ کرنا چاہتے ہو کہ میں جن رعایا کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں ان پر ظلم کر کے چند افراد کی کمک حاصل کر لوں۔ خدا کی قسم

[1] حضرت نے تحکیم کا فیصلہ کرتے ہوئے دونوں افراد کو ایک سال کی مہلت دی تھی تاکہ اس دوران ناواقف افراد حق و باطل کی اطلاع حاصل کرلیں اور جو کسی مقدار میں حق سے آگاہ ہیں وہ مزید تحقیق کرلیں۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبر افراد پہلے ہی مرحلہ میں گمراہ ہو جائیں اور عمرو عاص کی مکاری کا شکار ہو جائیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہر دور میں ایسے افراد ضرور رہتے ہیں جو اپنے عقل و فکر کو ہر ایک سے بالاتر تصور کرتے ہیں اور اپنے قائد کے فیصلوں کو بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب امامؑ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا گیا ہے تو نائب امام یا عالم دین کی کیا حیثیت ہے۔؟

أَطُورُ بِهِ مَا سَمَرَ سَمِيرٌ، وَ مَا أَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَاءِ نَجْماً! لَوْ كَانَ الْمَالُ لِي لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ، فَكَيْفَ وَ إِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ! أَلَا وَإِنَّ إِعْطَاءَ الْمَالِ فِي غَيْرِ حَقِّهِ تَبْذِيرٌ وَإِسْرَافٌ، وَ هُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهُ فِي الدُّنْيَا وَ يَضَعُهُ فِي الْآخِرَةِ، وَ يُكْرِمُهُ فِي النَّاسِ وَ يُهِينُهُ عِنْدَ اللهِ. وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَالَهُ فِي غَيْرِ حَقِّهِ وَ لَا عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ إِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ، وَ كَانَ لِغَيْرِهِ وُدُّهُمْ. فَإِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْماً فَاحْتَاجَ إِلَىٰ مَعُونَتِهِمْ فَشَرُّ خَلِيلٍ (خزين) وَأَلْأَمُ خَدِينٍ!

١٢٧

و من كلام له (ع)

وفيه يبين بعض أحكام الدين و يكشف للخوارج الشبهة و ينقض حكم الحكمين

فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَأْتُ وَضَلَلْتُ، فَلِمَ تُضَلِّلُونَ عَامَّةَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ (ص)، بِضَلَالِي، وَ تَأْخُذُونَهُمْ بِخَطَئِي، وَ تُكَفِّرُونَهُمْ بِذُنُوبِي! سُيُوفُكُمْ عَلَىٰ عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُونَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ (البراءة) وَالسُّقْمِ، وَ تَخْلِطُونَ مَنْ أَذْنَبَ بِمَنْ لَمْ يُذْنِبْ. وَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ (ص) رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ، ثُمَّ صَلَّىٰ عَلَيْهِ، ثُمَّ وَرَّثَهُ أَهْلَهُ؛ وَ قَتَلَ (القاتل) الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيرَاثَهُ أَهْلَهُ. وَ قَطَعَ السَّارِقَ وَ جَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ، ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ، وَ نَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ؛ فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ (ص) بِذُنُوبِهِمْ، وَ أَقَامَ حَقَّ اللهِ فِيهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِنَ الْإِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ. ثُمَّ أَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَ مَنْ رَمَىٰ بِهِ الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهُ، وَ ضَرَبَ بِهِ تِيهَهُ! وَ سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَىٰ غَيْرِ الْحَقِّ، وَ مُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَىٰ غَيْرِ الْحَقِّ، وَ خَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالاً النَّمَطُ الْأَوْسَطُ فَالْزَمُوهُ، وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَ إِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ!

فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ، كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ لِلذِّئْبِ. أَلَا مَنْ دَعَا إِلَىٰ هٰذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ، وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هٰذِهِ،

لا اطور - اس کے قریب بھی نہ جاؤں گا
ما سمر سمیر - ہمیشہ
ام - ارادہ کیا
خدین - ساتھی
ضرب بہ تیہہ - گمراہی کے راستہ پر چلا دیا
شعار - علامت

(1) یہ بلندی کردار کی آخری منزل ہے جس میں سارا اسلام اور ساری انسانیت سمٹ جاتی ہے کہ انسان اپنے ذاتی مال میں مساوات برقرار رکھنا چاہے اور اس وقت تک کسی کو مقدم نہ کرے جب تک اس میں مقدم کرنے کی کوئی وجہ نہ پیدا ہو جائے۔

امیرالمومنینؑ کا یہی وہ کردار ہے جس کا اعتراف دوست اور دشمن دونوں نے کیا ہے اور جس نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر طرح کے اجنبی اقتصادی نظام اور غیر اسلامی معاشی نظریات سے بے نیاز بنا دیا ہے کہ نہ کسی نظام میں یہ حسن پایا جاتا ہے اور نہ کسی کردار میں یہ بلندی پائی جاتی ہے

اور حقیقت امر یہ ہے کہ اگر دنیا کے کسی مفکر کے پاس اس طرح کی عادلانہ فکر موجود ہے یا کسی نظام میں اس طرح کا کریمانہ قانون موجود ہے تو وہ بھی کسی نہ کسی مذہب کا اثر ہے جو نظام زندگی تک لاشعوری طور پر منتقل ہو گیا ہے اور نظام پیش کرنے والے نے اسے اپنی ذاتی فکر قرار دیدیا ہے ورنہ دنیا کے جملہ خیرات کا سرچشمہ وحی الٰہی اور تعلیم سماوی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کہنے والے نے بہت صحیح کہا ہے کہ بعض غیر اسلامی معاشروں میں بغیر نام کے مسلمان پائے جاتے ہیں اور بعض اسلامی معاشروں میں بغیر نام کے کافر۔ اللہ اس قسم سے محفوظ رکھے

مصادر خطبہ ۱۲۷ تاریخ طبری ۶ ص۴۰ ، نہایۃ ابن اثیر مادہ بجر، حیوۃ الحیوان جاحظ ۲ ص۹۰ ، محاسن بیہقی ص۴۱ ، امالی صدوق ، غرر الحکم ص۳۲۹ ، معدن الجواہر کراجکی ص۲۲۶ ، مروج الذہب ۲ ص۴۱۳ ، التمثیل والمحاضرہ ص۳۰ ، نہایۃ مادہ بد

جب تک اس دنیا کا قصہ چلتا رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے ستارہ کی طرف جھکتا رہے گا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ مال اگر میرا ذاتی ہوتا جب بھی میں برابر سے تقسیم کرتا چہ جائیکہ یہ مال مالِ خدا ہے اور یاد رکھو کہ مال کا ناحق عطا کر دینا بھی اسراف اور فضول خرچی میں شمار ہوتا ہے اور یہ کام انسان کو دنیا میں بلند بھی کر دیتا ہے تو آخرت میں ذلیل کر دیتا ہے۔ لوگوں میں محترم بھی بنا دیتا ہے تو خدا کی نگاہ میں پست تر بنا دیتا ہے اور جب بھی کوئی شخص مال کو ناحق یا نااہل پر صرف کرتا ہے تو پروردگار اس کے شکریہ سے بھی محروم کر دیتا ہے اور اس کی محبت کا رُخ بھی دوسروں کی طرف مڑ جاتا ہے۔ پھر اگر کسی دن پیر پھسل گئے اور ان کی امداد کا بھی محتاج ہو گیا تو وہ بدترین دوست اور ذلیل ترین ساتھی ہی ثابت ہوتے ہیں۔

۱۲۷۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں بعض احکام دین کے بیان کے ساتھ خوارج کے شبہات کا ازالہ اور حکمین کے توڑ کا فیصلہ بیان کیا گیا ہے)

اگر تمہارا اصرار اسی بات پر ہے کہ مجھے خطا کار اور گمراہ قرار دو تو ساری امت پیغمبرؐ کو کیوں خطا کار قرار دے رہے ہو اور میری "غلطی" کا مواخذہ ان سے کیوں کر رہے ہو اور میرے "گناہ" کی بنا پر انھیں کیوں کافر قرار دے رہے ہو۔ تمہاری تلواریں تمہارے کاندھوں پر رکھی ہیں جہاں چاہتے ہو خطا، بے خطا چلا دیتے ہو اور گنہگار اور بے گناہ میں کوئی فرق نہیں کرتے ہو حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے زنائے محصنہ کے مجرم کو سنگسار کیا تو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی تھی اور اس کے اہل کو وارث بھی قرار دیا تھا اور اسی طرح قاتل کو قتل کیا تو اس کی میراث بھی تقسیم کی اور چور کے ہاتھ کاٹے یا غیر شادی شدہ زنا کار کو کوڑے لگوائے تو انھیں مال غنیمت میں حصہ بھی دیا اور ان کا مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کرایا گویا کہ آپ نے ان کے گناہوں کا مواخذہ کیا اور ان کے بارے میں حق خدا کو قائم کیا لیکن اسلام میں ان کے حصہ کو نہیں روکا اور نہ ان کے نام کو اہل اسلام کی فہرست سے خارج کیا۔ مگر تم بدترین افراد ہو کہ شیطان تمہارے ذریعہ اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے اور تمھیں صحرائے ضلالت میں ڈال دیتا ہے اور عنقریب میرے بارے میں دو طرح کے افراد گمراہ ہوں گے: محبت میں غلو کرنے والے جنھیں محبت غیر حق کی طرف لے جائے گی اور عداوت میں زیادتی کرنے والے جنھیں عداوت باطل کی طرف کھینچ لے جائے گی اور بہترین افراد وہ ہوں گے جو درمیانی منزل پر ہوں لہٰذا تم بھی اسی راستہ کو اختیار کرو اور اسی نظریہ کی جماعت کے ساتھ ہو جاؤ کہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت کے ساتھ ہے اور خبردار تفرقہ کی کوشش نہ کرنا کہ جو ایمانی جماعت سے کٹ جاتا ہے وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جس طرح گلہ سے الگ ہو جانے والی بھیڑ بھیڑیے کی نذر ہو جاتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جو بھی اس انحراف کا نعرہ لگائے اسے قتل کر دو چاہے وہ میرے ہی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو۔

فَإِنَّمَا حُكْمُ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ، وَ يُمِيتَا مَا أَمَاتَ الْقُرْآنُ، وَ إِحْيَاؤُهُ الْاجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَ إِمَاتَتُهُ الْافْتِرَاقُ عَنْهُ. فَإِنْ جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَيْهِمُ اتَّبَعْنَاهُمْ[له]، وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا. فَلَمْ آتِ- لَا أَبَا لَكُمْ- بُجْراً وَ لَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ، وَ لَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ، إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ مَلَئِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ، أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَلَّا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ، فَتَاهَا عَنْهُ، وَ تَرَكَا الْحَقَّ وَ هُمَا يُبْصِرَانِهِ، وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ. وَ قَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا- فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ، وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ- سُوءَ رَأْيِهِمَا، وَ جَوْرَ حُكْمِهِمَا.

۱۲۸

و من كلام له ﴿؏﴾

فيما يخبر به عن الملاحم بالبصرة

يَا أَحْنَفُ، كَأَنِّي بِهِ وَ قَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَ لَا لَجَبٌ، وَ لَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ وَ لَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ. يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ.

قال الشريف: يومىء بذالك إلى صاحب الزّنج

ثم قال ﴿؏﴾: وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ، وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَ خَرَاطِيمُ كَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ، وَ لَا يُفْقَدُ غَائِبُهُمْ. أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا، وَ قَادِرُهَا بِقَدْرِهَا، وَ نَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا.

منه في وصف الأتراك

كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْماً «كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ»، يَلْبَسُونَ السَّرَقَ وَالدِّيبَاجَ، وَ يَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ. وَ يَكُونُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتَّى يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَ يَكُونَ الْمُفْلِتُ أَقَلَّ مِنَ الْمَأْسُورِ!

فقال له بعض أصحابه: لقد أعطيت يا أمير المؤمنين علم الغيب!

فضحك ﴿؏﴾، وقال للرجل، وكان كلبيا:

يَا أَخَا كَلْبٍ، لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ، وَ إِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِنْ ذِي عِلْمٍ.

بُجر - شر
ختلتکم - دھوکہ دیدیا
صمد - قصد
ملاحم - جمع ملحمہ - عظیم حادثہ
لجب - شور
اللجم - جمع لجام - لگام
قعقعہ - لگام کی آواز
حمحمہ - گھوڑے کی ہنہناہٹ
سکک - جمع سکہ - راستہ
اجنحۃ الدور - روشن دان
خراطیم - پرنالے
مجان مطرقہ - چمڑہ منڈھی ہوئی ڈھال
سرق - سفید ریشم
یعتقبون - روک لیتے ہیں
عتاق - بہترین
استحرار القتل - جنگ کی گرم بازاری

(لہ) اسے کہتے ہیں قرآن پر عمل اور اس کا نام ہے دیانتداری - کہ اگر قرآن دشمن کے حق میں فیصلہ کردے تو انسان نہایت درجہ شرافت سے اسے قبول کرلے اور کسی طرح کا تکلف نہ کرے مگر افسوس کہ معاویہ اور امثال معاویہ کو اس دیانتداری سے کیا تعلق ہے اور وہ قرآن پر عمل کرنا کیا جانیں - وہاں تو آیات قرآن کا بھی سودا کیا جاتا ہے اور خواہشات کے مطابق تاویل کا بازار گرم کیا جاتا ہے -

مصادر خطبہ ۱۲۸ تاریخ طبری ۶ ص۲۸۰، نہایہ مادہ بجر - الحیوان جاحظ ۲ ص۹۰، المحاسن والمساوی بیہقی ص۴۱، امالی صدوق، غرر الحکم ص۳۲۹، معدن الجواہر کراچکی ص۲۲۶، صحیح مسلم ۸ ص۱۸۴، کتاب الفتن نعیم بن حماد - الملاحم ابن طاؤس، کتاب الفتن ابن الحمانی، کتاب الفتن ابن البزاز - صحیح بخاری ۴ ص۳۴

ان دونوں افراد کو حکم بنایا گیا تھا تاکہ ان امور کو زندہ کریں جنھیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور ان امور کو مُردہ کریں جنھیں قرآن نے مُردہ بنا دیا ہے اور زندہ کرنے کے معنی اس پر اتفاق کرنے اور مُردہ بنانے کے معنی اس سے الگ ہونے کے ہیں۔ ہم اس بات پر تیار تھے کہ اگر قرآن ہمیں دشمن کی طرف کھینچ لے جائے گا تو ہم ان کا اتباع کر لیں گے اور اگر انھیں ہماری طرف لے آئے گا تو انھیں آنا پڑے گا لیکن خدا تمھارا برا کرے۔ اس بات میں میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا اور نہ تمھیں کوئی دھوکہ دیا ہے اور نہ کسی بات کو شبہ میں رکھا ہے۔ لیکن تمھاری جماعت نے دو آدمیوں کے انتخاب پر اتفاق کر لیا اور میں نے ان پر شرط لگا دی کہ قرآن کے حدود سے تجاوز نہیں کریں گے مگر وہ دونوں قرآن سے منحرف ہو گئے اور حق کو دیکھ بھال کر نظر انداز کر دیا اور اصل بات یہ ہے کہ ان کا مقصد ہی ظلم تھا اور وہ اسی راستہ پر چلے گئے جب کہ میں نے ان کی غلط رائے اور ظالمانہ فیصلہ سے پہلے ہی فیصلہ میں عدالت اور ارادۂ حق کی شرط لگا دی تھی۔

۱۲۸۔ آپ کا ارشاد گرامی

(بصرہ کے حوادث کی خبر دیتے ہوئے)

اے احنف[1]! گویا کہ میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جو ایک ایسا لشکر لے کر آیا ہے جس میں نہ گرد و غبار ہے اور نہ شور و غوغا۔ نہ لجاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کی ہنہناہٹ۔ یہ زمین کو اسی طرح روند رہے ہیں جس طرح شتر مرغ کے پیر۔

سید رضیؒ: حضرت نے اس خبر میں صاحب زنج کی طرف اشارہ کیا ہے (جس کا نام علی بن محمد تھا اور اس نے ۲۲۵ھ میں بصرہ میں غلاموں کو مالکوں کے خلاف متحد کیا اور ہر غلام سے اس کے مالک کو ۵۰۰ کوڑے لگوائے)۔

افسوس ہے تمھاری آباد گلیوں اور ان سجے سجائے مکانات کے حال پر جن کے چھجّے گدوں کے پر اور ہاتھیوں کے سونڈ کے مانند ہیں ان لوگوں کی طرف سے جن کے مقتول پر گریہ نہیں کیا جاتا ہے اور ان کے غائب کو تلاش نہیں کیا جاتا ہے۔ میں دنیا کو منہ کے بل اوندھا کر دینے والا اور اس کی صحیح اوقات کا جاننے والا اور اس کی حالت کو اس کے شایان شان نگاہ سے دیکھنے والا ہوں۔

(ترکوں کے بارے میں) میں ایک ایسی قوم کو دیکھ رہا ہوں جن کے چہرے چمڑے سے منڈھی ڈھال کے مانند ہیں۔ ریشم و دیبا کے لباس پہنتے ہیں اور بہترین اصیل گھوڑوں سے محبت رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان عنقریب قتل کی گرم بازاری ہوگی جہاں زخمی مقتول کے اوپر سے گذریں گے اور بھاگنے والے قیدیوں سے کم ہوں گے۔ (یہ تاتاریوں کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے جہاں چنگیز خاں اور اس کی قوم نے تمام اسلامی ملکوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کتّے سور کو (اپنی غذا بنا کر) ایسے حملے کئے کہ شہروں کو خاک میں ملا دیا۔)

یہ سن کر ایک شخص نے کہا کہ آپ تو علم غیب کی باتیں کر رہے ہیں تو آپ نے مسکرا کر اس کلبی شخص سے فرمایا اے برادر کلبی! یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ صاحب علم سے تعلّم ہے۔

[1] بنی تمیم کے سردار احنف بن قیس سے خطاب ہے جنھوں نے رسول اکرمؐ کی زیارت نہیں کی مگر اسلام قبول کیا اور جنگ جمل کے موقع پر اپنے علاقہ میں ام المومنین کے فتنوں کا دفاع کرتے رہے اور پھر جنگ صفین میں مولائے کائنات کے ساتھ شریک ہو گئے اور جہاد راہ خدا کا حق ادا کر دیا۔

وَ إِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ مَا عَدَّدَهُ اللهُ سُبْحَانَهُ بِقَوْلِهِ: «إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ، وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ، وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَداً، وَ مَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ...» الآيَةَ. فَيَعْلَمُ اللهُ سُبْحَانَهُ مَا فِي الْأَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، وَ قَبِيحٍ أَوْ جَمِيلٍ، وَ سَخِيٍّ أَوْ بَخِيلٍ، وَ شَقِيٍّ أَوْ سَعِيدٍ، وَ مَنْ يَكُونُ فِي النَّارِ حَطَباً، أَوْ فِي الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّينَ مُرَافِقاً. فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَ مَا سِوَىٰ ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللهُ نَبِيَّهُ فَعَلَّمَنِيهِ، وَ دَعَا لِي بِأَنْ يَعِيَهُ صَدْرِي، وَ تَنْضَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي.

۱۲۹

و من خطبة له (عليه السلام)

في ذكر المكاييل و الموازين

عِبَادَ اللهِ، إِنَّكُمْ - وَ مَا تَأْمُلُونَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا - أَثْوِيَاءُ مُؤَجَّلُونَ، وَ مَدِينُونَ مُقْتَضَوْنَ: أَجَلٌ مَنْقُوصٌ، وَ عَمَلٌ مَحْفُوظٌ. فَرُبَّ دَائِبٍ مُضَيَّعٌ، وَ رُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ. وَ قَدْ أَصْبَحْتُمْ فِي زَمَنٍ لَا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيهِ إِلَّا إِدْبَاراً وَ لَا الشَّرُّ فِيهِ إِلَّا إِقْبَالاً، وَ لَا الشَّيْطَانُ فِي هَلَاكِ النَّاسِ إِلَّا طَمَعاً. فَهٰذَا أَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهُ، وَ عَمَّتْ مَكِيدَتُهُ، وَ أَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ. اِضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ، فَهَلْ تُبْصِرُ (تنظر) إِلَّا فَقِيراً يُكَابِدُ فَقْراً، أَوْ غَنِيّاً بَدَّلَ نِعْمَةَ اللهِ كُفْراً، أَوْ بَخِيلاً اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللهِ وَفْراً، أَوْ مُتَمَرِّداً كَأَنَّ بِأُذُنِهِ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْراً! أَيْنَ أَخْيَارُكُمْ وَ صُلَحَاؤُكُمْ! وَ أَيْنَ أَحْرَارُكُمْ وَ سُمَحَاؤُكُمْ! وَ أَيْنَ الْمُتَوَرِّعُونَ فِي مَكَاسِبِهِمْ، وَالْمُتَنَزِّهُونَ فِي مَذَاهِبِهِمْ! أَلَيْسَ قَدْ ظَعَنُوا جَمِيعاً عَنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ، وَالْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ، وَ هَلْ خُلِقْتُمْ إِلَّا فِي حُثَالَةٍ لَا تَلْتَقِي إِلَّا بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ، اسْتِصْغَاراً لِقَدْرِهِمْ، وَ ذَهَاباً عَنْ ذِكْرِهِمْ! فَإِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ! «ظَهَرَ الْفَسَادُ»، فَلَا مُنْكِرٌ مُغَيِّرٌ، وَ لَا زَاجِرٌ مُزْدَجِرٌ. أَفَبِهٰذَا تُرِيدُونَ أَنْ تُجَاوِرُوا اللهَ فِي دَارِ قُدْسِهِ، وَ تَكُونُوا أَعَزَّ أَوْلِيَائِهِ عِنْدَهُ؟ هَيْهَاتَ! لَا يُخْدَعُ اللهُ عَنْ جَنَّتِهِ، وَ لَا تُنَالُ مَرْضَاتُهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ. لَعَنَ اللهُ الْآمِرِينَ بِالْمَعْرُوفِ التَّارِكِينَ لَهُ، وَ النَّاهِينَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِينَ بِهِ!

تضطم۔ ضم سے باب افتعال ہے
جوانح ۔ پہلو ۔ پسلیاں
اثویاء ۔ جمع ثوی ۔ مہمان
دائب ۔ دوڑ دھوپ کرنے والا
کادح ۔ بے پناہ کوشش کرنے والا
امکنت الفریسۃ ۔ شکار آسان ہے۔
حثالہ ۔ بدترین شے

(۱) علم غیب کے بارے میں جملہ بحثوں کا خلاصہ یہ چند الفاظ ہیں جو اس خطبہ میں بیان کئے گئے ہیں اور اس کا ماحصل یہ ہے کہ چند امور وہ ہیں جن کا علم مالک نے اپنی ذات اقدس تک محدود رکھا ہے اور عام طور سے اپنے نمائندوں کو بھی نہیں دیا ہے اور باقی امور وہ ہیں جو غیب ہونے کے باوجود اپنے نمائندوں کو بتا دئے جاتے ہیں اور اسی تعلیم الٰہی کی بنا پر وہ ان تمام غیبیات سے باخبر رہتے ہیں اور اس کا ذاتی علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کا انحصار بار بار ذات واجب میں ثابت کیا گیا ہے اور جس سے ہر مخلوق کو الگ رکھا گیا ہے کہ مخلوق کا کمال بہرحال ذاتی نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) دنیا میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو بغیر کسی عمل اور زحمت کے جنت کی امید لگائے بیٹھے ہیں اور ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے جو صرف اپنے اعمال کو جنت کی ضمانت سمجھتے ہیں اور انھیں دوسروں کو امر و نہی کرنے سے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے حالانکہ مولائے کائنات نے صاف واضح کر دیا ہے کہ جب تک معاشرہ کی اصلاح کا عمل نہ کیا جائے گا اور برائیوں سے روکنے کا کام نہ ہوگا جنت کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے اور اللہ کو اس مسئلہ میں دھوکہ بھی نہیں دیا جا سکتا ہے۔

مصادر خطبہ ۱۲۹ غرر الحکم ص ۳۲۰، ربیع الابرار باب تبدل الاحوال

علم غیب قیامت کا اور ان چیزوں کا علم ہے جن کو خدا نے قرآن مجید میں شمار کر دیا ہے کہ اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش کا برسانے والا ہے اور پیٹ میں پلنے والے بچہ کا مقدر وہی جانتا ہے ۔ اُس کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم ہے کہ کل کیا کمائے گا اور کس سرزمین پر موت آئے گی ۔
پروردگار جانتا ہے کہ رحم کا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی ۔ حسین ہے یا قبیح ۔ سخی ہے یا بخیل ، شقی ہے یا سعید ۔ کون جہنم کا کندہ بن جائے گا اور کون جنت میں انبیاء کرام کا ہمنشین ہوگا ۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے ۔ اس کے علاوہ جو بھی علم ہے وہ ایسا علم ہے جسے اللہ نے پیغمبرؐ کو تعلیم دیا ہے اور انھوں نے مجھے اس کی تعلیم دی ہے اور میرے حق میں دعا کی ہے کہ میرا سینہ اسے محفوظ کر لے اور اس دل میں اسے محفوظ کر دے جو میرے پہلو میں ہے ۔

۱۲۹ ۔ آپ کے خطبہ کا ایک حصہ

(ناپ تول کے بارے میں)

اللہ کے بندو! تم اور جو کچھ اس دنیا سے توقع رکھتے ہو سب ایک مقررہ مدت کے مہمان ہیں اور ایسے قرضدار ہیں جن سے قرضہ کا مطالبہ ہو رہا ہو ۔ عمریں گھٹ رہی ہیں اور اعمال محفوظ کیے جا رہے ہیں ۔ کتنے دوڑ دھوپ کرنے والے ہیں جن کی محنت برباد ہو رہی ہے اور کتنے کوشش کرنے والے ہیں جو مسلسل گھاٹے کا شکار ہیں ۔ تم ایسے زمانے میں زندگی گذار رہے ہو جس میں نیکی مسلسل منہ پھیر کر جا رہی ہے اور برائی برابر سامنے آ رہی ہے ۔ شیطان لوگوں کو تباہ کرنے کی ہوس میں لگا ہوا ہے ۔ اس کا ساز و سامان مستحکم ہو چکا ہے ۔ اس کی سازشیں عام ہو چکی ہیں اور اس کے شکار اس کے قابو میں ہیں ۔ تم جدھر چاہو نگاہ اٹھا کر دیکھ لو سوائے اس فقیر کے جو فقر کی مصیبتیں جھیل رہا ہے اور اس امیر کے جس نے نعمت خدا کی ناشکری کی ہے اور اس بخیل کے جس نے حق خدا میں بخل ہی کو مال کے اضافہ کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اس سرکش کے جس کے کان نصیحتوں کے لئے بہرے ہو گئے ہیں اور کچھ نظر نہیں آئے گا ۔
کہاں چلے گئے وہ نیک اور صالح بندے اور کدھر ہیں وہ شریف اور کریم النفس لوگ ۔ کہاں ہیں وہ افراد جو کسب معاش میں احتیاط برتنے والے تھے اور راستوں میں پاکیزہ راستہ اختیار کرنے والے تھے ۔ کیا سب کے سب اس پست اور زندگی کو مکدر بنا دینے والی دنیا سے نہیں چلے گئے اور کیا تمھیں ایسے افراد میں نہیں چھوڑ گئے جن کی حقارت اور جن کے ذکر سے اعراض کی بنا پر ہونٹ سوائے ان کی مذمت کے کسی بات کے لئے آپس میں نہیں ملتے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ فساد اس قدر پھیل چکا ہے کہ نہ کوئی حالات کا بدلنے والا ہے اور نہ کوئی منع کرنے والا اور نہ خود پرہیز کرنے والا ہے ۔ تو کیا تم انھیں حالات کے ذریعہ خدا کے مقدس جوار میں رہنا چاہتے ہو اور اس کے عزیز ترین دوست بننا چاہتے ہو ۔ افسوس! اللہ کو جنت کے بارے میں دھوکہ نہیں دیا جا سکتا ہے اور نہ اس کی مرضی کو اطاعت کے بغیر حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ اللہ لعنت کرے ان لوگوں پر جو دوسروں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے ہیں ۔ سماج کو برائیوں سے روکتے ہیں اور خود انھیں میں مبتلا ہیں ۔

۱۳۰

و من كلام له (عليه السلام)

لأبي ذر رحمه الله لما أخرج إلى الربذة

يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهُ. إِنَّ ٱلْقَوْمَ خَافُوكَ عَلَىٰ دُنْيَاهُمْ، وَخِفْتَهُمْ عَلَىٰ دِينِكَ، فَاتْرُكْ فِي أَيْدِيهِمْ مَا خَافُوكَ عَلَيْهِ، وَٱهْرُبْ مِنْهُمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ؛ فَمَا أَحْوَجَهُمْ إِلَىٰ مَا مَنَعْتَهُمْ، وَ مَا أَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوكَ! وَسَتَعْلَمُ مَنِ ٱلرَّابِحُ غَداً، وَٱلْأَكْثَرُ حُسَّداً. وَلَوْ أَنَّ ٱلسَّمَاوَاتِ وَ ٱلْأَرَضِينَ كَانَتَا عَلَىٰ عَبْدٍ رَتْقاً، ثُمَّ ٱتَّقَىٰ ٱللهَ، لَجَعَلَ ٱللهُ لَهُ مِنْهُمَا مَخْرَجاً، لَا يُؤْنِسَنَّكَ إِلَّا ٱلْحَقُّ، وَ لَا يُوحِشَنَّكَ إِلَّا ٱلْبَاطِلُ، فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَأَحَبُّوكَ، وَ لَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَأَمَّنُوكَ. [۱]

۱۳۱

و من كلام له (عليه السلام)

و فيه يبين سبب طلبه الحكم و يصف الإمام الحق

أَيَّتُهَا ٱلنُّفُوسُ ٱلْمُخْتَلِفَةُ، وَ ٱلْقُلُوبُ ٱلْمُتَشَتِّتَةُ، ٱلشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، وَٱلْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، أَظْأَرُكُمْ عَلَى ٱلْحَقِّ وَ أَنْتُمْ تَنْفِرُونَ عَنْهُ نُفُورَ ٱلْمِعْزَىٰ مِنْ وَعْوَعَةِ ٱلْأَسَدِ! هَيْهَاتَ أَنْ أَطْلَعَ بِكُمْ سَرَارَ ٱلْعَدْلِ، أَوْ أُقِيمَ ٱعْوِجَاجَ ٱلْحَقِّ. ٱللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنِ ٱلَّذِي كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِي سُلْطَانٍ، وَ لَا ٱلْتِمَاسَ شَيْءٍ مِنْ فُضُولِ ٱلْحُطَامِ، وَلَكِنْ لِنَرِدَ ٱلْمَعَالِمَ مِنْ دِينِكَ، وَ نُظْهِرَ ٱلْإِصْلَاحَ فِي بِلَادِكَ، فَيَأْمَنَ ٱلْمَظْلُومُونَ مِنْ عِبَادِكَ، وَ تُقَامَ ٱلْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُودِكَ. ٱللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَنَابَ، وَ سَمِعَ وَ أَجَابَ، لَمْ يَسْبِقْنِي إِلَّا رَسُولُ ٱللهِ (صلى الله عليه وآله) بِالصَّلَاةِ.

وَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ ٱلْوَالِي عَلَى ٱلْفُرُوجِ وَ ٱلدِّمَاءِ وَٱلْمَغَانِمِ وَٱلْأَحْكَامِ وَ إِمَامَةِ ٱلْمُسْلِمِينَ ٱلْبَخِيلُ، فَتَكُونَ فِي أَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهُ، وَ لَا ٱلْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهِ، وَ لَا ٱلْجَافِي فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهِ، وَ لَا ٱلْحَائِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْماً دُونَ قَوْمٍ، وَ لَا ٱلْمُرْتَشِي فِي ٱلْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوقِ، وَ يَقِفَ بِهَا دُونَ ٱلْمَقَاطِعِ، وَ لَا ٱلْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ ٱلْأُمَّةَ. [۲]

رَبَذہ - مدینہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں عثمانؓ نے حضرت ابوذر کو شہر بدر کرا دیا تھا

قرضت منہا - ایک جز والگ کر لیا

اظأرکم - مہربانی کرتا ہوں

سرار - مہینہ کی آخری رات - اندھیرا

نہمہ - بے پناہ لالچ

حائف - ظالم

دُوَل - جمع دُولہ - مال

مقاطع - حدود الٰہیہ

[۱] انسان کے شرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ لوگ اس کے دین سے خائف ہوں اور وہ لوگوں کی دنیا سے خوفزدہ ہو ابوذر نے مولائے کائنات کی خدمت میں رہ کر وہ دولت دین حاصل کر لی جس سے تمام سلاطین دنیا محروم تھے اور یہی انسانیت کا عظیم ترین شرف ہے۔ ابوذر سے بڑا صادق اللہجہ تاریخ اسلام میں نہیں پیدا ہو سکا ہے اور ابوذر جیسا مجاہد تاریخ بشریت میں دیکھنے میں نہیں آیا ہے۔

[۲] اس مقام پر حضرت نے امامت و قیادت کے چند شرائط کا تذکرہ کیا ہے جن کے بغیر امت برباد تو ہو سکتی ہے منزل تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ کاش امت اسلامیہ نے روز اول سے ان شرائط کا لحاظ رکھا ہوتا تو تاریخ خلفاء میں جاہلوں، احمقوں، ظالموں، رشوت خوروں اور بدکرداروں کے نام نہ ہوتے اور امت اسلامیہ کو اقوام عالم کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔

مصادر خطبہ ۱۳۰ روضہ کافی ص ۲۰۶، کتاب السقیفہ الجوہری بحوالہ شرح نہج البلاغہ حدیدی ۲ ص ۳۷۵، تاریخ یعقوبی، تذکرۃ الخواص ص ۱۵۶

مصادر خطبہ ۱۳۱ تذکرۃ الخواص ص ۱۲۰، دعائم الاسلام قاضی نعمان ص ۵۳۱، نہایہ ابن اثیر ۳ ص ۱۵۴، ۵ ص ۲۷۰، مناقب ابن الجوزی، بحار الانوار، ص ۱۱۱

۱۳۰۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جو آپ نے ابوذر غفاری سے فرمایا جب انھیں ربذہ کی طرف شہر بدر کر دیا گیا)

ابوذر! تمھارا غیظ و غضب اللہ کے لئے ہے لہٰذا اس سے امید وابستہ رکھو جس کے لئے یہ غیظ و غضب اختیار کیا ہے۔ قوم کو تم سے اپنی دنیا کے بارے میں خطرہ تھا اور تمھیں ان سے اپنے دین کے بارے میں خوف تھا لہٰذا جس کا انھیں خطرہ تھا وہ ان کے لئے چھوڑ دو اور جس کے لئے تمھیں خوف تھا اسے بچا کر نکل جاؤ۔ یہ لوگ بہرحال اس کے محتاج ہیں جس کو تم نے ان سے روکا ہے اور تم اس سے بہرحال بے نیاز ہو جس سے ان لوگوں نے تمھیں محروم کیا ہے۔ عنقریب یہ معلوم ہو جائے گا کہ فائدہ میں کون رہا اور کس سے حسد کرنے والے زیادہ ہیں۔ یاد رکھو کہ کسی بندۂ خدا پر اگر زمین و آسمان دونوں کے راستے بند ہو جائیں اور وہ تقوائے الٰہی اختیار کرلے تو اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال دے گا۔ دیکھو تمھیں صرف حق سے انس اور باطل سے وحشت ہونی چاہئے اگر تم ان کی دنیا کو قبول کر لیتے تو یہ تم سے محبت کرتے اور اگر دنیا میں سے اپنا حصہ لے لیتے تو تمھاری طرف سے مطمئن ہو جاتے۔

۱۳۱۔ آپ کا ارشاد گرامی

(جس میں اپنی حکومت طلبی کا سبب بیان فرمایا ہے اور امام برحق کے اوصاف کا تذکرہ کیا ہے)

اے وہ لوگو جن کے نفس مختلف ہیں اور دل متفرق۔ بدن حاضر ہیں اور عقلیں غائب۔ میں تمھیں مہربانی کے ساتھ حق کی دعوت دیتا ہوں اور تم اس طرح فرار کرتے ہو جیسے شیر کی ڈکار سے بکریاں۔ افسوس تمھارے ذریعہ عدل کی تاریکیوں کو کیسے روشن کیا جا سکتا ہے اور حق میں پیدا ہو جانے والی کجی کو کس طرح سیدھا کیا جا سکتا ہے۔ خدایا تو جانتا ہے کہ میں نے حکومت کے بارے میں جو اقدام کیا ہے اس میں نہ سلطنت کی لالچ تھی اور نہ مال دنیا کی تلاش۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ دین کے آثار کو ان کی منزل تک پہونچاؤں اور شہروں میں اصلاح پیدا کر دوں تاکہ مظلوم بندے محفوظ ہو جائیں اور معطل حدود قائم ہو جائیں۔ خدایا تجھے معلوم ہے کہ میں نے سب سے پہلے تیری طرف رخ کیا ہے۔ تیری آواز سنی ہے اور اسے قبول کیا ہے اور تیری بندگی میں رسول اکرمؐ کے علاوہ کسی نے بھی مجھ پر سبقت نہیں کی ہے۔

تم لوگوں کو معلوم ہے کہ لوگوں کی آبرو۔ ان کی جان۔ ان کے منافع۔ الٰہی احکام اور امامت مسلمین کا ذمہ دار کوئی بخیل ہو سکتا ہے کہ وہ اموال مسلمین پر ہمیشہ دانت لگائے رہے گا اور نہ کوئی جاہل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی جہالت سے لوگوں کو گمراہ کر دے گا اور نہ کوئی بداخلاق ہو سکتا ہے کہ وہ بداخلاقی کے چرکے لگاتا رہے گا اور نہ کوئی مالیات کا بددیانت ہو سکتا ہے کہ وہ ایک کو مال دے گا اور ایک کو محروم کر دے گا اور نہ کوئی فیصلہ میں رشوت لینے والا ہو سکتا ہے کہ وہ حقوق کو برباد کر دیگا اور انھیں ان کی منزل تک نہ پہونچنے دے گا اور نہ کوئی سنت کو معطل کرنے والا ہو سکتا ہے کہ وہ امت کو ہلاک و برباد کر دے گا۔

۱۳۲

و من خطبة له ﴿ع﴾

يعظ فيها و يزهد في الدنيا

حمد الله

نَحْمَدُهُ عَلَىٰ مَا أَخَذَ وَأَعْطَىٰ، وَ عَلَىٰ مَا أَبْلَىٰ وَ ٱبْتَلَىٰ. ٱلْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ، وَٱلْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيرَةٍ، ٱلْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُورُ، وَ مَا تَخُونُ ٱلْعُيُونُ. وَ نَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ، وَ أَنَّ مُحَمَّداً نَجِيبُهُ وَ بَعِيثُهُ، شَهَادَةً يُوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ ٱلْإِعْلَانَ، وَٱلْقَلْبُ اللِّسَانَ.

عظة الناس

و منها: فَإِنَّهُ وَاللهِ ٱلْجِدُّ لَا اللَّعِبُ، وَٱلْحَقُّ لَا ٱلْكَذِبُ. وَ مَا هُوَ إِلَّا ٱلْمَوْتُ أَسْمَعَ دَاعِيهِ وَ أَعْجَلَ حَادِيهِ. فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَفْسِكَ، وَ قَدْ رَأَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ ٱلْمَالَ وَ حَذِرَ ٱلْإِقْلَالَ، وَ أَمِنَ ٱلْعَوَاقِبَ - طُولَ أَمَلٍ وَٱسْتِبْعَادَ أَجَلٍ - كَيْفَ نَزَلَ بِهِ ٱلْمَوْتُ فَأَزْعَجَهُ عَنْ وَطَنِهِ، وَأَخَذَهُ مِنْ مَأْمَنِهِ، مَحْمُولاً عَلَىٰ أَعْوَادِ ٱلْمَنَايَا يَتَعَاطَىٰ بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ، حَمْلاً عَلَىٰ ٱلْمَنَاكِبِ وَ إِمْسَاكاً بِالْأَنَامِلِ. أَمَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَأْمُلُونَ بَعِيداً، وَيَبْنُونَ مَشِيداً، وَ يَجْمَعُونَ كَثِيراً! كَيْفَ أَصْبَحَتْ بُيُوتُهُمْ قُبُوراً، وَ مَا جَمَعُوا بُوراً، وَ صَارَتْ أَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِينَ، وَأَزْوَاجُهُمْ لِقَوْمٍ آخَرِينَ؛ لَا فِي حَسَنَةٍ يَزِيدُونَ، وَ لَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَسْتَعْتِبُونَ! فَمَنْ أَشْعَرَ التَّقْوَىٰ قَلْبَهُ بَرَّزَ مَهَلُهُ، وَ فَازَ عَمَلُهُ. فَاهْتَبِلُوا هَبَلَهَا، وَٱعْمَلُوا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا: فَإِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازاً لِتَزَوَّدُوا مِنْهَا ٱلْأَعْمَالَ إِلَىٰ دَارِ ٱلْقَرَارِ. فَكُونُوا مِنْهَا عَلَىٰ أَوْفَازٍ. وَ قَرِّبُوا الظُّهُورَ لِلزِّيَالِ.

۱۳۳

و من خطبة له ﴿ع﴾

يعظم الله سبحانه و يذكر القران والنبي و يعظ الناس

عظمة الله تعالى

وَٱنْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَٱلْآخِرَةُ بِأَزِمَّتِهَا، وَ قَذَفَتْ إِلَيْهِ السَّمَاوَاتُ وَٱلْأَرَضُونَ مَقَالِيدَهَا، وَ سَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ ٱلْأَشْجَارُ النَّاضِرَةُ، وَ قَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيرَانَ ٱلْمُضِيئَةَ، وَ آتَتْ أُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارُ ٱلْيَانِعَةُ.

ابلاء - عطا و کرم
ابتلاء - امتحان
بعیث - بھیجا ہوا
اعجل حادیہ - ہنکانے والے کو موقع نہیں دیا
برز الرجل - آگے نکل گیا
اہتبل - تلاش کیا
وفز - جلدی جمع اوفاز
ظہور - سواری کی پشت
زیال - فراق
مقالید - جمع مقلاد - کنجی
قدحت - روشن کر دیا

(۱) دنیا میں ہر انسان امیدوں کے سہارے ہی جینا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ اس قدر عمیق ہو گیا ہے کہ ہر شخص کا ایک ہی خیال ہے کہ یہ دنیا امید پر قائم ہے حالانکہ امیر المومنینؑ اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ صرف امید سے کوئی کام بننے والا نہیں ہے کامیابی کی کلید ہی عمل ہے امل نہیں ہے انسان کا فرض کہ دنیا میں عمل کرے تاکہ اپنے مقاصد کو حاصل کرے اور اتنی ہی امیدیں قائم کرے جتنی اس کے حدود عمل میں آسکتی ہوں ورنہ دراز امیدیں ہلاکت و حسرت کا باعث ہو سکتی ہے نجات و کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی ہیں - !

مصادر خطبہ ۱۳۲ غرر الحکم آمدی - نہایہ ابن اثیر ۲ ص ۲۱۰
مصادر خطبہ ۱۳۳ غرر الحکم ص ۸۸ ، شرح نہج البلاغہ ۲ ص ۳۸۶